فاعتبروا یا اولی الابصار

بفضل خالق ذوالجلال والاکرام درین ایام فرخندہ فرجام
باجازت سرکار عالی نظام تاریخ لاجواب
المسمی بہ

محبوب الوطن

از تالیف فاضل ادیب عالم لبیب مورخ محقق مولوی ابو تراب محمد عبدالجبار خان
صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی صدر مدرس
عربی و فارسی مدرسہ اعزہ

در مطبع [illegible] واقع محلہ [illegible] طبع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الانسان اشرف المخلوقات بالعلم والعرفان وکرمہ علی الحیوانات بالنطق والبیان۔ والصلوۃ علی افضل الموجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الطاہرین الکرام وعلی اصحابہ الراشدین العظام اجمعین حمد و صلوۃ کے بعد احقر العباد محمد عبد الجبار خان صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی ارباب سخن کی خدمتمین گزارش کرتا ہے کہ میری مؤلفہ تاریخ دکن المسمی بہ محبوب التواریخ متعدد مجلدات پر شامل ہے اور اُسکی ہر ایک جلد بذاتہٖ مستقل ایک ایک کتاب یگانہ ہے اور ہر ایک کے مضامین بھی جداگانہ۔ ایک کو دوسرے سے تعلق نہین ہے۔ بنا برعلیہ مین نے ہر ایک جلد کو الگ الگ نام سے نامزد کیا۔ چنانچہ یہہ جلد شعرائے دکن کے تذکرہ پر شامل ہے۔ اسکا نام بھی دوسری جلدون کی طرح عالیجناب فلک انتساب خورشید رکاب جمشید قباب صاحب جود و کرم بلند حوصلہ و عالی ہمم رعایا پرور فیض گستر قدردان علم و ہنر مربی شعرائے سخنور اعلحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی میر محبوب علیخان

نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر حشمتہم خلد اللہ ملکہ کے نام نامی سے معنون کرکے
محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن رکہا۔ اس تذکرہ میں وے شعرا درج
کئے گئے جو دکنی المولد والمتاہلین۔ یا وہ شعرا جو دکن میں آگئے۔ خواہ یہاں فوت
ہوئے ہوں یا دیگر بلاد میں۔ اور میں نے اس تذکرہ میں شعرا سے اُن شعرا کو درج کیا جو
مشاہیر سے گذرے خواہ وہ متقدمین سے ہوں یا متاخرین سے بترتیب حروف تہجی
لکہا تاکہ ناظرین کو ہر ایک کے حال دیکہنے میں دقت نہو۔ بتوفیق اللہ المستعان وعلیہ التکلان

باب الالف

آصف

عالیجناب میر قمر الدین نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر اول بانی ریاست دکن [illegible]

آپ کی نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے پہنچتا ہے۔ اور حضرت کا
سلسلہ خلیفہ امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے
جد مادری عالیجناب سعد اللہ خان بہادر صاحب قران شاہجہان بادشاہ ہند کے
وزیر اعظم اور جد پدری حضرت شیخ الاسلام خواجہ عابد المخاطب بہ قلیچ خان بہادر تھے
آپکے جد بزرگوار شاہجہان کے آخر عہد میں سمرقند وبخارا سے بتقریب زیارت
حرمین شریفین ہند میں آئے۔ شاہجہان سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے آپکی
بہت تعظیم وتکریم کی نہایت اعزاز واکرام کے ساتہہ ملا۔ لب فرش تک مسند سے
اوٹہہ کے استقبال کیا۔ اول ہی ملاقات میں چہہ ہزار روپیہ بطور مدد قدم شست ہزار
پیشکش فرمایا۔ اور مہمان عزیز کو بادشاہی منزل میں اوتارا۔ اور مہمانی کا اہتمام

از سبحۃ الذاکرین ۱۴

نہایت تجمل وشان سے ادا کیا گیا۔ آپکے ہمرکاب مریدین و طالبین تقریباً ایکسو سے
زیادہ تھے۔ تمام کے ساتھہ حسن سلوک کیا۔ پھر شاہجہان نے دوسری ملاقات مین
آپسے درخواست کی کہ آپ یہان تشریف رکھین۔ اور اہل ہند کو اپنے فیض سے
سرفراز فرمائین۔ آپ عالم فاضل و فقیہ کامل جامع علوم معقول و منقول تھے۔ اور
بخارا مین شیخ الاسلام و صدر الاسلام کے لقب سے ملقب تھے اور بخارا مین نہایت تک
نذر محمد خان اور اسکے فرزند سبحان قلی خان کے عہد مین صدر عدالت رہے۔ آپنے
بادشاہ کے اصرار سے ہند مین سکونت اختیار کی منصب چار صدی سے سرفراز ہوکے شاہزادہ
عالمگیر کی اتالیقی پر مقرر فرمایا۔ آپ شاہزادہ کی رفاقت مین رہے۔ شاہزادہ صوم و صلوٰۃ کا
پابند تھا۔ اور خواجہ صاحب بھی دین و اسلام کے آشفتہ۔ شاہزادہ آپکی مصاحبت سے بہت خوش
ہوتا تھا۔ آپکی تعظیم و تکریم مین مبالغہ کرتا تھا۔ جب شاہزادہ دکن مین آیا آپ بھی ہمراہ آئے
خواجہ صاحب باغ فرمان باڑی برہانپور مین باضافہ دو صدی و خطاب خانی سے مشرف
ہوکے فراغت کے ساتھہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین داراشکوہ بسبب بیماری
بادشاہ وکالتاً امور سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اور عالمگیر کے وکیل عیسیٰ بیگ کو جو
حضور مین رہتا تھا قید کیا اور اسکا گھر ضبط کرلیا۔ اور جسونت سنگہ اور قاسم خان کو
عالمگیر کے روکنے کے لئے بھیجا۔ عالمگیر دکن سے مع جمعیت بہ بہانہ عیادت پدر بزرگوار
روانہ ہوا۔ دار الفتح اجین مین دونون سے مقابلہ کیا۔ عالمگیر کامیاب ہوا۔ دونون شکست
پاکے چلے گئے۔ آپنے جسونت کے مقابلہ مین دلیرانہ کام کئے۔ اور مخالفین کو بھگا دیا۔
منصب ہزاری و پانسو سوار سے سرفراز ہوئے۔ پھر اسی مین باضافہ ہزاری دو صد
سوار دو ہزاری و ہشتصد سوار کے سربلند ہوئے۔ پھر آپ سنہ [illegible] ہجری مین بجائے شیخ میرک کے صدر

صدر ہوئے۔ خواجہ کی پارسائی و پرہیزگاری مشہور تھی۔ عوام الناس خواجہ کے
عدل و انصاف سے بیحد خوش تھے۔ پھر آپ سنہ پنجم عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۷۲ ہجری میں
مع اصل و اضافہ بمنصب سہ ہزاری پانصدی ہزار و دو صد سوار سے سرفراز ہوئے
اور سنہ ۱۰۷۷ ہجری میں باضافہ ہزار و ششصد سوار و خلعت و فیل صوبہ داری اجمیر سے
ممتاز ہوئے۔ اور سنہ چہاردہم عالمگیری م سنہ ۱۰۸۲ ہجری میں صوبہ داری ملتان پر
سربلند ہوئے۔ اور سنہ ۱۸ عالمگیری م سنہ ۱۰۸۵ ہجری میں ملتان سے حضور میں بلائے گئے
اسی سال میں آپ امیر حاج ہوکے حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے
اور سنہ ۱۰۹۰ ہجری میں غائبانہ مخاطب بہ قلیچ خان ہوئے۔ اور بادشاہ نے ایک اسپ
تازی با ساز طلا میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین فیروز جنگ کے سپرد کیا
کہ بندر سورت میں خواجہ کے پاس بھیجو۔ پھر سنہ مذکورہ میں سورت سے آنیکے بعد خلعت
صدارت سے سربلند ہوئے اور سنہ ۱۰۹۳ ہجری میں خلعت خاصہ اسپ نقارہ سے
بلند آوازہ ہوکے عالمگیر کے ہمراہ دکن میں آئے۔ خافیخان نے لکھا کہ سنہ مذکورہ
میں عالمگیر نے خواجہ صاحب کو ابوالحسن تاناشاہ کے پاس سفارۃً بھیجا تھا۔ پھر
آپ سنہ ۱۰۹۶ ہجری میں ظفرآباد کے صوبہ دار ہوئے۔ قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ میں
پدر و پسر دونوں عالمگیر کے ہمرکاب تھے۔ گولکنڈہ کے معرکہ میں نمایاں کام کئے
آخر سنہ ۱۰۹۸ ہجری میں قلعہ مذکور کے محاصرہ میں خواجہ کے شانے ہاتھ پر زنبورک کا
گولہ پہنچا۔ خواجہ باستقلال تمام گھوڑے پر سوار خیمہ میں آئے۔ ایسے مستقل مزاج و قوی دل
تھے کہ ضرب گولہ کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔ عمدۃ الملک اسد خان وزیر حسب الحکم بادشاہ
آپ کی عیادت کے لئے آئے۔ اسوقت جراح استخوان شکستہ کے ریزے زخم سے چن رہا تھا

خواجہ صاحب فراغت سے مسند پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مقربین سے باتین کر رہے تھے قہوہ کا دور چل رہا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ جراح ٹانکہ لگا نیوالا ہوشیار ملگیا ہے دو تین روز کے بعد بتاریخ چہارم ربیع الاول ۱۰۹۸ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ گولکنڈہ کے قریب حیدرآباد سے تین کوس کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔ مزار و تبرک ہر سال آپکا عرس ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب سخی المزاج تھے مکہ و مدینہ مین بیشمار روپیہ مجاورین و شرفا کے لئے بھیجتے تھے۔

اور آپکے والد ماجد یعنی میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان فیروزجنگ بہادر باپ کی رحلت کے بعد رفتہ رفتہ منصب ہفت ہزاری تک ترقی کی اور غازی الدینخان فیروزجنگ عالمگیری امرا مین اکابر الامرا شمار کئے جاتے تھے۔ عالمگیر آپکو بڑی عظمت و محبت سے دیکھتا تھا۔ دکن کے معرکون مین آپکی جان نثاری و عرقریزی و دلیری دیکھکے فرزندون سے زیادہ چاہتا تھا۔ جب آپکی کوشش و جانفشانی سے بیجاپور کی فتح حاصل ہوئی اسوقت آپکے خطاب کے ساتھ فرزند ارجمند کا فقرہ اضافہ فرمایا۔ رقعات مین لکھتا ہے (فرزند بے ریو و رنگ غازی الدینخان فیروزجنگ بہادر) بیجاپور کے معرکہ مین دکنیون نے عالمگیری لشکر مین رسد کی آمد و رفت بند کر دی تھی لشکر مین بسبب عدم غلہ و دانہ کے کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ تمام بیقرار و جان بلب ہو رہے تھے عالمگیر رسد کے نہ پہنچنے کی خبر سے نہایت ہی بیچین و بیقرار تھا۔ رات کے آٹھ بجے فیروزجنگ کو بلایا اور رسد پہنچانیکی بابت کہا۔ فیروزجنگ بہادر اسیوقت مستعد ہوئے مع جمعیت و رسد ہمراہ لیکر عالمگیری لشکر مین مخالفین سے قتال و جدال کرتے ہوئے قریب چار بجے صبح کے پہنچے۔ رسد لشکر مین تقسیم کرکے فی الفور عالمگیر کے پاس آئے

اثر فتیجہ ۱۴

اور عالمگیر کو رسد پہنچانیکی خبر دی۔ اسوقت عالمگیر بہت ہی خوش ہوا۔ اور فیروز جنگ
کی تعریف و تحسین کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ اور دو رکعت شکرانہ ادا کرکے
دعا چاہی۔ خدایا آج تیموریہ خاندان کی جسطرح غازی الدینخان فیروز جنگ نے عزت
و آبرو بچائی۔ اوسیطرح تو اسکے خاندان کی عزت و آبرو قیامت تک قائم رکھ۔
دیکھو عالمگیر کی اس دعا سے کسقدر آصفیہ خاندان کی عظمت و بزرگی ثابت ہوتی ہے
آپ عالمگیر کی رحلت کے بعد شاہ عالم کے عہد میں گجرات کی صوبہ داری پر مقرر
ہوئے۔ آخر آپ سنہ ۱۱۲۲ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی۔
آپکے خلف الصدق عالیجناب فلک انتساب فردوس آرامگاہ حضرت آصفجاہ
بادشاہ دکن ہیں۔ آپکا اصلی نام میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر
خطاب ہے و آصف تخلص ہے۔ آپکی ولادت سنہ ۱۰۸۲ ہجری میں ہندوستان میں
واقع ہوئی۔ ولادت کی تاریخ بحساب جمل (نیک بخت) سے برآمد ہوتی ہے۔ آپکا
نشو و نما آسائش و آرام کے گہوارہ میں ہوا۔ ناز و نعم کے ساتھہ آپکی تربیت ہند کی
آب و ہوا کی آغوش میں ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے آغاز میں آپکی تعلیم
و تربیت عرب و عجم و ترک و ہند کے علمائے افاضل و فضلائے اکابر سے شروع ہوئی
آپکے والد ماجد عالیجناب میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان بہادر نے
تعلیم و تربیت کا عمدہ اہتمام کیا تہا۔ اور اخلاق و آداب کی درستی کے لئے برگزیدہ
پسندیدہ ہوشیار و تجربہ کار عمر رسیدہ اتالیق و ادب آموز متعدد مقرر کئے تہے۔ خلد مکان
عالمگیر بادشاہ بہی آپکے حالات و آثار دیکھکے سمجہتا تہا کہ یہہ ہونہار ہے تاکید مزید
کرتا تہا۔ کہ تعلیم علوم کا انتظام عمدہ طرح سے ہونا چاہئے۔ اور حکم کیا کہ میر قمر الدین کو

از احکام البلاد والحکام ۱۲

ہر ہفتہ مین ایکبار سلام و کورنش کے لئے ہمارے پاس بہیجتے رہین - چنانچہ فیروز جنگ
بہادر ہمیشہ فراغ تحصیل تک حکم کی تعمیل کرتے رہے - جب آپ عین عالم شباب مین
علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور بزرگان سلف کی طرح معقول و منقول
و فقہ و اصول مین ایسی لیاقت و مہارت حاصل کی کہ اقران و امثال سے فائق و
لائق ہوئے - تحریر و تقریر مین بی نظیر تہے - عربی فارسی و ترکی و ہندی زبان مین
استعداد کامل رکہتے تہے - فاضل ادیب عالم لبیب تہے - ہر ایک زبان مین نظم و نثر
لکہنے مین ملکۂ تامہ و مدرکۂ کامل رکہتے تہے - فتوحات آصفیہ کے مولف نے تعلیم و تربیت
کے محل مین لکہا کہ مولانا احمد یار خان مخاطب بہ ترکی خان آپکے اتالیق تہے
ترکی زبان آپکو سکہلاتے تہے - مرآت الصفا کے مولف نے لکہا کہ آپ موزون الطبع
تہے شعر گوئی و شاعری کے آشفتہ تہے - مرزا عبد القادر بیدل سے اصلاح کلام فرماتے تہے
ذکاوت و سنجیدگی طبع خدا داد تہی جو کچھہ آپکے زبان و قلم سے کلام موزون و مضمون
بلاغت مشحون نکلتا تہا - نہایت ہی شستہ و صاف ہوتا تہا - اصلاح غیر کا محتاج نہین ہوتا تہا
اس فن کے اساتذہ آپکا لوہا مانتے تہے - بجز تحسین و آفرین کچھہ نہین کہتے تہے - واقعی
آپکے دو دیوان فارسی ضخیم جو مطبع سرکار آصفیہ مین اعلیحضرت بندگانعالی متعالی کے
حکم سے مطبوع ہوے ہین اُن سے ہمارے معززین مورخین کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے
مولف فقیر کے پاس دونون دیوان موجود ہین اُن کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہون
ناظرین کیلئے بطور نمونہ ہر ایک دیوان سے اشعار انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون تاکہ
ناظرین آپکے تبحر علم و مذاق شاعری سے واقف ہوجائین اور اُن کو اس بات کی پوری تصدیق
ہوجائیگی کہ آپ عالم و حکیم و صوفی تہے - آپ[۱] ابتدا مین شاکر تخلص اشعار مین لکہتے تہے

۱؎ ازخزانۂ عامرہ ص ۱۳

اس دیوان کے اشعار تقریباً دو ثلث تصوف و معرفت کے مضامین میں ڈوبے ہوئے ہیں
ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایاں ہیں۔ اور ہر ایک فقرے سے فقیری
و خاکساری کے کنوز عیاں ہیں۔ اور بعض اشعار سے اولیاء کرام و اتقیاء عظام کے
ساتھ آپکی حسن عقیدت و ارادت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے زہدیات و پند و حکم
و امثال پائی جاتی ہیں۔ اور ہمدردی و رحم دلی غرباء کے لیے [illegible]
معلوم ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے دیوان کے اشعار بھی [illegible]
فرماتے ہیں مضامین متفرقہ علی الخصوص تصوف کا خزینہ ہے اور آپ نے عشق حقیقی
خط و خال و ابروئے رشک ہلال و چشم غیرت غزال و رخسارہ مہ پارہ کی توصیف
و تعریف میں عالم عالم مضامین رنگین گلشن و گلشن معانی شیرین سے صفحات کتاب کو
رشک فردوس بریں بنا دیا۔ اور استعارات و تشبیہات سے [illegible]
آراستہ کیا کہ ارژنگ چین کو مات کر دیا۔ آپکے دونو دواوین کی عبارت [illegible]
بامحاورہ و شستہ اہل زبان ہے۔ میرے نزدیک ایک گلستان گلہائے گوناگون ہے۔ [illegible]
اس زمانہ میرے کلام پر فوقیت لے گئے۔ اور کہیں گے کہ [illegible]
کیا ہے۔ واقع میں مبالغہ نہیں ہے غور سے ملاحظہ کریں [illegible]
آپکے دونو دواوین کی نسبت میں نے جو کچھ لکھا امر بدیہی ہے بیان و دلیل کا محتاج نہیں
اب میں یہاں سے آپکی حکمرانی و کامرانی و عطیہ سلطانی و تعلق سلاطین تیموریہ
گورگانی وغیرہا کی کیفیت بطور گوشوارہ مشتے نمونہ از خروارے گزارش کرتا ہوں
تاکہ ناظرین آپکے مجمل حال سے واقف ہو جائیں۔ یہاں تفصیل و تشریح کا محل
و موقع نہیں ہے۔ میں نے آپکا تفصیلی حال شرح و بسط کے ساتھ محبوب الوطن

تذکرۂ سلاطین دکن کی تیسرے حصہ مین پورے طور سے لکہا ہے جو شائق ہوگا وہان
ملاحظہ کریگا - احوال الخواقین کے مولف نے لکہا کہ آپ خلد مکان عالمگیر کے عہد مین
عالم شباب مین چین قلیچ خان خطاب و منصب پنجہزاری سے سربلند ہوئے - اور بادشاہ
موصوف کے آخر عہد مین بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز اور شاہ عالم کے زمانہ مین
خان دوران بہادر خطاب و صوبہ داری اودہ سے ممتاز ہوئے - پہر آپنے چند روز بسبب
نا واقفیت امرائے سلطنت منصب و امارت ترک کرکے درویشی اختیار کی گوشۂ عافیت مین
معتکف ہوئے - پہر آپنے حکمت عملی و دانائی سے اسلئے اختیار کیا تہا کہ اسوقت
شاہزادگان عالمگیر مین فتنہ و فساد برپا تہا - ہر ایک سلطنت کا مدعی بن رہا تہا - امرا
اغراض نفسانی کے سلاسل مین بندہے ہوئے تہے - کوئی کسیکی نہین سنتا تہا - فتنہ کا
بازار گرم تہا - ایسے ہنگامۂ بیجا مین آپ درویشی و گوشہ نشینی اختیار نکرتے تو کیا کرتے
آپ گوشہ مین بیٹہکے تاک رہے تہے کہ کیا کرنا چاہئے - آپ اگرچہ بظاہر گوشہ نشین
و فقیر لباس بنگئے تہے - لیکن منتظر تہے کہ اونٹ کروٹ بدلے - پہر آپ جہاندار شاہ
کے اصرار سے گوشہ ترک کرکے حضور مین آئے - اصل منصب و خطاب سے سرفراز ہوئے
اور محمد فرخ سیر کے سنہ جلوس کے ابتدا مین فتح جنگ نظام الملک بہادر خطاب و ہفت ہزاری
منصب و صوبہ داری دکن سے سربلند ہوئے - چند روز کے بعد دکن کی صوبہ داری
امیر الامرا سید حسین علیخان کے تفویض ہوئی - آپ دار الخلافہ مین پہنچے - مرادآباد کی
حکومت پر مقرر ہوئے - پہر آپنے رفیع الدرجات کے عہد مین مالوہ کی صوبہ داری پائی
آخر آپ نے امرائے حضور سے نفاق و کینہ کی بو قوت شامہ سے محسوس کی بیدل
و پریشان ہوئے - اور دل مین عزم بالجزم کیا کہ ملک دکن کو جو ایک صوبہ زرخیز ہے -

اور امرائے حضور کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے ملک زرخیز مین غنیم مرہٹہ کی نذر
ہو جائیگی - ایسا زرخیز ملک ہمارے اہل اسلام کے دست قدرت سے چلا جائیگا تسخیر کرنا چاہیے
تاکہ اسلام کے قبضہ مین رہے - بناءً علیہ آپ سنہ گیارہ سو بتیس ہجری مین مالوہ سے
دکن کی طرف متوجہ ہوئے - دریا سے عبور کرکے اولاً قلعہ آسیر پر پہنچے - اسوقت سید
طالب علیخان سادات بارہ سے قلعدار تھا - آپنے قلعہ کو بسہولت حملتاً
مسخر کیا کشت و خون کی نوبت نہ آئی - اسیطرح شہر برہانپور کو محمد انور خان صوبہ دار
سے تسخیر فرمایا - دونون مقامون سے بیشمار زر و سامان بسیار بدست ہوا - پہر تیرہ تاریخ
ماہ شعبان سنہ مذکورہ مین آپنے سید دلاور علیخان برادر زادہ حسین علیخان امیرالامرا سے
جو آپ سے محاربہ کے لئے بترغیب سادات بارہ دارالخلافہ سے متفرق ہوکے آیا تھا موضع
حسن پور علاقہ سرکار ہنڈیہ مین قتال و جدال کے بعد فیروزی و کامیابی پائی - دلاور علیخان
مقتول ہوا سادات بارہ کی فوج درہم برہم ہوگئی - آپنے کامیابی کے بعد بلدہ برہانپور
مین مراجعت کی - پہر چھٹی تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ مین سید عالم علیخان برادرزادہ
امیرالامرا حسین علیخان سے جو صوبہ دکن کا نائب تھا - بالاپور ضلع برار کے اطراف مین
سخت معرکہ ہوا - بفضل خدا اس معرکہ مین بھی آپکو فتح و فیروزی حاصل ہوئی - اور
عالم علیخان مقتول ہوا - سادات بارہ کا طبقہ درہم برہم ہوگیا - اون کے اقبال مین
زوال آیا - انہین ایام مین اعتماد الدولہ محمد امین خان جو سادات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا
وزیر ہوا تھا فوت ہوا - سنہ ۱۱۳۴ ہجری مین آپ حضور مین بلائے گئے - آپ حسب الطلب
دارالخلافہ مین پہنچے - پانچوین تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین خلعت وزارت سے
ممتاز ہوئے - حاسدین رشک حسد کی آگ سے جلنے لگے - اور آپ جو انتظام کرنا چاہتے تھے

اُسکے مخالف ہوتے تھے اور بادشاہ کو غیر واقع سمجھا کے آپکے نسبت بدگمان کرتے تھے
بعض نے رشک سے وزارت سست تاریخ کہی۔ آپنے سنتے ہی فی البدیہہ جواب مین
تاریخی فقرہ کہا کہ وزارتم بتحمل۔ انہین ایام مین معزالدولہ حیدر قلیخان اسفرائنی
ناظم گجرات نے بغاوت اختیار کی۔ فردوس آرامگاہ محمد شاہ نے صوبہ داری گجرات
و مالوہ کو وزارت و امارت دکن کا ضمیمہ کرکے آپ کو سرفراز فرمایا۔ اور حیدر قلیخان کا
مہم آپکے سپرد کیا۔ آپ حسب الحکم فی الفور جہابودہ قریب گجرات مین پہنچ گئے۔
حیدر قلیخان مقابلہ کی تاب نلا کے مجنون بنگیا مقابل نہین ہوا۔ پھر آپ اپنے
عم بزرگوار حامد خان بہادر کو نیابتاً صوبہ داری گجرات پر مقرر کرکے صوبہ مالوہ مین
آئے۔ مالوہ کی صوبہ داری پر عظیم اللہ خان بہادر اپنے پھوپزاد بھائی کو نیابتاً معین کرکے
دار الخلافہ مین مراجعت کی۔ بادشاہی امرا آپکی وزارت کے مخالف تھے۔ لہذا بادشاہ کو
خلاف واقع سمجھا کے ورغلایا اور آپکے جانب سے بدگمان کیا۔ بادشاہ نے دکن کی
صوبہ داری آپسے تغیر کرکے مبارز خان ناظم حیدرآباد کے تفویض کی۔ اُسوقت
آپنے حضور مین عرض کیا کہ دار الخلافہ کی آب و ہوا میری مزاج کے مخالف ہے۔ اور
مرادآباد کی ہوا موافق ہے۔ مرادآباد جانیکی رخصت عطا کیجیے۔ آپ کی درخواست
حضور مین منظور ہوی۔ آپ سرعت و عجلت کے ساتھ دکن کے طرف روانہ ہوئے
تھوڑی مدت مین دکن پہنچ گئے ۱۱۳۷ھ ہجری محرم کی تیسری تاریخ مقام شکر کھیڑہ
برار مین مبارز خان صوبہ دار دکن سے مقاتلہ و مقابلہ ہوا۔ مبارز خان مع فرزندان
مقتول ہوا۔ تمام ملک دکن آپکے قبضۂ اقتدار مین آگیا کوئی مانع و مزاحم نہین رہا
بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی صوبہ گجرات پر مبارز الملک سربلند خان تونی۔

اور صوبہ مالوہ پر گردہر بہادر کو مقرر فرمایا۔ پھر چند ایام کے بعد فردوس آرامگاہ محمد شاہ آپ کی دلجوئی و دلداری کرنے لگے۔ سنہ ۱۱۳۸ گیارہ سو اڑتیس ہجری میں آصفجاہ خطاب سے سرفراز فرمایا۔ پھر سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں دوبارہ بمبالغۂ تمام دار الخلافہ میں بلایا۔ آپ حسب الطلب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ خلف الصدق کو نیابتاً دکن میں مقرر کرکے بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوئے۔ آخر ربیع الاول سنہ مذکورہ میں دار الخلافہ میں داخل ہوے دو مہینہ کے بعد بادشاہ نے آپ کو غنیم کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ اور اکبرآباد و مالوہ کی صوبہ داری عطا کی۔ آپ اکبرآباد آئے محی الدین قلیخان کو جو سعد اللہ خان وزیر کے بنائر اور آپکے قرابتداروں سے تھے۔ اکبرآباد کی صوبہ داری پر نیابتاً مقرر فرمایا اور آپ عازم مالوہ ہوئے۔ رستہ میں دریائے چنبل کے کنارے بہت تکلیف سہنی پڑی پائین اکبرآباد دریائے جمنا سے عبور کرکے مشرقی جانب روانہ ہوئے۔ اٹاوہ ہوتے ہوے پائین کالپی دوبارہ دریائے جمنا سے گذر کے ملک بوندیلہ میں آئے۔ بوندیلہ کا راجہ مع جمعیت ہمرکاب ہوا۔ منازل طی کرتے ہوئے بھوپال میں پہنچے۔ باجی راو مرہٹہ بافواج سنگین دکن سے برآمد ہوا۔ ماہ رمضان سنہ مذکورہ میں بھوپال کے اطراف میں باہم جنگ و جدل کی آگ مشتعل ہوئی۔ طرفین مقابلہ میں برابر ہم پلہ تھے کسیکی شکست و کشائش نہیں تھی۔ کہ نادرشاہ کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی۔ آپ نے ایسے وقت میں صلح کو جنگ پر ترجیح دی باہم جلد صلح کرکے دار الخلافہ مراجعت کی۔ نادرشاہ سے معرکہ ہونیکے بعد آپ ہی کے توسل سے باہم صلح ہوئی بہ نسبت امرائے دیگر بادشاہ نے آپ کے ساتھ بہت حسن سلوک فرمایا۔ آپ کی بزرگی و دانائی کی تحسین کی۔ دہلی کا قتل عام آپ ہی کی عذر خواہی و سفارش سے

معاف ہوا۔ امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوران کے مقتول ہونیکے بعد امیر الامرائی کا منصب آپکے دیگر مناصب کا ضمیمہ ہوا۔

انہین ایام مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے مفسدین کے ورغلانے سے خلاف و بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ آپ حضور بادشاہ سے رخصت لیکر فرزند دلبند کی اصلاح کے لئے سنہ ۱۱۵۳ ہجری مین وارد دکن ہوئے۔ بیسوین تاریخ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین اورنگ آباد کے اطراف مغربی جانب پدر و پسر کے فیمابین جنگ واقع ہوا۔ نظام الدولہ زخمی ہوکے پدر مہربان کے ہاتھ آیا۔ پند و نصائح کے بعد قصور معاف کیا۔ سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین کرناٹک کی تسخیر کا عزم بالجزم کیا۔ اول ترچناپلی کے قلعہ پر محاصرہ کرکے فتح کیا۔ اور ملک رکاٹ کو قوم نوائط سے مسخر فرمایا۔ سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین قلعہ مالکنڈہ علاقہ حیدرآباد پر محاصرہ کرکے سعادت خان دکنی کے ہاتھ سے مسخر کیا آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین برہانپور مین آئے۔ بیمار تھے سنہ مذکورہ مین فردوس برین روانہ ہوے نعش مبارک کو برہانپور سے روضہ خلد آباد مین لاکے حضرت شاہ برہان الدین غریب کے پائین قبر دفن کئے۔ یزار و یتبرک۔ آپکا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ فقرا و مشائخ کو طعام دیا جاتا ہے۔ اسی سال محمد شاہ بادشاہ و اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر نے عالم بقا کو رحلت کی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی[1] نے تاریخ موزون کی ؎

سہ رکن سلطنت ہند از جہان رفتند	فتاد حیف سہ دُرِّ یگانہ از کف دہر
برای رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ	نماند شاہ زمان و وزیر و آصف دہر

آپ[2] دولت تیموریہ کے اعاظم امرا سے تھے۔ عالمگیر کے تربیت یافتہ۔ عالمگیر کے زمانہ سے محمد شاہ کے آخر زمانہ تک بارش وزارت کی صدارت پر صدر نشین رہے

تقریباً تیس سن تک شش صوبجات دکن کی حکومت پر حکمران رہے۔ محمد شاہی دربار مین اکثر امرا آپکے قرابتدار تھے۔ تمام آپکی خدمت مین نیازمندانہ تسلیم بجا لاتے تھے۔ دربار شاہی مین عقیل و فہیم و متین باوقار و تمکین اگر تھے تو آپ ہی تھے۔ آپکا نظیر کوئی نہین تھا اکثر امرا آپسے رشک حسد کرتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے دوست و دشمن کے ساتھ ہمدردی مساعدت کرنے مین کوتاہی نہین فرماتے تھے۔ علما و صلحا و فقرا کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ ہر ایک آپکے عطیہ عام سے بقدر حیثیت پاتا تھا۔ عرب و عجم و ماوراء النہر و خراسان و سمرقند و بخارا و [illegible] سے آپکی خدمت مین آتے تھے۔ آپکے خوان کرم سے سیراب و تازہ ہوتے تھے۔

آپکے یادگار دکن مین متعدد عمارات ہین۔ برہانپور کی شہر پناہ جو آپنے ۱۱۴۱ ہجری مین تیار کی۔ دوم نظام آباد کی آبادی۔ مسجد و کاروان سرا و [illegible] خانہ وغیرہ کو تعمیر کیا (رب اجعل هذا البلد آمنا) سے تاریخ ختم تعمیر آبادی برآمد ہوتی ہے یعنی ۱۱۴۳ ہجری۔ سوم حیدر آباد کی شہر پناہ کی تکمیل کی۔ چہارم ہرسول کی نہر جو عنبر کے زمانہ سے جاری تھی از سر نو اسکی ترمیم و تعمیر کرائی۔ بعض مورخین نے لکھا کہ آپنے عنبری نہر کے سوا علیحدہ ایک نہر تعمیر کی۔

فہرست امراء آصفجاہی جو دہلی سے دکن مین ہمرکاب آئے ہین

۱ معز الدولہ صلابت جنگ نواب حامد خان عم آصفجاہ ۔ ۲ نصیر الدولہ عبد الرحیم خان عم دوم ۔ ۳ عوض خان عضد الدولہ قسور جنگ شوہر عمہ آصفجاہ ۔ ۴ رعایت خان ظہیر الدولہ برادر محمد امین خان اعتماد الدولہ وزیر محمد شاہ ۔ ۵ متوسل خان رستم جنگ بہادر داماد آصفجاہ

[۱] از تاریخ فتحیہ ۱۲

[6] ہدایت محی الدین مظفر جنگ آصفجاہ بہادر اول - [7] قادرداد خان عرف شیخ نوراللہ انصاری
[8] حزر اسدخان نبیرۂ سعداللہ خان وزیر برادر علامی متوسلخان - [9] طالب محی الدینخان
نبیرۂ سعداللہ خان وزیر برادر متوسل خان - [10] حسن محی الدین بن محی الدینخان
[11] حفیظ الدینخان - و [12] محمد سعید خان پسران عنایت خان نبیرۂ لطف اللہ خان مرحوم
[13] محتشم خان بہادر - [14] حشمت اسدخان - [15] ارادت خان بن میر ہدایت اللہ خان
[16] ہدایت اسدخان - [17] میر حافظ خان بن ہدایت اسدخان - [18] خدا بندہ خان نبیرۂ
شائستہ خان امیرالامرا - [19] محمد عنایت خان - [20] رحیم اسدخان بن عنایت خان
[21] عزیز بیگ خان - [22] خواجہ عبداللہ خان - [23] خواجہ سعدالدین - [24] اہتدا خان مرزا مہدی
[25] شیخ عاقل خان کنبوہ - [26] محمد انور خان - [27] میر مرزا خان - [28] میر سیف الدینخان - [29] رستم بیگ [illegible]
[30] میر اسمعیل المخاطب میر مسافرخان - [31] برق انداز خان - پورنچند دیوان - مرزا محمد
[32] حکیم عبدالحسین خان - [35] صف شکن خان مجاہد جنگ - [36] میر اعظم ارادت خان
[37] ہاشم قلیخان عرف میر محمد ہاشم جرأت تخلص - [38] شیخ محمد انور مرادآبادی - [39] محمد عاقل خان
عاقل تخلص - [40] محمد امین خان تخلص مطلع - [41] حکیم محمد امین الدین اصفہانی
[42] حکیم محمد جعفر شیرازی - [43] حکیم محمد اصفہانی - [44] حکیم جعفر ثانی - [45] محمد ولایت -
[46] محمد نیابت - [47] مرحمت خان بن امیرخان - [48] طالب علیخان - [49] حکیم محمد تقی خان
[50] رحیم خان المغل رفیق قدیم - [51] فتح اسدخان بہادر عالمگیری - [52] فتحیاب خان برادرزادہ
فتح اسدخان - [53] راو رنبھا نبالکر - [54] سید جمال خان بن قسورہ جنگ - [55] شیخ ابوالخیر خان
[56] محمد غیاث خان بہادر - [57] علی اکبر خان - [58] فدوی خان - [59] سیادت خان - [60] دیانت خان
[61] اسداللہ خان بن عمدۃ الملک امیرخان - [62] عنایت اسدخان - [63] اسمعیل خان خویشگی

کنور رجانچند بہادر بن راجہ ستر سال - خواجہ قلیخان - بہادر دلیخان قلماق - راجہ گوپال سنگہ - ہمت یار خان - بایزید خان - منور خان خویشگی - ترکتاز خان باجیراو - راجہ ساہو - سید غضنفر علیخان - راے سلطانجی نبالکر - عبد الحمید خان عبد اللہ خان - طاہر خان - عطایار خان - محمد یوسف خان تورانی سوانح تاریخ فتحیہ عبد الفتاح خان - عبد العزیز خان - میر عبد الرزاق خان - میر مصطفی اللہ خان میر شمس الدین خان لشکر خان - سید شریف .. ہم نے ان تمام امراے کے حالات چوتھی جلد محبوب الزمن تذکرہ امراے دکن میں لکھے ہیں -

مشائخ وقت معاصر آصفجاہ قدس سرہٗ

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی - میاں شیخن - شاہ محمود نقشبندیہ - شاہ جہانیان شاہ نور اللہ - شاہ محمد علی - میر محمد ماہ - غلام حسن قادری - شاہ یونس درویش سید شاہ علی - میاں یار محمد - شاہ محرم وغیرہم قدس سرہم اجمعین -

آپ کی اولاد

شش پسر - پنج دختر - کل (۱۱)

محمد پناہ المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ ثانی - میر احمد المخاطب بہ نظام الدولہ ناصر جنگ - میر محمد خان المخاطب صلابت جنگ - میر نظام علیخان اسد جنگ خواجہ شریف خان بہادر بسالت جنگ - میر مغل علیخان بہادر - دختر اول مسمی خیر النسا بیگم منکوحہ متوسل خان - دوم منسوب با خلاص خان بن اسد خان سوم با میر ابراہیم خان بن میر کلان خان قلعہدار بیدر -

ناصر جنگ کی ہمشیرہ حقیقی کی نسبت کس سے ہوئی - معلوم نہیں ہوا -

انتظام مملکت

آپ جب دکن مین دلاور علیخان و عالم علیخان و مبارز خان کے مقابلہ و مقاتلہ سے فارغ ہوئے - تب انتظام مملکت کے طرف متوجہ ہوئے - اسوقت دکن کے تمام بلاد و قصبات و دیہات مین محمد شاہی امراو افاغنہ کرنول و شاہنور - و بدنور و کڑپا وغیرہا بلاد مذکورہ پر قابض و متصرف تھے - مالکانہ تصرف کرتے تھے - اگرچہ اونکو ملک سے دیہات و قصبات بصیغہ جاگیرین دئے گئے - لیکن وے اسکو جاگیر التمغا یعنی جاگیر نسلاً بعد نسل تصور کرتے تھے - اور بادشاہ کو سالانہ بطور پیشکش و نذرانہ کسیقدر رقم بہیجدیتے تھے - اور امراء وزرا کو بہی تحائف و نذرانہ معقول دیکے فراغت سے من مانے حکمرانی کرتے تھے - بیچارہ رعایا اُن کے تابع و مطیع تہی - رعایا مظلوم کی دادرسی و فریادرسی کرنا کوئی سبیل نہین تہی - افاغنہ سیاہ و سفید کے مالک تھے - آپکو باوجود کامیابی دکن مین امرائے بادشاہی و افاغنہ مرفوع القلم کا تابع کرنا دکن کے معرکون سے زیادہ مشکل معلوم ہوا - آپنے دانائی و حکمت عملی و بردباری کا طریقہ اختیار کیا - ہر ایک فرد امرا و افاغنہ کے ساتھ خوش خلقی و حسن لطف سے پیش آتے تھے - اور اُنکی دلجوئی و دلداری مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرماتے تھے - اور اُن کے خواہش کے موافق کاربند ہوتے تھے - اور آپ ہر ایک سے یہی فرماتے تھے کہ اے برادران من! مین نے ملک دکن جو زرخیز ہے اس غرض سے تصرف مین لیا - کہ اہل اسلام کے ہاتھ سے غنیم مرہٹہ کے تصرف مین نجائے - آپ خوب جانتے ہین کہ امرائے بادشاہی اغراض نفسانی کے شکنجے مین مبتلا ہین - اور حضرت بادشاہ عیش و عشرت مین مصروف ہین - علاوہ اسکے دارالسلطنت مین باہم اتفاق نہین - نفاق کا بازار گرم ہے - افاغنہ و امرائے بادشاہی

آپ کی جادو بیانی سے مسخر ہوئے - اور آپکے مُطیع و مُعین ہوئے - جو نذرانہ وپیشکش بادشاہ کو دیتے تھے - آپکی خدمت مین پیش کرنے لگے - آپ بھی ہر ایک کو بحسب منصب خلعت و انعام و خطاب عطا کرتے تھے -

کرنول و کڑپہ کے افاغنہ اولاً آپ کی اطاعت سے انکار کرتے تھے - اور کہتے تھے کہ ہم اور آصفجاہ ایک ہی بادشاہ کے ملازم ہین - ہم باہم مساوی درجہ ہین - ہان ہم اس شرط پر اطاعت کرین گے - اور آصفجاہ کے معین و مددگار ہون گے - کہ آصفجاہ ہم سے مساوی طریق سے ملین - اور ملاقات کیوقت ہمارا استقبال کرین - اور ہم سے قدر جھک کے سلام کرین گے - اور دربار مین بازو مین بیٹھین گے - آپنے افاغنہ کی تمام شرائط قبول کین - اور اونکو اطاعت کے دائرہ مین لیا - افاغنہ نہایت خوشی سے مطیع و فرمان بردار ہوئے -

اسیطرح مچھلی بندر کے صوبہ دار خواجہ عبد اللہ خان و خواجہ رحمت اللہ خان دونون بھائی بھی آپ کے حسن اخلاق و اشفاق دیکھکے صلحاً تابع ہوگئے - تخمیناً ایک کرور روپیہ نذرانہ وپیشکش دیا - آپ خواجگان عالی شان سے بہت ہی خوش ہوئے - اور خلعت فاخرہ و انعام وافرہ و جاگیر معقول سے سرفراز فرمایا - اور اپنے خاندان کی ایک دختر نیک اختر سے شادی کردی - خواجگان تا بہ زندگی آپکے مطیع و تابع رہے - اور خدمات جلیلہ پر فائز المرام ہوتے رہے - چوک کی مسجد خواجہ صاحب کی یادگار ہے - مین نے خواجگان عالیشان کا حال محبوب انجمن تذکرہ امرائے دکن مین مفصل لکھا ہے -

علی ہذا القیاس جب آپ دورہ مین نکلے - شاہنور پہنچے - وہان عبد المجید خان میانہ حکمران تھا - آپ بیرون بلدہ میدان پر فضا مین فروکش ہوئے - آپکے ہمراہ

جمعیت پیادگان وسواران ایکہزار سے زاید تہے۔ علاوہ این نقبا و چوبداران
و خدم و حشم بہی تہے۔ آپنے خانصاحب کو یاد فرمایا۔ خانصاحب غرور و رعونت
مین ڈوبے ہوے تہے۔ ملاقات کے آنے مین پس و پیش کرنے لگے۔ لیکن آپکی
لطف و مدارات جادو کا اثر کرتی تہی ملنے کیلئے راضی ہوا۔ اور کہا مین آصفجاہ سے
اس شرط پر ملونگا کہ انکا صاحبزادہ میرے لینے کے لئے آئے۔ اور عند الملاقات آصفجاہ
میرا استقبال کرین۔ آپنے خانصاحب کی درخواست قبول کی۔ فی الفور ناصر جنگ
کو مع جمعیت سواران و پیادگان خانصاحب کے پاس بہیجا۔ خانصاحب خوشی کے مارے
پہولے کہ جامہ مین نہ سمائے۔ ناصر جنگ کے ہمراہ آپکی خدمت مین آئے۔ آپنے نہایت
خندہ پیشانی سے چند قدم استقبال کرکے خانصاحب سے معانقہ و مصافحہ کیا۔
خانصاحب آپکی مدارات و خاطرداری سے ممنون و مشکور ہوئے۔ اور اپنی غلط فہمی
کی معافی چاہی۔ اور پیشکش و نذرانہ پیش کیا۔ آپنے نہایت ہی مسرت کے ساتہہ
منظور فرمایا۔ اور خانصاحب کو خلعت و جاگیر [illegible] بدستور سابق بحال رکہا
اسطرح آپنے آہستہ آہستہ دکن کے تمام امرائے بادشاہی و افاغنہ و راجگان و
نایکان کو مسخر فرمایا۔ آپکے مزاج مین تحمل رحم زیادہ تہا۔ تالیف قلوب لطف و مدارات
سے کام لیتے تہے۔ اور سرکاری امور مین عجلت نہین فرماتے تہے۔

مالگزاری کا انتظام

جبکہ آپ ملک کی [illegible] و امرائے شاہی کی تسخیر سے فارغ ہوئے۔ تب زمین
[illegible] کی طرف رجوع ہوئے۔ دکن مین[1] زمین کی
پیمائش و غلہ کی تقسیم کا کوئی [illegible] العمل قانون مقرر نہین تہا۔ ایک عجب بڑی بیل کی زراعت

[1] از خافیخانی ۱۲

تہوڑا سا محصول مقرر کر لیتے تہے۔ پرگنات و بلاد مین مختلف طور سے لیا جاتا تہا
غلہ کی آمدنی کی کمی و بیشی کی کچہہ باز پرس نہین ہوتی تہی۔ اور سلاطین چغتائی
و راجگان دکن کے مابین معارکے و محاربے ہونیکی وجہ سے دکن کے اکثر پرگنات
و دیہات ویران و خراب ہوگئے تہے۔ بے چراغ و بے مکین پڑے ہوئے تہے۔ رعایائے
مالگزار فرار ہوگئی تہی۔ کوئی زمیندار وطن کیطرف رخ نہین کرتا تہا۔ روز بروز ویرانی
بڑہتی جاتی تہی۔ مرشد قلیخان صوبہ دکن عالمگیری نے جو سیاق دان ہوشیار و متصدی
پیشہ تہا دکن مین ٹودر مل اکبری کے طرح ایک دستور العمل مرتب کیا۔ ملک کی آبادی مین
کوشش کرنے لگا۔ ہر ایک ضلع مین امنائے فہمیدہ و متدین مقرر کئے۔ اور زمین
کی پیمائش شروع کی۔ زمین پیمائش شدہ کو رقبہ کے نام سے ملقب کیا۔ اور زمین کو
دو حصون پر تقسیم کیا۔ ایک قابل زراعت دوم غیر قابل یعنے زمین کوہ و ہامون۔
ہر ایک گانو و پرگنہ مین پٹیل مقرر کیا۔ جس مقام مین اصلی مقدم سابق کے
وارث ہوتے تہے تو انکو بحال کرتا تہا۔ اور جہان مقدم قدیم مفقود الخبر ہو تو
وہان متدین شخص کو جدید مقدم کرتا تہا۔ اور زمینداروں کی تالیف قلوب
مین ہمہ تن مصروف رہتا تہا۔ زمینداران نادار کی بیلون اور با یحتاج زراعت
سے بطریق تقاوی اعانت و امداد کرتا تہا۔ اور موسم فصل پر مقدم کے
ذریعہ سے قسط قسط وصول کرتا تہا۔

محصول کے وصول کے طریقے

محاصل کے وصول کے تین طریقہ تہے ایک یہہ غلہ کا تودہ تخمینہ کرکے ثلث یا نصف
لیتے تہے۔ یا ثلث و نصف غلہ کی قیمت اندازہ کرکے وصول کرتے تہے۔

دوسرا یہہ تہا غلہ کی تقسیم یعنی بٹائی تین قسم پر تہی - اولاً جو غلہ بارش کے پانی سے پیدا ہوا اوس سے نصف لیا جاتا تہا - ثانیاً جو غلہ کوئین و باولی کے پانی سے پیدا ہوا اوس مین سے ثلث لیا جاتا تہا - اور غلہ کے سوا جو چیز مثلاً انگور و انجیر و نیشکر و خشخاش و ہلدی و زیرہ وغیرہ پیدا ہو اوسکا نوان حصہ لیا جاتا تہا - مولف فتحیہ نے لکھا کہ دو تین حصہ سے چوتہی تک لیتے تہے - ثالثاً جو چیز ندی و نل و چشمہ کے پانی سے پیدا ہو اوسکا قاعدہ مقامات کے لحاظ سے نوان حصہ یا اوس سے کم و بیش مقرر کیا جاتا تہا - تیسرا طریقہ غلجات و بقولات کے ہر ایک جنس سے ربع لیا جاتا تہا - مزروعہ کا مقدار نرخ مشخص کرکے فی بیگہ دستور العمل مقرر کیا تہا - پچاس کے بعد ہر ایک جنس سے مختلف طور پر تحصیل لیا جاتا تہا - یہہ قاعدہ دکن کے تین چار صوبجات مین جاری ہوا تہا - اسکو مرشد قلیخان کا دہارہ کہتے تہے

اعلیحضرت آصفجاہ قدس سرہ کے

عہد[۱] میمنت مہد مین بموجب دہارہ مرشد قلیخان عمل درآمد رہا - بعد مین مختلف طریقے رہے - اکثر تعلقداروں کو ایک ضلع بالمقطع دیا جاتا تہا - تعلقدار سے ایک معتد بہ رقم سالانہ مقرر کی جاتی تہی - علاوہ اوس سالانہ پیشکش و نذرانہ حسب موقع و مقتضائے وقت لیا جاتا تہا - تعلقدار ضلع کے سفید و سیاہ کا مالک و مختار ہوتا تہا - جسقدر چاہتا تہا رعایا سے وصول کرلیتا تہا - اسوجہ سے رعایا تنگ حال رہتی تہی - اکثر زمیندار تعلقداروں کی سختی و بیرحمی سے جلاوطن ہو جاتے تہے - دیہات و مواضع ویران و بیچراغ پڑے رہتے تہے - سرکاری محاصل پر نقصان پہنچتا تہا - کوئی اس نقصان کیطرف توجہ نہین کرتا تہا - جاگیرات مین بہی اس قسم کی بدانتظامی

[۱] از روزنامچہ آصفی مولفہ لچھمی نراین ۱۲

رہتی تہی۔ جاگیرداروں کے نائب جو چاہتے تہے کرتے تہے۔ رعایا کے لئے کوئی قانون و دستورالعمل نہین تہا جسکی پابندی ہو۔ اسیطرح سے عالیجناب نواب سالارجنگ بہادر مرحوم اوّل کے زمانہ وزارت تک پریشانی رہی۔ پہر عالیجناب نے از سر نو پیمایش کرائی۔ خراج و محاصل کے قوانین و دستورالعمل مرتب کرائے۔ بالمقطع دینا بالکلیہ موقوف کیا۔ سرکار انگلشیہ کی طرح زمینداروں کو قول و پیمان سے زمین دینے لگے اور محاصل واجبی مقرر کئے۔ تاکہ کسیکو موقع شکایت نرہے۔ مین نے عالیجناب مدارالمہام کی سوانح عمری تفصیل کے ساتہہ محبوب انجمن تذکرۂ وزراء دکن مین لکہی ہے۔ یہان اُسکا موقع و محل نہین ہے صرف بطور نمونہ لکہدیا۔ میرے پاس تین روزنامچے بطور گزیٹیر ایک اورنگ آباد۔ دوسرا بیدر۔ تیسرا برار موجود تہے۔ اُنمین محاصل زمین کی کیفیت شرح وار مرقوم تہی۔ افسوس صد افسوس وہ تینوں روزنامچے میرے کتبخانہ نوادر کے ساتہہ موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگئے۔

فہرست خدمات مفوضہ خانساماں یعنی دیوان خانگی

۱ تقرری و برطرفی اہل خدمات شاگرد پیشہ	۲ جوار محاسبات و ورد جوست مطالبات	۳ دستور کارخانجات و خزانہ
۴ فرمائش حضور	۵ تصفیہ کرایہ و اجرت	۶ ضبط محصول بانگا و کرایہ کالین و چیلیہا
۷ جواب التماس متصدیان کارخانجات	۸ افراد عرض کارخانجات	۹ دستخط اسناد انعام
۱۰ روزنامچہ صوبجات و روزنامچہ کاپہ	۱۱ دستخط بر عرائض	۱۲ کمی بیشی تنخواہ ماہانہ شاگرد پیشہ و روزینہ داران
۱۳ تصدیقات حاضری داروغہ و امناء و مشرف تحویلداران	۱۴ عرضی کارخانجات	۱۵ تشخیص قیمت تفصیل پیشکش
۱۶ نذر خیرات و سوغات	۱۷ تصدیق انعام جنسی و انعام بصاحب رسالہ تعلقدار	۱۸ جانوروں کا یومیہ خوراک مقرر کرنا۔

سنہ ۱۹	سنہ ۲۰	سنہ ۲۱
باربرداری کارخانجات کو تقسیم کرنا۔	دستکات اجناس مستعار جو کارخانہ سے دیئے تھے	بادشاہ زادوں کی شادی کا انتظام و اہتمام
دستک راتبہ طعام بر نسبت کمی و اضافہ بدفتر خانساماں	طوامیر تحصیل محاسبات بخشیان بدفتر خانساماں	ضبط اموال بالتعلقی خانساماں
طرح عمارات	تعیین مقامات روا۔	مہر انجام کارخانجات
نرخ اجناس		

خدمات مفوضہ میر آتش متعلقہ توپخانہ

جماعت امیدواران بندگی از ہر کہ اسپ بکار آید و مستعطی شود و ہمراہ ہر کہ اضافہ باید گرفت استادہ نماید۔ پیش کند	برقندازان تیراندازی و دستخط چہرہ ملاحظہ کنند
دستک داغ و تصحیحہ چوکی برقندازان از دفتر میر آتش نوشتہ شود	دستکات متصدیان توپخانہ و افواج و صوبجات و متصدیان داغ تصحیحہ از دفتر میر آتش نوشتہ شود
سہ الیہ عرضی بعرض کنند	دستک تنخواہ اجناس توپخانہ و افواج و قلعجات بمہر میر آتش
سوال تنخواہ حاضری و دیگر مقدمات بدستخط میر آتش	روزنامچہ داغ و تصحیحہ بدفتر میر آتش

آپنے دار الخلافہ میں وزارت کے بعد انتظامات ذیل محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں خیرخواہانہ عرض کئے

حاسدین نے بادشاہ کو آپکے جانب سے بدگمان کیا - وہ انتظامات خارج میں موجود ہونے نہیں پائے

آپ دل مین کشیدہ و رنجیدہ ہوئے - اسی قسم کے اسباب ہان یعنی دربار شاہی سے نکلنے کے مہیا ہوئے -

تفصیل انتظامات

اول - محال خالصہ کا اجارہ موقوف کرنا چاہیئے - اس لئے کہ اجارہ و مقطع ملک کی خرابی و تباہی کا باعث ہے -

دوم - رشوت جو نامزد پیشکش ہے اوسکو موقوف کرنا چاہیئے - اسطرح سے لینا بادشاہون کی شان کے خلاف ہے -

سوم - جزیہ ہنود پر بدستور مثل زمانہ خلد مکان عالمگیر جاری رکہنا چاہیئے

چہارم - عرض کیا کہ ہمایون بادشاہ شیر شاہ کی وجہ سے ایران گیا تہا - اور شاہ ایران نے اعانت کی تہی - فی الحال افاغنہ ایران پر حملہ کر رہے ہین - اسوقت اگر شاہ ایران کی اعانت کی جائے تو آیندہ تیموریہ خاندان کی نیک نامی ہمیشہ تک باقی رہیگی محمد شاہ نے فرمایا کسکو روانہ کرون - آپنے فرمایا آپ جسکو تجویز کرین وہ حکم کی تعمیل کریگا - ورنہ اس خانہ زاد کو تجویز کرین بدل و جان کوشش کریگا -

ایضاً

آصفجاہ مرحوم نے سنہ ۱۱۳۵ ہجری مین دکن کا پورے طور سے بندوبست کیا - اور رعایا کو زمینداران مفسد و مقدمان ظالم و مالکان سرکش کے شکنجہ ظلم سے رہا کیا - تمام سرکشون کو مطیع و مسخر فرمایا - اور واکنکیرہ و پرگنات گدوال و سرکار ایلگندل وغیرہا کے راستون و جہاڑیون کو رہزنون کی تاخت و تاراج سے پاک و صاف کیا - کوئی راہزن باقی نہین چہوڑا - آپ کے اہتمام سے تمام راستے جاری ہوئے - مسافرین و تجار کو

از فتحیہ ۱۲ - از خافیخان جلد دوم ۷۲۹ صفحہ ۱۲

امن و آرام بلا فراغت سے آمد و رفت کرتے تھے کسیکا مال و اسباب تاراج و غارت نہیں ہوتا تھا نہ کسیکی جان ہلاک ہوتی تھی۔ تمام رعایا آپ کے عدل و انصاف سے خوش تھے۔

۲ ایضاً

سادات بارہ نے مرہٹہ کو دکن کے محاصل سے چوتھہ کی سند عطا کی تھی۔ اور جاگیردار چوتھہ سے مستثنی تھے۔ لیکن مرہٹہ کے گماشتے جاگیرداروں سے بھی ظلماً چوتھہ لیتے تھے۔ اور علاوہ چوتھہ فی صدی دس روپیہ حق دیسکھی بھی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ رعایا پر سخت ظلم و ستم ہوتا تھا۔ آپ جب دکن میں حکمرانی کرنے لگے۔ تب آپنے ایسا بندوبست کیا کہ چوتھہ کا معاوضہ زر نقد صوبہ حیدرآباد کے خزانہ سے دیا جائے۔ اور مرہٹہ رعایا و جاگیرداروں سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ اور آپنے حق دیسکھی کو موقوف فرمایا۔ اور چوتھہ و حق دیسکھی کے محصلین کو برخاست کیا۔ تمام رعایا و جاگیرداران دکن آپکے حسن انتظام سے خوش و خرم ہوئے۔ اور مسافرین بھی آپکے شکر گزار ہوئے۔ سر دیسکھی راہداری کے گماشتے مسافرین تجار کو بہت تنگ کرتے تھے۔ مرہٹہ کے ظلم سے تجارت کا بازار سرد تھا۔ آپ کے عہد میمنت میں تجارت کا بازار گرم ہوگیا۔ سوداگر مال و دولت سے مالامال بنگئے۔

انکے دیوان کے اشعار منتخبہ جسمین آپ آصف تخلص فرماتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں

آصف

حرف الف

اشتیاق دیدن آن بیوفا داریم ما	گو کدورت در دلش باشد صفا داریم ما

انوار فیضانی جلد دوم ۱۳۰۹ صفحہ ۱۲

از پناه دیگران باشد پناه با قوی — هر کس اینجا گر کسی دارد خدا داریم ما
در حضورش طرفه استادن عجایب پرورست — این بنا را در نگاه او بپا داریم ما
از یکی ده بشنود تقریب که کس را میدهیم — در میان کیسهٔ خود کیمیا داریم ما
تو نیابی در ضیا بخشی ازین بهتر کجاست — در فضای چشم خود آن خاک پا داریم ما
سر بسر شبها روزی دنیا پریشان باد و بس — در دل خود شیوهٔ تسلیم رضا داریم ما
از تصور کردن رفتی چمن پیرایی او — در نظر آصف چو باغ دلگشا داریم ما

وله

گریه و نالهٔ شبینهٔ ما — هست مفتاح گنج سینهٔ ما

وله

در تو ای صبح نشان رفعت هست — پستی ما شده است زینهٔ ما

وله

با صاحب آنی سرو کار است دلم را — با سرو روانی سرو کار است دلم را
شد سینهٔ من چاک ز عشق رخ صافی — با ماه دو کتانی سرو کار است دلم را
شد شهرهٔ عالم دل بیتاب به هجرت — با نام و نشانی سرو کار است دلم را
آصف شده اهل سخن گفتار نگاری — با تیغ زبانی سرو کار است دلم را

وله

در کارها رعایت اسباب لازم است — باشد کمان و تیر جدا تیر زن جدا
تنهای ماه شهره شد از دود آه ما — تا گشته ایم آصف از آن سیمتن جدا

وله

درد و سوز و وجد و ذوق دل بود سامان ما — عشق نازل کرد این آیات در شان ما
می کند آن مه جفا و ما تحمل میکنیم — شد با احسانش مقابل صورت حسان ما
در جدائی گرم بیتابی است عضو یک قلم — می طپد دل در ره وصلت برنگ جان ما
مهر و نیم آصف بکوی او سبکتر از نسیم — هیچ ننشیند غبار راه بر دامان ما

وله

رونقی دارد ز عشق ماه رویت کار ما — همسری با عرش جوید گوشهٔ دستار ما

بسکه یکرنگیم با نیرنگ حسن از عشق تو — کفر از زلف تو نباشد رشته زنار ما
صرف کن ای بوالهوس فهمیده نقد خویش را — جز متاع درد عشقی نیست در بازار ما
هر چه می باید ز مشک و عنبر سارا درست — زلف خوشبوی تو باشد طبلهٔ عطار ما
حیف آصف عشق را یک لحظه پنهان نماند — آشکارا می کند فریاد دل بیمار ما

وله

دعا گفتم از شور جنون امروز طاقت را — که تا دیدیم در جولان آن قامت قیامت را
نه آسانست عاشق گشتن ای دل غم مخور چندی — در آیین محبت جلوه پروانیست محبت را
رسیدن بر وفا ننگست سر برداشتن رفتن — ازین شیرین پسر را کس نفهمید ابتلای حسنت را
ضرور افتاد طالب را ذکاوی در سبق خواندن — ندارد گر کسی همت چه فهمد ره کاکت را
نمایان ست آصف را بباید نقد جانبازی — غنیمت دان بر آسو خود امروز فرصت را

وله

بود از موجها چین جبین محفل دریا — هوائی گر نباشد حل شود این مشکل دریا
اگر پروانه کس آرد بجه هستی برون آید — ز هر موجی باد آماده باشد ساحل دریا
محیط عشق و بحر شوق باشد در دل آدم — گر شد از خاکساری پا درینجا محمل دریا
خراج از بحر میگیرد ببین با پیر نیسان را — حباب گوهرست قطره آصف حاصل دریا

وله

درد سر از فکر دنیا می کشی ای دل چرا — چون قناعت صحبتی داری شدی غافل چرا
خودنمائی می کند کس را ز معنی بی نصیب — همچو خط موج دریا گشته باطل چرا
هستی بی همتان را چون سراب بگو — کشت زاری بود پیدا گشت بی حاصل چرا

حرف التاء

وله

چندان نبود معتقد محض توکل — تا بر کمر خویش کسی زاد سفر نیست
چون رواج بد درین دوران بود — اعتبار شخص در پا چیگر نیست

هرکرا باشد نظر انسان بود — هر که بشناسد گهر را جوهری است

مغز هر کارست محو او شدن — ورنه کار هر دو عالم سرسری است

وله

بود همراه دل آصف بنگر حافظ گفت — سلامت همه آفاق در سلامت تست

وله

بعجز کوش که مقصود یابی ای دل زار — کدام صید مراد است ز خاکساری نیست

دلیر عفو تو امروز کرد آصف را — گناهگار با سپاه پرده پرداریست

وله

پاس مهمان داشتن آمد ضرور — هر نفس خود میهمان دیگر است

حرف دال مهمله

در حال تردد نرسد شخص بجائی — مانده است بره هر که نگاهی به قفا کرد

وله

عاشق ز موج گریه دلی شاد میکند — ویرانه را آب خانه آباد میکند

وله

سزاوار محبت نیست قطع دوستی کردن — نپرسد یار ما گر پیش ما باید کسی پرسد

زیاران زبانی نیست امید وفا هرگز — خوشا یاری که در شادی بیاید در غمی پرسد

وله

هر رگ غفلت تواند نشتر تیغ زدن — هر که مژگان را شب از اشک ندامت تر کند

میرسد از صحبت نیکان بدانرا فیضها — عاقبت آمیزش اکسیر مس را زر کند

فیض چشم اشکبار آصف تماشا کردنیست — آب در گوهر چه باشد قدرش افزون‌تر کند

عاصیان هم قائل وحدت چو هنگامی شوند — هر عرض پیش نظرها جلوه جوهر کند

حرف رای مهمله

وله

تقید سخن وافزای جانفشانی ما — که کار بیش نیاید بجز شد لی مزدور

بسجبان کز التجا جام دلم لبریز هست — که بسته طبع نگار از نقد استغناست پر

عفو ست گل تازه افضال الهی — از شرم عرق ریخته در دامن گیر

ولہ

بجلوه گاه تو بیگانه گشت دل ز شعور — غبار راه تو گر می شود بود معذور

چنانکه دل نفسی نیست غافل از یادت — تغافل تو کند کار را برین دستور

بکینه داشت چو رنگینی لبش شهباری — دمید سبزهٔ خط همچو جستن زنبور

زگرمی که کشیده ست در جوانی طبع — سفید گشتن ریش ست شربت کافور

قوی ز شیوهٔ تدبیر گشته است ضعیف — ز اتفاق چو زنجیر میشود صف مور

ظهور راحت و رنج ست در قضای جهان — ز آتش ست و زبان پیر تمام صحن تنور

تفقدی کن و افزای جانفشانی ما — که کار بیش نماید بخوشدلی مزدور

بحیرتیم ز قرب و بعد جلوهٔ او — که یار راست نه نزدیک نیست از ما دور

عجب آن نشد چشم ما نمی بینیم — بهار حسن تو در غیبت ست و هم بحضور

بسمع قامت او عرض می کند آصف — که بهر سوختنم در تو روشنی ست ضرور

ولہ

دل سراسر ز خیال آن بت زیباست پر — از فروغ صورتش چشم این تماشاییست پر

شیشه های باده میگردد ز رشک خوردن تهی — چشم او مینا ولی همواره این میناست پر

نازها چون قطرهٔ دریا موج حسن دلبراست — از هجوم قطره صحن خانهٔ دریاست پر

نیست پای جستجو را مانعی در راه عشق — گرچه خار مغیلان دامن صحراست پر

در دل روشن ندارد جا کسی جز غیر یار — از فروغ جلوهٔ او دیدهٔ بیناست پر

ولہ

در میان گلرخان دارد تبسم آنی دگر — کعبهٔ مقصود من دارد نشانی دگر

گوهر بارگی گرچه این خوبان نگاهان می کنند — گوی دلها میبرد خوبم بچوگانی دگر

چون زبان با دل یکی شد لذت توحید یافت — من نگیرم چاشنی را از نمکدانی دگر

گر [illegible] آمده نشد — [illegible] دگر

ولہ

اے چہ پیری زما از ورود نوبہار یار — در پرید نہای رنگ ماست مطلب آشکار

استقامت کی کند بر شعلہ یک ساعت سپند — لیک دل در عشق خوبانست بر آتش سوار

گرد تشویشے نمی بینیم ما در راه عشق — در نگاه ما نمی آید بجز خطش غبار

اے بہار خوبی جاوید یک آن جلوه کن — تا کجا آصف کشد از بہر دیدن انتظار

ولہ

چون بر آرد از میان غرقۂ خود یار سر — دانہ سان بہر تماشا سر کشد بسیار سر

دیدنت مقصود چشم و الفتت محبوب دل — جامہ را تن خواستہ تا خواستہ دستار سر

چہ پید ما صبح امیدت کمتر از شبنم مباش — گر ترا سود است خورشید تن و پندار سر

دفع سودی کردنت لازم بود پیش از گزند — کوفتن باید چو پیش کس آرد مار سر

دور کن سودای دنیا از سرت آسوده زی — موی چون گیرد از سر چیست آزار سر

آصف از درد محبت پشت آہے رو چه شد — ما از بلبل کشید در محفل گلزار سر

ولہ

از رنگ گل آئینۂ رخسار تو بہتر — ہر رنگ که بود چہرۂ تو دیدار تو بہتر

خوبان دل و جان برده ز عیاری دیدش — زان جملہ بود دیدۂ عیار تو بہتر

نقشی که زمانی ست درین صفحۂ عالم — زان سبزۂ خط لب پرکار تو بہتر

اے دل گشت از رہبری خضر تو منت — یا وحشی بود امروز به دیار تو بہتر

اے برہمن از رشتۂ تسبیح ریائی — در پیش نظر رشتۂ زنار تو بہتر

بے لطف بود رفتنت از پہلوی آصف — در آمدنت خوبی رفتار تو بہتر

ولہ

از گل ہزار جا رخ یار است خوبتر — رنگینیش ز رنگ بہار است خوبتر

جز دل مکن تو روئے سوئے صید آہوان — صید دل از تمام شکار است خوبتر

از سرمہ گرچہ روشنی آید بچشم کس — در جلوه گاه یار غبار است خوبتر

آصف بهار پستهٔ خندان اگرچه خوب — سنجیده ام ازان لب یارست خوبتر

وله

دل از تو چه دید یاد میدارد — هر جان چه رسید یاد میدارد

ابروی تو روز وصل آن شوخ — تیغی که کشید یاد میدارد

تیر تو رسید بر دل و جان — هر جا که رسید یاد میدارد

صیاد چشم زلف تو آصف — دامت چه کشید یاد میدارد

وله

حلقهٔ زلف بتان را دام گیر — در خمش ای صید دل آرام گیر

کار لقمان و فلاطون عشق نیست — پیش عشق این بچگان را خام گیر

کارها کردن بموقع خوشنماست — دامن رخ صبح و ز لفش شام گیر

در عتاب گلرخان لطفی بود — لذتی از دادن دشنام گیر

گر هوای سیر باغ آصف تراست — دامن عشق بت گلفام گیر

وله

لب پرخنده و خال و قد شان بد منظر — نخل امید دلم کرد گل آرد ثمر

سنگدل می شود آنکس که کند ترک تلاش — دست و پا چون بزند قطره بدر آید گهر

وله

بی ثباتست آشنائی یار — گفتنم هر قدر که هست شمار

مزرع وصل سبز اگر خواهی — عرق افشان براه تخم بکار

جهد کن تا مراد دل یابی — مقصد آئینه ایست در کف کار

گفت خذ ما صفا الی آخر — جز محبت ز غیر دل بردار

فرصت خویش را ز دست مده — که بود هر نفس به برق سوار

وله

این گوی آن مکن نمیگوید مجال آرزو — هرچه خواهی کن تو فی الامور صاحب اختیار

عالم ایجاد باشد نعمتی از خوان حق — شکوه ناشکری بود از کار و بار روزگار

جا ست ناصح ز تشنا شغل ایمان نیست — آن صف نحیر یار و دست ز خاطر برآمد
پرده ستار ز پیش چه هم افشا نکرد — وله — عشق او در گوش میگوید که با ... سپید
بسکه از توفیق او یاری باده می شود — هر نفس با نفس سرکش هست را کارزار
میکند آماده عجز ای دل حیات تازه — ... باز ... پیشه کرد یار دگر ...
اصل ور انتیاست حقیقت غرض ساز حرام — شیشه در شمار شیخ چه بیند که گردد اختیار
دل بجست آستین ما خواهی اید لبریز — در نقش آمده نمی ... تا اثر بیاد
وله — آن کلام هستند ز خاک را آمد — هر کجا هست شو و بلند شد باد
وله — نقش قدم ببین قدم بر قدم بند — از رفتگان براه نشان نیست در نظر
از خوف زرد یار گذشت در نظر — کیفیت بهار ز خزان نیست در نظر
وله — پشیمانی کند هستی گناه ... — در این پرده خطای من نگه دارد
وله — بعد محنت میرسد جشن بپایان غم مخور — عمر دارد آفتاب نیستی پایان غم مخور
آشنایان مبدل شد چه با بیگانگی — ای دل غافل ز بهر آشنایان غم مخور
مانع فیض عرقی نیست اسباب حجاب — سایبان ابر دارد موج باران غم مخور
آستین تنگ بر تو ... صدف چون گوهر — گر نشیند در درون پرده پنهان غم مخور
وله — در صحن محبت یک نقطه هست ز صفی — ز آبروی عاشقان را هست اعتبار دیگر
وله — بر تو محبت نیست این جای تو — همچنانکه با شهد جهان دگر
وله — همچو رنگ بو بینا کس نگرید ایکن — دنیا بچشم آزاد آید بسی محقر
وله — از فیض خاکساری سوز است دلها — خاکستر است هرجا پنهان دو دو اخگر
وله — متاع محبت ببازار نیست — خریدار شو از دکان دگر

ردیف حرف زای منقوطه

بناز گشت مرا یار و شد پشیمان ناز ❊ که بعد ازین بزرگی گیرد گریبان ناز
بهار ناز نگارم ز عالم دگر است ❊ [illegible] باز آن ناز
نشسته تا بهت ز نفت پیش [illegible] ❊ کمند شیوه [illegible] ناز
ز روز عید بود بیش [illegible] ❊ [illegible] ناز

وله

دست عشق از لوث دنیای دنی آزاد شد ❊ نیست جز [illegible] چیزی در [illegible] ناز
عالم از صوت و صدای گیر و دار [illegible] ❊ شور محشر کند [illegible] از غوغای ناز
از نیاز آصف بیتاب [illegible] ❊ باید [illegible] نیاز زیبای ناز

وله

در راه طلب همدم حیرت شده بودی ❊ ای دل تو درین بحر چه لنگر زده باز
ای دل پی دلدار شدی گرم تردد ❊ یارا تو درین راه بر اخگر زده باز
قطع طمع از هوش کند هیبت آصف ❊ از دیدن چشمش تو که ساغر زده باز

وله

صبح شد پیر و رخ مهر بدیده است هنوز ❊ دل افسرده گل [illegible] پیچیده است هنوز
از ره عشق خبردار دل او نبود ❊ او چه داند که در [illegible] دیده هنوز
چشم او ظرف بلای است که صد رنگ درست ❊ نگهم از گل این [illegible] چه دریده هنوز

وله

گر بود تحریک دست کس [illegible] دریا ❊ وا [illegible] تسبیح [illegible] زنار [illegible]
چون موج [illegible] از [illegible] عالم است ❊ نیست [illegible] اگر آب تیغ جوهر [illegible] سبز
موج بار نیست آصف تا گر فیض بهار ❊ کشته [illegible] گرد آن [illegible] سبز

وله

بهار آمد و دلدار چون بهار امروز ❊ برای باده کشی چیست انتظار امروز
گذشتم از خود و گشتم باده دو چار امروز ❊ بزور شوق جنون کرده ام چه کار امروز

بیا بیا که بهر قطرهٔ اشک چشم ترم	پر است دامنم از گوهر ثنا را امروز
دلم بدام سر زلف یار می گوید	که صید را نبود هیچ اختیار امروز
بهار چهرهٔ رنگین او نگر آصف	شگفته است چه گلها بباغ یار امروز

ردیف السین المهمله

عاقلان را یک اشارت هم کفایت میکند	گر درون خانه فهم است کس یک حرف بس
هر که را توفیق باشد احتیاج پند نیست	تا زیانه نیست حاجت چیست باشد گر فرس

وله

خاکساری میکند معمور دل	خانه ها برپا ز دیوار است و بس
از سماجت جان من آگاه نیست	در دلم مقصود اظهار است و بس
دامنش آصف بود تا دست گیر	زندگی یعنی همین کار است و بس

ردیف الشین المنقوطه

از خاطر ما دوئی بود دور	در یاد لبت شکر فراموش
آصف نرود بجز در تو	کرده ست ورد دگر فراموش

وله

از بار فراق تو قدم شد چو کمان خم	از قامت موزون خود امروز عصا بخش
است جاذبهٔ عشق تو فزاینده نگاهست	ما ئیم خریدار تو این قبله نما بخش
چون ما نبود هیچ گنهگار بعالم	چون تو نبود هیچ کس امروز خطا بخش
آصف نکند تا در رهِ عدل تجاوز	او را ز کرم چاشنی خوف و رجا بخش

وله

ابر از کنار مست نیست خاموش	بی یادت ز دل جمله فراموش
حشمت یار جز مستی هزار دهم	بهار آمد ما و هم جام می نوش
[illegible] از رفتنش بر آید	گرفته مهر را شبنم در آغوش

ز رشتهٔ پیش همچون جوی‌ها دروی — اگر بینی تو آهنگ نیش پوش

وله

برون از دام گیسویش نمی‌بینم صیدی را — تعلق دارد این بنیاد ما با پیچ گیسویش
نه گل از نگار غم سینهٔ واقف عیسی دل دیگر — صبا هم پرسد از ما تا کجا باشد پریشانش

وله

خوبی آزادگی آزاد بیند روشنش — سر کشید با شعله با شیرازه گر پرسیش
جلوه گاه ناز شوخ ما فضای دل بود — آن پری آمد ولی بی‌شیشه‌ها [illegible] پیش

وله

بسالک در ره عشقش نبخشد سود هر زادی — اگر همت درین وادی ببندد در کمر زادش
ز خاموشی براحت بود هم آغوش جان آصف — مبادا جور آن بدخو فغان و ناله امدادش

وله

گر دو از برق خلعت میبرد امروز شمشیرش — مگر خونریزی بسیار گردد عنان گیرش
لبش شیرین و شیرین‌تر از آن افتاده تقریرش — بود هر حرف او دام دلم آنجاست نخجیرش
فضای نامه یکسر شعله‌ریز شوق دل باشد — قلم را نیست طاقت بر زند دامان تحریرش

وله

دمی که تیغ کشد غمزه‌های بیباکش — خورد دلم دم آبی ز دست چالاکش
چو کار و بار جهان جلوه کرد پیش نظر — محبت است که کرد اختیار ادراکش
گل محبت دنیا نمیگذاشت دلی — بباغ دهر نبودی چو خار و خاشاکش
چو اختیار زمین کرد عجز را آصف — بهار رتبه والا شگفت از خاکش

وله

به بنای اعتقادش کافر و گبر و مسلمانست — به هر نیت موافق هست گویا خال هندویش

وله

الهی بر دمی کند انگار برون — جان نیست بتن تا که بیاریم گواهش
یک قدم پا کیدلا [illegible] — بخشند از این را مگر جرم گناهش

وله

هر که بهر [illegible] — [illegible] کم بود زیب قالبش
روزش پا شمرده بگذاریم — که دهد بار پاس ادبش

بقدر طاقت خود از بدان گریزان باش — ز کرده های خود ار اندکی پشیمان باش

ز هر چه خوب نکردی ازان پشیمان باش — برای به شدن خود بفکر درمان باش

چو سرو شیوهٔ آزادگی درین گلشن — اگر مراد تو باشد به بند احسان باش

ولہ

کم نسازد مایهٔ دولت نمود بخششت — مشک با خود دارد و بیرون ز خود هم بوی خویش

آشیانی بهر هر طایر درین گلشن بود — نیست او را جای بنا یم در پهلوی خویش

ردیف صاد مهمله

گل خوشبوست کجا بوی وفای تو کجا — نیست عطری که بود همدم بوی اخلاص

چشمهٔ خضر چسان دم ز مساوات زند — آب کوثر چو برد رشک بجوی اخلاص

ردیف طاء مهمله

ولہ

گرد سیه چشم عدو کار میکند — شد منکر صفای لبت پامال خط

ولہ

بیگانه گشت یار و دلم می طپید ز غم — رفت آشنا ز کار کجائی تو ارتباط

بیگانگی گرفته ره کوی یار را — راهم نما که رهنمائی تو ارتباط

ولہ

گر دارو طبیب بود موجب شفا — بخشد شفای تازه به بیمار احتیاط

بیمار را ز بار مرض سبک دوا کند — مانند تندرست سبکبار احتیاط

ولہ

روشن نمودست دلم را سرور وصل — شد جلوه گر در آئینه ام چهرهٔ نشاط

روز وصال بهر نثار ره تو ای نگار — جان ملک سپاره بود نقد در بساط

ردیف ظاء منقوطه

در اتفاق کار جهان راست رونقی — دل برد حسن معنی خوب نگار لفظ

در لفظ معنی چو نباشد مکدرست — گردد بلند بیش نظرها غبار لفظ

ردیف حرف عین مهمله

حرف ترکیب [illegible] با هم شناسیم [illegible] — [illegible]
هر یکی را مطلب آسودگی در دل بود — در دل عشاق [illegible]

ردیف حرف غین منقوطه

کی توان بیرون [illegible] داغ — [illegible]
فرق باشد در میان ناقص و کامل عیان — میوه‌های پخته خوب [illegible] نام باغ

ولہ

گذشت عمر بامید وصل یار افسوس — نیامده است بت شوخ در کنار دریغ
بجستجوی تو فرسوده شد سراپایم — ندیده [illegible] یکی هم بوقت کار دریغ
سخن ز لعل لبش سر نزد هزار افسوس — پیاله‌ای که اگر نیست در بهار دریغ
نفیر آه ز راجز لبی نماند اثر — نشد رفیق بما کس هزار بار دریغ
دم فراق ندیده است چشم خونبارم — نکرد سیر گل و موج آبشار دریغ
رسید بر تن بیجان و دل نگار آصف — کنون که نیست بکف این گل نثار دریغ

ردیف حرف فا

آن غمزه که سینه زند ناوک اگر بهر طرف — ای دل غمزه چوی او سینه خود نماید هدف
دل چه بحر صبر شد و اکنون قدر خود نگر — [illegible] است بگو پری عیان قیمت خویش در صدف
ناوک غمزه اش چه شد که زد دل و جان یار گذشت — هر قطره سیاه او هست بجای او خلف
حاصل عمر و زندگی دیدن یار آشنا [illegible] — بی تو دمی که بگذرد ضایع و حیف هم تلف
جنبش دست در دعا گر ز تو [illegible] — تو به سحر او تو بوسه [illegible] بهر دو کف
صدق [illegible] یقین جان ما بکن آصف این [illegible] — یار کسی هست هر کسی جامی ما شه نجف

عالم ز دل پرست و لی آگهی کجاست | آئینه هست و جلوهٔ دیدار نیست حیف
پیشه عیان که کیست مسلمان که کافر است | در دست یار رشتهٔ زنار نیست حیف
در جلوه هست یار و ندارد کس آگهی | وقت سحر که دیدهٔ بیدار نیست حیف
آصف نه از من آید هم یار منکر است | خود گفته است و قابل اقرار نیست حیف

ولہ

جمال عصمتی چون دید چشم روشن یوسف | نشد آرایش حسن زلیخا رهزن یوسف
قضای عالم از شادی و غم خالی نمی باشد | که در زندان و چاه و تخت آمد مسکن یوسف
ندارد کار دنیای دنی خیر افترا آصف | از آن رو پاک از تهمت نیامد دامن یوسف

حرف ردیف قاف

آن دل که زنده نیست بود بی نیاز عشق | در عالم حیات بود امتیاز عشق
شبنم مکن بشور قیامت که در جهان | صوت و نسیم تازه بود یار ساز عشق
از زیب لفظ رتبهٔ معنی بود زیاد | انسان چو لفظ و معنی آن سرفراز عشق
آصف به پیشش جهت که تجسس نمود دل | جز درد نیست پیش نظر کارساز عشق

حرف ردیف کاف

از فروغ ماه می باشد کف دریا نمک | ماهتاب از چهرهٔ یارم کند پیدا نمک
در ادای شکر آصف بند لذت می دهد | بر لب هر یک بود در خامشی گویا نمک

ولہ

درد ما را توئی دوا عینک | دیدن تست مدعا عینک
تا کجا انتظار تو بکشم | نور چشمی بیا بیا عینک
از برای خدا تو روی نما | بر زبانم بود خدا عینک
هیچ آصف در انتظار تو ماند | مردم چشم ما بیا عینک

حرف ردیف کاف فارسی

محمود از صفات پسندیده است ذات		بخشد به برگ نازک گل اعتبار رنگ
گر بنگری به آصف گوئی سخن بجاست		بوی خوش است در گل و هم در کنار رنگ

حرف ردیف لام

کامل آنست که نقصان نپذیرد گاهی		ماه هم نیست درین اگر از اهل زوال
شده است نشو و نما آصفی درین گلشن	وله	که دیده است خزان از ریاض بهار قبول
عمل زدیده اغیار چون بود مستور		ز بی ریائی خود دارد رشته‌ها قبول
دولت بدست تو سر رشته عمل		اگر به رشته تسبیح نیست تار قبول
سخن چگونه نشو و سبز در جهان آصف		اگر به همیشه نیست اعتبار قبول
خنده گل لب گل دهن گل خوبی گفتار گل	وله	در جهان جز باغ حسنت نیست یکجا چار گل
بوی مقصود آصف در مشام آنجا رسد		بیشک بی شبه باشد صحبت ابرار گل
کس بکس نیست در امداد بجز صاف ضمیر	وله	آید از آئینه امروز مددگاری دل
آرائش ظاهر کجا مقبول اهل باطنت	وله	رنگ دوئی امروز ما داریم پنهان در بغل
پیوسته در آغوش ما دل می طپید در یاد حق		تعظیم ما واجب بود داریم قرآن در بغل
ترا چون آشنائی نیست با کار	وله	اگر علم جهان دانی چه حاصل
اگر راحت بدلها نیست از تو		بدولت گر تو خاقانی چه حاصل
بروچون عاقبت باشند خاکی		اگر خورشید تابانی چه حاصل
قبول آصف تمنا بخشش لهاست		جز این گر سبحه گردانی چه حاصل
پلاوت زیره کرمان که دارد		تو آخر رزق کرمانی چه حاصل

چو نعمتهای دنیا نیست پایدار — تو بر این خوان که مهمانی چه حاصل

وله

شوخی که به سنجد بلا می — مشغول دعا شدن مشکل

خواهی که پیش تو بنیایم — راضی برضا شدن مشکل

ردیف حرف میم

فریاد میکنم چو دلم اوست با دلم — افتاده است کار من امروز با دلم

از فیض عشق نیست غم از گرم و سرد دهر — تا آشیانه ایست بروی هوا دلم

وله

تا شود واروی الفت کارگر دردم را — بر نگین خاطر خود نام جانان می کنم

کندن جان در وفایش عمر جاوید آمده است — این زمین را از برای آب حیوان میکنم

وله

حرف شد اوقات در باطل تمام — حیف قدر زندگی نشناختم

وله

دل را جنون بدامن صحرا بره نمون — امروز هم بخاطر یاران نشسته ایم

آصف ز درد عشق چو شد کارما تمام — آسوده دل ز خواهش درمان نشسته ایم

وله

بهر آن گل از دو عالم بیخبر گردیده ام — آشنای یکدلی ها زین هنر گردیده ام

شوق منزل با مراعات رفیقان گشته پایه — شد فراهم معتدل تا راهبر گردیده ام

شبنم را در گلستان از حقارت مینگرید — همسر خورشید من هم دیده ور گردیده ام

وله

گر باین خوبی بجولان آن نگار آید بچشم — موج گل رنگ چمن جوش بهار آید بچشم

نیست آصف شش جهت خالی ز نور آفتاب — هر طرف نظاره ام تا زد که یار آید بچشم

وله

دل میکشد بسیر گل اما کجا روم — تا همره نه تن تنها کجا روم

سامان عیش و زندگی من جسمانی نیست — نی دست بیتو دارم و نی پا کجا روم

وله

دارد نه مروت و وفا هم — بر ما که کند ستم جفا هم

به لطف تو هست چشم آصف
چون درد تو امید هی دوا هم

وله

دیدن کجا که نیست صدا و حرام و
در گوش هم اثر شنیدن نیافتیم

وله

هر چند کار ما بروی تو امروز ندیدیم
لیکن همه جا صورت و صدای تو شنیدیم

آصف نگه آن رشک پری برق حرام است
هر چند ندیدیم بگردش نرسیدیم

وله

شعله عشق میرسد [illegible] ز دل
روز روشن چراغ می بینیم

نیست محروم بد که در گلشن
رنگ طاوس و زاغ می بینیم

در چمن چون رسید یار آصف
خرمن گل بباغ می بینیم

وضع او شوخ و شنگ می بینیم
وسعت کار تنگ می بینیم

وله

یافتم ز اشک چشم نشو و نما
وادا این چشمه آب حیوانم

میکنم بحث با فلاطون لیک
با تو گفتن جواب نتوانم

آصفا امروز دعوت سیفی
پیش ابروی یار میخوانم

وله

[illegible] بود هر طرف جانب آن تیر یم
بر روش تیر راست سوی نشان میرویم

گر [illegible] درست [illegible] هیچ بدامان او
از پی دلدار خود نعره زنان میرویم

وله

نیست جز آرزوی بوس و [illegible]
زاد راهی که در کمر داریم

از وفا و محبت و الفت
هر چه خواهی تو بیشتر داریم

وله

تیرم بنشان رسید پیری
بر زور فتاده این کمانم

لب بشکوه او نکرد آصف
بیرون بود از حد بیانم

ز روی گل نه بوی گل درین گلزار میگیرم
چه هستی اگر پرسی من [illegible] سر جنگم

نمی گویم [illegible] با یار هم [illegible]
خموشی پیشه از راه [illegible] آهنگم

وله

بجست‌وجوی تو گر جان رود چه باک بدل
که جان تازه از شوق استعاره کنم

گذشته‌ام ز خودی بی‌تأملی آصف
بکار خیر چه حاجت استخاره کنم

وله

درجهان تحصیل دنیا تا نگاهم می‌دوید
عمرها از هرچه میدیدم که بر میداشتم

گر نمیرفتم ز خود در دورهست امروز من
در دولت از زوال امید اثر میداشتم

سر بسر چشمم که آصف آه طاقت بسته است
نالها میکردم آوازی اگر میداشتم

وله

نشان غفلت دل را ربود موی سفید
دمید صبح نمایان دگر چه خواب کنیم

ز لغزشی که به پیری کنیم از ره حرص
چه ریش گاه و شدن حمل بر شباب کنیم

کار را بر خویش از آه آسان می‌کنم
غنچهٔ دل زین نسیم فیض خندان میکنم

گرچه طوفان میکند پیشش نگاهم دور بیش
طرح طوفان دگر از چشم گریان می‌کنم

وله

خاکساریهای ما بر نفس غالب کرده است
باز بر بردستی نفس از زیردستی میکنیم

نشأ از بس میکند آصف ز هستی بیخبر
ما بجای خود پرستی می پرستی میکنیم

وله

رفتار تو چون خاک کند دانهٔ دل را
گر مهر کشتم در پی او ریشه دوانم

تا مرتبهٔ عجز بمن گشت نمایان
دل خاک شود در رهت امروز بر آنم

بر غفلت خود چو زدم جان دلم جست
آیینهٔ بیداری خواب دگرانم

پیوند کند آصف اگر دل شکند یار
گر شیشه شکن اوست من آن شیشه گرانم

وله

صید دل بسکه بود محو جمال وحشش
آشکارا بنظر جلوه کند صیادم

تا بپیچ جنبش دامانش بود شعلهٔ دل
در ره عشق چو او خواست بپا استادم

فهم هر رمز ترا می‌کنم از دولت عشق
نکته‌ای نیست که تعلیم نکرد استادم

چون سمندر که ز آتش نکشد رنج آصف
در جهان هستم و از فکر جهان آزادم

گر خم می بی رخت چو شد نفصل بها
از غمش گشتم ضعیف و ناتوان و پیر لیک
دلم پسند کرده است شیوهٔ محبوب
دلم که هست در آزادگی علم چون سرو
در عضو عضو پیکر من جلوه‌ای بریست
ناز و نیاز هر دو بکار خود اند گرم
در اعتدال و صبح بود مژدهٔ نجات
بحمد الله برآمد از لب لعل بتان کام
بحمد الله که ایام بهار جلوه‌اش آمد
دمد بر روی امید دلم صبح مراد آصف
تا رشتهٔ تسبیح من را زولت گفت
تا نرگس او داد زکاتم ز نگاهش
در دوری آن صاف دل از چشم تر آصف
پیش خوبان که ترا مد نظر داشته‌ام
در فراقت چو زدم آه و اثر کرد ترا
همتم اوج رسائی بدر او دارد
آصف از مهر سه روی و لب شیرینی
و هست غنچه بجا موشی و در حرف گل است
زادیان رنگ نو و تازه بلبل لب تو

چون نمک آب بی نم از چشم و بی جوشش کنم
قامت خم گشتهٔ خود حلقهٔ گوشش کنم
دنیا و رزم و من کار نیکنام کنم
بذوق حلقهٔ زلفش نه بنیاد دام کنم

وله
چون دل از آنکه سر بسر آیینه خانه‌ام
گر ناوک است آن مژه من هم نشانه‌ام
آصف براه خوف و رجا در میانه‌ام

وله
لبم از خنده بگشاد آن شکر خنده جانم
بکام دل هم آغوش طرب گردید ایامم
خبر آید ز آمد آمد آن ماه گر شامم

وله
من بهر چه دل بستهٔ زنار نباشم
امروز چرا مالک دینار نباشم
پیوسته چرا ابر گهربار نباشم

وله
دل بجز دوستیت از همه برداشته‌ام
شکر کردم که درین نخل ثمر داشته‌ام
زاد از قوت دل تا بکمر داشته‌ام
در بساط دل خود شیر و شکر داشته‌ام
به بهار چمن آرای دهان تو قسم
بخوان خود و رنگینی پان تو قسم

گر غبار را بدامان تو بنشیند چه باک
شد بدل عجز و خاکساری را بجا آورده ایم

دور بودیم اندر ره گشتیم خاک در گهت
تا کجا بودیم خود را تا کجا آورده ایم

در جمیع کارهای مشکل آصف با صدق
رو بفضل و لطف تائید خدا آورده ایم

وله

گر سحر در خاطرا امید دل جا میکنم
دولت جاوید وصلت را تمنا می کنم

در تلاش وحشت و جوییت گر بکار پیکرم
خاک راحت را در آن هم جزو اعضا میکنم

اینکه می بندم دل خود را بمهر این بتان
شیشه را من آشنا با سنگ خارا می کنم

وله

خاک ما داد بباد و هر نسیمی گویدت
من زنیدای لب خط غبار آورده ام

نو بهارم گفت می آید نگارت شاد باش
من نشان جلوه آن گلعذار آورده ام

چیست آهنگ ترحم ای بیابان جنون
دامن خود را برای نیشتر خار آورده ام

وله

سرمه چشمش برای ما است اکسیر مراد
ما نگاه دست او را کیمیا دانسته ایم

دوستی کردن بجان عاریت باشد غلط
آصف این بیگانه را ما آشنا دانسته ایم

وله

نسبت گیسو و زلفت را بسنبل میکنم
طره گل را شبیه من بکاکل می کنم

میشوم بیتاب تا جورت نمی بیند دلم
چون ستمهای تو می بینم تحمل می کنم

وله

پیش رفت کار ما بوده است در جنون
نامه فتح دل از چاک گریبان خوانده ایم

گر سخن گفتیم از حال خود آصف پیش یار
قصه از درد دل پیش دربان خوانده ایم

وله

اگر نیکم و گر بد و انم او را
از و هستم و رنجا هر چه هستم

چه میپرسی کرا آصف پرستی
بتی دارم که او را می پرستم

وله

می طپید دل در برم بگذار دستی بر دلم
نقش گر دو د گر نه در جهان آب و گلم

از بیابان گردیم صبا و نیش آزار و ساخت
کرد آسان دام زلف بدارش مشکلم

بماه نو چو ببینند خلق من روی تو می بینم | که همشکل هلال عید ابروی تو می بینم
نشان مسجد آمد دیدن محراب مردم را | چو خواهم قبله را جویم با بروی تو می بینم

وله

ز عصیانم عجائب خوفها در دل بود پیدا | رجائی هست از جان پشیمانی که من دارم
ندامت پیشه کن تا دل اگر داری شفا مقصد | جز این مرهم ندارد داغ عصیانی که من دارم

وله

ای بهار زندگی تا حسن رویت دیده‌ام | بهر عیشت طالب عمر خضر گردیده‌ام
حکمت العینت نه فهمد جز شهید ناز تو | از اشارتهای ابرو درس آن فهمیده‌ام
زعفران را نیست رنگ زرد من از زرد عشق | از نشاط عشق او هم رنگ گل خندیده‌ام
کاروان عمر می بندد چو محمل هر نفس | آگهی تا گم نگردد چون جرس نالیده‌ام
هر یکی را سروری آصف نزیبد در جهان | در میان گلرخان آن شوخ را گزیده‌ام

وله

چو رسیده درد و سوزت بدل شکسته گفتا | چه بجیری تو اینجا که بمقصدت رسانم
نبود ز لطف و قهرت غرضی بجز رضایت | نه بسود هست میلی نه تنفر از زیانم
ز غم تو چشم آصف همه بحت اشک خونین | چو عیان فنا و جانم چه کنی تو امتحانم

وله

ببتو تا خود را سلامت دیده‌ام | جان و دل را غرق خجلت دیده‌ام
حرمت بیعت داده‌ام با شیخ جام | تا گشایش در ارادت دیده‌ام
من شباب عمر را صیاد دارم | در کمین صید فرصت دیده‌ام
دیده‌ام آصف گه عتاب یار را | لیک در عین لطافت دیده‌ام

وله

حرف لب نازکش نغمه داود بود | تا ز سماع عشق بود چه برقص کنان میرویم
نام خدا در نظر هست نشان نبی | تا بسوی کشور نام و نشان میرویم
شعله شوق بپرواز در آمد شب هجر | شمع افروخته در راه طلب بال و پرم

خاک گشتم بر بہشت اوج مرا سیر نما / در پی تا فلات ہشت نمایان اثرم
ہر کجا می نگرم موج ظہور دریاست / قطرہ در بحر نمودہ ست و بخشکی گہرم
رہبری کرد نہ بس کار توکل ہمہ جا / خطری چہرہ نیغروخت برہ در سفرم
نیست جز رنگ رخ یار بچشم آصف / محو نظارہ گلزار بوجہ دگرم

ولہ

بغیر درد محبت کہ داشتم ہست بہا / بنائے کار جہان را خراب می بینم
چہ خوش بود کہ کنم عبرتے بدل حاصل / کہ کار عمر عجب در شتاب می بینم

ولہ

غرض بود ز وطن راحتے و آرامی / بذوق وصل براہ تو من وطن دارم
زبان کشادہ پی وصف خوبی قرہ ایست / نشان ہر سر موئے کہ من بتن دارم

در دل خود محبتش دارم / در جدائی حضور دلدارم
سوز و درد محبت و عشقت / بہزار آرزو خریدارم
اے صبا از من بگو آن یار را / یوسف عہدے خریدار توام
گوید آصف کای دکان ناز یار / طالب ہر جنس بازار توام

ولہ

در زاہدان بدرد نشانی نیافتیم / تصویر بود گرمی جانی نیافتیم
پیری ز رنج ہرزہ دویدن نجات داد / مثلش لطیف راحت جانی نیافتیم

ولہ

از تارکان دنیا ہرچند ما نباشیم / لیکن بکوی ایشان ما نقش بوریائیم
درد محبت او ہردم شفاے جان ماست / بگذر طبیب از ما کی طالب دوائیم
فرہست خاکساران فہمیدہ زن قلم را / ہر جا کہ در خرامی ما خاک زیر پائیم
سودائے یار آصف افزود قسمت ما / از دولت محبت ما جنس بے بہائیم

ولہ

یاد ایامی کہ یار مہربانی داشتیم / در بہار مہر و فاداش آشیانی داشتیم

یاد آن صحرا که پیشش شوخی صیاد خود — با دل از صید گشته‌ها گمانی داشتیم
یاد آن آهی که هر رنگ جرس آمد از دست — بود تا بر لب نفس‌ها کاروانی داشتیم
یاد آن سودا که در کوچهٔ زلف بتی — جنس دل را چیده بودیم دوکانی داشتیم
تشنه لب مردیم در هجران او با آنکه ما — در فضای چشم خود آب روانی داشتیم
یاد آن ساعت که سودا بود آصف رهنمون — تا سر خود را بخاک آستانی داشتیم

وله

ز حال دل که درد محبت چیست پرسیدم — نمود آئینه تا محرم اسرار گردیدم
چو او در عالم و بیرون ز عالم هست از شوقش — درون پیرهن بیرون از آن من نیز بالیدم
اگر باور نداری من شکسته خوان الی آخر — بجائی میرساند رهنمائیهای تقلیدم

وله

نه از جوش مستی از الست و از بلی آگه — ازین دانی که امروز ای صنم عشق تو ورزیدم
شناسائی بود تکلیف آرا در جهان آصف — لباس عافیت تا دل بحیرت زیست پوشیدم

وله

بعشق آن پری رو خویش را دیوانه می‌سازم — دلم را گرد شمع عارضش پروانه می‌سازم
باهل توحید تا بخشید از ابلیتم سوزی — با اهل خانقاه و کعبه و بتخانه می‌سازم
رسائی نیست آصف در فراقش خیر بفرمای — بیاد چشم او با نعرهٔ مستانه می‌سازم

وله

بشارت اشک را داده چشم تر هم شبنم — که هر برگ گلی در بوستان شد همدم شبنم
بهر شاخی که گل وا کرد چشم عبرتی بر خود — مهیا گشت در بزم چمن جام جم شبنم
عرق از بسکه بر روی تو باشد صاف نازکتر — توان گفتن درین گلزار او در زاد شبنم
دلم قمریست بر سرو قدش آصف بیا خاکی — زمین و آسمان دارد خبر از عالم شبنم

وله

در آئین نیازم جبهه سائی نقش است بستر — بهر جا یار پا بگذاشت بهر سجده رو کردم
ظهور کارها را جوش طاقت می‌کند یاری — بقا لیعی و تا جانم برست جستجو کردم

دل صد چاک می گوید که عشرت نیست بی بیخودی
به بیدانهٔ شوق این دل بیتاب پرد
درین گلشن سرا شادی و غم پهلوی هم باشد
چون برات عاشقان بر شاخ آهو گفته اند
ناتوانی را ز جوش باده کم نتوان شمرد
در نفی خودی جلوهٔ اثبات نگارست
پیوسته توئی بسکه بدل حاضر و ناظر
شکر احسان نیست جز احسان نمودن مثل آن
تا عرق در گرمی جولان بخاک آغشته اند
سرو هر او آصف است در چمن راستی
گرد عالم همدم باد صبا گردیده ایم
در گلستان محبت رتبهٔ باشد بلند
آصفا ز درد و ستم دنیای دون را چه غم
لطف کن لطف کن که در پیش تو باز آمده ایم
پیش آن مه بقد خم شده آصف چه رسید
عشق بازی نبود سهل که مشکل کاریست
در دل آزادگان دنیای دون را جای نیست
اتفاق آئینهٔ مقصود روشن میکند
ز درد غم یار آگاه نیست افسوس

بر رنگ شانه سیر زلف خوبان موبمو کردم
وله
که بالی پر بود موجود در کار طپیدن هم
بود گل غنچه گاهی گاه سرگرم شگفتن هم
وله
پاک زین تهمت نباشد که ما پروانه ایم
در رهٔ کوی تو گرم لغزش مستانه ایم
وله
آگاه ز هستی نیم و محو جمالم
کفر است که گویم که سوی یار خیالم
وله
برلب شیرین او دستی پراز شکر زدم
دانهٔ موران در زیر پای نازکش سر بر زدم
وله
آنکه بتعظیم خلق خوی کند یا قیام
وله
همچو روی او گل خوشبوی کم دیده ایم
تا به بندیم آشنا نه بر سرو او بالیده ایم
صندلی بر جبه از خاک درش مالیده ام
وله
با کف پا زیر از نقد نیاز آمده ایم
گفت آن ماه که با ناله نواز آمده ایم
وله
هرکجا پای نهی من سر خود را بازم
وله
نقش خود ننشاند هرگز بر سر پا قدم
جذب از یار و نفس در راه او از ما قدم
وله
که محمود هم نمیداند ایازم

نشود مقبول کس از خاکساری ‌ کنم گر خدمت محمود ایازم
چو یک کس بی رعونت نیست آصف ‌ بود در خاکساری امتیازم

وله

اختلاطی نیست پیدا لیک در راه وفا ‌ انتظار گرم جوش بیهمائی یاران می کشم
گر مددگاری کند حیرانی نیرنگ حرص ‌ دست خود از بهر این دنیا چه آسان می کشم
سینهٔ گل چاک می بینم چو خود آصف بباغ ‌ تا سر خود را در آنجا از گریبان می کشم

وله

حرص دنیا هیچ کمتر از گزند مار نیست ‌ تا بجنبش آمد ز رنگانش عصا برداشتیم
از پی درد سرم گرد رعونت ره نیافت ‌ تا ز زیر پای او خاک شفا برداشتیم

وله

صید دل تا رسید در کویت ‌ از حرم حرف هم زحل گفتیم

وله

هر کجا باشد طلوع آفتاب مهر یار ‌ بیند در گم شدن دنیا و ما فیها قدم
همچو عیسی هرکه در تجرید باشد سرفراز ‌ می گذارد بی سخن بر عالم بالا قدم

وله

واز این دنیای دون بر لب پیغام هم ‌ خودنمائی کرد در آئینهٔ او نام هم
کام آگاهان بود شیرین ز عیش معرفت ‌ غفلتش بسیار و آگاهیست در ناکام هم
در تلاش شهرتش حاصل جز این چیزی نشد ‌ بر جبین خویش دارد از عرق گمنام هم
از نصیب خویش هر یک را بود شکر بلب ‌ برد فیض از آئینه اسکندر و از جام جم
پختگان را سربلندی در نظر هیچ نیست ‌ میشود از بار رحمت قامت هر خام خم
بی مضرت کی بود گر خرمتی در نغمه است ‌ میکند بی شبه تاثیر در اجسام سم
پند ما بشنو که بیخ دولتت محکم شود ‌ کامیابیها بود در شیوهٔ خود کام هم
تا نهنگ آسا ز خون عاشقان رنگین کند ‌ نمی گشاید حلقهٔ آن زلف عنبر فام هم
قطره از آبرو بهتر بود آصف ز بحر ‌ در بساط عزتش دارد سر پا نام هم

در جهان ظلم ست بیش و عدل کمتر در نظر
خاک کم باشد بکوه آصف چو هم سنگ بیش

وله

رسان ای طپش برکف پای یارے
نیابم وگر خبر جا نیازی آصف

وله

مسلمان کی در حلقه گیری او افتد
کند نا صبح همان کارے که فریاد برمن آنرا
بت سنگین دلم آصف بپرسید هیچ از حالم

وله

رمی که طالبت شد یار بیوفا شده ام
ز سوز درد محبت چه شد که سوخت دلم
بهار لاله ز خاکم دمد که جا دارد
ز ناتوانی تن رشته ایست هر رگ من
بحالش نظر افتد مگر ز دور آصف

وله

به نیک و بد خبر کرد بیم از درد
لب از شکر و شکایت پر زبار است
دل با همین خاکساری گفت
نیست گر طاقتی بدل آصف

وله

نه همین گرد که غباری دیدم
شب چو بیدار نشستم آصف

وله

تا تیر از انشک و شوق جانب بالا زده ام

تا ال کار خواهد بی برکت و معمار کم
بی رحم در جهان خلقی بود غمخوار کم
درین خون فشانی حنائے که دارم
براه وفا رهنمائی که دارم
ندارد کار فردی ره درو خم زلفش برهمن هم
چو آن سه مسکین پامال او نعل تو حسن هم
که آزار دوست رحمی بر چنین زار رحمی دشمن هم
نجابت عادت هر روزه مبتلا شده ام
هنوز قابل عشق بتان کجا شده ام
شهید خنجر مژگان سرمه سا شده ام
لباس پوش که چون حرف قبا شده ام
غبار وار پی یار بر هوا شده ام
بهر ست و بهر شیار گفتیم
ز گل حرف و سخن از خار گفتیم
مثل آن قطره چکیده رسیم
بر آن دلربا طپیده رسیم
شکر شد که سوارے دیدم
صبحدم چهره یارے دیدم
پنجه بر آبروے درد ویدا زده ام

ای ره کوی محبت مکن از من گله — هر قدم را ز سر آبله پا زده ام
شب چو آخر شود از شمع اثر کی ماند — سر دشمن نه به تیغی بجا را زده ام

وله

دل صیاد پاره ام بیاید آید — سبحه را تا شمار می کردم
پیش تیغ دو ابرویش آصف — وصف آن ذوالفقار می کردم

وله

تا نظر بر چهرهٔ آن شوخ و شنگ انداختیم — با جنون و عقل کامل طرح جنگ انداختیم
تا ببینم آن گل رخسار غیرت سر کشید — با درون کاسه آتش قدری رنگ انداختیم

وله

بچه تند نویسندگان اعالم — گهر اشک چشم تر شسته می شود گنجیم
سر من است و همان خاک آستانهٔ تو — در تیرابه بهشت برین به کف ندهیم

وله

اگر در دست بود سر را بر آن در زرین بالم — ز خاک پاک آن گلزار صندل بر جبین مالم
بگویم از لب شیرین او تا حرف شیرینی — ز نشان شوق آصف بر لب خود انگبین مالم

وله

با قصه های درد ز لبها شنیده ایم — یک شب در فراق که شبها شنیده ایم
فردای محشر است مگر روز وعده است — هر روز از زبان تو فردا شنیده ایم

وله

نظر بر مهر مکتوب در اسناد باید کرد — که از نقش نگین در هر دو عالم نام میخواهم
پی اسباب دنیا در تعب کی افگنم دل را — که جان کندن نگین آسا برای نام میخواهم

ردیف حرف نون

نقش نیکی بعد مردن هم نخواهد شسته شد — مردگان را می کنند این نقش احیا چون نگین
جز نگین هر نقش آصف می تواند شسته شد — نقشها بسیار دیدیم نیست ما چون نگین

وله

حفظ آدابم به منزلگاه مقصودم رساند — راه گردیده است طی از پاکشیدنهای من
گوش هوشم می کند تفریق کذب و صدق را — بر کفش آئینه دارد شنیدنهای من

هست در پرواز عنقای رسیدنهای من — بال و پر افشانده در راهت طپیدنهای من
انبه دعوی با لب شیرین خوبان کرد و گفت — میبرد دل چون لب پاکش مکیدنهای من
در مقام کوشش آصف این ترنم می‌کند — برق را افکند در خجلت دویدنهای من

وله

الفت ما از رمیدنهای او گردد فزون — گوهر ما پایها باشد بها از حد بیرون
در عروج اهل دنیا نیست اینجا اعتبار — میشود خورشید هم هنگام مغرب سرنگون

وله

جلوه پیرائی کند گر آن گل رعنای من — در تماشا محو او گردد ز سر تا پای من
شور محشر نیست گرد پیش پاهای هوی عشق — سر بلند از دولت درد و شور و غوغای من

وله

صفای نام درینجا ز آب پیدا نیست — بدست کار سیاهی نشست و شست نگین
اگر نصیب من آصف ز نام نیک بود — روان بود بدرخشش آبروی نگین

وله

رحم و لطفت ساز یارم یا محمد تاج دین — از عنایت سازگارم یا محمد تاج دین
دانه تسبیح باشد دل بدست شوق من — نام پاکت می‌شمارم یا محمد تاج دین
جبهه سایان بخاک درگه نورانیست — میفزاید اعتبارم یا محمد تاج دین
چهرهٔ نورانی خود را نما خورشید وار — بر رویت در انتظارم یا محمد تاج دین
خاک راهت گشته‌ام در آرزوی پابوس — در هوای تو غبارم یا محمد تاج دین
گر تو صیادی بود صید دلم در دام تو — در خم زلفت شکارم یا محمد تاج دین
پیش الطاف تو آصف قایل از جان و دل است — جز تو دیگر من که دارم یا محمد تاج دین

وله

بسیار در فراق تو خواهم گریستن — دل را ملول بیش کند کم گریستن
در وصل آفتاب جهانتاب آن نگار — تا دید صبا نیست چو شبنم گریستن
آصف مزاج خلقت عالم همین بود — بر بیش خنده کردن و بر کم گریستن

گر دو هستی ز عشق برخیزد
غیر تسلیم نیست زیر فلک
چه غم دارم اگر طوفان کند موج تر دها
بباد میرود از جنبش ریا کردار
همتی باید که در آغوش مقصد جا کند
دل اگر در یاد او تسبیح گردانی کند
جزای یک حسنه میدهند ده حسنه
میدهد حسنه بشارت از عروج دولتم
آصف ملک دلبندیهای بخت و طالعت

وله
نیست غیر از هوا غبار شکن
گردن بخت این سوار شکن
وله
گر نباشد همدم و مونس رفیق ره خدا من
وله
ازین به نیست پشیمانی گنه کردن
وله
بگذر از جان کار مشکل تو آسانش ببین
برفراز تخت مقبولی سلیمانش ببین
وله
چه لطف اوست که یک را حسابه کردن
وله
در زنخدان تو دیدیم همچو یوسف جاه من
تا نظر کردم بسرو قامتت آن شاه من

ردیف حرف واو

بعرصه گاه جهان راه و جاده بسیار
ای چه بیچونی ز دنیای دنی آزار دل
نفعی ز باغ دهر اگر هست مقصدت
آخر نتیجه بخشش بود کوشش مدام
دلم در سینه دارد مهر گیسوی چو دام تو
بملک دیده و در عالم دل الیقینم خواهم
نام من زیر فلک عمر دراز می باید
دل یکی یار یکی اوست چو آئینه فکر
تا دیده ایم دلبری چشم مست او

وله
بجز طریق محبت به هیچ راه مرو
وله
نیست جز تشویش خاطر از لفت سیاب او
چون شاخ باردار از هیچا خمیده رو
باقیست تا نفس نفی پی این عقیده رو
وله
کز روز ازل نقش نگینم گشته نام تو
بود دائم چو حکم حاکم یا دل نظام تو
وله
دیده ام زلف بتی نقش نگین دارم از و
نه بدل فکر زر دنیا نه زر دین دارم از و
وله
رفت اختیار جان و دل بدست او

ردیف حرف هائے هوز

تا شام و پیرای گلچهره خوشبو کرده — بهر صید عالمی پنهان نگاپو کرده
تا بسنجی نیک و بد اینجا ز حیثیت داده اند — ای چراغ خود را تو غافل بین ترازو کرده
اشکی سازو نمازی ساخت سجاده را — مژده بادت گر وضوئی ز آب تبیین جو کرده

وله

سی تو اند آشنا گشتن به پشت پا زدن — گر دولت را آگر از نیرنگ دنیا کرده
میتوان گفتن از آن اسرار با ما شمه — نرگس حیران چه در گلشن تماشا کرده

وله

جز فیض نسیمت نبود حاصل گفتار — از برگ درختان که شنیدیم ترانه
گر بشنوی ای مجذوب از ما سخن خوش — بشنو ز رباب و نی و هم چنگ و چغانه

وله

نمک از آن لب شیرین خود بجان زده — که تا کباب کنی آتشی در آن زده
چه سنگ هائے ملامت بره فتاده من — تبارک سهرین جان ناتوان زده

وله

دل چه سنجید بمیزان گل رعنائی تو — چشم بد دور که از پیش و چندان شده
در مهندی من اسباب نشاطت فزود — گریه ها کرده ام ای یار که خندان شده
غیر احسان نبود در دولت آصف چو مرد — پیش دلدار تو شایسته احسان شده
از اشارات دو ابروئے دو چشم بیمار — نکته دان گشته ای یار و شفادان شده

وله

روشن بود که گوهر کان مروت ست — سر را براه الفت احباب داده
در نظر ما سبحه گردانی نباشد جز ریا — اینقدر خود را تو ائی هدهد چه رسوا کرده
چو ذو الفقار عدو افگنی ست در دست — مرد نمائے بابا علی ولی الله

وله

تا کجا ها بار دنیا می کشی — گر ببندی از می زسر این بار به
گر عمامه بندی از بهر ریا — سر بر نه بودن از دستار به

از ریا اعمال باطل می‌شود		از چنین تسبیحها زنار به

ردیف حرف یای تحتانی

مشکل نباشد یافتن حال فی الطبع را		باید تامل کردنست در کار دنیا اندکی
با عسر یسر آمد مگر ناخوانده زان بگذاشتند		بسیار کردی جور یارا رحمی بفرما اندکی
	وله	
بتدبیری کنی عالم مسخر		بخاطر فکر بسیاری نداری
همین بندگیت جمله آزاد		ازین صنعت گرفتاری نداری
بخاطر کینهٔ آصف هیچ یاران		هزاران شکر کن یاری نداری
	وله	
چیزی به بساط دو عالم		بهتر نبود ز آشنائی
از زشت جهان هر چه بینی		بدتر نبود ز خودنمائی
	وله	
ای دل آغشتهٔ دنیای دنی چون شده		در نظر آ نهمه خوابسته تو هم بیدائی
	وله	
رنج سفرت چهره نمای برکاتست		اینجاست عیان راحت جاوید چه پرسی
	وله	
از گنج قناعت نبود هیچ نصیبت		تا در دل جان لذت درویش نیابی
	وله	
منمای صرف بیجا تو شب عزیز خود را		بجهان دگر نیابی ز متاع زندگانی
	وله	
در دوست اگر نصیب دل و جان نشاری		جان بخش تر ز آب حیات دوا نشاری
	وله	
ای دوست کجائی بوطن باز کی آئی		در راه نگرانم برمن باز کی آئی
	وله	
بدست آوریز آصف پیشت آمد		سلیمان وار چون عالی جنابی
	وله	
مکن در فیصل بد تعجیل هرگز		بکار نیک آمد پیشتابی
	وله	
دل رمیده کجائی که یار دربر ماست		جمال بینی اگر باز در وطن آئی
	وله	
راحت جاوید اید ل رغبت خواهی زنان		گرپلی آسوده کر دنیای جهان بشنوی

ایدل از رمز محبت گر بیانی شمه … درمیان عاشقان از اهل عرفان میشوی
دربهار وصل آصف سبز گردد کشت دل … درفراق یار اگر چون ابر گریان میشوی

وله

تعب کش در سفر گردد حریف … بکار هیچ نیاید میرزائی
جهان پرگشت از نور تو لیکن … نه بیند کس که در عالم کجائی

وله

غنیمت بشمر ای غافل که فرصت حاصل عمر است … بود خرمن عالم همین امروز و فردائی
فروغ جلوه اش پیداست اما کس نمی بیند … بود خالی تماشاگاه او از چشم بینائی
متاع زندگی آن به که حرف آشنا گردد … سر ما را بفتراک جهندی هست سودائی

وله

دلست آئینه و از صیقل او … نمی بینم بجز یاد الهی
مکن در مو سفیدی خواب غفلت … زجای خویش خیز و کن پگاهی

وله

وارسته نیستی اگر از خویش نگذری … آگه نه ز غفلت اگر بیش نگذری
تفریق نیک و بد ثمر آگهی دهد … اسیر درین میانه ز تفتیش نگذری
سیر بهار گلشن دولت بود محال … تا در دولت تو از کم و بیش نگذری
آصف درین بساط بود نقش اینکه تو … خدمت نکرده از بر درویش نگذری

وله

محبت میدهد هردم گواهی … که دل را میبری خواهی نخواهی
اگر پرسی تو حال ما ز مردم … دو عالم میدهد پیشت گواهی
در اصلاح گناهم وخجل از زهد … پشیمانی ندامت عذرخواهی
علامتهای فیروزی فتح است … نشانهای دعا وطوع و ماهی
بحال خاکساران محبت … تفقد کن که صاحب دستگاهی
دهد آئینه را اعزاز صیقل … دل آصف شد از یادت مباهی

وله

دل حیرت‌زده را دیدهٔ حیران مددی / شرط یاریست بهر کار ز یاران مددی

دل بظلمت کدهٔ فکر جهان افتاده است / شمع روشن توئی ای پرتو ایمان مددی

گنج معموری عالم متصور نبود / تا بشاهان ننماید گدایان مددی

درد عشق است که منت ز دوائی نکشد / درد مهند تو نخواهد ز طبیبان مددی

بلد گر بود از ربط فوائد بسیار / تا نخورش یافته در لذتش از زبان مددی

آصف از یاری ما یار تنفر دارد رو / کی طلب میکند از مور سلیمان مددی

وله

بجز دامت ندارد صید دل سایان آرامی / بنای خانهٔ عاشق ز زلف حلقه دامی

نشان پخته کاریهاست بر جورش شدن راضی / امید از لطف او بیرون بود اندیشهٔ خامی

اگر سوی حرم روی توجه هست حاجی را / بطوف زلف مشکین آصف بسته احرامی

وله

دامن خواهش دنیا چه دراز افتاده است / وقت آنست که ای خار مغیلان مددی

آصف از نگاه و خرام او نه بندد صورت / کند انسان بهمه باب بانسان مددی

وله

برنگ رویم از عشق است از روی / دلم دیوانه شد ایا چه کردی

نخواهی یاد زرنان کرد ایدل / اگر محرم بجو بیهای در روی

بر و بد گلشنی از خاکت آصف / بزیر پای نیکان گر تو گردی

وله

برخاست من از دل تا رو بره نهادی / نظاره ماند تا یم هر جا که ایستادی

زین بوستان خرم در باب خلق هست / آوازه یا بگوشت هر دم زند منادی

گر ممکن است آصف میکوش در تدارک / فرصت غنیمتی بود از دست چون فتادی

وله

تجاوز کردن از حد نیست مقدور ادب هرگز / تعرض با تو می پیچد چو بی دستور بنشینی

نشست و خاست باید کرد ایما در حضور او / بحکم یار برخیزد ز جا مامور بنشینی

چنان از غیر آصف بحر جز یار باید شد
مروت نوا اگر چند عام هست چه سود
ز پخته هیچ صدائی نمی رسد در گوش
باشد بلند همچو علم در صف نماز
در رتبه اش تنزل و دیگر ضرور شد
هر جا که میروی بیت آصف گرفته است
اگر نقاب رخ لحظه بر اندازی
سخن بلند ز لب همچو سرو شد آصف
در نظر زلف سیه شب رنگ آید اندکی
معنی مخوش ندارد لفظ غیر از بی‌نمی
لذت افزائش نعمت نصیب کام نیست
شکر یک چشم غیری همچو ما رویت ندید
نویسنده شین و حرفی بس اگر در خانه کس باشد
کند پرواز شهرت در فضای عالم لهها
دل میبرد آن دلبر طناز نهانی
در دست توانائی ما نیست جز افسوس
در باغ جهانست خزان آفت پیری
با این همه ستم که تو دلدارم آمدی
در هیچ مذهبی نبود این ستم روا

که روی آن پری بینی اگر با جور بنشینی

وله

ز حال خسته ما هیچگه نپرسیدی
بکار عشق تو ئی خام چون خروشیدی

وله

در گوش اهل سجاده اذان محمدی
عیسی چو گفت بعد من اسم احمدی
تو مقتدای مفتی و ما ئیم مقتدی
شوم چو مهر پای تو گرم مهربازی
بیاد سعدی شیرین زبان شیرازی

وله

تا رشکینش مگر در چنگ آید اندکی
این لغت پیدا نه در فرهنگ آمد اندکی

وله

گر تو شکری بر زبان از زرق و زرن میبری
ای پری خود را نهان از پیش نهرن میبری
اثر در آشنا خواهد نمود از دوستان حرفی
اگر دارد ز جوش معنی برجسته جان حرفی

وله

واشکی بجگر میند از بهر نشانی
تا همدم برقی شده ایام جوانی
پیداست ازین زرد که بهارست جوانی

وله

حمد شکر می کنم که خریدارم آمدی
نه بیسان که چون نهنگ تو خونخوارم آمدی

چیست راز دل نمیداند کسی — حل این مشکل نمیداند کسی
عالمی در جستجوی ساحلند — کیست بر ساحل نمیداند کسی

وله

شدیم خاک و ز هستی همین بود کافی — گواه سجدهٔ کویت زمین بود کافی
گواه درد محبت چه شد که نیست کسی — به پیش یار دل پر حزین بود کافی

وله

چه بودی آن پری رو یک نفس همراه من بودی — زمانی همدم و از لطف با من هم سخن بودی
نبودی جز همین پروانه گشتن شیوهٔ جانم — شبی قد موزون تو شمع انجمن بودی
ایدل فدای غمزهٔ خونخوار کیستی — ایدل بدام کاکل پر کار کیستی
تنها نمیکشی تو که صد پاره می کنی — در بسملان بگوی که در کار کیستی

وله

دیده ام از تو من امروز نگاه عجبی — که دلم هست ستیش گواه عجبی
بدعا دست بداری اگر از دل آصف — در خطرها بنظر هست پناه عجبی

وله

ای یار شگفته رو کجائی — وی شوخ فرشته خو کجائی
دل بستهٔ موی تست آصف — ای کاکل مشکبو کجائی
ما بیخبریم در جدائی — ما ایم کجا و تو کجائی

وله

تا نشین چو خاک بدریا نمی شوی — جوهر شناس گوهر لیلا نمی شوی
هرگز حضور دل بتو روئی نمی کند — یکسو اگر ز هم و دنیا نمی شوی
جز بس مزخرفات جهان دارت حزین — تا آشنا بترک تمنا نمی شوی
آزاد تا نمی شوی از یار و نیوی آصف — همرو ریاض گلشن عقبی نمی شوی
نگرو تهای تو عامست و ما ممتاز در شهرت — هزار افسوس قدر الفت ما نمیدانی
بحیرت رفته است آصف به پیش جلوهٔ نازت — نمیدانم که میدانی ز حالم یا نمیدانی

وله

بی روی تو یک ذره نداریم قراری
با صبر نباشد دل ما را سرو کاری

روزیکه دو چارش شدم این عرض نمودم
آنکس که دلم برد توئی گفت که آری

وله

وندگو سرمه جای خود غبارم را بجا باشد
که دارد آشنا از آشنا امید اعزازی

محبت نیست محتاج محرک در طلب آصف
بغیر بال و پر دل میکند سوی تو پروازی

وله

ز خاکساری ما بوی خوش جهانگیر است
ز پای همچو گل خود که بر زمین داری

نگشته خاک پایان گرد آستان نرسی
برون ز خود نشوی تا بآنجهان نرسی

بغیر جنس تو از راز دل مگو آصف
خموش باش تو تا پیش همزبان نرسی

دادند ترا دیدهٔ بینا تر ازان هم
از جام جم روشن جمشید چه پرسی

رنج سفر چهره نمای برکات است
اینجاست عیان راحت جاوید چه پرسی

جز یار تسلی نه دهد جان مرا
ای دل خبرم او که نپرسید چه پرسی

انوار رخش بسکه عیانست بعالم
آصف خبر از مطلع خورشید چه پرسی

وله

ای پری رخسار تو آئینه روشن بود
دیدم چو قرص ماه را در حسن ازان بالاتری

خورشید و مه را کی رسد همسر شدن با حسن تو
از طرهٔ طرار خود از بسکه صاحب افسری

وله

دروت اگر نصیب دل و جان ما شدی
جان بخش تر ز آب حیات روا شدی

آصف کسی که چشم گشادی بعبرتی
هر مشکلی نماندی و هر عقده وا شدی

وله

همرهان را چون قفا بگذاشتی
پرده از رو بعد ازان برداشتی

ای برآصف چون نکردی اعتماد
بر طریق دیگران پنداشتی

وله

دل را نشد ز جلوه اش ای یار آگهی
حیران ندارد از روش کار آگهی

در گلشن مراد سر افراز می شود
بر نخل قامتی که بود بار آگهی

میدهد دولت جاوید بما سایهٔ حسنت
که بفرق سر ما بسکه هما همائی

طالب دیدن رویت نبود از چه دل زار
دردمند تو بود آصف ما یار شفائی

وله

ای شوخ چیست سوی گلستان نمیروی
گلها شگفته است به بستان نمیروی

وله

بعهد خویش نگار استوار بایستی
انیس جان و دل بیقرار بایستی

چه سود از آنکه بهار آمده است و سبزه دمید
که یار گلرخ ما در کنار بایستی

بهتر از وضع ملایم نیست جانرا حارسی
آب سیمی بد بیاز صدمهٔ سنگ کسی

وله

آهن زنجیر باشد زر کامل عیار
سختی خوبان هندی هست سنگ پارسی

جلوهٔ گلزار دنیا هست آصف همچو برق
نیست جا بگذر ز رنگ گل درینجا فارسی

وله

فریاد و ناله است و صدا و فغان نشئت یکی
مقصود ما ز شور جهانست آن یکی

چون یک ز می مفید بسر انجام کار ما
غم نیست گله را اگر آید هزار شبان یکی

وله

از رنج خار راه اگر جبهه چین نه بد
گلهای تازه پی بدامان کند کسی

نقشی بر آب سینه آهنگ معصیت
آندم که نفس خویش پشیمان کند کسی

پیری ربود خواهش عیش و طرب ز دل
آمد خزان چه سیر گلستان کند کسی

وله

می کند هوش ز دماغم چو جدا میگردی
عهد بستی نروی باز چرا میگردی

نیست امید که از دست تو بینم آرام
گر شوم خاک تو ای شوخ هوا میگردی

وله

بوسه‌گاه لب افلاک بود جای علی
اوج امید گرفته است چمن پای علی

نیست جز جود و جودش ز کرامت خالی
حل مشکل شود از ناخن زیبای علی

الفت اوست چو ارکان مسلمانی من
شده ام شیفته و واله و شیدای علی

بیشتر قیمتش افزون ز دو عالم آصف
بی بها هست ز بس گوهر یکتای علی

حریص را نبود روز حشر قدرت نطق
دهان پرست از آن در جواب معذوری

ولہ

جمال یار ز خورشید نیست کم آصف
اگر به پیش رخش نیست تاب معذوری

دیوان دوم کے اشعار منتخبہ جسمیں آپ شاکر تخلص فرماتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں

ردیف الف

صبح دمید باده ده ناله عذر خواه را
پاک ز زنگ جهل کن آئینهٔ گناه را

اوج مقام جاه او کرده بعرش همسری
سرمهٔ بینشی کشم دیدهٔ اشتباه را

کشت مراد منکر است طرفه تر اینکه بهره ور
گوش نمیکند کسی غمزهٔ گواه را

خندهٔ گل نمیشود زنگ زدای گلشنم
شاکر اثر بود بسی گریهٔ صبحگاه را

لاله داغ ست دل خستهٔ سودای ترا
گل بود ساغر خون محرم مینای ترا

چشم دل فاخته سان گرد سرت می گردد
دیده تا سرو قد سرکش رعنای ترا

دی شنیدم که بلا گشت مسیحا میخواند
بر فلک شاکر پر شور غزلهای ترا

ولہ

در بهار خط صفای حسن افزون میشود
آب نگه میفزند بر رخ غبار آئینه را

از حدیث مهر و کین پیش منافق دم مزن
تا نه بیند راز پنهانی بیار آئینه را

ولہ

در فراقش هر سر مو شعلهٔ آهست آه
میرود از عرش برتر ناله و فریاد ما

راستیها رهبر آزادی شاکر شود
قامت سروی این فن گر بود استاد ما

ولہ

بسکه تصویر کشی هیهات انسانی را
تا تماشا کنی این انجمن فانی را

گذر از انصاف بمعموری عالم کوشید
شاه در خواب نه بیند غم ویرانی را

خار و گل پیش نگاهش همه یکسان گردید
هر که پوشید بخود جامهٔ عریانی را

زلف مشکین بت کجا فطرت مانی ز کجا ‌ قلم صنع نوشت این خط ریحانی را
محرم معنی خویش است در اینجا شاکر ‌ هر که در سجده نخواند خط پیشانی را

وله

نگاه میفروشش پر کند مینای خالی را ‌ زجوش از خون تری بخشد بهار پرتگالی را
نه هر صورت بود لازم که معنی آشنا باشد ‌ شکوه پنجهٔ صولت نباشد شیر قالی را
ز شور میکشان تا واعظ از هر فرقها باشد ‌ بحرف صوت کی نسبت بود اشعار حالی را
بچشم همت خود در نیارد وضع درویشی ‌ نه طاق مشرقی شاکر نه ایوان شمالی را

وله

مدعی از رشک میسوزد چو شمع ‌ گر به بیند گرمی بازار ما
خار فکر باطل از دل بر کشیم ‌ گر بود صاحبدلی غمخوار ما

وله

جنابش آستان بی نیاز است ‌ گدا در سجده و سلطان هم اینجا
ز محنت میرسد هر کس براحت ‌ الم هر جا بود درمان هم آنجا
شکر خواهی بشکرش کوش شاکر ‌ که باشد لطف هم احسان هم آنجا

وله

هر سو رویم یار مقیم خیال ماست ‌ او را چه غم که رنج سفر میکشیم ما
از حال ما چو آینه اینجا گراست غم ‌ گر زحمت خود بهلاک گرمی کشیم ما

وله

در بیابان طلب راه حرم گم کرده ایم ‌ یک مدد از خواجهٔ احرار میخواهیم ما
عمر در واز حاصل گیتی چه باید خواستن ‌ آه گرم و دیدهٔ خونبار میخواهیم ما

وله

بستر آسودگی در خاکساری یافتیم ‌ بر زمین پهلو چو نقش بوریا داریم ما
جام ما از درد و صاف عرض مطلبها تهیست ‌ شاکریم از خود و دل بی مدعا داریم ما

وله

تو در اینجا فسرده همه گرداب گوهری ‌ بطبیبش بند رخت دل بجهان گر گشا
نبود جز جنون دوا مرض کار بسته را ‌ همه در بند بر رخت ز دل چاک در گشا

آه درد آلودگی باید مرا — وله — نغمهٔ داد آلودگی باید مرا
شکر لله فارغم از نیک و بد — نی زبان بی سود می باید مرا

وله
سوخت تا داغ محبت دل پروانهٔ ما — شمع گردید بگرد سر پروانهٔ ما
چهره بنماید و از شاکر اگر دل طلبد — نیست جز دادن جان تحفهٔ شکرانهٔ ما

وله
خوش ندارم صحبت عاقلان — صحبت مجذوب می باید مرا

وله
نیست از دشمن غمی چون سنگ گیر سپیر — در جناب حضرت والتجا داریم ما

وله
محو آن زلف پریشان چکند سامان را — بر در خانه مگر جای دهد طوفان را

وله
پای سعی بحرص مده اختیار را — محرم مکن بدیدهٔ هوش این غبار را
شاکر چو شرع پاک نبی حکم ایزد است — بی رخصت رسول مکن هیچکار را

وله
کار جهان برشتهٔ تدبیر بسته اند — وابستهٔ عنایت او کارهای ما
از اچه پیشه ور که دران حلقه بشمرند — شاکر رسان بخلوت یاران دعای ما

ردیف بای موحده

صفای عارض گلرنگ یار را دریاب — چمن طرازی این نوبهار را دریاب
ز یاد دوست مشو یک نفس جدا شاکر — بکنج خلوت دل آن نگار را دریاب

ردیف تای فوقانی

ز سرد و گرم جهان فارغند آزادان — گذشتن از سر او هم کار مردانست
ز جان گذشته بجانان رسیده ام شاکر — متاع وصل این نقطه سخت ارزانست

وله
محتسب را بدر میخانه سرگزار نیست — منکر آنرا با تماشاگاه جنت کار نیست
دامن هر عشرت ورد آبدست محنت است — عمرها گشتم درین گلشن گلی بیخار نیست

حاصل هستی اگر باشد حضور وصل اوست — بی‌جمال یار یکدم زندگی در کار نیست

گریهٔ گوهرفشان شاکر بهار دیگرست — همچو سیل آشوب چشم ابر دریابار نیست

وله

موسم عیش است و جای گلشن و دلها جوان — در چنین هنگامهٔ عشرت هوای قهوه است

وله

در دل ما اثری از طرب عالم نیست — غیر درد تو درین خانه کسی محرم نیست

میرود عمر ز کف تا دلت آگاه شود — غنچه تا چشم گشاید بچمن شبنم نیست

وله

چمن عشق و محبت گل درویشانست — پردهٔ راز الهی دل درویشانست

جلوهٔ همت ایشان مقامیست بلند — منزل خلد کجا قابل درویشانست

جوهر آزادی ما را فروغی دیگرست — هر کجا دل صاف گردید از گهر روشنتر است

کیمیای بی‌نیازی همت درویش ماست — کبریای فقر از ما دامن خاکستر است

سوز جگر و دل قبول عبادتست — آن زهد کافریست که دروی نیاز نیست

بی‌مزرع ره وصل نمایان نمی‌شود — شاکر بگو دلیل حقیقت مجاز نیست

وله

هر یکی را عملی دیگر و حالی دگرست — رنگ گفتار دگر صورت قالی دگرست

گر شکوهٔ زمانه کنی مختصر بس است — عیش و دام رستن ازین دردسر بس است

در باغ آرزو و هوس رنگ و بو گر است — ما را خیال آن گل خود رو بسر بس است

وله

دل ز خیال تو یکشهر خرمی دارد — همین لطف تو اینجانه دولت آباد است

بود فزونی نعمت بشاکر مسکین — شکر و اینش نعمتی خدا داد است

وله

اینجانه تن پرستی و نی آرمیدنست — از ساغر عمر نغمهٔ نامی شنیدنست

شاکر ز عیب خلق بعبرت شو آشنا — این ساز دیدنی که تو داری ندیدنست

وله

الفت او تا بروز حشر زنجیر منست — مهربانیهای افسون تسخیر منست

نصرت دین یاورم گردید شاکر شکر کن
آنچه از لطف علی در حق شبیر من است

وله

پیرو عقل است هر کس تا ابد گمراه نیست
عالمی گمراه میگردد چو شیخ جاهلیست

از طراوت دستگاه رنگدار دهر گلی
هر که شاکر نیست در دل بوی از اسلام نیست

وله

مست الفت را شراب دیگری درکار نیست
گردش چشم تو دیدم ساغری درکار نیست

هر کرا باید سفر کردن اقامت آفت است
کشتی طوفانیم را لنگری درکار نیست

وله

عیش اگر در وطن بود شاکر
ما توان هر کجا تند وطن ماست

دردمندانرا ز باشی دیگر است
هر طپش در دل بیانی دیگر است

گلشن ایجاد را کاین رنگهاست
تربیت از باغبانی دیگر است

وله

حب وطن باعث آزار ماست
شوق سفر پیشه و کار ماست

الفت دنیا بدل ما نزد
این بد از خواجه احرار ماست

ردیف ثاء مثلثه

یار رنجید ز ما باز چه باشد باعث
بار رقیبان شده همساز چه باشد باعث

شمع این بزم جهان پرتو نازش بر خاست
ما نه پروانه نه پروانه چه باشد باعث

مدتی دلبر بی رحم بما بود رحیم
باز کرد آن ستم آغاز چه باشد باعث

ناله ها گردم و زین کوه صدائی نرسید
همچو نیخ بسته شد آواز چه باشد باعث

شاکر آن راز که دلدار زما می پوشید
خود بخود گفت بما باز چه باشد باعث

ردیف الجیم

مستی عشق نباشد بهاران محتاج
نبود شور قیامت به نمکدان محتاج

فکر آرایش خود شیوهٔ آزادان نیست
گردن سرو نباشد بگریبان محتاج

از دل چاک منست اوج غرورش شاکر — نیست با شانه چرا زلف پریشان محتاج

ردیف حاء حطی

هرکس کجاست محرم آب و هوای صبح — داغ ست آفتاب بذوق صفای صبح
انجام هر نفس بود آغاز جلوه اش — در ابتدای صبح ببین انتهای صبح

ولہ

میدوزد آفتاب بصد تار زرنگار — تا چاک شد ز غفلت عالم قبای صبح
بهر علاج مرگ گران خواب غافلان — شاکر بود مسیح دم جانفزای صبح

ردیف خاء

نکرده ست بت سبز من لب از پان سرخ — شده ز خوردن خونهای عشقبازان سرخ
بیاض گردنش از خون من خطی دارد — غریب نیست اگر باشدش گریبان سرخ
نگر ز خاک شهیدان گذشته امروز — که شد لباس تو از گرد این بیابان سرخ
قبول فیض مدان جز بقدر استعداد — بهو بهار نشد رنگ باغبانان سرخ

ردیف الدال مهمله

آن کیست بر سفر گذارد بنای خود — هر کس خوش ست در غم شادی بجای خود
هر چند دل ز درد و غم هجر داغ شد — شاکر نگفته ایم بکس ماجرای خود

ولہ

عارفان را رغبت شوق تماشا تهمت ست — دیده عبرت بروی اینجهان وا کرده اند
بیخبر از سیر دل مگذر که خوبان جهان — انجمن در خلوت آئینه ما کرده اند
از نسیم صبح توفیق رسا صاحبدلان — کار دنیا را چو گل شاکر بسر وا کرده اند

ولہ

بر سر خاک شهیدان گذری خواهی کرد — در دولت گر هوس دیدن گلها باشد
شمع کاشانه بفریاد دل ما نرسد — آتش افروز جنون دامن صحرا باشد

ز ناوکی که از نگه او بما رسید / صد رنگ نو بهار گل مدعا رسید
جان و دل و جگر صیدگاه اوست / هر جا رسید ناوک شوخش بجا رسید
بر آسمان ز سوز جنونم فسانهاست / کارم بعشق او ز کجا تا کجا رسید

وله

چه حالتست درین عمر کز تغافل چرخ / دعای خسته دلان کارگر نمی آید
نظام کار دو عالم باختیار کسیست / ز دست کوشش ما هیچ بر نمی آید

وله

بدوستی چشمت می و ساغر نمی ارزد / بآن نگینی عارض گل احمر نمی ارزد
نسیم طره اش دل نمی رباید ترک سودا کن / ببوی گیسوی او طبله عنبر نمی ارزد
کجا مجذوب با سالک تواند همسری کردن / بذوق قطرهٔ یک تشنگی صد گوهر نمی ارزد

وله

یک گل ازین بهار بآرزو نمی رسد / سنبل خوش است لیک بگیسو نمیرسد

وله

عنان بدست نویسندگان تقدیرست / باختیار کسی را کجا گذاشته اند
بلاکشان محبت بسجدهٔ تسلیم / چه نقشها بمقام رضا گذاشته اند

وله

باز صد بیگانه بهر آشنا باید کشید / رنج کوشش ها برای مدعا باید کشید
دامن مقصود تا افتد بدست آرزو / در بیابان طلب بس رنجها باید کشید

وله

محبت چشمهٔ دل از جور الفت بر نمیدارد / حباب هم سر پیش موج تیغت بر نمیدارد
چو شبنم از زمین سر نخواهد داشتن شاکر / نقاب از رخ گران خورشید طلعت بر نمیدارد

وله

دوستیها که بیریا باشد / همچو عنقا و کیمیا باشد
فارغم ز آشنایان بیگانه / یار می باید آشنا باشد
نتوان در حساب آوردن / الفتی را که انتها باشد
شاکر از صفاکیشان مخلص را / هر که دل بستهٔ وفا باشد

نگاهی سوی مستان می توان کرد
بمژگان تیرباران می توان کرد

هنوز شمع حسن عالم افروز
شب ما را چراغان میتوان کرد

چه از نیکی نباشد هیچگاهی
بدشمن نیز احسان می توان کرد

درین گلشن ز رنگ و بوی اخلاق
گلی شاکر بدامان می توان کرد

وله

مغنیان رسمی بحالم کرده اند
باده نوشیها حلالم کرده اند

مست جام آشنایم دیده اند
سرخوش ذوق وصالم کرده اند

کوشش یاران غمم افزوده است
گرچه تدبیر ملالم کرده اند

در گلستان صحبت اهل دل
از کرم شاکر نهالم کرده اند

وله

بمحفلی که مراد شه و گدا بخشند
چه میشود که دل زاره بما بخشند

بشکر کوش ز اخلاص در شب شاکر
که گنج نعمت جاوید ازین ادا بخشند

وله

بهر گشادن در میخانه شیخ جام
در دست ساقیان ز ره تو کلید داد

شاکر بعیش کوش که ساقی ببوی گل
ما را نوید شوق بجام نبید داد

وله

ای آنکه ناامید شدی از گناه ما
بارے ببین که فضل الهی چه می کنی

آگاه نیست زاهد خودبین ز حال ما
این بیخبر خیال تباهی چه می کند

وله

بنور روی تو خورشید شد بجا شاگرد
دگر بغیر جمالت شود کرا شاگرد

عنان خدمت استادگی ز دست مده
شود شهنشه معنی گر آشنا شاگرد

وله

دلم از درد و پیش آشنا خالی شد و پر شد
برنگ جام می کی جا بجا خالی شد و پر شد

بهارتی و خزانی روز و شب در کار می بینم
ز رفت و آمد و خلق این سرا خالی شد و پر شد

کلام عالیست این از صفا شاکر اثر دارد
دل پاکان از هر مدعا خالی شد و پر شد

گوشه گیری قطره را گوهر کند
شاکرا آگاه هم نکرد آرزو
شاکرا از گنج قناعت هر که فیض اندوز شد
هر کمالی را زوالی در قفا ست
زنده ام شاکر باین امید و بس
چون می دیرینه در آفاق شهرت میکند
بی برگ ز آفات جهان باک ندارد
از عالم راحت طلبی بهره ندارد
کم کن سخن که حرف تو بی آب میشود
در دهر ابهار مدارا دوا نمی کند
نقش جهان بغیر سبب نیست جلوه گر
ز آغاز کار سپید گیسو دراز را
شاکر بمعنی تو و من وا رسیده را
ندارد روز بی حسنت حاجت مشاطه دیگر
ز رنگ بی نیازیهای ناز او چه پردازم
بلند و پست ما از عشق گردد در نظر یکسان
دل میرود ز دست و نداریم اختیار
دستش ز دامن مقصود کوته ست
تمیز کامل و ناقص نماند در عالم

وله
کامل آنکس کز جهان پا می کشد
در کمند مهر دنیا می کشد
وله
منت احسان کی از ارباب دولت می کشد
وله
غفلت آخر ها پشیمانم کند
درد مندیها مسلمانم کند
وله
منزوی شد هر که در یکرنگی یکسان بماند
وله
رنجیست نخلی که ثمر داشته باشد
آن شخص که در پیش سفر داشته باشد
وله
این شیوه ننگ صحبت احباب می شود
وله
سعی نسیم غنچه دل وا نمی کند
وله
آئینها و آئینه ساز آفریده اند
دشمن گدا ز بنده نواز آفریده اند
صد بار نیست کرده و باز آفریده اند
وله
جهان را بی سپاهی شاه عالم گیر میگیرد
بصد تقصیر می بخشد بیک تقصیر می گیرد
ز سیلاب این بنا صورت تعمیر می گیرد
مطرب درین بساط چه آهنگ ساز کرد
هر کس که بر بساط ادب پا دراز کرد
وله
درین زمانه رواج گهر خزف دارد

فلک مددگر خلق است لیک شاکر ما   امید گوشهٔ چشم از نشهٔ نجف دارد

وله
نعمت ز خاکسار محبت دریغ نیست   اکثر فروغ مهر به دیوار می رسد
ای غرهٔ فریب هوسهای زندگی   غافل مشو که مرگ به یکبار می رسد
افزون کنیم شکر و بهر حال شاکریم   هرچند غم ز دست تو بسیار می رسد

وله
تدبیر عزیزان چه کند با من محزون   دل کی خوش شود از [illegible] گریه خندد
خوردیم بسی غصه درین بحر به امید   شاید که بگیریم به دامن گهری چند

وله
دارم امید گوشهٔ چشم از عنایتش   حافظا که خاک را به نظر کیمیا کند

وله
در ابروش اشارهٔ تحقیق مدعاست   در پیش ما تو قبله‌نما جلوه می کند

وله
نیستم ممنون احسان بهار   دامنم پر گل ز تو گل می کند

وله
هر که شاکر بخت دل ریز در چشم   دامن مقصود پر گل می کند

وله
بفکر خستن من نیست حاجت کوشش دشمن   نفس چون خار ماهی بیشتر در سینه‌ها دارد

وله
گشتیم پاک ما ز روز شکست طوفان   کار دشوار چو افتاد خدا ساز شود

وله
جوش غم و نشاط جهان پایدار نیست   بیدار مشو که اندک و بسیار بگذرد
برگشته عالمی ز مریدان شیخ جام   کو محتسب که بر در خمار بگذرد

وله
طینت اهل کرم از آفت مرگ ایمن است   نیکنامی تا قیامت کار هستی می کند
هر که شاکر آشنائی معنی تحقیق شد   گرچه در بتخانه باشد حق پرستی می کند

وله
آنها که در حمایت همت سفر کنند   اندیشه کی ز وادی خوف و خطر کنند
دانا دلان که نسخهٔ آداب خوانده اند   هرچند قرب بیش حذر بیشتر کنند

وله
وصل کمال پیروی کامل است بس   در منزل آن رسد که پی پیر می رود

ز دنیا در لباس دوستیها	وله	فریب دشمن جانی به بیند
بر اوج فلک سایه کند طرف کلاهم	وله	از گوشهٔ چشمش نگهی گر بمن افتد
جائی گله‌اش نیست که نعم البدلی یافت		از کشور هند آنکه بملک دکن افتد
ایمان بدل از حب وطن ریشه دوانده		خوشوقت غریبی که بفکر وطن افتد
تا خاک شدن دیگریش از کف نگذارم		کو بخت که دامان تو در چنگ من افتد
گر شاهان را سپاسی نیست	وله	کی کار جهان نظام دارد
پیری ز سینه جوش شبابم نمی برد	وله	ذوق شراب و میل کبابم نمی برد
مرا از ذکر محمود و ایاز این نکته شد روشن	وله	که صید عشق خوبان عاقبت محمود میگردد
صلاست باده پرستان که یار می آید	وله	بچشم مست و سر پر خمار می آید
فصل گل ست امروز دیوانه می توان شد	وله	با لیلی جنونی همخانه می توان شد

حرف الذال المعجمه

در فراق تو نهادم چو قلم بر کاغذ		تر شد از اشک من از سر بسر کاغذ
رقم نامه ام از بد نگاه شوق ست		یافت زین تار رسا رشتهٔ مسطر کاغذ
خط نشا کر طپش دل برساند بر یار		نیست محتاج به پرواز کبوتر کاغذ

حرف الرا المهمله

دل برده میکند طلب از من دلی دگر		با زلف او فتاده مرا مشکلی دگر
با یاد جانفزای تو سر سبز گشته ام		در کشت عمر کو به ازین حاصلی دگر
من ندارم جز تو دلسوزی و غمخواری دگر	وله	غیر مهرت در دل من نیست دلداری دگر
بهر زاهد سبحه و زنار بهر برهمن		بر سر سودای دیگر هر کسی را کاری دگر

هیضا اینقدر مرواز بهر یاری بیشتر
می شود بسم بیش اگر دانند امیدوار
شود رنگت فزون بطبع چون گهر دلگیر
چرا از اهل محبت ملول میگردی
ای محبت از تنک گرمم بپرهیزگان ببر
نیست حاجت اینقدر سختی اشاگر رنگ نیست
نقش و نگار منظر اقبال دیده گیر
هر جا و هر مقام که قصد نیست رسید
و نیاست زهر بار قناعت فسون او
باغ امکان منظر رنگیست از ایوان یار
مصرع برجسته هرگاه موزون میکنم
ساغر چشم تو دارد بادهٔ ناب دگر
خواب مخمل فرش راه غفلت آرائی بود
در خم ابروی او مد سپر پست عشق را
جز روی یار نیست نگاهی خوشتر دگر
ممتاز هستها بهار ... نسیم
چشم ابر نوبهار ... دانه ها ست
نیست موجودی در ... گلشن که بی داغش بود
رنگ شهرت کاه ... خودنمائی بیشتر

وله
آدم با حلم باشد اعتباری بیشتر
چون زمین هر کس گران باشد بزرگواری بیشتر

وله
برنگ آب روان نیست از سفر دلگیر
که طبع بخل نگردد از خطر دلگیر

وله
یعنی از دل شیشه نذر پریان ببر
جان عشق چون نفس بر لب بود آسان ببر

وله
عرض مکرر از لب دولت شنیده گیر
منزل گزیده گیر و بانجا رسیده گیر
بیش از گزند آفتش افسون میده گیر

وله
صبح مستی نیست جز گل کردن قربان یار
انتخاب بیت ابرو نیست از ایوان یار

وله
موج خیز نثار او هست سیلاب دگر
جسم او دارد درین بازار حسن خواب دگر
بهتر از تسلیم گشتن نیست آداب دگر

وله
این گل یقینی ست درین نیست شک دگر
هر رنگ او کجاست بجز حسن نمک دگر

وله
جز متاع دل نمی جوید در دوران یار
ابرو رعد و شعله و دود است دستان یار

وله
بالد از اظهار الفت آشنائی بیشتر

دست از تدبیر بیا هوش نتواند کشید — ببخشد از کار جهان غفلت های پیشتر

وله

نمی شود بفراق تو آشنا گشته آخر — ز سعی جان بلب آمد گذشت راه آخر

مکن ملامتم ای مدعی که عارف پاک — نوشته است خط نسخ حب جاه آخر

وله

یکدم بیا د بر سر این خفته کن گذر — ببینیم سیر یکدمت آهسته کن گذر

تماشا نیست پای ترا گلشن دگر — در باغ دل بصورت تماشا کن گذر

وله

صحبت تو بدل می کنم بجان اظهار — مفید انچه بود کرده ام بهان اظهار

رسانده عرض محبت بیار خاموشی — فضولی است که سازیم با فغان اظهار

از نگاه عالم عقل و هوش و جان ببر — چون دلم آخر تو خواهی برد با سامان ببر

تا به گلزار دولت درد محبت گل کند — نقش خواهشها ز لوح سینه در جان ببر

ردیف الزاء المعجمه

دل عاشق ز درد آسوده هرگز — که دید این شعله را بی دود هرگز

ز دل فاش است اسرار محبت — نشد پوشیده بوی عود هرگز

دل ما گر که از هجر تو تنگ است — گشاید نغمه داؤد هرگز

وله

صبا به آن بت شیرین ادای صبر گداز — بگو سلام من خسته دل ز روی نیاز

بیا که خانهٔ دل بی غبار رنگ و بوست — صفای آینه در راه تست پا انداز

ز صبح فیض عنایات محی الدین — صفای قلب طلب میکنم بعجز و نیاز

وله

برون نداده فغانم نوای پردهٔ راز — شکسته رنگی من گشته است بقدر غماز

قبول بندگی درگهم کند چه شود — جناب سید گیسو دراز بنده نواز

بدل شکسته ارادت بشیخ جام آورد — گنا و کار رند در روزه بوسه نماز

رسید موسم گل ساز عیش کن آغاز / بجام و شیشه و نقل و کباب و می و رساز
ببین همت آن پیشوای اهل سخن / نموده ام غزلی نذر حافظ شیراز

وله

خرمی گل کرد جز با غم نمی سازم هنوز / در چمن آمد بهار و رنگ میبازم هنوز
داغ انجام وفا شاکر کجا باید شمرد / دیدهٔ محرم نشد از رنگ آغازم هنوز
درد عشقش را ز چاک سینه خود چاره ساز / گر کشاد کار میخواهی گریبان پاره ساز
صید دل کردی بوجه احسن و روی سفید / سیر این مهتاب در آئینه رخساره ساز
اجتماع لفظ بد تاثیر دارد در کلام / نفس را گر زور باشد دور از اماره ساز

وله

از جوش بهار قدمت گشت چمن سبز / بلبل بنوا آمد و گردید سخن سبز
در فصل خزان سیر چمن نیز توان کرد / زان روی که گردید بدل یاد وطن سبز
از باد خزان نخل بهشتی نبرد رنج / از فیض حق و لطف نبی هست کهن سبز
شاکر نتوان خانه نشین ساخت جنون را / امروز که صحراست نه از طرف چمن سبز

وله

داد ندا بدست بتان اختیار ناز / رنگین تر از بهار گل آمد بهار ناز
شاکر چو وضع شمع بمحفلش بود صواب / جز گوهر نیاز نزیبد نثار ناز

وله

ز هستی کی شوی واصل بدلدار / غبار ره توئی از راه برخیز
بلطف مولوی رومی و جامی / ببین شاکر جمال شمس تبریز

ردیف سین مهمله

آشیان در هر کجا بستیم بی زحمت نبود / گوشهٔ آرام ما چاه زنخدانست و بس
کسی از خوان قسمت روزی خود می خورد / رزق غفلت پیشگان اندوه و حرمانست و بس

وله

بباغ دهر مگو نیست بار و زر نرگس / شه و گدا همه دل بسته اند بر نرگس

درین چمن دلی زحب جاه خالی نیست — تهی نساخته پهلو ز سیم و زر نرگس
فروغ باغ ز نرگس بود ازان شاکر — که هست از همه گل صاحب بصر نرگس

ردیف شین معجمه

آسوده ز اندیشهٔ هر سود و زیان باش — چون آئینه از عالم حیرت زدگان باش
وله — هرکجا رنجست راحت میرسد — دردمند و خسته و بیمار باش
وله — تلاش معرفت خویش از آن و این غلط است — مرو بهیچ طرف گوشه گیر دامان باش
وله — غافل مشو ز خاک نشینان چو آفتاب — ای صدر آستان خبرے می گرفته باش
ایدل چنین به بستر راحت چه خفتهٔ — از کشتگان خبرے می گرفته باش
چون عاقبت ترا بته خاک رفتن است — غافل ز آنجهان خبرے می گرفته باش
وله — طالب دردیم درمان نباشد گو مباش — پرسش جوئی از طبیبان گر نباشد گو مباش
وله — ای سخن در وصف خوبان بر لب امید باش — از فروغ این معانی کوکب امید باش
جز محبت نیست امید دگر در خاطرم — ای محبت در دل من مطلب امید باش
تا بفهمی معنی اشک محبت را که چیست — همچو طفلان روز و شب در مکتب امید باش
وله — بشوق کوی محبت تردوے داریم — شبی بود که بیاید بچشم ما سحرش
فغان که یار بفریاد ما دمے نرسید — هزار ناله کشیدیم و نیست یک اثرش
ز فیض نقش فزون تر بود از و بینے — کسی نام محبت مکند بر جگرش
نهال صبر نشانی اگر بدل شاکر — بقدر حوصله یابی حلاوت از ثمرش
خاکساریهائے من بوسید نقش پای یار — خواب راحت می کنم در سایهٔ دیوار خویش
وله — طرح گلشن ریزد از خندیدنش — غنچه ها را وا کند با لبدنش

ولہ

نیست رنج شور و شر در آبشار — عاشق آسوده است از نالیدنش
سیر عالم نیست پابند همین پا سودنی — گر خیال تو رسائی میکند سیار باش
گر خبر داری ز اقرار لسان تصدیق قلب — در چمن زار بیان گفتار با کردار باش

ردیف صاد مهمله

ولہ

در محبت خلوص می باید — می کند جست و جو وفا اخلاص
جز محبت کجاست درمانی — درد بیمار را شفا اخلاص
فرق باشد در آسمان و زمین — زاهدان در کجا کجا اخلاص
بی نصیب از وجد و حال افتاده اند این صوفیان — می نماید جلوه اینها گوشهٔ دستار رقص
غافلان را نیست تأثیری بغیر از وجد و حال — میکند خوابیده را از هایهو بیدار رقص

ردیف ضاد معجمه

با مقدم بهار نداریم با غرض — در دل بود رسیدن آن آشنا غرض
تن پروران با گل و ثمر بند مبتلا — ما را نه زو که آشناست آب و هوا غرض
بر درگهش که نیست غباری جبین ماست — شاکر کجا فتاده و باشد کجا غرض

ردیف طاء منقوطه

ولہ

تا بنازم سر به تیغ ابروت جانا را چه حظ — کفر زلفت گر نزد راه دل ایمان را چه حظ
عیش ما جز پرسش و جوی لطف تو آماده نیست — گر نباشد میزبان خوش خلق مهمان را چه حظ
در دولت نعم نباشد غمگساران را چه حظ — بی امید یاریت امیدواران را چه حظ
رغبت بیماری ز تن افکند بیرون احتیاط — ای ز درد عشق تو پرهیزگاران را چه حظ
چون رود افسردگیها از چمن بی لطف ابر — جلوه پیرا گر نگردی خاکساران را چه حظ

لذت احسان ز ناشکران نمی‌باید کریم　　گر ببارد بر زمین شور باران را چه حظ
درد عضوی می‌برد اعضای دیگر را ز کار　　گر بود بیمار سیر تیغ یار انرا چه حظ
تا نماند غنچهٔ دل تنگ ساغر غیر از زمین　　زین روا رود در جهان باد بهاران را چه حظ

ردیف عین مهمله

دلها چو عجب ساخت خم زلف یار جمع　　مردم شوند بهر امان در حصار جمع
تا دل علم بعشق شد از خویش می‌رود　　کی مانده هست میوه سر شاخسار جمع
کز پرتو جمال و سواد نگاه　　در چشم خلق آمد لیل و نهار جمع
چون موج کز جدائی بحرست مضطرب　　در دوری تو نیست دل بیقرار جمع
شاکر امید شد که کشد دامن دلم　　تا کرد یار از مژه اش خار زار جمع

ولہ

سراپایش بهار کفر و ایمانست در واقع　　کجا زلف چه رخ زنار و قرآنست در واقع
چراغ عالم افروزست شاکر عارضش بیشک　　جبینش همچنان خورشید تابانست در واقع

ولہ

پیش آن رخسار تابان گر بسیم نام شمع　　آتش خاموشی فتد در زبان و کام شمع
نیست جز برباد رفتنها درینجا حاصلی　　غفلت ما را اشارت می‌کند انجام شمع

حرف غین معجمه

تازه شد از بوی گیسوی تو سودای دماغ　　فکر من شمع دل افروخت اندرون و چراغ
وحشتم را رهبر بادیهٔ گمنامی ست　　که دران بادیه گرد پر عنقاست سراغ

ولہ

بهوس چون سحر آمدم که رسیدیم بباغ　　پیرهن پیرهنست از یاس بدیدیم بباغ
چون گل آخر ز جهان قطع تماشا کردیم　　ساغری چند بهر رنگ و بدیدیم بباغ
باغبان گرچه ره ما ز چمن پنهان داشت　　روغن ناله بهر دل غنچه کشیدیم بباغ

شاکر از خاطر ما رفت خیال دو جهان | دلربا نالهٔ امروز شنیدیم بباغ

حرف فا

نالهٔ زارم نشد همدم بگوشش یار حیف | می سزد گفتن بجای ناله‌ها صد بار حیف
در هوای ابر و جوش سبزه و فصل بهار | جلوه پیرائی ندارد قامتش بسیار حیف
بر رهش هر دم می کند تعطیل ظلمی آشکار | ناوک مژگان او باشد اگر بیکار حیف
جز بدل شاکر نباید راز عشق او | آشنا گردد اگر گوشی باین اسرار حیف

ردیف قاف

گر شود شوق طلب یار رفیق | می توان رفتن بمنزل با رفیق
بهتر از شوقش رفیقم نیست کس | ورد جانم شد از آن رو یار رفیق
پاس انفاسم در اینجا شد ضرور | تا دمی همراه شود آنجا رفیق

ولہ

نظر بلطف تو دارند یک جهان مشتاق | همین منم بجفاهای تو بجان مشتاق
زمان زمان بسرت سایهٔ شوقش ناز زد | تو هم شوا ز سر انصاف یک زمان مشتاق
مرنج گرچه رقیب از درش ترا راند | که نیست هیچ خسیسی بمیهمان مشتاق

ولہ

یار شمع است و دل سوخته پروانهٔ عشق | داغ کافیست همان چارهٔ دیوانهٔ عشق
بر در دوست گدائیست ز شاهی بهتر | گنج دولت همه فرش است بویرانهٔ عشق

ولہ

گر شود تشویش دنیا خار دامنگیر شوق | قطع اسباب موانع می کند شمشیر شوق
خضر با پیدا اقتدا اینجا بصد منت کند | تا ده من شده امشب بهر شبگیر شوق

ردیف کاف تازی

رسید عشق ز دلم شب چو او بنزدیک | ز شب اثر نبود چون شود سحر نزدیک

ز قرب وعدهٔ او جوش عشق افزاید
درین جهت سخنم شهره گشت در عالم
دعای صاف دلان مستجاب میگردد
دماغ نازک یارم ز بوی گل گیرد
هجوم خلق بخلوت گزین زبان نکند
فدای مصرع برجسته‌ام که شیخم گفت
سخت نرمی ساز از بهر شکستم دل سنگ را
با وجود سخت جانی نیستم هیچون شرار سنگ
زیاد عاقبت کار روز بدایت حال
فغانم آن بت بیرحم هیچگه نشنید
اگر بعشق شهادت طلب کنی شاکر
باین نشاط که داد هوای کرناتک
چه شرح آب هوایش دهم نمیدانم
کشادبستگی طبع عالی دارد
ز آبیاری حسن بتان ماه جبین
غبار او همه زربخش تر ز اکسیر ست
عروس ملک باین زیب بدنی دارد
ز کوس نصرت دین محمدیست بلند
ز فیض سایهٔ عدل محمدی امروز

ولہ
بنال کسب هوا چون فتد سفر نزدیک
که آه خسته دلانست با اثر نزدیک
دران زمان که شود شیر باشکر نزدیک

ولہ
بناله گرم مشو ای جرس نگاهداری باک
شکر نصیب تو شد از مگس نگاهداری باک
هزار جان بلب آری ز کس نگاهداری باک

ولہ
گرده این بیضهٔ فولاد را حاصل ز سنگ
در محبت کرده‌ام آئینه حاصل ز سنگ

ولہ
برنگ غنچه درین باغ مانده‌ام دلتنگ
گداز درد رهی واکرد دل سنگ
گواه درد دلم نیست جز پریدن رنگ

ولہ
کجاست خلد چو عشرت سرای کرناتک
که صبح جامهٔ در دو بر صفای کرناتک
سواد گلشن بهجت فزای کرناتک
چو جوی شیر بود کوچهای کرناتک
چه گویم از عمل کیمیای کرناتک
که دوخته‌اند ملائک قبای کرناتک
اذان بمنبر بتخانهای کرناتک
گرفته خواب عدم فتنهای کرناتک

گر انجمن کو نبین در نظر آید دمے کہ سایہ فگن شد ہمائے کرناتک

کشودن در فردوس ہم ہمین باشد وگرچہ وصف کنم فتحہائے کرناتک

ز عاشقان نظرہا ز میبرد دل و دین برنگ خط بتان سبزہائے کرناتک

ببین بچشم بتان میبرد چہ سرمہ بکار غبار کشور گوہر صفائے کرناتک

فزون بود بمراتب ز خسروان عجم بطمطراق تجمل گدائے کرناتک

عجب مدار گر از شوق بستہ ام زنار دلم ربودہ بت خوش ادائے کرناتک

دل شکستہ درونہائے تازہ گلجوست باین صفت چمنے کو سوائے کرناتک

ز سیب نار بہشت آرزو چہ بہرہ برد مگر دوبارہ چشند ابنہائے کرناتک

کسے نیافتم اینجا ستم کش افلاس فگندہ سایہ بعالم ہمائے کرناتک

درین طربکدہ آشنا ز غنچہ نتوان یافت کہ یک گلست سراسر فضائے کرناتک

گلے درین چمن از رنگ تازہ خالی نیست پریست جلوہ گر از شیشہائے کرناتک

یکی ز صد نتوان گفتن و صدائے ز ہزار بدور بیل و نہار از ثنائے کرناتک

ز جنس تا قتہائے و مشجر زرباف کشیدہ سر بفلک خیمہائے کرناتک

ز کشتزار کرم میدہد بجیب امید بجائے دانہ گہر خوشہائے کرناتک

نہشتاءہ طرب انبساط شاکر را فزون ز بادہ بابستہ لائے کرناتک

ولہ

ظلم ست وضع ہر شیء در غیر موضع او عرفان چو رو نماید بر اہل آن مبارک

آئینہ حضوری جائے حضور حسن است دیدار دیدن او بر حاضران مبارک

آشفتہ شد نہ تنہا جانم بآن دو گیسو بیدار بودن ما بر پاسبان مبارک

ردیف لام

در بهاران میفزاید رونق خیار گل　　موج آبی تازه می آید بروی کار گل

جلوه حسن خزان کم نیست از جوش بهار　　میبرد از هوش بلبل شوخی رفتار گل

بنجها باید کشیدن ز انجا سفت نیست　　گل توانی چید اگر بینی جفای خار گل

نیست آسان محرم راز ادب سنجان شدن　　هست هر برگی زبان خامش گفتار گل

فکر گلریزان کند شاکر اگر جا در سرم　　بشنود دستار من بگزین ترا ز دستار من

وله

شور جنون فکنده در آفاق بوی دل　　تسخیر کرده هر دو جهان های و هوی دل

جولان کس بعالم معنی نمیرسد　　سعی قدم کجا و کجا جست و جوی دل

مینا ز می تهی کن و ساغر بسنگ زن　　لبریز راز کن ز محبت سبوی دل

غنچه با انتظار آن تبسم میکشد　　کی نسیم صبح بگشاید گره از کار دل

ای خریدار محبت از متاع درد و داغ　　هر قدر خواهی مهیا گیر در بازار دل

وله

تا خیال آن پری رو تنگ دارد در بغل　　شیشه دل صد هزاران تنگ دارد در بغل

از دل زاهد کجا سختی برون خواهد شدن　　شیشه قلبی است کاین بی ننگ دارد در بغل

فاضل بی معنی این عصر از بهر جدال　　خشت جای نسخه فرهنگ دارد در بغل

تا کند وضعم باهل عالم اندک ارتباط　　گل بجای خشت بهر جنگ دارد در بغل

وله

بجز بی نیست چون رویش دگر گل　　کجا این رنگ و بو باشد بهر گل

درین گلزار بی آن مهر تابان　　جمال آب و رنگی نیست در گل

بدنیا بسکه دل بستند یاران　　شگفته نیست یک خاطر مگر گل

چو شاکر گشت تسلیم رضایش　　برنگ شاخ گل شد سر بسر گل

وله

باتفاق توان عالمی تسخیر کرد　　بر آرد گر چه به آیین با صحبت گل

برنگ و بوی دو عالم مسخرست اینجا ... بدوش شاه و گدا می‌برد رایت گل

ولہ

گر الفت علی‌ست بیجانست چو آینه ... از کوثر قبول کنی شست و شوی گل

ولہ

طبع یارم گلشن است و غنچه رخسار گل ... بلکه در پیشش خجالت می‌کشد صد بار گل

گر ز مستی نرگسش ساغر بگیرد در چمن ... می‌نشیند گوشه‌ای چون زاهدان بیکاره گل

از دوام رنگ دارد حسن او نسبت بحق ... جلوه گر نشا گر پیمانه بشود یکبار گل

حرف میم

خاطرم دارد هوس تا حرف مشکل بشنوم ... از لب آیینه یعنی چیزی از دل بشنوم

آرزو دارم که رمزی از لب جان‌بخش یار ... با ادب از دور بنشینم مقابل بشنوم

واعظ بیار روا از افسونهای پوچم می‌کشد ... پند جان‌بخشی مگر از صاحبدل بشنوم

بیدل صاحبدل نشا گرچه خوش فرسوده است ... هرچه لیلی گویدم با نازه محمل بشنوم

ولہ

بی جمالت در چمن جام تمنا نکشم ... گر نمایند بهشتم سری آنجا نکشم

تیغ و خنجر نشود سد ره الفت من ... محو تسلیم توام گردن از اینها نکشم

عشرت زندگی نیست که دل داره اینجاست ... ورنه زین بیکی و نفس منت بیجا نکشم

بچه کار آیدم این دست معطل فردا ... نشا گر امروز اگر دامن او را نکشم

ولہ

وقت آنست که دل محو بیرنگ ساز کنم ... گوشه حیرتی از آیینه ایجاد کنم

جستجوی خرم پایه جامی وارد ... کو جنونی که بطور خودش استاد کنم

ای تمنا بادب باش که آن محرم راز ... حرف دل می‌شنود هرچه فریاد کنم

ولہ

بسکه شوقت بدل رقم زده ایم ... نفسی غیر آه کم زده ایم

نسخه دل نقوش او دارد ... بر خیال دگر قلم زده ایم

وله

لباس آن پری رو از پر طاوس می بافم
ز داغ شمعش گرفته فانوس می بافم

درین گلشن بهار رنگ رنگ همی دارم
همین نام و پیرهن ناموس می بافم

وله

تماشای بهار همیشه حالی میکنم
خانهٔ دل را ز فکر غیر خالی میکنم

مخمل و دیبا بخواب خاکساری کی رسد
زین خانش از بهر نازش فرش قالی میکنم

خانهٔ بهتر درینجا از بنای عجز نیست
ظرف دل از خاکساری بها سفالی میکنم

وله

در وصف خط او سخنم سبز شد مدام
چون خضر یافت ز آب بقا لبم

چندر درد نام او نبود آرزو دگر
با دل هوا فق ست درین تا عالمم

شاکر درین دکان هوس هیچ آئینه
حیفی پیچیده است ز یک تا عالمم

وله

تا یاد یار را بهر خود گرفته ام
خوش میوه از ین شجر خود گرفته ام

در کیش خاکساری عاشق همی کجاست
از نقش پای او اثر خود گرفته ام

از جوش فیض دیدهٔ بیدار شاکرم
فال مراد از ین سحر خود گرفته ام

وله

هر شبنم بیدار دارد حیرت افزا جلوه
مینزنم چشمک چو انجم پاسدار گیتیم

وله

مهر می از برم بشوخ و پیت می سازم
چه شود باز بیائی بسرت جان بازم

شاکر از رهبری یاد با پیوست کرد
شوق از انرو ست که شد بال و پر پروازم

وله

سراغ راحت منزل درین وادی نمی دانم
تلاش جست و جو بیهوده چون ریگ روان دارم

وله

آئینه محو آن رخ گلفام کرده ام
خیال پری بشیشه از ین وام کرده ام

شاکر بغیر شکر ندارم وظیفه
تا دل اسیر آن بت خود کرده ام

یاد آن رخسار کردم گل ومیدار پیکرم
نو بهار تازه جوشید امشب از برم

با وجود گریه نو میدار صحبت نیستم
گوهر افشانست در راه بتان چشم ترم

آشنای شکوه کی گردد لب تسلیم من
در جفا و جور خوبان از ته دل شاکرم

ولہ

اگر از بزم محبت شد دل دیوانه ام
گشت لبریز زلال معرفت پیمانه ام

ولہ

دل را به سیر دیدهٔ خونبار می بریم
دیوانه را به دیدن گلزار می بریم

مست عشقیم و با سر از جنون بی برده ایم
ما عنان دل بعقل دوربین نسپرده ایم

ولہ

نامه بیرنگ مرا قاصدی در کار نیست
هست پربال نگه پیغام از خود رفتنم

شاکر از سیر جهان بد نگاه نارسا
دوخت از طول امل صد رشته بر پیراهنم

ولہ

زور درد و داغ وفا سوختم کرا گوییم
رنگی نماند درین هوس فکر کار خود خرم

ولہ

رسته ام از غم وابستگی کار جهان
بستهٔ سلسلهٔ کاکل پیچان تو ام

گر غبارم نرسیده است بکامی اینجا
روز محشر برسد دست بدامان تو ام

ولہ

سوختن از بس در جدایی ها سراپا پیکرم
عالمی گردید پنهان در دل خاکسترم

دانه های اشک اگر از هجر سیر بزم بیباک
پای بر تاج شهان دارد ز غیرت گوهرم

می نگارد بسکه نقش طرهٔ او خامه ام
کوچهٔ زنجیر باشد سطرهای نامه ام

حرف نون

کیست گویا تو آن کن این مکن
جز ترحم بر من مسکین مکن

مخمل و کمخواب رنگ اعتبار
دستگاه بستر و بالین مکن

راه و رسم عجز و پیرا دل بده
پادشاه خویش را فرزین مکن

ولہ

هست دنیا زراعت عقبی
غافل امروز کار فردا مکن

ولہ

خاک درگاه ترا مالیده ام تا بر جبین
می گذارم چون فروغ مهر بر سر در جبین

صورت تدبیرها میدید و تمثال هوس
داشت بر آئینه زاگر اسکندر جبین

بدیدن دل بود مائل چه دیدن دیدن یار را		الهی دور کن ظلمت چه ظلمت هجران

حرف واو

جسم بیجا بینم ما را دستگاه ناز کو		بال ناپیداست دیگر شوخی پرواز کو
رنگ گلزار جهان شاکر ز فیض اولیاست		غافلست آن که گوید حافظ شیراز کو
از گفتگوی بیهده باید ببست لب	ولہ	شاکر دران بکوش که آید بکار تو
در ملک دلبری همه جا سکه ات زنند	ولہ	صاحب تو ئی بکشور و خوبان غلام تو
بر روی نیک و بد در آئینه هست یار		روشن بهرنگ صبح بود فیض عام تو
هر که شد مبتلای تمنا کو		جان نبرد از بلای تمنا کو
سوخت خود را آتش دوزخ		هر که شد آشنای تمنا کو

حرف هاء هوز

زلف تو تا دل برد از گره		بهر همین ست مرا هر گره
ابرویت ای شوخ گره گر زند		لطف نمائی از دل من بر گره
عقده بکار تو ز تر دامنیست		وا نشود هیچ چو شد تر گره
هر گره هست ندامت طلب		چشم تامل که بود بر گره
زد بسر زلف تو شاکر بشوق		از دل صد پاره مکرر گره
جز روی تست روی دگر دیدیم گناه		یارب مرا نمای بسویت ز لطف راه
خم گشت پشت زاهد و آهش اثر نداشت		چون حلقهٔ کمان که شود چله اش تباه
جز درد دل بیار نگفتیم مطلبی		شاکر سخن زیاده کسی چون کند تباه
دل براه انتظار جلوه ات بیچاره	ولہ	بینوا ان بر حال کردن ترحم پاره

دردمندیها نیابد خالی از آسودگی
شد طپیدن های ما از بهر دل گهواره

شب بسر بردیم در فکر دل آواره ساخت
پشت چشمی بود در انتظار تیغ چون بیچاره

از دعاییم چون دل احباب فارغ شد ز غم
زینجهت شاکر نباشد حاجت غمخواره

وله

می کند سیر لوح و کرسی و عرش
آنکه گردید خاک پای همه

شور عالم کجا بود بیجا
داشتی گوش بر صدای همه

ردیف یای تحتانی

نیست دردی در دل از عاشقی دم میزنی
نقش بر باد است آیینی که برهم میزنی

بگذر از تشویش و نیاید کی آسوده شو
تا بکی غافل نفس از بیش و از کم میزنی

وله

بهکتوبی دلم را شاد کردی
محبت خانه آباد کردی

دل از نقش دورنگی پاک کردی
ز زنگ آیینه را آزاد کردی

خراب آباد ملک بیخودی را
بیکجا بسم آمدی آباد کردی

نمی آید ز شاکر غیر شکرت
گر انعام و اگر بیداد کردی

وله

بخط جادهٔ تسلیم پا ز خود رفت
عنان کار نباشد در اختیار کسی

بسیر این گل و گلزار کی شوم مائل
دلم فریفته ست لغت بهار کسی

وله

بمردن هم هوس ست از عزیزان برنمیدارد
کشود و مردهٔ ما را از حرص کفن چشمی

کجا دوری شود شاکر حجاب ره که مجنون را
ز بینش عشق لیلی گشته هر گرد رهش چشمی

وله

یک قلم روی زمین زیر نگین جا خبر نیست
یاد می باید گرفت از بوریا افتادگی

سرکشیها دوزخست و خاکساری ها بهشت
آرزو بیم عاجزی و مدعا افتادگی

وله

سرنوشت آدم ز موزخ شنود
که بقدر پا و بینوا برسی

وله

گر او آرام جان بودی چه بودی — انیسم یکزمان بودی چه بودی

گل روی تو ای گلزار جانی — جهان عاشقان بودی چه بودی

وله

نهال ناله می کارم گل سودا بسر دارم — اسیر شوق دیدارم توهم راهی شفق سیدانی

وله

صبحگاهی از دل صد چاک من — سیر کن گلزار و گل چین اندکی

وله

ترا از حیرت دل آگهی نیست — طریق پاکبازان را چه دانی

نسوزد تا دلت از آتش عشق — حدیث جانگدازان را چه دانی

ز استغنای حسنت آگهی نیست — مزاج بادشاهان را چه دانی

تو خوناب جگر ناخورده شاکر — بهای لعل خوبان را چه دانی

وله

درینجا آخر کار هشتهاست سجود جهان گشتن — مده او گریه بینی شکل سحر الست پنداری

بنه بیهای دشمن سخت نتوانش دریدن دریا — گلو را گر بگیرد قطره گردابست پنداری

وله

اگر از لطف بکاشانه ما می آئی — دل و جان ما فدایت که بجا می آئی

بر سر خاک شهیدان گذرینا افتاده است — که تو امروز چنین لعل قبا می آئی

وله

جان ز تن خواهد رسیدن فکر کار خویش کن — گر سلیمانی که روزی وداع این خاتم شوی

از دو عالم گوی اقبال سعادت برده — گر به نیکان یکنفس از صدق دل همدم شوی

چون نباشد کار روبارت بیبا شاکر چه سود — گر به بخشش شهره آفاق چون حاتم شوی

وله

قصر جهان ندارد بنیاد و پایداری — در گل نشسته نهی رفته بآب نهی

آسوده نیست درینجا با اعتدال سیاست — یعنی بسایه نهی در آفتاب نهی

زین بحر قطره ها را یکسان نمی توان یافت — چون گوهر است نهی همچو حباب نهی

معموری جهان بود چون شیشهای ساعت — آباد گشته نهی تا شد خراب نهی

زان اشکها که در هجر شاکر ز دیده ریزد | چو شعله هست نیمی همرنگ آب نیمی

وله

خاک ما بر باد خواهد داد آخر آسمان | دانه چون شکست دارد ز رحمت پروری

همچو عیسی نیست ممکن رو بمقصد بردنش | هر که با خود دارد از اسباب دنیا سوزنی

وله

همه تن حضور گردد دلت از فروغ حیرت | اگر از ادب زبانی بصفا رسیده باشی

وله

شمع بزم ماست امشب روی تابان کسی | باده در جامیم از لعل درخشان کسی

عمرهاشد از بد و نیک دو عالم فارغیم | نیست ما را از خیال کفر و ایمان کسی

فارغیم از خلد رضوان در خیال عارضش | نیست ما را آرزوی باغ و بستان کسی

وله

قدم بردار ازین گلزار کلفت سوی صحرایی | مگر بوی برد دل از گل خود روی صحرایی

ز اسباب تعلق خویش را بیگانه کن شاکر | اگر وارستگی خواهی نشین پهلوی صحرایی

وله

جهان را بیک چشم اگر دیده باشی | بد و نیک هستی چه فهمیده باشی

ندیدی سر انجام احوال خود را | چه حاصل دو عالم اگر دیده باشی

وله

دوریت نیست کم از رنجوری | می طپم عمرهاست از دوری

وله

الهی با طرب یا بنده باشی | برنگ گل سراپا خنده باشی

ز خردمندان قدم بر نیز زند تدبیری | میدهند در پای شیران سبزهٔ زنجیری

هر دو عالم حاصل سوز محبت آمده است | نغمه با تاثیر شد نخواه در جا گیری

وله

ساخته عاشقم باز پشیمان توئی | منتظرم بر رهت پای بدامن توئی

باخته ام جان و دل تا عوض آید بدست | در تن و در جسم من هم دل و هم جان توئی

عشق تو برباد داد صبر و قرار دلم | خاک ضعیف مرا رهبر جولان توئی

چون تو بتان را کجاست صد هنر دلبری | مالک دلها شدی صاحب سامان توئی

از تو بود هر چه هست نیک ز روی ادب
در نگویم ترا صورت و زبان توئی

ذره صفت شاکرست محو فروغ رخشت
بر فلک برتری مهر درخشان توئی

وله

خوبان تمام انجم و خورشید آن یکی
از گلرخان بهر دلم جز همان یکی

کثرت نمودست بجز پردهٔ خیال
در پیش چشم آمد و هفت آسمان یکی

دل داده ایم ما بهمان یک نگار و بس
چون ممتحن یکی ست بود امتحان یکی

نیرنگ این جهان نفریبد اگر دلت
گردد به پیش بهار و خزان یکی

وضع خوش است اشاره بتوحید میکند
جز یک سخن نگوی که باشد زبان یکی

شاکر فریب ظاهر و باطن نمیخوریم
با ما چو یار هست نهان و عیان یکی

وله

فریاد و ناله است صدا آه و فغان یکی
مقصود ما ز شور جهانست آن یکی

چون یکدلی مفید سرانجام کار ماست
غم نیست گله را اگر آمد شبان یکی

نقصان براستی نشود جمع هیچ جا
بالید پای سرو در آب روان یکی

وله

زکوی یار خبر یابد از هزار یکی
بقصد صید جهان میکند شکار یکی

باختیار تو کردیم کارها و نبود
بهیچ وجه ازینها باختیار یکی

وله

احتمال صدق یا کذب خبر باشد یکی
نیک و بد محسوس در پیش نظر باشد یکی

ظاهر و باطن همان یک جلوه یارست و بس
در خبر باشد یکی و در نظر باشد یکی

محنت و آرام یکرنگانه صحبت داشتند
پیش تسلیم و رضا چون خیر و شر باشد یکی

سعی دنیا را مکن نسبت بعیش آخرت
راحت و آسودگی با سفر باشد یکی

وله

ز اختلاط اهل اغراض است نفرت ایمنی
به بود زین آشنایها رم بیگانگی

دام پنهان کی نماید صید را ره دانه
آفت نفس است بیش از دشمنان خانگی

گر ترا دردادنی بخششش نباشد زهره | همتی در یوزه کن از عالم مردانگی

وله

می شود زگوهر مقصود دامنش | گر پیرهنی بدیده گریان کند کسی
پیری ربود خواهش عیش و طرب زدل | آمد خزان چه سیر گلستان کند کسی
هر آفتی که هست زگوش و دست و چشم | تا چند احتیاط ز یاران کند کسی
جز جان ناتوان چه بود در بساط مور | گر عرض هدیه اش بسلیمان کند کسی

وله

بازی و بهره از گل رعنای طبع تو | گاهی چو رنگ پخته گهی خام می شوی
از سعی ما چه فائده حاصل شود بگو | از خویش میرویم که تا رام می شوی

وله

فرصت ابد بدیده چو آئینه بحر حیرتست | تا بهر رنگ درین باغ تو وا میگردی
دولت راحت اگر کس برد از سایه تو | جلوه پرواز پر و بال هما میگردی

وله

بوسه گاه لب افلاک بود جای علی | اوج امید گرفته است چو من پای علی
نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی | حل مشکل شود از ناخن زیبای علی
برگ برگ چمن امروز چراغان کرده است | چهره افروخت درین باغ سراپای علی
میشود زنده بحرفش تن بیجان بیشک | چشمه آب حیات است سخنهای علی
راه مقصود باین نور به بیند همه کس | روشنی داد بخورشید و مه رای علی
میبرد قیمتش افزون ز دو عالم شاکر | بی بها هست بس گوهر یکتای علی

رباعیات

منزلگه عاشقان مکانی دگرست | در سیر نگاه شان جهانی دگرست
در دیر و حرم گر نروم معذورم | پیشانی من بر آستانی دگرست

وله

گردید سفید مویت از سیر بها
داری ز خضاب صولت شیر بها
چشمت مژه ریخت در تماشا و هنوز
با هرزه نگاهیست بدل سیر بها

وله

از جور تو ام لطف نهانی دگر است
با دل ز خیالت امتحانی دگر است
هرچند میکشی ز شوق بیعت
هردم به تنم چو شمع جانی دگر است

وله

شور دل هرکس ز جهانی دگر است
در حشرگه عاشقان فغانی دگر است
زین ناله و آه نتوان برون
در عالم عشق امتحانی دگر است

وله

مهرت بدل خلق بیاض بغلی است
خطش وسط است نی خفی و نه جلی است
چون آئینه روئی عالمی جانب تست
وضع تو زبسکه خوگر صاف دلی است

وله

هرچند جهان نقش نگینت باشد
یا خنگ فلک بزیر زینت باشد
هرگاه بحال خویش وامی نگری
او نیست که در سجده جبینت باشد

وله

من با تو چو شیشها بمل نزدیکم
با آب بقا ز وضع بل نزدیکم
در پیش تو ام گرچه بظاهر دورم
ای غنچه بتو چو بوی گل نزدیکم

وله

دریار تو ام از تو جدا نزدیکم
چون دل بخیال تو عا نزدیکم
دایم بتو روئی هر کجا خواهی بود
دایم بتو چون قبله نما نزدیکم

وله

از حسن خیالت بصفا نزدیکم
وز پرتو مهرت بضیا نزدیکم
از یاد خدا چو غفلت ممکن نیست
من در یاد تو با خدا نزدیکم

وله

ای آنکه بحسن خویشتن مغروری
بر بستر ناز و خرمی مسروری
شاکر چو غبار جلوه گاهت باشد
گر بر سر رفتار نه سعدی

آصف ثانی تخلص

آصف تخلص - میر محبوب علیخان نام - فتح جنگ نظام الملک مظفر الممالک آصفجاہ بہادر ششم خطاب ہے - آپ غفران منزل میر تہنیت علیخان افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ پنجم بادشاہ دکن کے صاحبزادے بلند اقبال ہین - آپکی ولادت باسعادت بتاریخ شب ششم ماہ ربیع الثانی یوم جمعہ یا الموسنین ۱۲۸۳ ہجری شہر حیدرآباد دکن مین واقع ہوی - پیدا ہوتے ہی خوشی مبارکبادی کے رسوم تجمل و تزک کے ساتھ ادا ہوئے - یعنی چند توپین بتقریب تہنیت کی گئین - اور خوشی کے نقارے اور مبارکبادی کے شادیانے بجوائے گئے - تمام ارکان دولت امرائے سلطنت مشائخ دکن و علمائے زمن نے تہنیت کی نذرین پیش کین - غفران منزل فرزند دلبند کی میلاد سے بہت ہی خوش ہوئے - کثرت خوشی مین امرا و مشائخ و علما و فقرا کو انعامات وافرہ و خلعتہا فاخرہ سے سرفراز کیا - خوانق و مساجدین فقرا و غربا کے لئے طعامہائے لذیذ و حلوائے شیرین بھیجے - و طوائف ارباب نشاط بھی صلات و انعام سے مالا مال ہوئے چند روز تک راگ و رنگ کا جلسہ آوازہ مزمار و چنگ کا ہنگامہ گرم رہا شعرائے زمانہ نے تاریخی قصائد پیش کئے - مناسب مناسب انعام باوجب سے ممتاز ہوئے - حسب معمول قدیم دستور کے موافق پیشکاری و دیوانی سے منجے تجمل و عظمت کے ساتھ حضور مین بھیجے گئے اسیطرح امیر کبیر کے جانب سے بھی مراسم مبارکبادی ادا ہوئے - حسب الحکم حضور آپ کی تربیت و رضاعت و حضانت کے لئے متعدد اتائین اور دائین مقرر کی گئین - بقول

بعض مخبرین چار اناٸین اور چار ماٸین خادمہ معین ہوٸین - پس آپکا نشو نما آباد فرخندہ بنیاد کی آب وہوا کی آغوش مین ہونے لگا - اور راتدن خوشی کے گہوارہ مین روز بروز نونہال چمن کی طرح بڑہنے لگا - اور آپ کی حضانت و رضاعت کا اہتمام آپکی جدہ ماجدہ مخدومہ جہان دلاور النسا بیگم صاحبہ کے سپرد تہا - مخدومہ آپکی نگرانی عمدہ طرح سے فرماتی تہین - کثرت محبت سے آپ پر جان نثار ہوتی تہین آپ کو ایک منٹ بہی نظر سے جدا نہین کرتی تہین - حضرت مغفرت منزل آپکو کبہی کبہی دیدار کے لئے طلب فرماتے تہے - اناٸین و ماٸین پیش کرتی تہین - حضور نور چشم کے دیکہنے سے خوش ہوتے تہے - اناٶن کو بیشمار انعام دیتے تہے حضور مغفرت منزل کے ہاتہہ مین زر و جواہر مردود تہا - کبہی زر و جواہر کے طرف التفات نہین کرتے تہے - حاتم و معن بن زاٸدہ - و برامکہ و برامکہ کے اسما کو صفحۂ زمین سے مٹاتے تہے چنانچہ آپ کے و حضور مرحوم کے مفصل حالات و سیر و عادات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین ذکر کئے جاٸین گے - شعرا و مورخین نے آپ کی ولادت کی تاریخین فقرات ذیل سے بحساب جمل برآمد کی تہین - ھوھذا

ہوالمختار	چراغ دکن	امیر افضل الملک
سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری

پس آپ سرو تازہ کی طرح نشو و نما مین ترقی کرنے لگے - جب آپ دو برس آٹہہ مہینے کے ہوے تب یکایک تیرہ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مغفرت منزل عالیجناب افضل الدولہ بہادر جو آپ کے والد بزرگوار تہے اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوٸے - اس حادثہ سے امرا و اہل ریاست کو سخت رنج و غم ہوا

شہر مین خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ نوحہ و گریہ کا شور و غوغا بلند ہوا ۔ مجلس اور شہر کے دروازے بند کئے گئے ۔ نواب مختار الملک بہادر نے دفن سے قبل بمشورۂ امیر کبیر شہر مین آپ کے حکمرانی کی منادی کر دی تہی تاکہ کوئی فتنہ برپا نہو جائے ۔ منادی ہوتے ہی عام و خاص مطمئن ہوئے ۔ صاحب عالیشان مسٹر سانڈرس رزیڈنٹ حیدرآباد و کرنل ڈوٹری صاحب مددگار رزیڈنٹ نواب مختار الملک کے پاس آئے ۔ ملاقات کرکے فی الفور چلے گئے ۔ پہر مختار الملک بہادر کے حکم سے شہر کے دروازے کہولے گئے مدار المہام اور امیر کبیر و دیگر امرا و علما و مشائخ و فقرا بادشاہی محل مین جمع ہوئے مرحوم کی تجہیز و تکفین کرکے نعش مقدس کو مکہ مسجد مین لائے ۔ نماز جنازہ ادا کرکے مسجد کے صحن مین سکندر جاہ کے دہنے جانب مین دفن کئے ۔ دفن و کفن مین نصف شب گذر گئی تہی ۔

جلوس اعلحضرت

پہر ستایئس تاریخ سوم کی فاتحہ مین کل امرا و صاحبان سیف و قلم مثلاً سر سالار جنگ مختار الملک و نواب شمس الامرا بہادر و مقدام جنگ جمعدار عرب و راجہ نرسنگ پرشاد بہادر پیشکار جمع ہوئے ۔ فاتحہ و ختم قرآن سے فارغ ہوکے مراسم تعزیت ادا کئے اور صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بہی مع دو افسرون کے تشریف لائے اور ماتم پرسی کرکے چلے گئے ۔ پہر سولہ تاریخ ماہ مذکور دربار منعقد ہوا ۔ مدار المہام و امیر کبیر و پیشکار و ارکان دولت و جمعداران ریاست و صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر مع مسٹر فریزر صاحب و ڈاکٹر و نڈو صاحب وغیرہ افسران جلیل القدر حاضر دربار ہوئے ۔ اور حضور کے تخت نشینی کی تیاری ہوئی ۔ اسوقت آپکی عمر شریف

تین برس آٹھ مہینے کی تھی۔ نواب سر سالار جنگ مختار الملک بہادر حضور کو سفید
لباس و دستار مع طرّہ زیب بدن کرکے گود میں لائے اور تخت نشین کئے حسب ایماء جناب
سانڈرس صاحب بہادر رزیڈنٹ نے فرمایا مبارک ہو۔ جلوس ہوتے ہی سلامی کی
توپیں داغی گئیں اور خوشی کے نقارے بلند آوازہ ہوے۔ تمام امرائے حاضرین
نے تہنیت کی نذریں پیش کیں۔ اور دربار میں یہہ امر قرار پایا کہ نواب مختار الملک
بہادر مہمات سلطنت کے کفیل اور نواب امیر کبیر شمس الامرا بہادر تا سن شعور
نائب حضور رہیں۔ نواب مختار الملک بہادر نے مقرر کردیا تھا کہ دستور قدیم کے
موافق معززین امرا و اہل مناصب جمعداران وغیرہم روزانہ سلام مجرا کے لئے
دولتخانہ پر حاضر ہوا کریں۔ حسب الحکم تمام ہوتے تھے۔ سلام و کورنش ادا کرتے تھے
اور خود نوابصاحب امیر کبیر بھی تشریف لاتے تھے۔ آداب و کورنش بجا لاتے تھے
اعلیحضرت کی خیر و عافیت استفسار کرکے رخصت ہوتے تھے۔ جب آپکی عمر شریف پورے
چار سال کی ہوئی۔ تب آپکی تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر میں اس جشن کے
چرچے کوچہ بکوچہ محلہ بمحلہ ہو رہے تھے۔ تمام اہالی دکن اس جشن کے سراپا مشتاق
تھے۔ الحمد للہ کہ وہ زمانہ آیا مشتاقان جان نثار کی مراد بر آئی۔ اور تمام کی دعاؤں
نے قبولیت کا اثر پایا۔

جشن تسمیہ خوانی و تعلیم کا ذکر

جب حضور چار برس کے ہوے۔ تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر آرائش سے
سجایا گیا۔ شہر کے تمام امرا و اہل مناصب ملازمین کو تورے و جوڑے تقسیم کئے گئے
بتاریخ دہم شعبان ۱۲۸۷ھ ہجری بڑی عظمت و شان سے دربار منعقد ہوا۔ ارکان دولت

وامرائے ریاست وعلما وفضلا وغیرہ حاضر دربار ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی رسم ادا ہوئی
خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ ارکان دولت نے مبارکباد کی نذرین پیش کین
پہر آپ کی تعلیم کے لئے جامع العلوم حضرت مولوی محمد زمان خان صاحب
شہید ایک ہزار روپیہ ماہانہ سے مقرر کئے گئے۔ شہید مرحوم آپکو نہایت ملائمت
وسہولت سے تعلیم فرماتے تہے۔ جب ساتہہ تاریخ ماہ ذیحجہ ۱۲۹۲ھ ہجری مین مولویصاحب
ایک مہدویہ افغان کے ہاتہہ سے شہید ہوئے۔ تب نواب مختار الملک مدار المہام نے
بجائے شہید مرحوم برادر شہید مولوی مسیح الزمان خانصاحب کو مامور کیا۔ مولویصاحب
کے متعلق اور بہی مہمات محلات وغیرہ تہے بناءً علیہ مولوی صاحب نے حسب الاجازت
مدار المہام اپنے دو مددگار ایک حافظ حاجی مولوی انوار اسد صاحب قندہاری حیدرآبادی
دوسرے مولوی محمد اشرف حسین صاحب سہسوانی کو مقرر فرمایا۔ یہہ دونون بزرگ
اوقات معینہ پر حاضر ہوتے تہے۔ اور تعلیم دیتے تہے۔ لیکن تعلیم کی نگرانی مولانا کے
سپرد تہی۔ اعلیحضرت کی طبیعت مین ذکاوت وفطانت خداداد تہی۔ آپ اردو
فارسی مین ایسے مستعد ہوگئے کہ املا وانشا درست وصحیح لکہنے لگے۔ اور سنہ مذکورہ
مین آپ کی انگریزی تعلیم کے لئے ولایت سے مسٹر کلارک صاحب بلائے گئے۔ اور
آغا مرزا بیگ المخاطب سرور جنگ سرور الدولہ سرور الملک بہادر کو کلارک صاحب کا
مددگار کیا۔ اور میرزا محمد علی بیگ المخاطب افسر جنگ افسر الدولہ افسر الملک بہادر
بن میر ولایت علی بیگ فتنار رسالدار نیزہ بازی وجمناسٹک لان ٹی نس کرکٹ
وپولو وغیرہ فنون سپاہگری کے تعلیم کے لئے اور ٹیپو خان بہادر شہسوار سواری
سکہلانے کے لئے۔ اور منشی مظفر الدین خان بہادر خوشنویس۔ وعزرا نصر اللہ خان بہا

دولت یار جنگ وغیرہم مقرر کئے گئے۔ تمام اساتذہ آپ کو علوم وفنون کی تعلیم نہایت سہولت کے ساتھہ فرماتے تھے۔ آپ نہایت ہی ذہین وفہیم تھے سرعت کے ساتھہ علوم وفنون مین ترقی کرتے گئے۔ تائید آلٰہی سے فارسی وعربی وانگریزی وفن سپاہ گری مین ایسی لیاقت حاصل کی کہ آپ ہی اپنا نظیر ہوئے۔ تقریر وتحریر مین بھی بے نظیر۔ انتظام وتدبیر مین بدر منیر مین اللھم زد فزد

آپکی جلوسی سواری کا ذکر

سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین آپ کی پہلی سواری جلوسی دستور قدیم کے موافق دارالامارۂ حیدرآباد سے نہایت تجمل وتزک شاہانہ کے ساتھہ برآمد ہوئی۔ تمام افواج عرب وحبشی وافاغنہ سوار وپیادہ جلوس مین ہمرکاب تھے۔ رعایا کا ہجوم کثرت سے تھا۔ درودیوار پر تماشائیون کا مجمع تھا۔ تمام اپنے بادشاہ نونہال بلند اقبال کے دیدار سے خوش ہوتے تھے سواری کے مقابل ہوتے ہی تمام سرو کی طرح تعظیماً ایستادہ ہوتے تھے اور اپنے مالک کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور صدق دل سے دعا دیتے تھے آلٰہی اس روشن چراغ سلطنت کو تا ابد روشن رکھہ۔ سواری تجمل وشان کے ساتھہ فرمان باڑی تعزوالہ گوڑہ پہنچی۔ وہان تھوڑی دیر توقف کرکے مراجعت کی۔ مراجعت کیوقت رزیڈنسی کوٹھی مین اترے۔ رزیڈنٹ صاحب نے استقبال کیا۔ کوٹھی مین تھوڑی دیر قیام کرکے رخصت ہوئے۔ وہان سے آکے محلسرا مین داخل ہوئے۔ آپ کی جدۂ ماجدہ نے فقرا مستحقین کو بیشمار صدقات دئے۔

دہلی کا سفر بتقریب جشن قیصری بعہد لارڈ لیٹن گورنر جنرل ہند

اعلیحضرت بتقریب جشن قیصری ۱۹ تاریخ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر

و امرائے ریاست شاہانہ شان کے ساتھ اسپیشل ٹرین پر سوار ہو کے دلّی روانہ ہوئے
۲۴ تاریخ ذیحجہ سنہ مذکور مین دلّی پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی توپخانہ شاہی سے
۲۱ ضرب توپ سلامی سر ہوئین۔ دوسرے روز گورنر جنرل ہند بھی وارد ہوئے
۲۴ تاریخ ماہ ذیحجہ اعلیحضرت مع مختار الملک بہادر و امرائے دولت گورنر جنرل لارڈ
لیٹن صاحب کی ملاقات کے لئے گئے۔ لارڈ صاحب کے خیمہ گاہ مین پہنچتے ہی
۲۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئین۔ گورنر جنرل نے اعزاز و اکرام سے ملاقات کی
اعلیحضرت نے ایک عربی گھوڑا مع سازوسامان تحفہ دیا۔ ویسرائے نے منظور فرمایا
پھر آپ نے فرودگاہ پر مراجعت کی۔

۲۳ تاریخ ماہ مذکورہ مین نواب گورنر جنرل بہادر اعلیحضرت کے فرودگاہ پر بازدید کیلئے
تشریف لائے۔ توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئی۔ اعلیحضرت
گورنر جنرل سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویسرائے
بہادر رخصت ہوئے۔

۲۴ تاریخ مذکورہ کو راجہ بنارس۔ و راجہ جیپور۔ و راجہ ریوان۔ و راجہ ہلکر والی اندور
اعلیحضرت کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ تمام سے حسن اخلاق و محبت کے ساتھ ملے
تمام حضور کی ملاقات سے محظوظ ہوئے۔

۲۵ ذیحجہ سنہ صدر مین دربار قیصری منعقد ہوا۔ تمام راجے و مہاراجے ورؤسائے ہند
دربار مین رونق افزا ہوئے۔ اعلیحضرت بھی مع امرا پہنچے۔ اعلیحضرت کی کرسی
گورنر صاحب کے مقابل مین حضور کے داہنے بائین جانب امرائے آصفیہ۔ اور امرائے
آصفیہ کے بعد حسب مراتب راجگان و نوابان ہند تھے۔ لارڈ صاحب نے اسپیچ پڑھی

اُسکا خلاصہ یہہ ہے کہ (ملکہ کوئین وکٹوریہ نے قیصر ہند کا خطاب قبول فرمایا -)
جلسہ کے بعد توپخانہ شاہی سے سلامی کی توپین سر ہوئین - جلسہ برخاست ہوا -
۱۹ ماہ مذکور کو بیگم صاحبہ والیہ بھوپال نے اعلیحضرت سے ملاقات کی - اعلیحضرت
حسن اخلاق سے ملے - تہوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئی -
۱۲ ذیحجہ سنہ مذکورہ مین اعلیحضرت دہلی سے حیدر آباد روانہ ہوئے - ۲۷ ذیحجہ
مع الخیر والعافیہ شہر حیدر آباد مین داخل ہوئے - اُس روز تمام رعایا و اہل شہر نے
بہت خوشی منائی - اسٹیشن سے شہر تک در و دیوار نقش و نگار سے آراستہ
کئے تہے - جا بجا کمانین بنوائین تہی - سڑک کے دونون طرف سرخ سبز جہنڈیان
قائم کین تہین - اور رات کو تمام شہر مین روشنی کی گئی تہی - اعلیحضرت نے علما
و فقرا کو بیشمار انعام عطا کیا -

اعلیحضرت کا دورہ بطریق سیر رائچور و گلبرگہ و اورنگ آباد

پندرہوین سنہ جلوسی مین اعلیحضرت مع نواب مختار الملک بہادر اول مع
مصاحبین ۲۷ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین گلبرگہ تشریف فرما ہوئے -
گلبرگہ مین پہنچ کے قلعہ و تعمیرات قدیمہ کو دیکہہ کے تعمیرات جدیدہ جنکو نواب
اکرام اسد خان المخاطب نواب یار جنگ بہادر نے تعمیر کی تہین - مثلاً گلزار حوض
بازار آصف گنج - و باغ گلشن وغیرہ دیکہہ کر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا - اور
مجلس کے دار الصنائع کو بہی ملاحظہ کیا - نواب یار جنگ نے آپکی تشریف آوری
کی تقریب مین شہر کو آرائش سے آراستہ کیا تہا - اور رات کو شہر مین روشنی
کی گئی تہی - آپ کی تشریف آوری کی بیحد خوشی منائی تہی - اور تین روز اعلیحضرت

گلبرگہ مین رونق افروز رہے ۔ اور ۲۹ تاریخ ماہ مذکور مین تعلقہ ضلع و عدالت ضلع و خزانہ کا ملاحظہ فرمایا۔ دفاتر کی درستی و خزانہ کی حفاظت دیکھہ کے بہت خوشی ظاہر کی۔ پہر محبوب گلشن و چڑیا خانہ و مکان کلب کو اپنی رونق افروزی سے زینت دی غرۂ ربیع الاول سنہ ١٣٠٠ ہجری گلبرگہ سے اورنگ آباد روانہ ہوے۔ وہان رونق افزا ہوکے بزرگان سلف و اولیائے کرام و جدا علی آصفجاہ اول مرحوم بانی ریاست آصفیہ و بادشاہ عالمگیر خلد مکان کی زیارت کی ہر ایک بزرگ کی درگاہ کے سجادہ و مجاورین کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ اور بزرگون کے قبور پر غلاف چڑہائے اور اشرفیان نذر دین۔ علما و فقرا کو خیرات و صدقات سے ممتاز فرمایا۔ ١٤ تاریخ اورنگ آباد سے مع الخیر و العافیت حیدرآباد مین داخل ہوئے۔ تشریف آوری کے روز اہل شہر بموجب سابق حسن عقیدت سے بہت خوشی منائی۔

اب وہ زمانہ قریب تہا کہ اعلیحضرت مہمات سلطنت و اقتدارات و اختیارات مملکت کی باگ اپنے اختیار مین لین۔ یکایک مختار الملک بہادر اول کی وفات حسرت آیات کا واقعہ پیش آیا۔ سنہ ١٣٠٠ ہجری مین ڈیوک آف کناٹ بطریق سیر حیدرآباد مین آیا۔ نواب مختار الملک بہادر نے آپکی دعوت کا اہتمام میر عالم کے تالاب پر کیا دعوت مین صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب و افسران فوجی بہی مدعو تہے اسی دعوت کے جلسہ مین یکایک وہی رات کو سوء ہضمی سے نواب صاحب کی طبیعت علیل ہوگئی۔ ڈاکٹری و یونانی معالجہ کیا گیا مگر کچہہ مفید نہین ہوا۔ آخر ۲۹ تاریخ ماہ ربیع الاول سنہ ١٣٠٠ ہجری بروز پنجشنبہ ساڑہے ساتہہ بجے شام کے وقت (٥٤) برس کی عمر مین عالم آخرت کو روانہ ہوے۔ بروز جمعہ دس بجے کے میر دائرہ مین

مدفون ہوئے۔ اس وزیر نامور کی رحلت سے اہل دکن کو سخت رنج والم ہوا۔ اور اعلیٰحضرت کو اس حادثہ عظیم کا نہایت ہی اندوہ غم ہوا۔ جب جنازہ مرحوم کا پورانی حویلی کی طرف سے گذرا تو آپ جنازہ کو دیکہہ کے آبدیدہ ہوئے۔ مرحوم کے دونون فرزند زندہ درگور تہے۔ جنازہ کے ساتہہ خلایق کا ہجوم ہین پچیس ہزار سے زیادہ تہا۔ شہر مین گہر گہر کہرام مچگیا تہا۔ ہر ایک کوچہ و بازار مین محشر کا سما نمایان تہا۔ نوحہ و گریہ کا شور و غل فلک الافلاک تک پہنچا تہا۔ مرحوم کے بعد راجہ نرہندر پرشاد بہادر چند سرمانہ مدار المہامی پر مقرر ہوئے۔

سفر کلکتہ واقعہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

حسب الطلب ویسرائے گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب سولہ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری روز دوشنبہ شہر حیدر آباد سے کلکتہ روانہ ہوئے آپکے ہمرکاب امرائے ذیل تہے [1] مہاراجہ پیشکار بہادر۔ [2] نواب شمس الامرا بہادر۔ [3] نواب فخر الامرا بہادر۔ [4] نواب ظفر جنگ بہادر۔ [5] نواب میر لائق علیخان مختار الملک ثانی۔ [6] نواب میر سعادت علیخان منیر الملک۔ [7] فخر الملک بہادر۔ [8] نواب اکرام جنگ بہادر۔ [9] نواب قادر جنگ بہادر [10] نواب سرور جنگ بہادر۔ [11] نواب افسر جنگ بہادر۔ [12] راجہ مرلی منوہر بہادر۔ [13] راجہ گردہاری پرشاد بہادر۔ [14] نواب میر حشمت علی صاحبزادہ۔ [15] و نواب میر منور علی صاحبزادہ۔ [16] حکیم الحکما میر وزیر علی صاحب۔ [17] ڈاکٹر صفدر علی صاحب۔ [18] سی کلارک صاحب بہادر۔ [19] ولکنس صاحب بہادر۔ [20] وڈالبس صاحب بہادر وغیرہ تہے آپ ۲۰ تاریخ ماہ مذکور کلکتہ مین مع الخیر و العافیہ پہنچے۔ توپخانہ شاہی سے ۲۱ ضرب توپون کی سلامی ادا ہوئی۔ آپ گورنر جنرل بہادر ہند سے ملے

دیر تک باہم مکالمہ ہوتا رہا۔ گورنر جنرل بہادر آپ کی تقریر و چستی دیکھ کے بہت
خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ تخت نشینی و حکمرانی کے لائق ہیں۔ اللہ مبارک
کرے۔ آپ ربیع الآخر ہی مین تخت نشین کئے جائینگے۔ آپنے شکریہ ادا کرکے
فرمایا آپ بھی حیدرآباد تشریف لائے۔ اور مجکو شرکت جلسہ تخت نشینی سے خوش
کیجئے۔ گورنر بہادر نے خوشی سے آپکی دعوت قبول کی۔ زبان مبارک سے فرمایا
مین ضرور حیدرآباد آؤنگا۔ دربار برخاست ہوا حضور رخصت ہوکے فرودگاہ پر آئے

۱۹ ماہ صفر سنہ مذکورہ مین محمد رحیم الدینخان و نصیر الدینخان حیدر میسوریہ۔ و
جہانقدر مرزا محمد علی لکھنویہ و نواب عبد اللطیف خان بہادر سی ای اے نائبان
صدر کمیٹی انتظامی و جماعت اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ بذریعہ ڈالسن صاحب بہادر
اعلیحضرت سے ملے اور تہنیت نامہ خیر مقدم پیش کیا۔ آپنے اڈریس منظور کرکے
سب کا شکریہ ادا کیا۔ اور حسب الحکم منجانب اعلیحضرت سرور جنگ بہادر نے اڈریس کا
جواب نہایت محبت آمیز فقرات مین ادا کیا۔ بعد ازین جماعت مذکور رخصت ہوئی

۱۱ ربیع الاول سنہ مذکور مین اعلیحضرت کلکتہ سے مراجعت کرکے حیدرآباد مین مع الخیر آئے
جس روز اعلیحضرت شہر مین داخل ہوئے۔ اس روز شہر کا کوچہ و بازار رشک گلزار تھا
اسٹیشن سے اعلیحضرت کے محلسرا تک سڑک کے دونون طرف سرخ و سبز جھنڈیان
آویزان کئے تھے اور چند کمانی دروازے بنائے تھے۔ رات کو روشنی بھی کی گئی تھی
اسزمانہ مین روز نوروز اور رات شبرات تھی۔ یہہ تمام آرائش و تکلف اہالی شہر کیطرف
سے تھا۔ سب نے کیا امیر و کیا فقیر آپ کی تشریف آوری کی خوشی حسن عقیدت و صدق
محبت سے منائی تھی۔ اسوقت شہر کے در و دیوار سے یہہ ظاہر ہو رہا تھا کہ دکن کی بہارا

اپنے بادشاہ و ممالک کے ساتہہ کسقدر جان نثار و فرمان بردار ہے ۔

تشریف آوری لارڈ رین گورنر جنرل ہند

بتقریب جشن مسند نشینی اعلیحضرت اقدس خلد اللہ ملکہ

۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ ہجری مین لارڈ صاحب مع اپنی لیڈی صاحبہ کلکتہ سے جہاز پر سوار ہوکے برآمد ہوئے دوسری تاریخ ربیع الاخری سنہ مذکور مین مدراس پہنچے تیسری تاریخ ماہ مذکور دن کے بارہ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین حیدرآباد روانہ ہوئے ۔ اعلیحضرت کیطرف سے مہاراجہ نرسنہہ پرشاد بہادر منصرم مدار المہام و نواب میر لائق علیخان بہادر مختار الملک ثانی استقبالاً رائچور تک گئے ۔ چوتہی تاریخ شام کے ساڑہے چار بجے گورنر جنرل صاحب بہادر مع لیڈی صاحبہ حیدرآباد مین پہنچے ۔ لارڈ صاحب کے اترتے ہی ۳۱ ضرب توپون کی سلامی سر ہوئی ۔ اعلیحضرت پانچ منٹ پہلے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے ۔ امیر کبیر و دیگر امرائے ریاست ہمرکاب تھے ۔ کل سولہ امرائے برگزیدہ ساتہہ تھے ۔ اول تعظیمی گارڈ نے سلام ادا کیا ۔ اور بینڈ بجنے لگا ۔ اعلیحضرت نے آگے بڑھکے ویسرائے و لیڈی صاحبہ سے ہاتہہ ملایا ۔ ویسرائے نے اعلیحضرت سے ملنے کے بعد امرا سے مصافحہ کیا ۔ پہر چوکڑے پر سوار ہوکے لوال روانہ ہوئے ۔ ۶ ربیع الثانی سنہ صدر مین دن کے چار بجے لارڈ صاحب مع چند یورپین معززین اعلیحضرت کی ملاقات بازدید کے لئے محلسرائے آصفی مین رونق افزا ہوئے ۔ لوال سے محلسرا تک سڑک پر کوتوالی کا کمال انتظام تہا کوئی آمد و رفت نہین کرسکتا تہا ۔ پولس کا انتظام عمدہ تہا ۔ محمد عنایت حسین خان بہادر کوتوال و محمد رستم علیخان نائب ناظر صدر محکمہ کوتوالی و دیگر افسران فوجی اہتمام و انتظام مین سرگرم تہے ۔ جب ویسرائے بہادر محلسرائے آصفیہ مین

داخل ہوئے توپخانہ آصفی سے ۲۱ ضرب توپون کی ادا کی گئی۔ اعلیحضرت نے دروازہ تک استقبال کیا۔ گورنر صاحب نے اعزاز کے ساتھہ ملاقات کی تہوڑی دیر کے بعد قیام گاہ پر مراجعت کی۔

جشن مہتابی یعنی رانگولارڈ صاحب و معززین یورپین و امراکی دعوتکا جلسہ

جشن مسندنشینی کے روز رات کو جناب گورنر جنرل ہند لارڈ ریپن صاحب بہادر و گورنر مدراس کماندر انچیف بہادر ہند وغیرہم معززین یورپین و امرائے ریاست کی دعوت کی تیاری شروع ہوئی۔ دیوان عام مین فرش زرین و قالینہائے رومی و فرنگی و ایرانی بچہائے گئے دیوارون و دروازون پر زربفت و کمخواب کے پردے لٹکائے گئے۔ اور چہت رنگین و زرین طلسوان سے آراستہ کیا گیا۔ اور کرسیان طلائی و نقرئی اور کوچ جنپر زربفت و مخملکے گدے وتکئے تہے ترتیب سے جمائے گئے۔ اور روشنی کے لئے بلورین جہاڑ و فانوس منتر و جہوہر آویزان کئے گئے۔ اور دیوارون پر دیوارگیریان لگائی گئین۔ تمام شہر مین باشندگان شہر نے جوش مسرت و حسن عقیدت سے اپنے گہرون مین خوب روشنی کا انتظام کیا تہا۔ چار منار پر چارون طرف دو دو قندیلین بجلی کی روشنی کی تہین۔ افضل گنج کے پل سے لوال تک تقریبًا پانچ کوس کا فاصلہ ہے برابر راستہ مین دو طرفہ گلاسون کی روشنی کی گئی تہی۔ شام ہوتے ہی روشنی کیکیی کثرت روشنی سے رات دن معلوم ہوتی تہی۔ اور گلزار حوض مین جو فوارے چہوٹتے تہے اہل نظر اوس سے وجد کا لطف مزہ پاتے تہے۔ دربار عام مین نہایت ترتیب پسندیدہ کے ساتھہ کہانے میز پر چنے گئے تہے۔ شاہی باورچخانہ مین اقسام اقسام کے کہانے ہندی و انگریزی تیار کئے گئے تہے۔ قریب آٹہہ بجے گورنر جنرل بہادر و گورنر مدراس

و کمانڈر انچیف بہادر بہنا و غیرہم معززین یورپین و امرائے دولت بادشاہی محل مین رونق افزا ہوئے۔ قریب دس بجے کہانے سے فارغ ہوئے۔ پہر آتش بازی شروع ہوئی۔ انواع انواع کی آتشبازی چہوڑی گئی۔ اسکے بعد اعلیحضرت نے ویسرائے بہادر کو پہولون کا ہار پہنا کر عطر دیا۔ قریب بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ گورنر جنرل بہادر و غیرہم رخصت ہوئے۔ اس مجلس دعوت مین دو سو مدعو تھے۔

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے حکمرانی کا جشن

ساتوین تاریخ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ صبح کیوقت سنہ ۱۳۲۱ ہجری مین عظمت و شان کے ساتہہ مسند نشینی کا جشن منعقد ہوا۔ تمام شہر آرائش سے سجایا گیا تہا سڑک پر دونون طرف سرخ و سبز جہنڈیون کے پہریرے لہرارہے تہے۔ اور ہر طرف خوشی کے نقارے بج رہے تہے۔ دارالامارت مین ایک طرف جنگیون کا رسالہ۔ دوسرے طرف جمعیت بیسرم کا گروہ دورویہ ترتیب کے ساتہہ صف بستہ آراستہ و پیراستہ کہڑے تہے۔ بیرون محلسرا سڑک پر جمعیت باقاعدہ و رسالہ سوار و پیادہ جس ترتیب سے دوطرفہ قیام پذیر تہے۔ افسران کوتوالی نے ہر طرف ناکہ بندی کر دی تہی۔ سڑک پر میانہ و بگی و سواری کا گذرنا دشوار تہا۔ بلکہ پیدل بہی روکے جاتے تہے۔ ہر طرف تماشائیون کا ہجوم تہا۔ سڑکون پر پانی چہڑکا گیا تہا۔ اسوقت شہر کیا تہا؟ رشک ارم تہا۔ در و دیوار سے سور و سرور کا عالم نظر آتا تہا۔ کوچہ و بازار مین نور علی نور دکہائی دیتا تہا۔ حسب الحکم اعلیحضرت نواب جان نثار جنگ نے دو سو جوان باقاعدہ بیسرم کی جمعیت سے بطرز جدید سلامی ادا کرنے کے لئے مع بیانڈ بیرونی گیٹ کے روبرو ایستادہ کیا تہا۔ دربار آراستہ ہونے کے بعد اعلیحضرت و تمام لارڈ صاحب کے منتظر تہے

یکایک ٹہیک دس بجے صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب مع سپہ سالار ہند آئے۔ اور
سوا دس بجے سپہ سالار مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ بعد ازان گورنر صاحب
مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ پہر چند منٹ کے بعد لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل
ہند چوکڑے پر سوار مع دوسو سوار و توپخانہ شاہی آئے۔ جب دار الامارہ مین پہنچے تب
اعلیحضرت مع امرائے عظام استقبال کے لئے بگی تک آئے۔ مصافحہ کرکے اپنے ساتہہ
محل شاہی مین لائے۔ حاضرین دربار تمام تعظیماً کہڑے ہوگئے۔ توپخانہ آصفی سے
۳۱ ضرب کی سلامی ادا ہوئی۔ اعلیحضرت و گورنر جنرل بہادر مطلا کرسیون پر رونق افروز
ہوئے۔ اور ارکان دولت حسب مراتب کرسی نشین ہوئے۔ ابہی پانچ منٹ نہین گذرنے پائے
کہ گورنر جنرل بہادر کہڑے ہوئے۔ تمام حاضرین دربار بہی کہڑے ہوگئے۔ اولاً
لارڈ صاحب نے مختار الملک بہادر مرحوم کے طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ افسوس یہ جلسہ ایسے
شخص سے خالی ہے جو اسکی تمنا مین گذر گیا۔ سرکار انگریزی کا محسن و سرکار نظام کا
خیرخواہ تہا۔ ثانیاً فرمایا رعایا کو بادشاہ کی طاعت مین ہر وقت مستعد رہنا چاہئیے
اور بادشاہ کو رعایا پر ایسی شفقت رکہنی چاہئیے۔ جیسے والدین اپنی اولاد کے ساتہہ
مگر انصاف اس شفقت کا جزء اعظم ہے۔ الخ یہہ اسپیچ طویل ہے۔ آپکے تاریخی حالات مین
گذارش کیجائیگی۔ لارڈ صاحب اسپیچ تمام کرکے بیٹہہ گئے۔ ایک یورپین افسر نے کہڑے ہوکے
اسپیچ کا پورا ترجمہ فارسی زبان مین حاضرین دربار کو سنایا۔ مختار الملک بہادر مرحوم کا
افسوس سنکے حاضرین و اعلیحضرت کو بہت رقت ہوئی۔ اللہم اغفر لہ
ترجمہ ختم ہونے کے بعد اول لارڈ صاحب کرسی سے اُٹہے۔ پہر حضور بہی کہڑے ہوئے
اعلیحضرت کو مسند کے جانب لیگئے اور حضور کی کمر مین تلوار باندہ کر فرمایا۔ کہ آپکو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند

کی طرف سے سلطنت کے پورے اختیار حاصل ہوئے۔ مبارک ہو۔ تمام یورپین لیڈیون نے آپکے پاس جاکے درجہ بدرجہ مبارکباد دی۔ پہولون کے ہار وعطر وپان تقسیم کئے گئے

اعلیحضرت کی تقریر

اعلیحضرت نے لارڈ صاحب کے جواب مین کہڑے ہوکے فرمایا۔ مین نہایت خوش ہون کہ مجھے حیدرآباد مین آپ کے خیر مقدم کا موقع ملا۔ اگر آپ میری مسند نشینی مین شریک نہوتے تو مجھے اور میری رعایا کو بہت افسوس ہوتا۔ بیشک یہ شرف ہمکو اس سبب سے حاصل ہوا کہ آپ کو اس ریاست کی بہبودی کا بہت خیال ہے۔ اور مجھسے آپکو ذاتی محبت ہے۔ یہ امر خوب ثابت ہوگیا۔ اور مین کبہی نہ بہولونگا۔ آپ دونون صاحب گورنر جنرل بہادر۔ اور گورنر مدراس کو یقین جانین کہ مین دونون کے احسان کو خوب سمجھتا ہون اور توقع رکہتا ہون کہ آپ میری دلی شکر گزاری کو کہ آپ نے میرے لئے اتنے سفر دور دراز کی زحمت اُٹھائی۔ اور یہانتک قدم رنجہ فرماکے میری مسند نشینی کی رسم مین شریک ہوکر مجھے شرف اندوز کیا۔ کو قبول فرماوینگے۔ میری حکمرانی مین آیندہ کیلئے یہہ اچہا شگون ہوا۔ اور مین خوشی سے تسلیم کرتا ہون کہ وہ اتحاد جو مابین سرکار انگریزی اور میرے بزرگون کے چلا آتا ہے اس موقع پر تازہ ہوگیا۔ اور جو نصیحتین آپنے براہ شفقت مجھے کی ہین۔ مین اُنکو بڑی خوشی کے ساتہہ قبول کرتا ہون۔ اور ہمیشہ کوشش کرونگا کہ اُن معاملات مین جنکو اس ملک کی بہبودی اور ترقی سے تعلق ہو۔ آپسے اور سرکار انگریزی سے جسکے آپ ایک معزز سردار ہین صلاح لیا کرونگا۔ اور مین یقین کرتا ہون کہ اُن باتون کے خیال رکہنے مین میرا اور میری رعایا دونون کا فائدہ متصور ہے۔ مین امید کرتا ہون کہ آپ جہانتک ممکن ہو جلد میرے اتحاد ووفاداری کی خبر قیصر ہند کو پہنچائینگے۔ اسکے بعد

برخاست ہوا۔ اور گورنر جنرل صاحب وغیرہم رخصت ہوئے۔ پھر دو بجے امرائے عظام
وارکان دولت نے نذرین پیش کین۔ اور خطابات و مناصب سے سرفراز ہوئے۔
نواب میر لایق علیخان بہادر کو سالار جنگ منیر الدولہ خطاب خدمت وزارت و ہفت عدد
جواہر سے سرفراز فرمایا۔ اور میر سعادت علیخان بہادر کو غیور جنگ شجاع الدولہ خطاب و خلعت
و جواہرات سے ممتاز۔ اور راجہ نرسنگہ بہادر کو مہاراجہ خطاب و منصب ہفت ہزاری پنجہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار۔ اور نواب ظفر جنگ کو شمس الدولہ۔ و نواب امام جنگ
کو خورشید الدولہ اصل و اضافہ و منصب چار ہزاری و نہ ہزار سوار۔ علم و نقارہ

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے شکار کا ذکر

اعلیحضرت۔ کے مزاج مین قدرتی چستی و چالاکی ہے۔ فن سپاہگری سے آپ کو خاص طور سے
مناسبت و دلچسپی ہے۔ بندوق کی نشانہ زنی مین بے نظیر۔ اور نیزہ اندازی و سواری
اسپ مین بھی ممتاز ہین۔ جمنا سٹک و پولو و لان ٹینس و چوگان بازی وغیرہ مین فرد فرید ہین
نشانہ زنی مین کبھی خطا نہین کرتے۔ شکار کے شائق ہین آپنے اکثر شیرون کو شکار
کیا ہے۔ اور آپ جفاکش و قوی دل ہین۔ شکار کیوقت اکثر جنگل و جہاڑیون مین گرما کے
موسم مین شکار کے تاک مین ایسے جمے رہے ہین کہ بھوک و پیاس کی کچھہ پروا نہین کی بعض
مصاحبین تن پرور گرما کے موسم مین مضطرب الحال ہوتے تھے۔ لیکن اعلیحضرت کے خوف سے
دم نہین مار سکتے تھے۔ اعلیحضرت کی دلیری و جفاکشی دیکھہ کے چار نا چار جفاکش و دلیر بنے تھے
اکثر اوقات شکار کو گئے ہین۔ اور ہر ایک وقت مین متعدد شکار کئے ہین۔ آپنے شکار کے
موقع مین مظلومین کی دادرسی بھی کی ہے۔ آپ کی طبیعت عالی مین انتظام سلطنت کا
جوش اور ملک کی آبادی و رعایا کی آسودگی کا ولولہ موجزن ہے۔ آپکا شکار کیلئے برآمد ہونا

گویا رعایا کی دادرسی کرنا ہے - ظاہر مین شکار کا نام تہا لیکن واقع مین ملک کی بہتری
ور رعایا کی آسودگی مطلوب ہوتی تہی - چنانچہ آپ سولہ تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۳۰۱ ہجری
مین بروز سہ شنبہ شکارگاہ موضع میلواڑہ کے طرف مع صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب
بہادر و نواب مختار الملک ثانی و نواب افسر جنگ بہادر و نواب محبوب یار جنگ بہادر
مع خدم و حشم روانہ ہوئے - صبح کیوقت ناوندگی کے اسٹیشن پر سواری پہنچی - پہر
وہان سے بسواری اسپ خاصہ خیمہ گاہ موضع مذکور مین رونق افروز ہوئے - وہان
پہنچتے ہی اعلیحضرت شکارگاہ کے طرف متوجہ ہوئے - اور ایک شیر کو ضرب بندوق سے
مار ڈالا - اُسی روز رستہ مین ایک مقام پر رعایا نے استغاثہ پیش کیا - آپنے ستغیثین
کی درخواستین لے لین اور مدار المہام کو اُن مظلومین کی دادرسی کے لئے ہدایت کی
جب شام کو صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بارگاہ آصفی مین بار یاب
ہوئے اور حضور کی سلامتی کا جام نوش فرمایا - اور کہڑے ہوکر مبارکباد دی اور فرمایا
بڑی خوشی کی بات ہے کہ اعلیحضرت نہ صرف شکار کے لئے برآمد ہوئے ہین بلکہ شکار
کے ساتہہ ملک کی رفاہیت کے طرف بہی توجہ فرماتے ہین - مجہے امید قوی ہے کہ
جب سواری مبارک شکارگاہ رونق افروز ہوگی - جسقدر حضور شیرونکا شکار فرماینگے
اُسیطرح ملک کی شکایتین بہی دور ہو جاینگی - اور مین زیادہ اسبات کا شکریہ ادا کرتا ہون
کہ شکارگاہ مین شکار سے محظوظ ہوا - اور حضور کی مہمانی و مدارات سے آرام پایا - انتہی کلام
اعلیحضرت نے رزیڈنٹ صاحب کے طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ مین بہی مشکور ہون کہ
آپ نے میری صحت کا جام نوش فرمایا - اور مبارکباد دی -
سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین بذریعہ لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند ملکہ معظمہ قیصر ہند کیطرف سے

اعلیحضرت کے لئے جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ نائٹ گرینڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا کا خطاب آیا۔ بارگاہ عالی میں خریطہ پیش ہوا۔

کونسل آف اسٹیٹ کا ذکر

تاریخ سلخ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں اعلیحضرت نے کونسل آف اسٹیٹ قائم کی پہلا جلسہ پرانی حویلی راحت محل میں ہوا۔ میر مجلس حضور پر نور ہوے۔ اور اراکین مندرجہ ذیل قرار پائے۔

نواب[۱] سالار جنگ منیر الدولہ مدار المہام۔ راجہ راجایان[۲] مہاراجہ نریندر پرشاد بہادر نواب شمس[۳] الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ نواب بشیر[۴] الدولہ امیر اکبر آسمان جاہ بہادر نواب[۵] وقار الامرا اقبال الدولہ بہادر۔ نواب شمشیر[۶] جنگ بہادر۔ نواب[۷] شہاب جنگ افتخار الملک بہادر۔ نواب[۸] فخر الملک بہادر۔ مولوی سید[۹] حسین صاحب عماد[۱۰] الملک معتمد[۱۱] مجلس

اعلیحضرت میر مجلس نے اجلاس فرماکے اراکین موصوف کے روبرو زبان مبارک سے فرمایا کہ آج شاید حیدرآباد کی تاریخ میں یہ اول روز ہے کہ یہاں کے امرا بالاتفاق رئیس وقت کے سامنے سرکاری کاموں میں مدد دینے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ میری بڑی خوشی و آرزو تھی کہ یہ کونسل مقرر ہو جائے۔ مجھے امید قوی ہے کہ جن امرا کو میں نے انتخاب کیا ہے اُنسے مجکو اور میرے ملک کو بہت مدد ملیگی۔ اور میں یہہ بھی امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے ذاتی اغراض کو سرکاری امور میں راہ نہ دینگے۔ اور سب ملکر بالاتفاق کام کرینگے۔ آپ لوگ اگر چاہیں تو اپنے ملک کی بہت بہتری کر سکتے ہیں۔ اور ملک کی بھلائی گویا میری بھلائی اور عین آپکی بھلائی ہے۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ لوگ ہر مقدمے میں نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھہ آزادانہ رائے دینگے۔ آپ لوگ

یقیناً جانیں کہ مجھے ہر فرقے اور ہر گروہ کی رعایت مدنظر ہے۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ کسی کے واجبی حقوق تلف ہو جائیں۔ میں سرکار اور رعایا دونوں کے حقوق کی یکساں حفاظت کرونگا۔ اور مہینے میں دو بار پنجشنبہ کے روز کونسل منعقد ہوا کریگی

انتہی کلامہ۔

نواب شمشیر جنگ بہادر نے اجازت کے بعد عرض کیا۔ آج بڑا دن مبارک ہے۔ آج وہ دن ہے کہ ہمارے قدردان جوہرشناس خداوند نعمت کو خدا تعالیٰ نے ہمارا سرکار کرکے ہمارے سروں پر انکا سایہ ڈالا ہے۔ اب ہمارے جوہر کھلینگے۔ اور ہماری قدردانی ہوگی۔ اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

مجلس انتظامی صرف خاص کا انعقاد

حسب الحکم اعلیحضرت غرہ محرم سنہ ۱۳۰۲ ہجری میں مجلس انتظامی صرف خاص منعقد ہوئی اسکے میر مجلس مسٹر کلارک صاحب بہادر و نائب میر مجلس نواب اکرام جنگ ثابت الدولہ بہادر اور نواب قدیر جنگ بہادر۔ اور معتمد مجلس مولوی سید یوسف الدین صاحب ہوئے صرف خاص کے تعلقات کے مخارج و داخل کا انتظام اسی مجلس کے متعلق کیا گیا۔ مگر تھوڑے ہی روز کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ اور مولوی سید عبد الرزاق صاحب المخاطب بہ آصف نواز الملک بہادر خدمت معتمدی صرف خاص پر مقرر ہوئے۔ صرف خاص کا کل انتظام معتمد صاحب کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب تا بزندگی انتظام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ صرف خاص کا انتظام بدستور قدیم جو معتمد مقرر ہو اسکے تفویض ہوتا ہے

اعلیحضرت کا سفر نیلگری

اعلیحضرت بغرض تبدیل آب و ہوا ۔ رجب سنہ ۱۳۰۲ ہجری نیلگری کی جانب روانہ ہوئے

آپکے ہمراہ امراے ذیل تھے ۔
اعظم الامرا امیر کبیر نواب بشیر الدولہ مہر آسمانجاہ بہادر ۔ نواب عماد نواز جنگ بہادر منیر نواز جنگ بہادر ۔ و عماد الملک بہادر ۔ و محبوب یار جنگ بہادر ۔ و نواب افسر جنگ بہادر و حکیم الحکما بہادر ۔ و فتح نواز جنگ بہادر ۔ و آغا سید علی شوشتری ۔ و راجہ مرلی منوہر بہادر وغیرہم تھے ۔ تقریباً دو مہینے وہاں بسر کرکے سولہ تاریخ ماہ رمضان مذکور مین واپس آئے

اعلیحضرت کا سفر مدراس کیطرف

اعلیحضرت ۔ لارڈ ڈفرن گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے ۲۴ تاریخ جمادی الاولی سنہ ۱۳۰۵ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر مدار المہام ۔ و صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب و نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر ۔ و نواب وقار الامرا بہادر ۔ و نواب عماد الملک بہادر ۔ و نواب افسر جنگ بہادر ۔ و نواب محبوب یار جنگ بہادر ۔ و مختار یار جنگ بہادر و منیر نواز جنگ وغیرہم مدراس روانہ ہوئے ۔ ۲۵ تاریخ ماہ مذکور روز سہ شنبہ مدراس مین مع الخیر پہنچے ۔ پندرہوین پلٹن کے سو جوان تعظیماً مع بیانڈ و نشان اسٹیشن پر کھڑے ہوے تھے ۔ اعلیحضرت کے پہنچتے ہی ۲۱ ضرب توپ سلامی کی سر ہوئین ۔ اور تعظیمی گارڈ نے سلامی ادا کی ۔ اعلیحضرت ریل سے اُترکے بیگم صاحبہ زوجہ نواب کرناٹک کے عمدہ باغ مین فروکش ہوئے ۔ دوسرے روز مع وزیر و چند امرائے دولت گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف فرما ہوئے ۔ گورنمنٹ ہوس مین ۲۱ ضرب سلامی کی توپین شلک ہوئین ۔ ملاقات کرکے فرودگاہ پر واپس آئے ۔ اسی روز شام کے ساڑھے پانچ بجے گورنر جنرل بہادر بھی فرودگاہ پر بازدید کی ملاقات کے لئے آئے ملاقات کرکے رخصت ہوئے ۔ ۲۷ جمادی الاخری سہ پہر کے وقت حضور لیڈی صاحبہ

و ڈفرن سے ملاقات کی۔ اور ۲۸ جمادی الاول دن کے گیارہ بجے اعلیحضرت نے گورنر صاحب بہادر سے ملاقات کی اُسی روز شام کے ۴ بجے گورنر صاحب مدراس عمدہ باغ میں آئے۔ اور حضور سے بازدید کی ملاقات کی۔ مدراس میں سرکار انگریزی و اہل اسلام نے حضور کی بے انتہا مدارات و تعظیم کی۔ اور وہاں سے اہل اسلام و اہل ہنود نے تہنیت نامے پیش کئے۔ حضور نے اُن کے جواب میں فرمایا **وھو ھذا**

مین بہت مسرور و خوش ہوا۔ کہ اہل مدراس نے میرے آنے سے ایسی خوشدلی و حسن عقیدت ظاہر کی ہیں۔ میں اُنکا شکریہ ادا کرتا ہون۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ یہاں کی اقامت کی بہت خوشنما یادگار اپنے ہمراہ لیجاؤنگا۔ انتہی کلامہم۔

آپنے مدراس مین پانچہزار روپیہ کمشنر پولس کے ذریعہ سے غربا و فقرا پر تقسیم کیا۔

۲۸ جمادی الاول عمدہ باغ میں کثرت سے روشنی ہوئی۔ اور کثرت سے آتشبازی چھوڑی گئی۔ بیگم صاحبہ نے اعلیحضرت کی ضیافت تکلف و تجمل سے کی۔ گورنر جنرل نے ۲۷ ماہ مذکور کلکتہ گئے۔ بتاریخ سلخ جمادی الاول اعلیحضرت مع مصاحبین حیدرآباد روانہ ہوئے۔ غرہ جمادی الثانی کو مع الخیر والعافیہ دارالریاست میں پہنچ گئے۔ امرائے ریاست و جمعیت استقبال کیلئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ پولس کا انتظام درست تھا

اعلیحضرت کے شمائل و مشاغل

آپکے فضائل و شمائل پسندیدہ بیشمار ہیں۔ اگر پورے پورے لکھیں جائیں تو کتاب ایک دفتر ہو جائے۔ بنابرین میں قلیلے از کثیر و مختصر عشیر مجملاً بطور گوشوارہ گزارش کرتا ہون آپ جب تخت نشین ہوئے۔ اور ممالک دکن کے انتظام کی باگ اپنے دست قدرت میں لی نظم و نسق کے مہمات کو مختارانہ کرنے لگے تو ریاست کی درستی و رعایا کی بہتری میں ہمہ تن

مصروف ہوئے۔ اسوقت سے ابتک برابر رفاہ عام کو مدنظر رکھتے ہین۔ خلائق کی داد رسی
مین توجہ فرماتے ہین مستحقین کے حقوق خواہ اہل اسلام خواہ اہل اصنام سے ہون برابر
ادا کرتے ہین۔ اور ہر ایک فریق کو درجۂ مساوات مین رکھتے ہین۔ معاملات مین تو سیدا کا
طریق ملحوظ رہتا ہے۔ افراط و تفریط سے متنفر ہون دور رہتے ہین۔ دادخواہان کی داد
و فریاد سنتے ہین مظلومون کو ظالمون کے پنجہ سے بچاتے ہین۔ آپ ہی کے عدل و انصاف
و بذل و الطاف کی برکت ہے کہ تمام اہل کن خوشحال و فارغ البال ہین۔ آپ کے
سایۂ ہمایون پایہ مین آرام سے زندگی بسر کرتے ہین۔ ہر ایک فرد بشر شکر گزار ہے۔ کوئی
شناکی نہین۔ آپ کی ذات بابرکات فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ سے موصوف
ہے۔ عدالت و حکمت و شجاعت و سخاوت مین معروف ہین۔ اگر مین آپ کو نوشیروان
عادل لقمان حکیم و رستم زال و حاتم و معن بن زائدہ و اسخیائے برامکہ سے تمثیل کرون تو
میری تمثیل و تشبیہ بیجا ہوگی۔ ہان اگر یہہ کہون کہ آپ مجسم عدل و حکمت و ممثل شجاعت
و سخاوت ہین تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ ابر کرم و بحر سخاوت ہین آپکے خوان نعمت و آب رحمت سے
سیراب و شاداب ہین کیون نہون آپکے نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے
ملتا ہے۔ اور شیخ کا سلسلہ حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے
بزرگان سلف کی برکت سے آپکے خاندان مین اکثر صاحبان علم و عمل و اہل اللہ مکمل ہوئے ہین
علم و فضل اور ہدایت خلق و افادۂ عوام الناس آپکے خاندان کی موروثی فطرتی صفت ہے
نسلاً بعد نسل یکے بعد دیگرے علم و فضل و معرفت و ہدایت کی کرسی پر جلوہ افروز نہ
ہوتے رہے۔ اسیطرح حکمرانی و ملک کشائی کی صدارت پر صدر نشین۔ چنانچہ خواجہ علاء الملک
مخاطب بشیخ الاسلام بخارا مین سبحان قلی خان بن نذر محمد خان والی بلخ و بخارا کے

عہد میں ظاہراً صدر عدالت و باطناً مسند نشین رشادت تہے۔ یعنی قلوب خلائق پر حکمرانی
کرتے تہے۔ اور حضرت عزیزان عالم شیخ پدر بزرگوار خواجہ موصوف کی زیادہ توجہ خلائق کی
ہدایت اور خالق کی عبادت کے طرف تہی مدۃ العمر ریاضت و ہدایت مین مشغول رہے
بلخ و بخارا سمرقند و تاشقند کے ترک و ازبک آپکے معتقد تہے۔ خوانین و امرا آکثر آپکے آستانہ
مبارک کو سجدہ گاہ سمجہتے تہے۔ آپکی خانقاہ اندیا مین دو ہزار سے زیادہ مریدین تہجد گزار
رہتے تہے۔ اور حضرت عزیزان مومن شیخ پدر عزیزان درویش شیخ وغیرہم مرتاض و مرجع
خاص و عام تہے۔ مین نے آپکے بزرگان سلف کے حالات سلسلہ واقعات مفصل
محبوب فی المنن تذکرہ اولیائے دکن کے مقدمہ مین لکہے ہین۔ تذکرہ زیر طبع ہے۔ اس
تذکرہ کے طبع ہونیکے بعد مطبوع ہوگا۔ شائقین خاص اعلیحضرت قدر قدرت اسکے ملاحظہ سے
بہت خوش ہون گے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت کی بہی ہی شان ہے۔ جو بزرگان
سلف کی تہی۔ ظاہر کیطرف آپکا میلان خاطر زیادہ ہے۔ مقتضائے حال بہی اسی میلان کا
طالب ہے۔ آپکی طبیعت و فطرت مین اصلی میلان مطلق ہے۔ وقتاً فوقتاً باطنی میلان
بہی کبہی ظہور پر جلوہ نما ہوجاتا ہے۔ آپ حسن عقیدت و ارادت و اخلاق و مروت
و استقلال و ہمت۔ دلیری و جرأت سیرت و صورت مین بزرگان سلف کے قدم بقدم ہین
آپکے رگ و پی مین بلخ و سمرقند کی آب ہوا کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور آپکے چہرے مہرے
سے بخارا و تاشقند کی شان نمایان ہوتی ہے۔ انہین بزرگان سلف کے خصائل و شمائل
سے ہے کہ آپ مشائخ و اہل سند سے حسن اعتقاد رکہتے ہین۔ اور حسن ارادت سے ملتے ہین
انکی تعظیم و تکریم مین کوئی بات فروگذاشت نہین فرماتے۔ فی زماننا مشیخت و مشائخ عنقا صفت
ہین۔ جو اہل سند ہین وہ گوشۂ گمنامی مین ہین۔ اور پیران مرید طلب مریدان پیر طلب کو

خوب پہچانتے ہین ۔ ہر ایک کے جوہر کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھتے ہین ۔ کھرے کھوٹے کو خوب سمجھتے ہین ۔ آپ نقاد انسان ہین انسان کے نقد انسانیت کو اچھی طرح سے آزماتے ہین ۔ بھلے برے مین تمیز کر لیتے ہین ۔ مگر باوجود تمیز کے کسیکی پردہ دری نہین فرماتے اور سبکی تعظیم و تکریم مین فرق نہین کرتے ۔ آپکا حلم و وقار آفرین و تحسین کے لائق ہے آپکی قوت فیصلہ ایسی مستقل ہے کہ فی الفور معاملۂ فیصلہ طلب کا تصفیہ کر دیتے ہین اور منتظره حالت مین نہین رہتے ۔ اور استقلال کے رستہ سے کبھی نہین ہٹتے ۔ اور حکم آپکے قلم عطارد رقم سے جاری ہوتا ہے وہ کبھی رد نہین ہوتا ۔ گویا وہ قلم تقدیر ہے کسی کے مٹانے سے نہین مٹتا ۔ سنا گیا ہے کہ بعض اوقات آپنے کسی مشائخ یا سائل کی عرضداشت وظیفہ پر بجائے سو ہزار لکھدیا ۔ اہل دفتر نے عرض کیا ۔ بجائے سو ہزار ہوگئے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپنے فرمایا جو کچھ ہوا درست ہے ہمارا حکم حکم مبرم ہے ہزاری جاری کیا جائے ۔ اور بھی اسی قسم کی بہت سی روایتین حکایتین ہین ۔ آپکے تاریخی واقعات مین لکھونگا

آپکی قدردانی ارباب علم و ہنر

آپ علم دوست و ہنر پرور ہین ۔ آپکی قدردانی و مہمان نوازی کی شہرت نے اکثر عجم و عرب و ترک و یورپ کے ارباب علم و ادب کو زمین دکن مین کھینچ لایا ۔ اور آپکے خوان کرم سے ہر ایک مستفید و سیراب ہوا ۔ آپ علما و شعرا و حکما کی بہت قدر کرتے ہین ۔ اور مشائخین و مستحقین کو بھی بیحد دیتے ہین ۔ ملک دکن فی زماننا دار العلوم و الفنون ہو گیا ہے ۔ بلحاظ آسائش و آرام غربائے امصار و دیار کے لئے دار الامن و الامان بنگیا ۔ آپ ہی کی قدردانی و جوہر شناسی کی برکت ہے کہ شہر کے ہر ایک چپہ بازار مین جا بجا مدرسے و شفاخانے شعرا کے جلسے قائم ہین ۔ کہین فقہ و حدیث کا درس ۔ کہین تشخیص مزاج و علاج کا ذکر ۔ کہین

قافیہ و ردیف کا چرچا ہو رہا ہے۔ مساجد و خانقاہوں میں ذکر بالجہر و بالخفی کا بازار گرم ہے

آپ کی شعر و شاعری کا ذکر

چونکہ اس تذکرہ میں آپ کی شعر و شاعری کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ میں نے جو کچھ آپ کے حالات تفصیلی کا ایک مختصر و مجمل گوشوارہ گویا مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ میں نے آپ کے تفصیلی حالات محبوب الوطن تذکرۂ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ میں شرح و بسط کے ساتھ گزارش کئے ہیں وہ ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔ زیر طبع ہے قریب میں اشاعت کے زیور سے آراستہ ہوکے جلوہ نما ہوگا۔ بناءً علیہ اب یہاں شعر و شاعری کا ذکر واجب و لازم ہے گزارش کرتا ہوں۔ **فھوھذا**۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے اور تخت نشین ہوئے۔ ملکی انتظام میں مصروف ہوئے۔ اور خلائق کی آسائش و آرام کی فکر کرنے لگے۔ فطرۃً و قدرۃً آپ کی طبیعت میں شعر و شاعری کا جوش موجزن تھا۔ اور مزاج میں سخن سنجی و سخن فہمی کا ولولہ برق افگن تھا۔ باوجود اشتغال مہمات سلطنت و حکمرانی و اصلاح حالات مخلوقات سبحانی و رعایت جہانبانی و ادا حقوق مستحقین اقاصی و ادانی طبع آزمائی و سخن سنجی فرماتے ہیں۔ آپ کے جوہر ذاتی میں سنجیدہ و پسندیدہ آپ کے کل اشعار برگزیدہ و برجستہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک شعر کا مضمون لطف و مزہ سے خالی نہیں۔ خوبی معانی و رنگین بیانی میں ڈوبا ہوا۔ فصاحت و بلاغت کی ترازو میں تولا ہوا ہوتا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف نہایت شستہ و شگفتہ۔ مضامین کی شوخی الفاظ پاکیزہ سے عیاں۔ اور معانی شیرین کی دلاویزی فقرات سنجیدہ سے نمایاں۔ آپ کی طبیعت کیا ہے بحر مواج ہے اور معانی و لآلی مضامین کا خزانہ ہے جب چاہتے ہیں فوراً دست فکر سے نکال کے بذریعہ زبان قلم [illegible]

لڑیوں میں منظوم فرماتے ہیں۔ نقادان سخن و جوہریان کلام آپکے جواہر پاروں کو دیکھکے حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہیرے ایسے گران بہا ہیں کہ ہم نے کبھی آنکھوں سے دیکھے نہ کبھی کانوں سے سنے اور آپکے کلام کی صفائی و جادو بیانی سے سامعین کو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے ابتدائے زمانہ ہی میں اپنے کلام کو ایسا شستہ و صاف کیا۔ کہ اگر کوئی برسوں اساتذہ کی خدمت میں مشق کرتا تو یہ خوبی اسکو نصیب نہ ہوتی۔ آپکی جادو بیانی و طلاقت لسانی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خوبی خداداد ہے و عطیہ رب العباد ہے۔ آپ غزلیات و سلاموں میں واقعات ایسے ڈھنگ سے ادا فرماتے ہیں کہ بعینہ واقعہ کا سماں دکھلائی دیتا ہے۔ اور آپ محاورات زبان کو اہل زبان کی طرح برابر استعمال کرتے ہیں جب آپ زبان مبارک سے تکلم فرماتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہل زبان استاد زبان تکلم کر رہا ہے۔ آپ ہی کے صفات میں سے یہ بھی ایک صفت ہے کہ آپ ایک ہی معنی کو متعدد پیرایوں میں ایسے ڈھنگ سے آراستہ کرتے ہیں کہ ہر ایک کا رنگ نرالا۔ مگر واقع میں مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ آپکے کلام میں کمال خوبی یہ ہے کہ برجستہ و شستہ ہوتا ہے حشو و زوائد سے پاک صاف۔ متکلم کی زبان سے نکلتے ہی سامع کے گوش دل میں مثل نقش نگین جانشین ہو جاتا ہے اور ایسا حلاوت آمیز و لطف انگیز ہوتا ہے کہ سننے و پڑھنے سے لطف و مزہ آتا ہے۔ آپکے اشعار کی لطافت و شگفتگی مردہ دلوں کو زندہ و پژمردہ گلوں کو تازہ کر دیتی ہے۔ لطافت کیا ہے گویا آبحیات و ابر بہار ہے۔ آپکو نظم کلام میں قوت مستحضرہ حاصل ہے۔ انواع کلام کے ہر ایک نوع کو آسانی سے موزون کر سکتے ہیں۔ اب میں ایک نظیر قوت مستحضرہ گزارش کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو میری گزارش کی تصدیق ہو جائے۔ کوئی کوتاہ بین مبالغہ و تملق پر محمول نہ کرے چنانچہ یہاں شہر میں محرم شریف میں جا بجا مرثیہ خوانی کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ان میں سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراثی و سلام پڑھے جاتے ہیں۔ اور بہت سے

مشاہیر مراثی خوان بلائے جاتے ہین۔ مراثی ایسے دردانگیز و جگرخراش سنائے جاتے ہین کہ اہل مجلس
کے قلوب رقت و حسرت کے صدمہ سے ہل جاتے ہین۔ کبھی باعتبار خوبی مضمون و ترکیب
موزون اہل مجلس کی زبان سے واہ واہ کا نعرہ ایسا بلند ہوتا ہے کہ عرش برین تک پہنچ جاتا ہے
و باعتبار معنی جانسوز و دلگداز ہر ایک فرد کی آہ آہ کا آوازہ زمین آسمان کو ہلا دیتا ہے۔ علیحضرت
قدر قدرت مجلس عزا مین حسن عقیدت و ارادت سے شریک ہوتے ہین۔ شہدا کے واقعات سنکے افسوس
و حسرت فرماتے ہین۔ ایکروز آپکو مراثی کے سننے سے بہت ہی رقت و حسرت ہوئی۔ آپ مجلس سے خاست
ہونیکے بعد اُسی رقت و حسرت مین دولتخانہ مبارک پر آئے۔ جوش رقت مین چند سلام شہدا و امام
کے بیان مین لکھے۔ دوسرے روز مجلس مین سلام پڑھا گیا۔ حاضرین مجلس کے دلون سے غم و رنج کا دریا
امنڈ آیا۔ تمام واویلا و وامصیبتا کہنے لگے۔ اور آنکھون سے آنسو بہنے لگے۔ شور و شین کا بازار گرم ہوا
مجلس کا رنگ بدل گیا مجلس مین کہرام مچگیا۔ یہ تمام دلون کا ہلجانا آپکے کلام پر تاثیر کا نتیجہ ہے۔
مجھکو جسقدر آپکے اشعار دستیاب ہوئے ہین گزارش کرتا ہون۔ کاش اگر ردیف وار پورے ملتے تو
ناظرین کو مطالعہ سے زیادہ لطف و مزہ اور میرے اس تذکرہ کو فخر حاصل ہوتا۔

آپکے اشعار مندرجہ ذیل جنکی شان مین کہا جاتا ہے

کلام المحبوب محبوب الکلام

آصف	بسم اللہ الرحمن الرحیم	حرف الف

محشر مین کون دوست ہے مجھ دادخواہ کا	دل اپنی راہ کا ہے جگر اپنی راہ کا
دیکھا یہ شعبدہ تری چشم سیاہ کا	مصحف مین ہو گیا ہے تماشا نگاہ کا
دل چھٹا ان سے شکر فریاد و آہ کا	مہر و اہی کے دم سے ہے ٹھہرنا سپاہ کا
وہ دیکھتے ہین حشر مین منہ دادخواہ کا	یہہ دیکھتا ہے ناز سے پھرنا نگاہ کا

ضبط فغاں اگر نہ کروں میں تو حشر ہو
گردوں ہے ایک نالہ کا دشمن اک آہ کا

محشر میں جب ہو ساری خدائی اسیر بند
کیوں حال ہو تباہ نہ مجھ داد خواہ کا

اے آسمان خدا کیلئے اتنا رحم کر
خاکا اڑا چکا مرے حال تباہ کا

بجلی کبھی بنی کبھی تلوار بن گئی
دیکھا عجیب شعبدہ اسکی نگاہ کا

برسوں میں اسنے ملنے کا وعدہ کیا ہے آج
اس دن پہ کر خروش [illegible] تباہ کا

جب تک کہ وہ خیال میں آئے نہ خواب میں
دشوار ناز کی سے ہے [illegible] کا

ڈسنے لگا ہے یہ تو مرے دلکو صبح و شام
کیا کوڑیالا ناگ ہے زلف سیاہ کا

بخشش پہ جنکی بخشنے والے کو ناز ہو
ایسا ہے مرتبہ مرے جرم و گناہ کا

اس مہروش نے چہرے سے الٹی ہے جب نقاب
تنکے ذرا سا منہ نکل آیا ہے ماہ کا

کہنے کو سنوگے کونسا قصہ پسند ہے
یوسف کی چاہ کا کہ زلیخا کی چاہ کا

اس خارزار میں مجھے اب لیچلا جنون
کھٹکا صبا کو بھی ہے جہاں خار راہ کا

اک ہاتھ اور بھی تجھے قاتل مری قسم
اک شور اٹھے چار طرف واہ واہ کا

آجائے گرم و سرد زمانہ نگاہ میں
ہنگامہ دیکھلو جو مرے اشک و آہ کا

اس ترک چشم کی صف مژگاں ہے جنگجو
پیچھے پھری کٹار ہے [illegible] سپاہ کا

مشکل ہے بچنا اسسے رشک اسقدر
منہ دیکھتا ہوں میں کبھی مہر و ماہ کا

اس سے شب فراق بہلتا رہا ہے دل
مجکو خیال تھا کسی زلف سیاہ کا

شاہ و گدا کا حشر میں بس ایک حال ہے
کسکو وہاں خیال ہے رتبہ و جاہ کا

پانی کے ساتھ آگ کا شعلہ نکل گیا
دیکھا طلسم ہم نے [illegible] کا

یہ اسکے دل سے پوچھیے اسکے جگر سے پوچھ
کیسا مزا ہے چاہنے والے کو چاہ کا

یہ ہاتھ سے چرائے تو وہ آنکھ سے چرائے
دزدِ حنا سے چور ہے بڑھکر نگاہ کا

تمکو وفا شعار بنائیگا غیر کیا
لب خشک رنگ زرد ہے جھوٹے گواہ کا

شب کو نہ نیند ہے اُسے دنکو نہ چین ہے
یہ حال اب ہے عاشق خوار و تباہ کا

سنتا ہے کون حشر مین جھوٹے دادخواہ کی
سنتے ہین عذر پیار سے سب عذر خواہ کا

آصف سے یہ چھپا ہے نہ نرگس سے بھی چھپے
لپکا ہے اُسکو دید کا چسکا ہے چاہ کا

ولہ

نرگس کو چشم مست نے مستانہ کر دیا
عارض پہ تو نے شمع کو پروانہ کر دیا

آئینہ خانہ کو جو پریخانہ کر دیا
دل تھا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کر دیا

کیا تو نے سحر نرگس مستانہ کر دیا
دل تھا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کر دیا

دل کو تمہاری زلف نے دیوانہ کر دیا
شمع جمال نے اُسے پروانہ کر دیا

اے یاس تو نے داغ تمنا مٹائے
گلزار تھا یہ دل اُسے ویرانہ کر دیا

رسوائیون کے ساتھ نہین اسکا شکر ہے
شہرت نے میرے عشق کو افسانہ کر دیا

رکھا نہ ایک حال پہ عاشق کا اُسنے دل
کعبہ بنا دیا کبھی بتخانہ کر دیا

پرتو نے تیرے جان حرم لمین الذی
اعجاز تو نے جلوہ جانانہ کر دیا

اُسکی نگاہ مست سے آتا ہے غش مجھے
دیوانہ تھا مین اور بھی مستانہ کر دیا

کیا جھوٹ ہے شکایت بیداد سچ کہو
تم نے بڑہا کے بات جو افسانہ کر دیا

دشمن ہماری بزم مین رویا نصیب کو
لبریز اُسنے اشکون سے پیمانہ کر دیا

ہوتا جو زندہ قیس تو لیتا مرے قدم
آباد مین نے دشت کا ویرانہ کر دیا

وہ سختیان اُٹھائین محبت کی راہ مین
نام اپنا تو نے ہمت مردانہ کر دیا

خونِ جگر فراق میں پیتا ہوں مانند
دل کو سبو تو چشم کو پیمانہ کر دیا

محبوبِ حق کی زلف وہ ہے جسکے واسطے
مژگان کو اپنی حور نے بھی شانہ کر دیا

بھولی جو اسکی یاد کبھی یہ بھی تھا قصور
عاشق نے آپ اپنے کو جرمانہ کر دیا

جتلاتا ہے جسکا ظرف وہ دیتا ہے اسقدر
ہر چارہ گر کو اسنے مسیحانہ کر دیا

یہ سادگی کی وجہ ہوئی یا غمِ رقیب
کیوں تم نے ترک سرمہ حناشانہ کر دیا

میں نے تو کی تھی بات فقط وصل کی یہ کیا
تمنے جو اسکو عشق کا افسانہ کر دیا

رکھے ہیں اچھے اچھے جو چن چن کے ظرف مے
مسجد کو محتسب نے تو میخانہ کر دیا

اسکی نشیلی آنکھ سے کیا بچ سکے کوئی
زاہد کو جسنے بیخود و مستانہ کر دیا

رکھا کسیکو گلشنِ عالم میں شکلِ گل
اسنے کسیکو سبزۂ بیگانہ کر دیا

جس نور کی وہ طور پہ چمکی تھی روشنی
روشن اسی نے دلکا سیہ خانہ کر دیا

بیٹھے بٹھائے آج یہ کیا دل میں آگئی
آصف نے ترک مشربِ رندانہ کر دیا

وله

افسردہ قاصد کا روح افزا تھا
وہ فرشتہ خدا نے بھیجا تھا

جلوۂ یار کیا کہوں کیا تھا
اسکی قدرت کا اک تماشا تھا

میں نے پوچھا رقیب کیا تھا
جلکے بولے ترا کلیجا تھا

اب یہ جانا کہ ہمکو دھوکا تھا
دل ہمارا نہ تھا تمہارا تھا

لوٹتا تھا کوئی تڑپتا تھا
کوئے قاتل میں اک تماشا تھا

ابھی آنسو پلک تک آیا تھا
ابھی دیکھا تو ایک دریا تھا

بزم میں اسکے ایک میلا تھا
ہم نہ تھے اس جگہ زمانا تھا

حشر مین بہی کہین گے تجہسے ہم
تجہ پہ دعوی ہے تجہسے دعوا تہا

اختلاف مزاج سے نہ نہی
کوئی قصہ نہ کوئی جہگڑا تہا

انکو بزم عدو مین جب دیکہا
راگ تہا رنگ تہا تماشا تہا

ہاتہم غیر مین وہ سو سو بار
مجہسے کہتے تہے تجہسے پوچہا تہا

جاکے کنج لحد مین ہم سمجہے
زندگی عمر بہر کا جہگڑا تہا

در جانان پہ جبہہ سائی کی
اپنی تقدیر کا یہہ لکہا تہا

دل عشاق پر چہری سی پہری
کیا کہون اک نگاہ مین کیا تہا

کہتے ہین وہ کہ کسنے پہنچا تو
غیر کے پاس تمنے دیکہا تہا

کہتے ہون گے عدم مین اہل عدم
زندگی کا عجب میلا تہا

چال تہی اسکی یا قیامت تہی
نقش پا سے بہی فتنہ برپا تہا

زلف مین دل اگر نہ تہا نہ سہی
کیون جبہی مٹہی مین آپکی کیا تہا

کہتے ہین قتل کرکے عاشق کو
اسنے کیا اپنے دلمین سمجہا تہا

غور کر لو شب فراق کا غم
تجہسے کیا پوچہتے ہو کم کیا تہا

جلوہ تیرا کسی زمانے مین
جسنے دیکہا تہا اسنے دیکہا تہا

دل نشین غیر کا خیال رہا
وہ تو خلوت مین بہی تنہا تہا

اب زمانے کا رنج ہے آصف
کیا خوشی کا کبہی زمانا تہا

ولہ

دل حور کی اداؤن سے بیزار ہو گیا
جنت مین جاکے مین تو گنہگار ہو گیا

نالون سے آگ کوچہ دلدار ہو گیا
خورشید حشر سایہ دیوار ہو گیا

پرہیزگار جب کوئی میخوار ہو گیا / پرہیز کرتے کرتے وہ بیمار ہو گیا
آئے تھے سیر کو لئے خریدار بنکے وہ / دل دیکھتے ہی اُنکا خریدار ہو گیا
منصور نے کہا جو انا الحق تو حق بجا ہے / اس کلمہ کا الف ہی اُسے دار ہو گیا
غم کہا گیا ہے ہجر کا تیرے مجھے تمام / پیاسا مرے لہو کا تہا خونخوار ہو گیا
اے فتنہ گر یہ حال تری رہگذر کا ہے / نقش قدم بھی فتنۂ رفتار ہو گیا
لائے تھے وہ رقیبوں کو میرے مزار پر / اُٹھ کر غبار سامنے دیوار ہو گیا
سیدھا ہوا جو تیر نظر دل کو تاک کر / غمزہ بھی ساتھ کھینچ کے تلوار ہو گیا
رنج و فراق و درد و غم و ضعف قلب نے / بیمار کر دیا مجھے بیمار ہو گیا
پوری ہی جھلک بھی دیکھنے پائی نہ چشم شوق / اُٹھے ہیں بند روزن دیوار ہو گیا
سرکار عشق میں ہے بڑا جرم احتیاط / میں بے قصور رہ کے خطاوار ہو گیا
صہبائے پیتے ہی جو وہ طبق کھلے / میں نشۂ شراب سے ہشیار ہو گیا
دنیات کی لڑائی ہے جھگڑے مدام ہیں / دل آپکے ستانے سے بیزار ہو گیا
مجکو خیال زلف میں کچھ سوجھتا نہ تھا / روز فراق بھی تو شب تار ہو گیا
یا رب بتوں کا عشق مریجان کے ساتھ ہے / یا رشتۂ حیات بھی زنار ہو گیا
سامان وصل کی مجھے پروا نگی تو ہو / تمنے ادہر کہا کہ وہ تیار ہو گیا
پہلے سے اگرچہ وہ کافر دغا شعار / دلکو چرا کے اور بھی عیار ہو گیا
تکلیف اپنے نفس کو دی اور استغفار / زاہد عبادتوں سے گنہگار ہو گیا
اتنے کہاں نصیب ہوں گلچہر گلبدن / محشر ہمارے واسطے گلزار ہو گیا
قاصد پہ تہا گمان کہ یہ عاشق مزاج ہے / کیا جانے کس بلا میں گرفتار ہو گیا

طاقت کہاں ہے دل میں کہ اب نہ بھی اٹھائیے
صدمہ اٹھا اٹھا کے یہ بیمار ہو گیا

غیروں کے واسطے ہی یہ دربان روک ٹوک
گھر تیرا اخیر کو بازار ہو گیا

آصف غم زمانہ نے تجھکو گھلا دیا
تیرا تو غیر حال مرے یار ہو گیا

وله

عاشق ترا جو تارک دیر و حرم ہوا
دوزخ کو آگ لگ گئی جنت کو غم ہوا

روز فراق کا گذرنا اب ستم ہوا
یہ وہ دن نہیں جو بڑھا اور کم ہوا

شاہوں غیر مورد لطف و کرم ہوا
یہ کیا غضب کی بات ہوی کیا ستم ہوا

وہ نقش پائے غیر مٹاتے ہوئے چلے
نقش قدم یہ اور بھی نقش قدم ہوا

صورت وہی رہی جو تصور میں جم گئی
ہر سنگ راہ بتکدہ مجھکو صنم ہوا

تو بے نیاز مند سے کب عذر ہو سکے
اے بے نیاز سر تسلیم خم ہوا

فکر رقیب ہی میں گرفتار تم رہے
میں مرگیا تو کچھ بھی نہ انکو غم ہوا

دیکھا جو اسنے چشم نگہ سے ز راہ لطف
کچھ دل کی آگ کم ہوئی کچھ درد کم ہوا

وعدہ کیا اشارہ سے مہلت کا غیر سے
اسکا وہاں اشارہ سر اپنا قلم ہوا

مرنیکا میرے غم نہیں انکو یہ رنج ہے
کیوں ناتوان پہ صرف ہمارا ستم ہوا

احسان ضعف کا ہے گھٹا اضطراب شوق
طاقت جو کم ہوئی تو تڑپنا بھی کم ہوا

وعدہ پر آئے وہ تو شب وصل کیا کرون
ہوتے ہی شام صبح جدائی کا غم ہوا

بھرتی ہے ہجر میں مجھے موج سرشک کی
مژگان اشکبار کا جاری قلم ہوا

عشاق کی گذرتی ہے شب وہ دیکے زندگی
انکے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا

ایسا گمان تجھ پہ نہ تھا اے دغا شعار
دہوکا ٹہرا مجھے ترے سر کی قسم ہوا

کیا اور اس سے بڑھ کے کہون کیا ہوا مجھے
صدمہ ہوا فراق ہوا رنج و غم ہوا

فریاد ہے سبب تو نہین داد خواہ کی
تو نے ستم کیا تو کسی پر ستم ہوا

ہے میرے دل پہ داغ محبت بنام دوست
کیا مٹ سکے جو صورت نقش قدم ہوا

کیا رقیب کون عدو کسکی چل سکے
جب اتفاق میرے تمہارے بہم ہوا

کرتے ہو وعدہ وصل کا دیکھو تو آئینہ
چہرہ کا رنگ اُڑ بھی وقت قسم ہوا

دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور
جام جہان نما نہ کبھی جام جم ہوا

دل تھا کہ دلربا تھا کچھ اسکی خبر نہین
رخصت مری بغل سے کوئی صبحدم ہوا

ہم سے چھپا کے وصل کا وعدہ عدو سے ہو
کیا قہر ہو گیا یہ ستم پر ستم ہوا

سوچو تو مجھ پہ عشق مین کیا کیا گذر گئی
غم مجھکو رنج مجھکو الم مجھکو کم ہوا

خط اون کے ہاتھ سے ہوا تحریر غیر کو
سرنامہ پر خطاب ہمارا رقم ہوا

تمنے دیا جو غیر کی محفل مین مجھکو جام
وہ بھی تمہارے سر کی قسم مجھکو سم ہوا

آصف کے دم قدم سے ہے یہ شور و ہماہمی
ایسا جہان مین مرد خدا کوئی کم ہوا

ولہ

انصاف اپنا اسے بت عیار ہو چکا
جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

بس انتظار وعدۂ دیدار ہو چکا
وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا

کرتا ہون آہ تیغ نگہ کھا کے بے سنبھل
اب میرا وار روک ترا وار ہو چکا

کس کس طرح سے اسنے اٹھائی ہے ذلتین
غم کھانے کھانے آپکا غمخوار ہو چکا

آتی نہین ہے شرم تمہین جھوٹ بولتے
وعدہ کرتے ہو جو کئی بار ہو چکا

تم کیا نیا پھنساؤ گے دلکو کہ لاکھ بار
آزاد ہو چکا یہ گرفتار ہو چکا

پوچھا نہ جھوٹے منہ بھی کسی دن مجھے ذرا — سو بار اس امید مین بیمار ہو چکا
مین بھی اب آزمایش مہر و وفا کرون — پھرا تو امتحان کئی بار ہو چکا
وزدِ نظر نہ ٹھہریگا دزدِ حنا کی طرح — یہ چور دل چرا کے گرفتار ہو چکا
اس عاشقی پہ خاک پڑے دل لگی بری — رسوا مین ہر طرح سر بازار ہو چکا
اس مصلحت سے شور فغان کر رہا ہون مین — سویا اگر نصیب تو بیدار ہو چکا
پوچھا یہ میرے مردہ پہ اس بدگمان نے — کچھ اس مین جان ہے کہ یہ بیمار ہو چکا
میری ہی بات کوئی سنیگا کہ تو نہین — ہان ہان کا وعدہ تیرا تو ہر بار ہو چکا
کچھ التجائے وصل کی اب حد نہین ہی — للہ ہان لیجئے انکار ہو چکا
رحمت کا تیری ذات سے امیدوار ہون — نادم مین اپنے فعل سے غفار ہو چکا
معشوق کی خطائین ہین ثابت یقین نہین — اللہ عاشقون کا طرفدار ہو چکا
اب تو خدا کے واسطے بیعت پہ اسکی جا — عاشق ترا تمام مرے یار ہو چکا
اس چشمِ شوق کو بھی ذرا دیکھ لیجئے — بس آئینہ تو دیکھ چکے پیار ہو چکا
پورا کبھی ہوا بھی ہے اقرار آپکا — سو بار وعدہ کر چکے سو بار ہو چکا
تاب نظارہ چاہئے اسکے جمال کو — آنکھین اگر یہی ہین تو دیدار ہو چکا
کس پر کرے گا جور و جفا تو ہمارے بعد — دلدار تیرا اے مرے دلدار ہو چکا
اس حسن پُرفریب سے سبکا ہی ایک حال — اب خلاف کافر و دیندار ہو چکا
طاقت دل و جگر مین نہ ہے ہاتھ پاؤن مین — سامان اب تو کوچ کا تیار ہو چکا
دیوار ہی گراؤنگا مین سیل اشک سے — سو بار بند روزنِ دیوار ہو چکا
آئے ہو گھر سے غیر کے مجھپر ہو مہربان — اخلاص دور رکھو بس اب پیار ہو چکا

کہتک سنون دماغ مین طاقت نہین رہی
بس شکر مہربانی اغیار ہو چکا

کس کے آگے اُسکی شکایت نہو چکی
اصدف تو بے خطا بہی خطاوار ہو چکا

ولہ

وہ بہی کیا دن تہے ہمین غم سے سروکار نہ تہا
دل کو آزار نہ تہا جان کو آزار نہ تہا

جان دیتا نہ تڑپ کر یہ وہ بیمار نہ تہا
دلپہ جب ہاتہ رکہا تمنے تو آزار نہ تہا

ایلچی کو بہی کوئی قتل کیا کرتا ہے
مین خطاوار تہا قاصد تو خطاوار نہ تہا

وجہ کیا اسکو قلمبند کیا آپنے کیون
یہ تو روداد غم ہجر تہی اظہار نہ تہا

منصفی شرط ہے شایان کرم غیر ہی سے
مین تو ہے جور و ستم کے بہی سزاوار نہ تہا

رہگیا کوئی نہ کوئی مرے دلکے اندر
تیر مین اسکے تہا پیکان تو سوفار نہ تہا

ایک کیا مین ہی تہے ہجر مین نالان تہا فقط
کون ایسا تہا جو وہ جان سے بیزار نہ تہا

کیا عیادت کی توقع ہو ستمگر تجہسے
بچگیا کوئی تو کہتا ہے یہ بیمار نہ تہا

عرصۂ حشر کے مانند تہی نفسی نفسی
اسکی محفل مین کسیکا بہی کوئی یار نہ تہا

واہ اے شان کریمی ترے صدقے قربان
جس گنہگار کو دیکہا وہ گنہگار نہ تہا

لطف کیا تہا جو اک آزاد رہا ایک اسیر
ہم گرفتار تہے جسکے وہ گرفتار نہ تہا

اُس نے جب ظلم کیا مجہپہ تو غیرون نے کہا
یہ وفادار کبہی اسکے سزاوار نہ تہا

محفل رقص تہی وہ تیری بہت ہوش ربا
سب ہی بیہوش تہے وان کوئی ہشیار نہ تہا

حسرت مشق ستم کیون تجہے دلمین رہی
مین تو حاضر تہا اگر کوئی خطاوار نہ تہا

تو نے افسوس ہے بیگانہ کو اپنا سمجہا
غیر سے رشتہ ترا اے بت عیار نہ تہا

وہ شب وصل بناوٹ سے بگڑنا اُسکا
غصہ تہا قہر تہا اخلاص تہا پیار نہ تہا

دور ہی سے وہ مجھے دیکھ کے فرماتے ہین
نہوا ہے کبھی ایسون سے سروکار نہ تھا

مجھکو کیا کوئی پہنسائیگا ازل سے اب تک
دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تھا

جنس دل لائے ہم اپنی بغل مین لیکے آئے
جاکے بازار کو دیکھا تو خریدار نہ تھا

لیجئے عہد سے دو دن بہی نباہی نہ گئی
آپکے ذہن مین آصف تو وفادار نہ تھا

حرف ذال

تیری ہیکل مین مرصع ہین مسلسل تعویذ
دلکو تسخیر کرینگے یہی ہیکل تعویذ

یون تو زیبا سبہی زیور ہین ترے بازو پر
خوشنمائی مین مگر سب سے ہے اوّل تعویذ

دردِ سر کا تو نہو شکوہ نصیب اعدا
آپ لکہواتے ہین کیون لیکے یہ صندل تعویذ

غیر کی نکلی وہ تصویر گلے مین اُنکے
ہمنے جانا تہا کہ ہوگا یہ مخمل تعویذ

واسطے دفعِ نظر کے وہ اگر باندہتے ہین
شوخی حسن سے ہوجاتے ہین ہیکل تعویذ

وہ گئے پہیر کے منہ لکہہ گئے کچہہ اُس پر
قبر کا میری رہا آنکہ سے اوجہل تعویذ

مین نے جانا کہ یہی مارِ سیہ کا من ہے
اُسکی چوٹی مین جو چمکا تہا ذرا کل تعویذ

یہ جو لٹکن ہے ترے سینہ پہ اے ماہ جمال
ہے خداداد مبارک بہت افضل تعویذ

چشم مشتاق ہے پائے ترے سینہ پہ جگہہ
کاش اس آنکہہ سے ہوجائے مبدّل تعویذ

اسقدر ضعف ہے کیون رات کو کیسی گذری
پہر اُترا ترے بازو سے گیا ڈہل تعویذ

ہوگیا آج وہ بیمار تمہارا رخصت
گہول کر جسکو پلاتے رہے تم کل تعویذ

سایۂ فضل خدا آصف دیندار پہ ہے
سحر بیکار رقیبون کا ہے مہمل تعویذ

حرف لام

ہوا چالاک تجہسے بہی سوا دل
چہلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

یہ سچ ہے باوفا ہے آپکا دل ۔۔۔ بہت ہی بیوفا ہے یہ مرا دل
تری کنہ حقیقت کو نہ پہونچا ۔۔۔ مقدر سے سوا ہے نارسا دل
وہ بہی اور وقتِ صبح لذت ۔۔۔ تڑپکر بہی یہ دیتا ہے مزا دل
بہت دیکہے ہین ہمنے بیوفا بہی ۔۔۔ ترا سب سے ہے بڑہکر بیوفا دل
ترستی ہین یہ آنکہین دیکہنے کو ۔۔۔ کرون کیا مین تڑپتا ہے مرا دل
یہ بتخانہ کو یا کعبہ کو بیجا ہے ۔۔۔ عجب سیرا بہی دل ہے ہما دل
سنی تعریف جب اُس غنچہ لب سے ۔۔۔ سمٹکر اور غنچہ ہو گیا دل
لئے جاتا ہے پہر اُسکی گلی مین ۔۔۔ یہ بے غیرت یہ کیسا بیحیا دل
مین کیا جانون محبت اور الفت ۔۔۔ یہ پہلے ہی پہل تجہ سے لگا دل
نہ دے لے سنگدل تو رنج اسکو ۔۔۔ نکر تو ظلم ٹوٹے گا مرا دل
ہمارہی بندگی ہے ایسے دل کو ۔۔۔ نہ دے بندے کو ایسا بہی خدا دل
ہمارا بہی کبہی تو آشنا تہا ۔۔۔ ارے او بیوفا نا آشنا دل
برائے نام اسکا بہی نشان ہے ۔۔۔ دہن ہے آپکا یا ہے مرا دل
خراب و خستہ ہو کر خوب سنبہلا ۔۔۔ محبت مین بگڑ کر بنگیا دل
بچانا عشق کی آفت سے مجہکو ۔۔۔ مرا اب مانگتا ہے یہ دعا دل
تڑپنے کی جو عادت ہے تو آصف ۔۔۔ تسلی سے ہوا تڑپا مرا دل

ولہ

کہا جب اُس نے کہئے کیا ہوا دل ۔۔۔ بس اتنی بات سنکر آ گیا دل
ہر اک دلبر کی خاطر چاہئے ایک ۔۔۔ کہان سے روز لاؤن مین نیا دل

مرا دلسوز ہے داغ جگر اب
مرا ہمدرد ہے درد آشنا دل

بہت ہی ٹھیک کہنا آپکا ہے
مرا ہی تو ہوا ہے بیوفا دل

ہمارے دشمن جان عاشقی ہین
یہی ہین ایک آنکھین دو بہر دل

کہین آیا نہو وہ فاتحہ کو
تڑپتا ہے جو مرقد مین مرا دل

سبھی کہتے ہین دل کو کعبہ ہے یہ
نہ ڈھا اسکو نہ مٹی مین ملا دل

اگر دل مین نہ دل ڈالون تو کہہ دے
کہ مین کہلون کلیجے مین ترا دل

گلی مین دیکھکر اپنی وہ بولے
پھر آیا کسقدر ہے بیحیا دل

سما جائے غم کونین جس مین
کہان سے لاؤن مین اتنا بڑا دل

بہت آنکھون سے کی ہے خونفشانی
ہزارا بنگیا ہے یہ مرا دل

وہ کہتے ہین کہان تک کوئی پاؤن
پڑے ہین عاشقون کے جا بجا دل

یہ ہے گفتار یا رفتار کیا ہے
تری باتون پہ میرا بس گیا دل

مرا دل ہے نہ کر پامال اسکو
ارے ظالم کلیجے سے لگا دل

کسی پر جان جاتی ہے جب اپنی
خدا حافظ یہ دیتا ہے دعا دل

ہزارون دیکھنے والے ہین اسکے
صفائی سے ہے آئینہ مرا دل

جسے دیتا ہون وہ کہتا ہی آصف
مبارک آپکو ہو آپکا دل

ولہ

جب اُسکے کام کا نہ رہے کام کا ہی دل
پھر کس مرض کی بار خدایا دوا ہے دل

اُس سنگدل کے جور و جفا پر فدا ہے دل
کمبخت میری جان کے پیچھے پڑا ہے دل

پاس ادب نہ ضبط محبت رہا مجھے
بے اختیار اُن سے کہا آگیا ہے دل

جسطرح ٹوٹ کر نہ جڑے رشتۂ حیات
ایسا ہی اسکا حال ہے جب ٹوٹتا ہے دل

تم دستان ہوا ور دل آزار بہی نہین
تم جانتے ہو دلکو نہین جانتا ہے دل

جس زور سے سنا ہے کہ ہرجائی آپ ہین
اوروں سے بدگمان ہون مرجا بجا ہے دل

پہلے لڑی تہی آنکہہ تری اُسکا ہے قصور
اسپر ہے کیون عتاب مرا بیچطا ہے دل

بچنا محال اور نکلنا محال ہے
اُس پیچ فائی زلف مین پہنسا ہے دل

اکسیر کی تلاش مین کیون خاک چہانئے
کشتہ کرے جو نفس کو پہر کیمیا ہے دل

کچہہ وسعت زمین و فلک کی نہین بساط
گر حوصلہ ہو دلمین تو سب سے بڑا ہے دل

باہم ہو کیا ملاپ کہ دونون ہین بیقرار
تم شوخ ہوا گر تو بہت چلبلا ہے دل

بدنامیان اسی کی تو ہین اک جہان مین
تم باوفا ہو سچ ہے مرا بیوفا ہے دل

دام وفا بچہا کے گرفتار جو کرے
ایسے سے آنکہہ اٹکی ہے اُس سے پہنسا ہے دل

دلبر چہٹے نہ مجہسے نہ مین دلسے چہٹ سکون
مین اُسکے پیچہے یہ مرے پیچہے پڑا ہے دل

انجام کیا ہو دیکہیے اس اختلاف کا
سنتا ہون دلکی مین نہ مری مانتا ہے دل

کیسا فراق وصل مین کب چین ہی مجہے
ترچہی ادائین دیکہتے ہی لوٹتا ہے دل

آصف کا امتحان تو کیا مصحفی ہی کر
یہ ہر کسی کا حوصلہ ہر ایک کا ہے دل

حرف نون

وصل مین تلخ بہی دشنام مزا دیتے ہین
کوسنے والون کو ہم دلسے دعا دیتے ہین

عفو کرتے ہین خطائین نہ سزا دیتے ہین
جان عاشق کی یونہین وہ تو گہلا دیتے ہین

حال دل کہکے جو ہنستون کو رُلا دیتے ہین
تو ہنسی ہنسکے وہ روتون کو ہنسا دیتے ہین

ایسے لوگون مین نہین ہم جو کہین اور نکرین
مرد جو کہتے ہین وہ کرکے دکہا دیتے ہین

وہ شہادت کو سمجھتا ہے حیات جاوید
زندگی آپ تو عاشق کی بڑھا دیتے ہین

سنکے آواز چلے آتے ہین وہ گھبرا کر
پھیرے نالے مری قسمت کو جگا دیتے ہین

دل مرا کسنے چرایا ہے بتائین مجھکو
زائچہ کھینچکے جو نام بتا دیتے ہین

ان حسینون سے کوئی خون کا دعوی کر ہی
خونبہا دیتے نہین خون بہا دیتے ہین

اُن کو لاؤ مرے گریہ کا کرینگے وہ علاج
بات کرتے ہین جو روتون ہنسا دیتے ہین

بیوفا یاد نہین تجھکو وفا کا شیوہ
یاد رکھہ تو کہ یہہ ہم تجھکو سکھا دیتے ہین

آنکھہ ملتے ہی یہ خود ملتے مین دل ملتا
خوبرو پیچھے ہی تو دل سے ملکے دغا دیتے ہین

اُن سے کہتا ہون جو مین ہجر کی آفت
قہقہہ مار کے وہ صاف اڑا دیتے ہین

خط پہ خط بھیجین گے کچھہ تو کبھی ہوگا جواب
آج سے ہم بھی یہی تار لگا دیتے ہین

قول ہو بوسہ ہو معشوق تو دے مانگتے ہی
پھر وہ دیتا ہے کہان جسکو کہا دیتے ہین

دل لگی یہ بھی شب وصل رہا کرتی تھی
ہم جلا دیتے ہین وہ شمع بجھا دیتے ہین

راز افشا نہ ہو لوگون مین یہ ہے اندیشہ
غیر کے خط کو وہ پڑھتے ہی جلا دیتے ہین

روز ہان ہان کے سوا اور نہین کچھہ بات
دلکو دیتے نہین پر کہکے منا دیتے ہین

دل بیتاب جو پنکھے کی طرح ہلتا ہے
روح کو ہم اسی پنکھے سے ہوا دیتے ہین

وہ تو خط پڑھتے نہین ہمکو یہ سوجھی تدبیر
دلکی تصویر لفافے پہ بنا دیتے ہین

ہوکے عاشق مرے مرنیکی مبارکبادی
اُس ستمگر کو مرے اہل عزا دیتے ہین

ہم تو مرتے ہین مگر اپنی وفائین تم کو
یاد رکھنے کے لئے یاد دلا دیتے ہین

جان کیونکر تجھے دیدون یہ خدا کا ہی مال
کیا برائی ہے بھی امانت کو لٹا دیتے ہین

یہ کچھہ احسان ہے دل باندھکے گر چھوڑ دیا
گیسو یار گرہ سے ہمین کیا دیتے ہین

ابھی کمسن ہین وہ مانوس بہت کھیل سے ہین
خط مرا پھاڑ کے وہ پرزے اڑا دیتے ہین

لب جانان کو چکھائینگے مزا وصل کی شب
ہوتی آئی ہے کہ چھوٹے کو سزا دیتے ہین

چشم بادام دہن پستہ ہے رخسار ہین سیب
ہم ترے وصف مین اک باغ لگا دیتے ہین

وہ گئے دن جو اسے کوستے تھی آٹھ پہر
اب تو آصف کو وہ جینے کی دعا دیتے ہین

ولہ

تو کرے مجھ سے پیار کی باتین
ہین یہ پروردگار کی باتین

نہ کرو اعتبار کی باتین
دور رکھو یہ پیار کی باتین

صاف آئینہ ہو گئین ہم پر
ترے دل کے غبار کی باتین

ہم ہین مشتاق ہان سنا واعظ
بادہ و بادہ خوار کی باتین

رنج کے ساتھ رنج کا ہے کلام
پیار کے ساتھ پیار کی باتین

غیر بھی نوحہ گر ہے یون مجھ پر
جیسے ہین سوگوار کی باتین

کیا کہین تجھ بغیر کس سے کہین
دل امیدوار کی باتین

رات جاتی ہے کیجئے موقوف
قصۂ روزگار کی باتین

جبر کیجے کہ لطف دونون ہین
آپ کے اختیار کی باتین

کیا گزرتی ہے کس طرح سے شبین
ہاے اہل مزار کی باتین

کہہ دیا غیر سے تمہارا بھید
لو سنو راز دار کی باتین

جو ہین کنج لحد مین خاک نشین
جوش فصل بہار کی باتین

ابھرے جوبن نے کردیا بیچین
کیا کہین ہو نہار کی باتین

رو کے رکتا نہین ہے طفل سرشک
دیکھو اس جانثار کی باتین

آنکھ سے سب عیاں ہے دیکھو تو
چشم مست خمار کی باتین

پاس ہو ہو گئی مگر مین وہی
اس دل جان نثار کی باتین

اے صبا کیا خبر ہے کہہ تو ذرا
میرے اُس شہسوار کی باتین

کان رکھکر کبھی سنو تو سہی
اپنے تم دوستدار کی باتین

دل نہ دیتا اگر تو کیون سنتا
چار کے طعنے چار کی باتین

بیوفا ایک تیری خاطر سے
سن رہا ہون ہزار کی باتین

تجکو رسوا کرین یہ ہین آصف
اس دل بیقرار کی باتین

وله

ارمان بہت ہین ترے پیکان بہت ہین
دل مین مرے ہر طرح کے مہمان بہت ہین

تھوڑے بھی تو معشوق کے احسان بہت ہین
دو چار ہی نکلین تو وہ ارمان بہت ہین

عاجز تری آنکھون سے مسلمان بہت ہین
یہ تاکتے یہ لوٹتے ایمان بہت ہین

جھگڑے تو ہزارون ہین مگر بات ہے اتنی
ہم تم سے وفا کرکے پشیمان بہت ہین

اے نامہ بر آئندہ کو اقرار تو ہو جائے
کم سن ہین اگر وہ ابھی نادان بہت ہین

کیون خوش ہو مری حسرت دیدار مٹا کر
مٹنے کے لئے اور بھی ارمان بہت ہین

دل ڈھونڈھ رہا ہے انھین اے ناصح مشفق
وہ کام محبت مین جو آسان بہت ہین

مایوس نہو کوئی رہا نہین خدا سے
ہونے کیلئے غیب سے سامان بہت ہین

یکبار ہی کو نہ گرا اپنی نظر سے
آنکھون مین ہی کہہ لینے کو انسان بہت ہین

قسمت یہ ہماری ہے کہ ارمان نہ نکلے
وہ جان کے ہم سے ہوے انجان بہت ہین

تم جیسے پریرویونکا سایہ نہین پڑتا
یارو نہین ہمارے ہی نگہبان بہت ہین

زاہد سے قیامت مین بہی بنے کے نہین بند
اسکے لئے ہر حال مین ہر آن بہت ہین

ہم پیتے ہی کرلین گے ابہی توبہ پہ توبہ
دنیا کے لئے دین کے سامان بہت ہین

دیوانون کو جنت ہے ترا سایۂ دیوار
ہان خاک اُڑانیکو بیابان بہت ہین

وعدہ نہین کرتے ہو کبہی وصل کا ہم سے
کیا پوچھتے ہو دلمین تو ارمان بہت ہین

ٹلنے کے نہین ہم کہ گزرتے ہین گمان اور
محفل مین تری عیش کے سامان بہت ہین

دل جتنے شکستہ ہین اگر کیجیے گنتی
ٹوٹے ہوے اُنسے ترے پیمان بہت ہین

کیا تونے کسیکا دل آشفتہ بنایا
گیسو کے ترے بال پریشان بہت ہین

آتے ہین خدا جانے تصور مین وہ کیونکر
دربان وہان اُنکے نگہبان بہت ہین

یون کھینچکے خنجر مجھے قاتل نے پکارا
آجا سے جینے والے تجہے ارمان بہت ہین

جانباز ہمین ہین کہ ہے جان سے حاضر
یون نام کے ہونیکو تو قربان بہت ہین

ہان دیکھنے والے کو نظر اور پرکہہ ہو
انسان جنہین کہئے وہ انسان بہت ہین

دل لیکے کیا مجھسے سلوک آپنے کیا خوب
یون مفت جتانیکو تو احسان بہت ہین

کچھ اور ہو نجم حضرت آصف کی بلا کو
ہان تیری محبت مین پریشان بہت ہین

حرف واو

نبہے کیا تم سے گو تم خوبرو ہو
ستمگر بے مروت تند خو ہو

کہا جب مین نے رنجیدہ عدو ہو
وہ بولے سنتے ہی کیون ہو تو ہو

وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو
وہی ہے پہول جسمین رنگ و بو ہو

ادہر مین ہون اُدہر محشر مین تو ہو
جو ہونی ہو خدا کے روبرو ہو

تجہے دلمین تو رکہلون مین یہ ہو ر
اُسی مین جان ہو اس مین ہی تو ہو

گداز عشق نے چھوڑا ہی کیا ہے ‏ مژہ سے ٹپکے گر دل مین لہو ہو
اُسے کیونکر نہو انداز پر ناز ‏ کسی کی دھوم جب یون چارسو ہو
وفاداری ہے گو عاشق کا شیوہ ‏ کرے کیا کوئی بے پروا جو تو ہو
یہ حسرت ہے تری تیغ ہلالی ‏ گریبان کی طرح زیب گلو ہو
لڑائی کی ہین باتین اُنکی مجھ سے ‏ کہین یہ ختم یارب گفتگو ہو
نقاب اُٹھے جو رخ سے روز دیدار ‏ صف محشر مین بھی پھر تو ہی تو ہو
کرین بیگانہ سے ہم کیا شکایت ‏ یگانہ ہو کے جب اپنا عدو ہو
ہمارا خون وہ ہے آبرو دار ‏ تری تلوار جس سے سرخرو ہو
نہو اسکے سوا کچھہ بھی تمنا ‏ دل بے آرزو کی آرزو ہو
یہ ہے خاک در میخانہ زاہد ‏ شکستہ اسکے چھونے سے وضو ہو
رہے ہردم مین ہردم یاد تیری ‏ جدھر دیکھون اُدھر بس تو ہی تو ہو
چلے جو سر کے بل اُس رہگذر مین ‏ وہی عاشق سراپا جستجو ہو
بگڑتے ہو بظاہر بات سے تم ‏ یہ بہتر دل ہی دل مین گفتگو ہو
وہ پوچھین اپنے دامن سے جو آنسو ‏ مرے اشکون کی کیسی آبرو ہو
تبرک ہے ہمارا بھی دل پاک ‏ لگائے ہاتھہ وہ جسکو وضو ہو
سمجھہ مین آئے کیونکر بات قاصد ‏ تری اُلجھی ہوئی جب گفتگو ہو
عدو کو بزم مین ہو شربت خضر ‏ مرے حق مین مے احمر لہو ہو
مقابل یون ملے جب حسن کی داد ‏ اُدھر یوسف ادھر بے پردہ تو ہو
برا کہنے مین جو تیرے ستم کو ‏ ہماری اور اُنکی گفتگو ہو

قیامت کی ہے اسکی ناامیدی
کہ جسکو آرزو کی آرزو ہو
جب اُس سے ہمنے کرلی قطع امید
تو پہر کیون آرزو کیون جستجو ہو
جو ہو تکیہ کرم پر اُس کے اپنا
بر آئے دل کی جو کچہہ آرزو ہو
خدا عزت رکہے دونو جہان مین
اور آصف کی ہر اک جا آبرو ہو

ولہ

مل کے عاشق سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو
ابہی کیا تہے ابہی کیا ہوتے ہو انصاف کرو
تم تو ناحق ہی خفا ہوتے ہو انصاف کرو
اور پہر حد سے سوا ہوتے ہو انصاف کرو
ہین یہی ڈہنگ تو امید رہیگی کسکو
اب جوان نام خدا ہوتے ہو انصاف کرو
وقت پر کام جو آئین گے یہی آئین گے
دشمن اہل وفا ہوتے ہو انصاف کرو
دبان ہم تہے ہین تم سے ہی وفا کرتے ہین
تم تو غیرون پہ فدا ہوتے ہو انصاف کرو
منصفی شرط ہے مہان یونہین بیٹہے ہین
تم تو آتے ہی ہوا ہوتے ہو انصاف کرو
خوگر لطف و عنایت ہون مجہے اب کہان
مہربان ہو کے خفا ہوتے ہو انصاف کرو
داد عاشق کی نہ دی بادشہ حسن بنے
اور سرگرم جفا ہوتے ہو انصاف کرو
تم تو مل کے رقیبون سے جلاتے ہو ہمین
اور پہر ہم سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو
ہے برا شیوہ بیداد سے رسوا ہونا
سب مین انگشت نما ہوتے ہو انصاف کرو
آج بیداد جو کرتے ہو تو کل کیا ہوگا
منفعل روز جزا ہوتے ہو انصاف کرو
مار رکہتے ہو ذرا آنکہہ دکہاتے ہو جسے
دوسری تم تو قضا ہوتے ہو انصاف کرو

یاد ہی ہے کبہی آصف سے ملے تہے کہ نہین
آج پابند حیا ہوتے ہو انصاف کرو

حرف یائے تحتانی

مچی ہے دہوم رہا نہیں جا بجا کسکی
بندہی ہے زناک ترے حسن کی ہوا کسکی

وہ حور وش بہی تو مسجد مین تہا خدا جانے
نماز کس نے ادا کی ہوی قضا کسکی

نکر کسی سے محبت یہ ہم نہ کہتے تہے
دل فریفتہ سنتا ہے تو بہلا کسکی

قصور تہا مری آنکہون کا دل نے پائی سزا
ہوی ہے عشق مین یہ کسکے سر بلا کسکی

مزا جدا ان ہو تمہین جب تمہین سے کچہہ نہوا
مریض عشق کو راس آئیگی دوا کسکی

ہزار رنگ سے نیرنگ ہین زمانے مین
ہوئی ہے شعبدہ گر چشم فتنہ زا کسکی

فلک بہی گو ہے ستمگر مگر نہین تجہسا
یہ دیکہہ کم ہے جفا کسکی ہے سوا کسکی

لڑی نظر سے نظر میری آپ کی لیکن
ثبوت کیجئے ہے بیشتر خطا کسکی

تمہین بہی اسکی خبر ہے وہ کون ہی ایسا
بندہی ہوئی ہے رہا نہین یہ ہوا کسکی

کہین نکرنے سے چہپتا ہے عیب دنیا مین
رقیب پر کہو اب جان ہے فدا کسکی

غضب تنے ہوئے ابرو کہنچی ہوئی تلوار
برے مین طور ترے آئی ہے قضا کسکی

عدو بہی میری طرح ملتجی ہے ہا شب در
وہان قبول ہوئی دیکہیے دعا کسکی

یہ امتحان تو دیکہو وہ مجہسے پوچہتے ہین
پسند ہے تمہین اس شہر مین ادا کسکی

کبہی لحاظ ہے دلکو کبہی ہے یہ گستاخ
سمائی اسمین شرارت بہری حیا کسکی

ہوئے ہین دیدہ و دل دونون والہ و شیدا
یہ کیا خبر ہے کہ اچہی ہوا نتہا کسکی

نہ جان کا ہے بہروسہ نہ عمر رفتہ کا
یہ بیوفا ہوئی کسکی وہ آشنا کسکی

مئے طہور کے اوصاف سن لئے واعظ
لگی ہے رٹ تجہے لے بندۂ خدا کسکی

خبر بہی ہے تمہین یا بیخبر ہو تم اس سے
خبر پہونچتی ہے ہمکو ذرا ذرا کسکی

ستم بھی آپ کرین اور آپ ہی پوچھین
زبان زبان پہ شکایت ہے برملا کسکی

جو کامیاب نہو کوئی یہ نصیب اُسکا
نہین قبول کی آصف نے التجا کسکی

ولہ

اگر ہو امتحان دیکھین نگاہ یار کیسی ہے
نہین معلوم وہ کستی ہوئی تلوار کیسی ہے

مجھے کس وہم مین ڈالا ہے یہ گفتار کیسی ہے
لبون پہ مسکراہٹ سی ہے گفتار کیسی ہے

تمہاری نرگس بیمار بھی بیمار کیسی ہے
کہ یہہ بیمار ہوکر پھر غریب آزار کیسی ہے

چُراتے ہین جو اپنی جان اے قاتل وہ کیا جانین
تری کھینچی چمکتی کاٹتی تلوار کیسی ہے

نہین جانتے اگر تصویر ہی کھنچوا کے منگوالو
یہہ تم کیا جانو شکل عاشق بیمار کیسی ہے

لئے ہین روہی جیسے ہین اسیر کیون بگڑتی ہو
یہہ دیکھو سرخ ہوکر زینت رخسار کیسی ہے

پکڑتی ہے زمین پھر قدم کو چھین قاتل کے
یہ کیون مشتاق ایسی ہے مری رفتار کیسی ہے

ہمارا خانۂ دل دیکھکر وہ سخت گھبرائے
کہ یہہ تعمیر بے سقف و درو دیوار کیسی ہے

مجھی سے چاہتے ہین وہ ادا اسکی وہ یہ فرماکر
کہو انصاف سے تم صحبت اغیار کیسی ہے

ستم کرتے ہین وہ مجھپر دعا دیتا ہون مین انکو
کوئی دل سے تو پوچھے یہ جفا بار کیسی ہے

کوئی جب خواب مین آتا ہے کھلجاتی ہے آنکھ انکی
اجی صاحب تمہاری نیند بھی ہشیار کیسی ہے

نہ کیونکر آبلہ سے سرفرازی دلکو حاصل ہو
ملی یہہ عشق کی سرکار سے دستار کیسی ہے

ہوا بھی ہم اسیرون تک نہین آتی جو یہہ پوچھین
فضائے باغ کیسی نکہت گلزار کیسی ہے

نزاکت کے بہانے سے تو مجھتک آ نہین سکتے
مری آنکھون مین تم پھرتے ہو یہ رفتار کیسی ہے

گری پڑتی ہین ٹھوکرین کھاتی ہین فریادین
یہ راہ عالم بالا ہی ناہموار کیسی ہے

وہ جانے دل لگی کا حال جس سے دل لگایا ہو
یہی آسان کیسی ہے یہی دشوار کیسی ہے

خدا پر چھوڑ بیٹھے چارہ گر بھی دوست بھی سکو ‫—‬ ذرا چلکر تو دیکھو حالت بیمار کیسی ہے
ترے طعنون سے اسنے ظالم کلیجہ ہوگیا چھلنی ‫—‬ ہوئی ہے تیر اک بات یہ گفتار کیسی ہے
نہین ملتے نہ ملنے ہمسے بھی غیرے نہین اٹھتے ‫—‬ یہ حجت روز کی کیسی ہے یہ تکرار کیسی ہے
کمر مین تو نے باندہی ہے کمر مین چاہیے رہنا ‫—‬ تری تلوار پھر پھر سے گلے کی ہار کیسی ہے
خدا نے عقل دی ہے اور کو بھی تو تو اے ناصح ‫—‬ نہین سنتا کسی کی یہہ خدا کی مار کیسی ہے
مخاطب غیر سے ہین بزم مین اس سے مین خوش ہون ‫—‬ مری آنکھون کو حاصل فرصت دیدار کیسی ہے
سر شوریدہ سے سد سکندر توڑ ڈالین ہم ‫—‬ جہان روزن بھی ہے دشوار وہ دیوار کیسی ہے
بہت لڑتی تھی پہلے عاشق ناشاد سے بزم ‫—‬ وہی اب آنکھ اسکی شکل سے بیزار کیسی ہے
وہ کہتے ہین ہماری ہی صفت مین غزل جب ہو ‫—‬ کہون کیا مین کہ یہہ پابندی اشعار کیسی ہے
اسے آصف کا غم ہے اور آصف کو یہ بیتابی ‫—‬ ہر اک سے پوچھتا ہے حالت غمخوار کیسی ہے

ولہ

کیا منہ ہے کوئی باتین بنائے مرے آگے ‫—‬ دعوی ہو جو دشمن تو آئے مرے آگے
فتنے تری نظرون نے اٹھائے مرے آگے ‫—‬ جادو تری آنکھون نے جگائے مرے آگے
کرنی جو پڑی انکو رقیبون کی اطاعت ‫—‬ کہتے ہین بڑے بول سب آئے مرے آگے
بے پردہ کیا حور کی تعریف نے انکو ‫—‬ جھنجلا کے وہ باہر نکل آئے مرے آگے
وہ کہنے لگے دیکھ کے پروانے کا جلنا ‫—‬ جلتے کو کوئی اور جلائے مرے آگے
محفل مین جلانے کو مجھے ہائے وہ ضد سے ‫—‬ پہلو مین رقیبون کو بٹھائے مرے آگے
جاتا ہون عدم کو وہ عیادت کو نہ آئے ‫—‬ اتنی بھی نہ تکلیف اٹھائے مرے آگے
اس منزل دشوار مین تقدیر نے ڈالا ‫—‬ رہبر بھی جہان ٹھوکرین کھائے مرے آگے

ہے نکہت گل مجکو قفس مین بہی غنیمت
یارب یہ بہار آکے نہ جائے مرے آگے

وہ بات نہ کرتے تہے جو کی بات تو یہہ کی
غیرون کے بہت عیب چہپائے مرے آگے

اندیشہ تہا انکو کہ آنکہون مین سما جاؤن
منہ کہولے نہ محفل مین وہ آئے مرے آگے

جاتے تہے وہ کل چہپکے سر شام جو پوچہا
مین کیا کہون کیا نقرے بنائے مرے آگے

عاشق کو کیا قتل یہ احسان جتا کر
دنیا مین مصیبت نہ اٹہائے مرے آگے

بلبل کی کہان ایسی گل افشانی تقریر
باتون کے چمن اُس نے لگائے مرے آگے

بہر آئے جو دل عاشق مضطر کا کرے کیا
تم کہتے ہو آنسو نہ بہائے مرے آگے

روٹہے کا منانا مجہے آجائے جو کوئی
روٹہے ہوے اس دل کو منائے مرے آگے

اُس بزم مین بیجا نہ سمجہے اسے دل مضطر
کیا ہو جو وہ کہدے یہ نہ آئے مرے آگے

دنیا کا جو ہے قافلہ کہتا ہے کہ آصف
جائے کوئی پیچہے کوئی جائے مرے آگے

ولہ

کب مرے دل پہ کارگر نہ ہوئی
وہ نگہ برچہی ہوئی نظر نہ ہوئی

غیر کو کاوش جگر نہ ہوئی
یہ ادہر کی بلا ادہر نہ ہوئی

نازنین کو کہان ہے تاب نگاہ
خواب مین کیا اُسے نظر نہ ہوئی

مہربانی تری اس الفت پر
جتنی ہوتی تہی اُسقدر نہ ہوئی

تیری فرقت مین رونے والونکی
آستین کب لہو مین تر نہ ہوئی

مین نے جب کچہہ کہا زبانی حال
تیری تسکین پیامبر نہ ہوئی

کب ترا غیر پر نہ دل آیا
کب تری پیانہ کی نظر نہ ہوئی

غیر اُس بزم ناز مین پہنچے
خیر گذری مجہے خبر نہ ہوئی

تجکو دل دیکے اپنی رسوائی
وہ ہوئی اب جو عمر بہر نہ ہوئی

یہ شب وصل انکو حسرت ہے
شام ہوتے ہی کیون سحر نہ ہوئی

ہم بہی جیتی ہوئی کہے ہی گئے
کب سزا بات پر نہ ہوئی

پہر کہان جائین گے ابہی ہم
خلد مین بہی اگر بسر نہ ہوئی

ہم نے میدان عشق جیت لیا
فتح غیرون کے نام پر نہ ہوئی

درد سر کا انہین بہانہ ہوا
داستان اپنی مختصر نہ ہوئی

دیکھئے دیکھئے پہری آپ نگہ
ہوتی ہوتی ادہر نظر نہ ہوئی

پاس ہوتی تو سب خلش مٹتی
نہ ہوئی عشق مین مگر نہ ہوئی

مر گئے دیکھئے فراق مین ہم
نہ ہوئی انکو کچہہ خبر نہ ہوئی

شب کا وعدہ وہ کرکے کہتے ہین
رات دو چار دن اگر نہ ہوئی

سامنے ہی رہی تصور مین
آنکہہ اوجہل تری نظر نہ ہوئی

شاخ گل کی بہی دیکہہ لی جنبش
وہ لچکتی ہوئی کمر نہ ہوئی

مین جو رویا تو کیا گناہ ہوا
دامن تر سے چشم تر نہ ہوئی

شکوۂ ہجر سنکے اسنے کہا
تجکو اللہ پر نظر نہ ہوئی

کب نظر تری اثر نہ ہوا
کب تری آنکہہ فتنہ گر نہ ہوئی

دہری تلوارین باندہ لین ہمنے
یہ تو معشوق کی کمر نہ ہوئی

کب ہوا حشر کب تمام ہوا
مجہے محشر کی کچہہ خبر نہ ہوئی

بتکدہ مین جو دیکہہ ہے صورت
وہ بہانے کو خدا کے گہر نہ ہوئی

صلح کی کچہہ امید ہے باہم
آج آصف سے پہر اگر نہ ہوئی

ولہ

لیتے ہیں نفس کے ہر انام اٹھتے بیٹھتے
یار رہتے ہیں وہ دشنام اٹھتے بیٹھتے

غیر کی تعریف ہے اور شکوہ ہی خوبیاں
وہ بیاں کرتے ہیں صبح و شام اٹھتے بیٹھتے

سامنے آ جاتا ہے ظالم کہ گذرتی شب و روز
مجکو یاد آتی ہے ہر بام اٹھتے بیٹھتے

چھیڑتے ہیں بس نہ کہ ہیں عشاق تو رونا ہو
دیکھکر معشوق گل اندام اٹھتے بیٹھتے

میرے کہنے پہ عمل کرتے تھے وہ دن اور تھے
اب تو ہے ہر بات پر الزام اٹھتے بیٹھتے

سنکے قاصد سے رقیبوں کے ستانیکے اثر
یاد کرتے ہیں وہ پیغام اٹھتے بیٹھتے

ہو چکی تعظیم غیروں کی کرو محفل تمام
شب تو گذری پھر خاص و عام اٹھتے بیٹھتے

ضعف میں کن مشکلوں سے ہوئی ہے راہ شوق
پہونچے ہیں منزل پہ ہر گام اٹھتے بیٹھتے

مجکو ایسا مرتبہ ہے یار غم کی تری
دیتے ہیں آغاز سے انجام اٹھتے بیٹھتے

میکدہ میں پارسا کی قید اب ذرا نہیں
بے تکلف سب ہیں مے آشام اٹھتے بیٹھتے

دل کے چھالوں کو کہاں تک سیر کیا مثل حباب
یہ نہیں ہیں کوئی بت گلفام اٹھتے بیٹھتے

اب تو صورت کہہ جا کر گرتے پڑتے ضعف سے
ہم بھی آ بیٹھے ہیں بر بام اٹھتے بیٹھتے

عاشقوں کا قتل انکو کھیل ہے مشکل نہیں
وہ تو کر لیتے ہیں ایسے کام اٹھتے بیٹھتے

دل ہی تنہا بیچین ہے آصف تو کیا کوئی کرے
چلتے پھرتے ہے نہ ہے آرام اٹھتے بیٹھتے

ولہ

انداز شوخ شوخ جو ملتے ہیں یار کے
اب ناز دیکھیے کوئی دل بیقرار کے

نکلی ہے جان عشق میں اس گلعذار کے
عشاق پھول لیتے ہیں پھر کے مزار کے

وعدہ کا انتظار کہاں تک کرے کوئی
ناچار ہم بھی بیٹھ رہے دل کو مار کے

دل مین ہمارے ایک صنم پردہ دار ہے
آئے خیال پہر تو ہے پردہ پکار کے

رفتار اسکی کیون نہ قیامت بپا کرے
فتنے قدم سے اٹہتے ہین اس شہسوار کے

بیٹہے تہے شب وصال مین چپ چپ الگ الگ
جب دل کہلے تو لطف ہوے بوس و کنار کے

بیتاب دل کے ہاتہ سے ہے میری لاش بہی
اندر مزار کے کبہی باہر مزار کے

یہ تو شب وصال ہے ماتم کا دن نہین
کیون سادگی سے آئے ہو زیور اتار کے

اسکی نشیلی آنکہون سے ایمان کیا بچے
دشمن یہ دونون مست ہین پرہیزگار کے

چوری کی بات تہی جو پکارا رقیب کو
شہرہ ہوئے ہین سامنے میرے پکار کے

سرکار عشق کو ہے اب آزادگی پسند
قیدی تو چہوٹ جائین کہین زلف یار کے

گلشن کے داغ پاس مرے دل مین رہگئے
یہ ہین نشان لٹی ہوئی فصل بہار کے

یہ دل نہین ہے زلف بگڑ کر جو پہر بنے
اسکو کہین بگاڑ نہ دینا سنوار کے

بس امتحان غیر تو اب ہو چکا تمام
امیدوار ہم بہی تو ہین ایک وار کے

زاہد کو ناز زہد پہ رندون کا ہے یہ قول
بندے گنہگار ہین پروردگار کے

سچ ہے نہین کسیکا کوئی ہائے بیکسی
جاتے ہین یار قبر کے اندر اتار کے

دونون طرف ہے بحر محبت مین ایک حال
بے صبر وار کے ہین تو بیہوش پار کے

بندون پہ اپنے شان کریمی سے رحم ہے
کیا فیض و فضل ہین مرے پروردگار کے

جب تک ہے منہ مین بات تو اخفائے راز ہے
وہ بات کیا چہپے جو پڑے منہ سے پار کے

انصاف کر تو خاک پہ کسکی ہو اے صبا
پیچہے پڑی ہے کیون مری مشت غبار کے

آصف سے ہم نے پوچہا جو مذہب تو یہ کہا
ہم ہین غلام پنجتن و چار یار کے

ولہ

یہ دل آشنا اور نا آشنا ہے
بہلون سے بہلا ہے برون سے برا ہے

قیامت کی چتون غضب کی ادا ہے
بچائے خدا چشم بد سے دعا ہے

شکایت نہین تو اگر بیوفا ہے
یہ قسمت ہے میری اُسیکا گلا ہے

نہین ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
زمانے مین کوئی کسیکا ہوا ہے

پیو بہی پلاؤ بہی اسکا مزا ہے
یہ شیشہ بہرا ہے یہ ساغر بہرا ہے

رہے یا نہین کوئی کس کام کا ہے
سلامت رہو تم یہ میری دعا ہے

کرین بتکدہ سے عبث قصد کعبہ
یہان بہی خدا ہے وہان بہی خدا ہے

مزا ہے یہی بات مین بات نکلے
ادا سے ادا جب نہو پہر تو کیا ہے

نشانہ بنے دیکہیے کونسا دل
یہ تیر دعا ہے وہ تیر ادا ہے

گیا دل تو جائیگی جان حزین بہی
محبت کا آخر کو پہل کیا ملا ہے

یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
جہنم مین بہی اک طرح کا مزا ہے

نہ لکہنا اُسے خط مین کیا جانتا تہا
مرا مدعی یہ مرا مدعا ہے

شب وصل مین ڈر کے ہر بار مجہسے
وہ پوچہا کئے صبح تک کیا بجا ہے

جفا کرکے تمنے وفا کی تو کیا کی
وہ دل ہی نہین مجہہ مین اب کیا رہا ہے

نہ اتراو بس بس خدا سے ڈرو بہی
گر اچہے ہو تم تو برون کا خدا ہے

ترے توڑنے سے نہ ٹوٹیگا ہرگز
مرا دل بہی کیا تیرا عہد وفا ہے

کہان جائے انسان انسے نکل کر
زمین فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

شب وصل کس طرح طے ہو یہ جہگڑا
نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کبھو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر — نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے
نہ ہونا کبھی مائل زلف ایدل — اُسی کے رہے پر جسکی بلا ہے
بجز حیرت اور دینے مطلت نذر کبھو — مراد مدعا ہے تو یہ مدعا ہے
تمہارا ہی میں ہون خطا وار عاشق — زمانہ کبھو مجھ سے پھر کیون خفا ہے
ستایش مین ہے ایک لطف تبسم — شکایت مین سو طرح کا مزا ہے
بہت دور ہے منزل الفت ایدل — جو یہہ طے ہوئی پھر خدا ہی خدا ہے
یہ پوچھا کسی نے جو عاشق سے آنکے — ترا حال اب کیا سے کیا ہو گیا ہے
کہا اُس نے میری مصیبت نہ پوچھو — سراپا کا میرے یہ نقشہ بنا ہے
یہ سر تہا کبھی زانوے دلربا پر — یہی زانوے فکر پر اب جھکا ہے
کبھی یہ جبین رشک ماہ مبین تہی — یہی خاک مین صورت نقش پا ہے
کشیدہ کمان کی طرح تہا جو ابرو — وہ اب جوڑ ٹوٹی ہوئی تیغ کا ہے
وہ آنکھین جو تہین محو دیدار ہر دم — انہین اک قیامت کا اب سامنا ہے
وہ بینی جو تہی محو خوشبوئے الفت — وہ مدت سے محروم بوئے وفا ہے
وہ لب غنچہ لب جسکو دیتے تہے بوسے — لب زخم کی طرح اب بدنما ہے
وہ گوش طربناک لبریز نغمہ — شکایت ملامت ہی اب سن رہا ہے
وہ گردن پڑے دست محبوب جسمین — گریبان اُسے طوق اب بن رہا ہے
وہ گلرنگ رخ جسکے بلبل تہے گرو — خزان دیدہ پہولون سے مرجھا گیا ہے
وہ سینہ جو عشرت کدہ تہا ہمیشہ — اُسے دیکھیے اب تو ماتم سرا ہے
بھرا جو حسینون کے سینون پہ پہرون — اُسی ہاتھ سے اب تو سر پیٹتا ہے

کبھی پاؤں چلتے تھے راہ طلب میں
انھیں پاس نے آشکستہ کیا ہے

یہ دل رنج و غم سے تھا آزاد کیسا
یہی اب گرفتار دام بلا ہے

کوئی بیوفاؤں کے دام میں نہ آئے
محبت جو کی تھی یہ اسکی سزا ہے

مرے حال بد پر کرم کرنے والا
خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے

ہمارے بھی ہے امتحان عشق آصف
لگانا ہی دل کا مرا جرم سا ہے

ردیف

کبھی پیارے دل گمراہ تو ہے
مرا دشمن مرا بدخواہ تو ہے

نظر آتا نہیں شب کو سیہ دل
کریں کیا ہم جو رشک ماہ تو ہے

فلک کو دیکھکر کوئے بتاں سے
اٹھے جب کہکے ہم اللہ تو ہے

کہا جب اُن سے عاشق اور بھی ہیں
قسم کھا کر کہا واللہ تو ہے

تصور غیر کا میں نے کیا جب
کہاں جاتا کہ سد راہ تو ہے

مرا راز محبت ہو نہ افشا
خدایا اس سے بس آگاہ تو ہے

رقیبوں کا جلائے دل تو جانیں
کہاں ہاں برق بلا اے آہ تو ہے

دل اپنا دیدیا اس بت کو میں نے
مرا یاور مرے اللہ تو ہے

پڑا پھرتا ہے کوچہ میں اسی کے
ارے او دل بڑا گمراہ تو ہے

نہ پایا دل کے گوشہ میں کوئی اور
فقط اک زیب خلوتگاہ تو ہے

اثر دیکھا ترا اے عشق ہم نے
ارے ظالم بڑا جانکاہ تو ہے

کہا جب بیوفا غیروں کو میں نے
جھنجھلکر بولے وہ واللہ تو ہے

ترے در کا گدا ہوں میں آصف
شہنشاہوں کا شاہنشاہ تو ہے

ادا سے ہاتھ سے پاس آکے اُسنے
کہا آصف سے آصف جاہ نے

ولہ

پھر رہی ہے سامنے عالم میں تنہائی آپکی
یہ خدا کی ہے خدائی یا خدائی آپ کی

مار ڈالیگی ہمیں یہ کج ادائی آپ کی
بیوفائی بیرخی بے اعتنائی آپکی

راست بازو پھر ہے روشن کج ادائی آپکی
ہے وفاداری یہ ظاہر بیوفائی آپکی

دیدۂ پرخون کو میرے دیکھکر کہتے ہیں وہ
ہے یہ بیماری کی سرخی آنکھ آئی آپکی

خوب پھل پایا ہے ملکر لیا آگے کو عہد
کیا ملائیگی خدا سے آشنائی آپکی

جو پھنسائیگا کسیکو آپ بھی پھنس جائیگا
ہوچکی پھندے سے میرے اب رہائی آپکی

بال تھے الجھے ہوئے شانہ کیا ہے دیر تک
ہیں دہاروں دیکھ گئی ہوگی کلائی آپکی

چھیڑ کا اسمیں مزا شکوہ کا اسمیں لطف ہے
صلح سے بہتر سمجھتا ہوں لڑائی آپکی

جب تلوّن ہے طبیعت میں تو یکساں ہوگئی
آشنائی آپکی ناآشنائی آپکی

کیا سکھائے گی قیامت آپکو فتنوں کی چال
ابتدا سے یہ تو ہے سب کچھ سکھائی آپکی

دل میں ہم جلتے ہیں سنکر کچھ اتنا بس نہیں
لوگ کرتے ہیں برائی پر برائی آپکی

پھر ہوئے برہم یہ غصہ مجھپہ کیوں ہے اسقدر
ہوگئی تھی وصل میں مجھسے صفائی آپکی

داور محشر کے آگے آپکا شکوہ کیا
حسب عادت پھر قسم بھی تم نے کھائی آپکی

اپنے عاشق کو ستانا اسقدر اچھا نہیں
بیٹھ جائیگی مرے دل میں برائی آپکی

آپکی صورت جو دیکھیں گے تو بھر آئیگا دل
یاد آئیگی قیامت میں جدائی آپکی

جانتے تھے جاکے ہونگے بزم دشمن میں سبک
کیا کریں ہمکو محبت کھینچ لائی آپکی

ہے تجلی نور کی لاکھوں حجابوں سے عیاں
پردے پردے میں ہے کیا کیا خودنمائی آپکی

اپنی آنکھوں کی بلائیں لوں کہ شب کو خواب میں
خوب بے پردہ مجھے صورت دکھائی آپکی

رنج فرقت میں جو مر کر جئے تو کیا جئے
خاک میں ہمکو ملائیگی جدائی آپکی

روز محشر پرسش اعمال ہوگی جب مری
یا الٰہی دونگا دہائی پر دہائی آپکی

عاشق و معشوق کے لب پہ ہوگی یہ داستاں
یہ وفاداری ہماری بیوفائی آپکی

سیر گلشن کیا کہوں کیا باعث فرحت ہوئی
پھول کو سونگھا تو خوشبو مجھکو آئی آپکی

غیر کو بھیجا تھا چھلا خط کے اندر ڈالکر
وہ نشانی لیجے میرے ہاتھ آئی آپکی

بدگمانی دیکھنا دیکھی جو میری آہ سرد
پوچھتے ہیں وہ لگی کسنے بجھائی آپکی

کس طرح راضی ہوئے کیا اسنے جادو کر دیا
شب کو آصف سے ہوئی کیونکر صفائی آپکی

ولہ

نہ دل میں صبر نہ دل میں قرار باقی ہے
کسیکی یاد فقط یادگار باقی ہے

تری بہار جو ابر بہار باقی ہے
ابھی سرور مئے خوشگوار باقی ہے

حجاب وصل میں بھی اے نگار باقی ہے
نگہ نگہ کو مرے انتظار باقی ہے

لگا کے تیر مرے دلپہ تو جگر کو نہ چھوڑ
شکار وہ تو ہوا یہ شکار باقی ہے

مٹا سکے گا مجھے خاک چرخ کج رفتار
نہیں مزار تو مشت غبار باقی ہے

نکالیو دل شیدا وصال میں ارمان
ابھی تو حسن کی کچھ کچھ بہار باقی ہے

کہ اب بھی وعدہ خلافی سے عہد اے ظالم
کہ کچھ یونہیں سا ترا اعتبار باقی ہے

جوان ہوگئے تجھے گرچہ آئی شرم و حیا
وہ کم سنی کی شرارت تو یار باقی ہے

وہ کس غرور سے کہتے ہیں اب شباب کے بعد
یونہیں رہیگی یہ جتنی بہار باقی ہے

خدا کے آگے بھی کہدونگا میں تو روز جزا
کہ دل میں آرزوئے وصل یار باقی ہے

ہزار بار نکالو جو دل کی تم ارمان
یہ بار بار کہو کہ لاکھہ بار باقی ہے

تمہا تصور مرا اسکو کر دیا ثابت
تمہارے دل مین ابھی تک غبار باقی ہے

شب وصال وہ گھبرا کے صبح تک مجھسے
یہ پوچھتے ہی ہے کوئی پہار باقی ہے

ہزار گن کے جو مین تھم گیا تھکی ہے زبان
بہت سا تیرے ستم کا شمار باقی ہے

تمہین رقیب کا جسطرح انتظار رہا
تمہارا ہمکو بھی یون انتظار باقی ہے

ترا جو سینہ ہے آئینہ مین بھی تو دیکھون
نہین ہے یا ترے دل مین غبار باقی ہے

نکل گئی مرے دل سے تری نظر کی پھانس
عدو کے رشک کا کمبخت خار باقی ہے

مٹے بلا سے مٹے ہم مگر جفا تو کرو
ابھی مزار کا سنگ مزار باقی ہے

تمہارے ڈھنگ تو سارے ہین بیوفائی کے
یہ ہین سلاو عدہ ناپائدار باقی ہے

مٹے مٹے نظر آتی ہین داغ دل کش
لٹی لٹی مرے دل کی بہار باقی ہے

نکالین تو نے زمانے کی حسرتین کیا کیا
فقط یہی دل امیدوار باقی ہے

ہماری قبر پر اسکو چڑھا دے اے گلرو
ترے گلے مین جو پھولون کا ہار باقی ہے

نشان اہل نشان مٹ گئے بہت معدوم
ظہور قدرت پروردگار باقی ہے

قد اسکا سرو ہے پستان انار سیب زنخ
بہار پر ہے وہ جوبن بہار باقی ہے

پلا دے ساغر مے ساقیا نہ دیر لگا
چمن مین جوش گل و برگ و بار باقی ہے

کوئی رہا نہین ارمان نزع مین مجھکو
جو ہے تو حسرت دیدار یار باقی ہے

بجا ہے قدر کرو جسقدر مرے دل کی
کہ عاشقون مین یہی یادگار باقی ہے

اٹھائے رنج کہان تک آصف غمگین
کہ مجھ مین کیا مرے پروردگار باقی ہے

ولہ

اب آشنا ہوئے ہیں تمہارے نئے نئے
پھرتے ہیں لوگ تکتے تمہارے نئے نئے

انسان ہے کہ حور ہے پری ہے یہ کون ہے
چلمن سے ہوتے ہیں اشارے نئے نئے

پہلے ہماری چاہ سے یہ بات تھی کہاں
ہیں رنگ ڈھنگ اب تری پیار کے نئے نئے

بستر پر اُنکے دیکھے ستارے جڑے ہوئے
ان کو نظر یہ آتے ہیں تارے نئے نئے

مہجور و دلفگار و پریشان و بدنصیب
رکھے گئے خطاب ہمارے نئے نئے

گر ایک ہے عدم تو قیامت ہے دوسرا
دریائے عشق کے ہیں کنارے نئے نئے

وہ التفات ہے نہ وہ ہیں مہربانیاں
بدلے ہیں طور آپکے سارے نئے نئے

تصویر داغ دل کی ہے زخم جگر کی بھی
تحفے یہ اُن کو ہم نے گذارے نئے نئے

اُن کو ملے رقیب تو معشوق ہمکو بھی
اُن کے نئے نئے ہیں ہمارے نئے نئے

دیکھے بہشت سے زہرہ جبین اور مہ جمال
چمکے زمین پر بھی ستارے نئے نئے

چاہت میں ہے بتوں کی پرانوں کا کب برا
ہوتے نہیں ہیں یاں گوارے نئے نئے

ہمسے چھٹے تو پھر نہیں ملنے کا کوئی بھی
تم ڈھونڈتے پھروگے سہارے نئے نئے

جانے دو اگلی باتوں کو جو کچھ ہوا ہوا
پھر عہد ہوں ہمارے تمہارے نئے نئے

بھڑکی جو دل کی آگ پتنگے بنے ہیں اشک
آنکھوں نے یہ دکھائے شرارے نئے نئے

ہمکو ملا نہ خانۂ دل کا سا ایک بھی
نقشے مکان مکان کے اُتارے نئے نئے

آصف نے غیر کا جو کیا شکوہ یہ کیا
معشوق کیا نہیں ہیں تمہارے نئے نئے

ولہ

ٹھہرے ہوئے ہیں جب سے کسی گلعذار کے
چلمن سے جھڑ گئے ہیں عروس بہار کے

حسن و جمال تیرے ہین کیا کیا بہار کے
دیتے ہین جان عاشق جانباز وار کے

صدمے بیان کیا ہون شب انتظار کے
سو بار چپ ہوا ہون اجل کو پکار کے

چلتا ہوا ہے چشمۂ مژگان اشکبار
لتے ہئے ہین دامن ابر بہار کے

یہ قول وصل کا ہے نہ ٹوٹے خدا کرے
جاتے ہو میرے ہاتھ سے تم ہاتھ مار کے

چکر مین تجہکو ڈالدیا عشق غیر نے
یہ ہتہکنڈے ہین گردش لیل و نہار کے

یہ عرصہ گاہ حشر ہے محفل نہین تری
اغیار سے تو جائین تجہے اُبہار کے

کچہہ تم نگاہ مہر و عنایت اگر کرو
کچہہ حوصلے بڑہین دل امیدوار کے

میرے دل و جگر سے کوئی پوچہلے ذرا
کیا کیا مزے ہین وصل مین اس گلعذار کے

کس عارف خدا کا گذر اسپہ ہو گیا
قربان شیخ و شاب ہین میرے مزار کے

اس خوش گلو کی ہے وہ میری صدا کہ جو
نغمے ہزار بار سنے ہین ہزار کے

آنکھون مین ہے سرور نہ مستانہ ہی ادا
پالے پڑے ہو کیا کسی پرہیزگار کے

مجبور کر دیا ہے محبت نے کیا کرین
دل اختیار کا ہے نہ تم اختیار کے

اس حسن پر دوچند ہوا حسن اور بہی
ابہرے ہوئے ہین گال جو اس نو بہار کے

انگڑائیان خمار کی لیتے ہو صبح سے
ہئے چڑہے تہے رات کو کس بادہ خوار کے

ایسی ہے تیری اٹہتی جوانی کی دہوم دہام
جوش و خروش جیسے ہون آتی بہار کے

قطرے شراب سرخ کے یاد آگئے مجھے
توبہ کے بعد دیکہکے دانے انار کے

دیکہا جو ترے بڑہے ہوئے جوبن کی داد کون
پچہتاؤ گے بہت مجھے دل سے اتار کے

ٹہنڈی ہوا ہے مے ہے بت شنگ گل ہے پاس
پہر اسپہ لطف بارش ابر بہار کے

کس سے کہون مین حال کہ اب جوش عشق سے
کیسے ہین رنگ ڈہنگ دل بیقرار کے

پہونچائے ہمکو دیکھئے عمر رواں کہاں — قابو میں یہ سمند نہیں ہے سوار کے
آصف کے حال پر یہی احساں ہوں کبہی — اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کے

ولہ

سامنے وہ بے نقاب دیکھئے کبتک رہے — دیکھنے والوں کو تاب دیکھئے کبتک رہے
تشنہ ہے ساقیا ہم بہی ہیں جلد ہی پلا — بزم شراب و کباب دیکھئے کبتک رہے
حشر کا دن ہے بڑا حال غم اس سے ہوا — تجھسے سوال و جواب دیکھئے کبتک رہے
ہجر کا دن یا خدا حشر کا دن ہو گیا — پیش نظر آفتاب دیکھئے کبتک رہے
رات تڑپتے کٹی چین نہیں دن کو بہی — دل کو مرے اضطراب دیکھئے کبتک رہے
آتے ہیں وہ وصل میں ڈر بہی ہے کچھ کچھ انہیں — چشم ہے وا نیم خواب دیکھئے کبتک رہے
مٹ گئیں جو صورتیں کیا کہیں کس سے کہیں — چرخ کا یہ انقلاب دیکھئے کبتک رہے
تلووں میں کی گدگدی پانوں بہی انکی کبہی — وصل کی شب آنکھو خواب دیکھئے کبتک رہے
چین نہیں تو نہیں موت بہی اسکو نہیں — یہ دل خانہ خراب دیکھئے کبتک رہے
تونے پہرایا ہے سر کہنے کا تیرے اثر — ناصح مشفق جناب دیکھئے کبتک رہے
ہاتہہ میں ہے جام مل پاس ہے اک رشک گل — نشہ جوش شراب دیکھئے کبتک رہے
وصل کی جو تہی گھڑی وہ تو گذر ہی گئی — ہجر کا تیرے عذاب دیکھئے کبتک رہے
رشک سے وہ مہ جبین خاک نہ ڈالے کہیں — آئینہ کی آب و تاب دیکھئے کبتک رہے
کہتی ہے شوخی نہ رہی اور یہ مستی نہ رہی — شرم سے منہ پر نقاب دیکھئے کبتک رہے
جور کہا تک نہیں اشک کہا تک نہیں — اور غم بیحساب دیکھئے کبتک رہے
حسن کا اسکے ظہور دل کے ہوا نار نور — دورہ مہ آفتاب دیکھئے کبتک رہے

وصل کی شب ہمکنار آج ہے وہ گلعذار
لطف شراب و کباب دیکھیے کبتک رہے

آصف ناشاد کا حال وہی ہے جو تھا
عشق میں مٹی خراب دیکھیے کبتک رہے

سلام

سلامی دیکھنا اشکوں کے گوہر ایسے ہوتے ہیں
لئے ہیں تشنہ نے دامن میں بمقدار ایسے ہوتے ہیں

مضامین غم شہ زوار دل تھام کر سنئے
رگ جاں کھولتے ہیں یہہ نشتر ایسے ہوتے ہیں

سنا شبیر کا نام اور اک بجلی گری دل پر
جو دلمیں درد رکھتے ہیں وہ مضطر ایسے ہوتے ہیں

فرشتوں نے کہا جب سر کٹانے آپکو دیکھا
ولی اللہ کے اسد اکبر ایسے ہوتے ہیں

لڑے اس شان سے اکبر کہ دشمن بھی پکار اٹھے
بہادر اسکو کہتے ہیں دلاور ایسے ہوتے ہیں

زمیں سے عرش پر پہنچا دیا شبیر نے حر کو
خدا کے خاص بندے بندہ پرور ایسے ہوتے ہیں

مرے آئینہ دلمیں ہے جلوہ ماہ زہرہ کا
سکندر سے کہو دیکھے سکندر ایسے ہوتے ہیں

تن سرور پہ جتنے زخم تھے وہ سب بتاتے تھے
چھری تلوار برچھے تیر خنجر ایسے ہوتے ہیں

محبت بنت شبیر کی دیکھو تو ظاہر ہو
کہ خواہر ایسی ہوتی ہے برادر ایسے ہوتے ہیں

لب دندان میں تشنہ سے اور ہی کچھ آب پیدا ہے
نہ لعل اس شان کے دیکھے گوہر ایسے ہوتے ہیں

لڑے بچے جو زینب کے تعجب سب کو آیا ہے
کہ جو شیروں میں پلتے ہیں وہ اکثر ایسے ہوتے ہیں

نہائی خوں میں اصغر تو بانو سے کہا شہ نے
کہ دیکھو باغ جنت کے گل تر ایسے ہوتے ہیں

مظالم کربلا کے سنکے حیرت سب کو ہوتی ہے
کہ یہہ مٹی کے پتلے دل کے پتھر ایسے ہوتے ہیں

عدو بھی ہوگئے حیران جو دیکھا صبر حضرت کا
یہہ کیا معلوم کہ سبط پیمبر ایسے ہوتے ہیں

پھڑک کر تشنہ کی تشنہ گلے ہی تھی قاتل سے
کہ پیاسوں کے مشتاق خنجر ایسے ہوتے ہیں

مزا کیا دیکھے ہیں ویدۂ تر اپنے ای آصف | یہہ ہم نے آج جانا جام کوثر پیسے ہوتے ہیں

سلام

رات دن دل میں خیال شہپار رہتا ہے | خوب رونے کا تڑپنے کا مزا ملتا ہے
ماتم شاہ شہیدان کبھی گھٹنے کا نہین | یہہ وہ ہے داغ ہمیشہ جو ہرا رہتا ہے
دل ورا سا ہے مگر دیکھیے وسعت اسکی | داغ رہتا ہے جدا درد جدا رہتا ہے
خلد ہے ساقی کوثر ہے ہمارا ساقی | مے کوثر سے یہان جام بھرا رہتا ہے
عاجزی چاہیے اُن کو جو کرم والے ہین | خاک پہ نخل ثمردار جھکا رہتا ہے
ہے تصور میں جو عابد کی برہنہ پائی | ایک کانٹا سا کلیجہ میں چبھا رہتا ہے

فیض یہہ چشم گہربار کا ہے ای آصف
موتیون سے مرا دامن جو بھرا رہتا ہے

آذری اسفراینی

آذری تخلص ۔ سید حمزہ نام ۔ شیخ نورالدین لقب ۔ آپ خواجہ علی ملک سربداریہ کے فرزند ہین ۔ نسب کا سلسلہ احمد بن یحی ہاشمی مروزی سے منتہی ہوتا ہے ۔ خواجہ ملک سربداریہ کے عہد مین اسفراین مین صاحب اقتدار و اختیار تہا ۔ آذری کا مسقط الراس اسفرائن ہے ۔ اسی شہر مین نشو و نما پایا ۔ اور وہان کے علما و فضلا کی خدمت مین تربیت و تعلیم پائی ۔ جب فارغ التحصیل ہوا اسوقت عالم شباب تہا ۔ شعر و شاعری مین مشغول ہوا شاعری کے میدان مین مشاہیر شعرا سے بڑہ گیا ۔ تیزی فہم و ذکا مین مشہور ہوا ۔ چنانچہ ایک وقت شیخ صدرالدین رواس کے ہمراہ مشہد مقدس مین میرزا الغ بیگ کے ملنے کیلئے گیا مرزا نے اول شیخ صدرالدین سے پوچہا کہ آپ رواس مین پہلا بار رات ثنا و ثلثہ مین

شیخ نے کہا رواص صاد سے ہون۔ میرزا نے فرمایا کہ آپ صاد سے بھی نہین ہین اسلئے کہ رواص کلام عرب مین نہین آیا۔ پھر شیخ آذری سے پوچھا کہ آپکا تخلص آذری کس جہت سے آپنے کہا چونکہ میری ولادت ماہ آذر مین ہوئی تھی اسلئے مین نے آذر تخلص اختیار کیا۔ میرزا نے کہا آپ شاعر پیشہ نہین تھے۔ وہ آذر بضم ذال ہے نہ بفتح۔ شیخ نے بداہتہً جواب دیا۔ ماہ آذر کے ذال نے متعدد سال ذلت و خواری مین گذارے اور اسکی پیٹھ خمیدہ ہو گئی۔ قریب تھا کہ اسکی پیٹھ شکستہ ہو جائے لیکن مقام شعور و ہوش مین آیا۔ اور قائم ہو گیا۔ اسکی پشت درست و راست ہو گئی۔ میرزا کو شیخ کا جواب پسند آیا۔ شیخ کو مصاحبین کے زمرہ مین شریک فرمایا۔ اور بیشمار انعام و احسان سے سرفراز کیا۔ اور شیخ سے فرمائش کی کہ سلمان ساوجی کے قصائد جواب لکھئے شیخ نے موزون کرکے پیش کیا۔ تمام شعراء نے پسند کیا۔ بعد ازان ایک قصیدہ میرزا شاہرخ کی مدح مین بھی لکھا شاہزادہ کے توسل سے میرزا کے ملاحظہ مین پیش کیا۔ میرزا بہت ہی خوش ہوا۔ ملک الشعرائی خطاب سے مخاطب فرمایا۔ اور صلہ و انعام وافر سے مالامال کیا۔ اسی زمانہ مین شیخ نے دنیا سے برخاستہ خاطر ہو کے طریقۂ درویشی مین قدم رکھا۔ شیخ محی الدین طوسی کی خدمت مین پہنچا۔ کتب سلوک و احادیث کی سند شیخ سے حاصل کی۔ اور اُن کے ہمراہ حج کو گیا۔ شیخ کے فوت ہونیکے بعد سید نعمت اللہ ولی کرمانی کی خدمت مین آیا اور بیعت کی۔ ریاضت شاقہ کے بعد سیر و سیاحت مین مشغول ہوا۔ بہارستان سخن کے مولف نے لکھا سفر کرتے وقت میرزا بایسنغر بن میرزا شاہرخ نے شیخ کی خدمت مین ایک بدرہ زر پیش کیا شیخ نے قبول نہین فرمایا۔ اور یہ بیت پڑھی

زر کہ ستانی و بر افشانیش ہم بہ از آنست کہ نستانیش

مولانا مجاہد سیدی طالب العلم نے اُس بدرہ سے ایک مشت زر اٹھایا اور کہا اے شیخ

تونے اس مال کو اپنی ذات پر حرام کیا۔ خدا نے مجھپر حلال کیا۔ شاہزادہ طالب علم کے کلام سے مسکرایا۔ اور بدرہ اسکو دیدیا۔

شیخ سیاحت کے زمانہ مین ایک سال کامل بیت الحرام مین مقیم و مجاور رہا۔ قیام و مجاورت کے زمانہ مین ایک کتاب مسمی سعی الصفا مشتمل بر مناسک حج و تاریخ کعبہ لکھی۔

فرشتہ نے لکھا کہ شیخ آذری حرمین شریفین کی زیارت سے فارغ ہوکے دکن مین آیا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار مین باریاب ہوا سلطان کی مدح مین چند قصائد غرا پیش کئے انعام و خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوا۔ پھر حسب الارشاد سلطان بہمن نامہ کی نظم شروع کی۔ جب احمد شاہ کے داستان پر پہنچا تب کتاب بادشاہ کے ملاحظہ مین پیش کی۔ اور وطن مالوفہ جانیکے لئے رخصت طلب کی۔ بادشاہ نے کہا اے آذری فی زماننا مین مخدومی سید محمد الحسینی گیسو دراز کے فوت ہونے سے رنج و مصیبت مین ہون آپکے ملنے سے میرا رنج و غم کم ہوتا ہے۔ آپ اسوقت جائیے نہین تو آپکے فراق مین بھی مبتلا ہونگا۔ رنج و غم دوچند ہوگا۔ شیخ نے جب بادشاہ کی ایسی عنایت دیکھی تو دکن مین سکونت اختیار کی۔ اور اپنے عیال و اطفال کو خراسان سے طلب کیا۔ اتفاقاً بادشاہ نے انہین ایام یعنے ۸۳۲ھ ہجری مین دارالامارہ بیدر مین ایک قصر رفیع الشان بنایا حسن اتفاق سے تیار ہوگیا تہا۔ شیخ نے قصر کی شان مین دو بیتین لکھکے خوشنویس کے ہاتہہ سے لکھواکے دروازہ پر چسپان کردین۔ ایکروز بادشاہ کی نظر بیتون پر پڑی بہت خوش ہوا تحسین کرکے پوچھا کہ یہہ کسنے لکہی ہین۔ خادمان مقربین نے عرض کیا کہ یہہ شیخ آذری کا نتیجہ طبع ہے۔ اسوقت شہزادہ علاءالدین نے موقع دیکھکے عرض کیا کہ شیخ مشتاق وطن ہے۔ کہتا ہے اگر بادشاہ مجھکو رخصت کرینگے تو

مین حج کا نصف ثواب پیشکش کرتا ہون - بادشاہ راضی ہوا شیخ کو بلوایا چالیس ہزار تنکہ نقرہ کہ ہر ایک تنکہ وزن تا ایک تولہ ہوتا ہے پیش کیا شیخ نے تمام زر کے بدرون کو دیکھکے کہا - لایحمل عطایاکم الا مطایاکم - آپ کی عطیہ کو کوئی نہین اٹھا سکیگا مگر آپکے اونٹ - بادشاہ ہنسا اور بیس ہزار خرچ راہ و کرایہ کے لئے عطا کیا - اسیوقت خلعت خاصہ اور پانچ خدمتگار ہندی بہی عنایت کئے - اور شیخ کو رخصت فرمایا شیخ نے رخصت کیوقت قضا ئیرازی کی یہہ دو بیتین پڑہین ؎

ثواب کرد که پیدا نکرد هر دو جهان	یگانه داور داداری بی نظیر و همان
وگرنه هر دو ببخشیدی بوقت کرم	امید بنده نماندی بایزد متعال

وعدہ کیا تہا کہ بہمن نامہ ہان سے لکہکے بہیجا کرونگا - ہمایون کے داستان تک لکہکے بہیجا - ہمایون کے داستان تک آذری کی تصنیف ہے - باقی ملا نظیری و سامعی وغیرہ نے تکمیل کی - اور اصلاح کے ساتھ ملحق کردیا - شیخ آذری ہند سے اسفرائن مین پہنچا تا زندگی گوشہ نشین رہا - شبانہ روز ریاضت و عبادت مین گزارتا تہا - آخر بیاسی برس کی عمر مین سنہ ۸۶۶ ہجری مین واصل حق ہوا - زندگی مین اپنے قبر کے لئے زمین و باغ خرید کے وقف کردیا تہا - زمین و روضہ کی آمدنی طلبہ و فقرا و صلحا و روشنی و فرش کے لئے وقف کردی تہی محمد اللہ مستوفی نے اسکی وفات کی تاریخ لکہی ؎

چراغ دل بمصباح حیاتش	بانوار حقائق داشت پرتو
چو او مانند خسرو بود و شعر	ازان تاریخ فوتش گشت خسرو

ہفت اقلیم کے مولف نے لکھا کہ ایک بزرگ سے منقول ہے - فرمایا کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب مین دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جاتے تہے

میں نے چاہا کہ ایک شخص سے پوچھوں کہ حضرت کہاں تشریف لیجاتے ہیں۔ یکایک حضرت صلعم میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ آذری کی زیارت کیلئے اس بیت کے صلے میں جاتا ہوں کہ اس نے میرے فرزند کے مرثیہ میں لکھا ہے وہ بیت یہ ہے

سوانح مشہود اس ماجرای قتل حسین	ہر جا کہ ذکر واقعہ کربلا بود

باوجود اینہا شیخ آذری کی شاعری و دستخط سے تنہا یا طلوعات عالم کہنہ سے الطف ہے اور اسکی درویشی بزرگی بھی مقبول ہوئی تھی صاحب تحفہ سامی نے لکھا کہ صاحب التالیف والتصنیف تھا۔ من تصانیفہ جواہر الاسرار و عجائب الدنیا۔ طغرائے ہمایون۔ سعی الصفا۔ جواہر الاسرار ایک مجموعہ نوادر ہے اور کشکول متعدد علوم پر شامل ہے۔ اور اسمیں اکثر اشعار مشکلہ کو حل کیا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی لیاقت و استعداد کس حد تک تھی۔ تم کلامہ۔

من اشعارہ

در مدح حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

چنانکہ ہست فلک را دوازدہ تمثال	اگر آفتاب بر آن دور می کند مہ و سال
بر آسمان ولایت دوازدہ برج اند	چو آفتاب نبوت ہمہ باوج کمال
شہان بی سپہ و خسران بی شمشیر	ملوک بی حشم و اغنیای بے اموال
ازین دوازدہ برج دوازدہ خورشید	علیست آنکہ سپہر کمال و مطلع آل
علیست آنکہ بکنہ حقیقتش نرسد	بغیر ذات خداوند ایزد متعال
حدیث معرفت او بمردم نااہل	ہمان حکایت آبست و قصہ غربال
چنان منورم از پرتو رضا کہ اگر	رگم زنند ہمہ نور ریزد از قیفال

وله

منت خدا را که مطیع پیمبرم — فرمان بر قضاے خداوند اکبرم

تو چیست بحر و این تن من همچو کشتی است — جان ناخداے کشتی و غفلت لنگرم

تا از سواد و جه شدم سرخ روی فقر — روشن شده است معنی گوگرد احمرم

معنی حل طلاق ملول قناعت است — این نکته یاد گیر که من کیمیاگرم

دنیا چو جیفه طالب آن سگ شمرده اند — لیکن من این گروه بسگ نیز نشمرم

من ترک بند و جیفه جیبال کرده ام — با دو برودت جو نه بیک جو نمی خرم

از آفتاب همت من هر ذره ایست — گر ذره ایش دانم از ذره کمترم

از خسروی روی زمین ننگ آیدم — تا من گداے حضرت ساقی کوثرم

وله

ز هول روز جزا آوری چه بیستر سی — تو کیستی که در آن روز در شمار آیی

وله

ز حکمت بیاموز مست نکته — که در هر دو عالم شوی سرفراز

وله

لباس طریقت چو در بر کنی — بذلت مرنج و بعزت مناز

وله

من گریه آتشین نمیدانستم — من سوز دل حزین نمیدانستم

نه نام بمن گذاشت عشقت نه نشان — من عشق ترا چنین نمیدانستم

وله

چون مستولی درد جدائی تن بمرون ده — دواے این مرض را هیچکس جز من نمیداند

وله

باز مست شد چشم من میدان گریه آب زد — سیل ننگ آمد شبیخون بر سپاه خواب زد

وله

آن چشم شوخ را ستم بتوان شناخت — زانرو که مست را بکرم بتوان شناخت

وله

بار رخت دل بمنزل حیرت کشیده ایم — خط بر سواد خطهٔ راحت کشیده ایم

فردا عذاب حشر نباید بچشم من — در جنب محنتی که ز فرقت کشیده ایم

بمجلسی که در و گنج کبریا بخشند — هزار افسر شاهی بیک گدا بخشند

دلا ز میکده تا روز شب گدای کن — بود که دردکشان جرعه بما بخشند

شدیم پیر ز عصیان و چشم آن داریم — که جرم ما بجوانان پارسا بخشند

غلام همت آن عاشقان باکرم — که [illegible] بخشند

بکوی میکده از مفلسی چه غم دارم — که ساقیان همه جام جهان‌نما بخشند

بهیچ ساعت هجر آذری نمی ارزد — هزار بار اگرش در جهان بقا بخشند

ولہ

شنیده‌ام که درین طارم زراندود است — خطی که عاقبت کار جمله محمود است

ز تاب قهر میندیش ناامید مباش — که زیر سایهٔ خورشید هرچه موجود است

ولہ

اگرچه دولت وصلت چو من نمی‌رسید — درین امید بمیرم که خوش تمناییست

ولہ

اگر صبا سر زلفت ترا گذار دهد — هزار دل شده ایمان خود بباد دهد

ولہ

باز شب شد چشم من سیلاب گریه زد — سیل اشک ما شب‌خون بر سپاه خواب زد

ولہ

خوش حیاتیست کسی را که بپای جانان — دوستان بر سر خاکش بزیارت آیند

ولہ

قیمت دولت وصل تو اگر جان بودی — کار بر عاشقان دلسوخته آسان بودی

گر رسیدی بخم طرهٔ او دست مراد — همچنین خاطر مجموع پریشان بودی

بہارستان کے مولف نے لکھا کہ شعرائے معاصرین امیر شاہی و آذری کے اشعار مین باہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین بحث و تکرار کرنے لگے۔ آخر اس تصفیہ کیلئے ایک بزرگ معتمد علیہ سے پوچھا۔ بزرگ معتمد علیہ نے تھوڑی دیر تامل کیا۔ ترجیح تو بیان نہین کی لیکن شیخ آذری کی غزل سے ایک مصرع جس سے دونون کی تعریف مستفاد ہوتی تھی تضمین کرکے تصفیہ کردیا۔ ھو ھذا ؎

ای که گفتی صفت آذری و شاهی گو نا — حال این نکته برون ست ز آگاهی ما

آذری مجمع اسرار کلام ازلست	در دنیا ز سر اندیشه همراهی ما
لیک خود بر سر دیوان سخن می گوید	چرخ بر دوش کشد غاشیه شاهی ما

مصرع مذکور آذری کی دیوان کے ابتدائے غزل کے مطلع سے ہے ~

گر کند نذر به لطف تو همراهی ما	چرخ بر دوش کشد غاشیه شاهی ما

امیر شاہی سبزواری کی وفات ۸۵۷ھ ہجری مین بزمانہ بابر شہر استرآباد مین واقع ہوی اسکی نعش کو وہان سے منتقل کر کے سبزوار مین بزرگان سلف کے خانقاہ مین دفن کئے۔

مولانا محتشم کاشی نے شیخ آذری کے مرثیہ کی تتبع مین کہا ہے کسی نے ابتک اس زمین مین مرثیہ نہین لکھا تہا۔ آذری سے بڑہگیا۔ بعض نے کہا کیا بڑہا الخ

ہست از ملال گرچہ بری ذو الجلال   او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

بہارستان سخن کے مولف نے دولتشاہ کے تذکرہ سے نقل کیا کہ شیخ آذری حج و زیارات سے فارغ ہوکے ہند مین آیا۔ سلطان محمد جونہ سے ملا۔ سلطان نے ملا کو پہلی ہی ملاقات مین پچاس ہزار دینار دئے۔ بادشاہی امرا و اہل دربار نے چاہا کہ شیخ ہندوستانی رسم کے موافق بادشاہ کی تعظیم و کورنش مین مبادرت کرے شیخ نے تعظیم و تواضع سے انکار کیا۔ اور وہ زر عطیہ سلطانی کو واپس کر دیا۔ اور قصیدہ مین اسکا اظہار کیا ہے ~

من ترک هند و جیفه جیپال کرده ام	باز برت جونه بیگجو نمی خورم

انتہی کلام سمرقندی۔ لیکن سمرقندی کی نقل خلاف واقع ہے۔ اسلئے کہ سلطان محمد جونہ ۷۵۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اور شیخ کا تولد ۷۸۴ھ ہجری مین واقع ہوا۔ بادشاہ کی وفات و شیخ کے تولد مین (۳۲) سال کا تفاوت ہے۔ اس تفاوت کے سبب سلطان محمد سے

محمد شاہ نبیرۂ خضر خان مراد لیے ہین کہ ۸۳۳ھ ہجری مین تخت نشین ہوا۔ لیکن اسکو کسی نے جونہ سے موسوم نہین کیا۔ الخ

دولت شاہ نے اسیطرح کے متعدد بات بلا تحقیق لکھے ہین۔ انتہی کلام بہارستان۔ میرے نزدیک دونون مولفین غلطی کے میدان مین جولانی کرتے ہین۔ اور ہیرا ادہر گم ہورہے ہین واقع مین یہ ہے کہ شیخ نے حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین متعدد قصائد لکھے۔ اور انمین اپنی استغنائی و آزادی کا اظہار کیا ہے اور یہہ بھی بتلایا کہ مین دنیا و مافیہا سے علیحدہ ہون جیسا کہ ع من ترک ہند و جیفۂ جیپال کردہ ام ٭ باد بروت جونہ بیک جو نمی خرم ٭ الخ

یہہ شعر شاعر نے باعتبار معنی مجازی لکھدیا ہے نہ باعتبار معنی حقیقی۔ اگر یہ باعتبار معنی حقیقی و عرف عام جونہ سے سلطان محمد لیتے ہین تو جیپال سے بھی وہی حقیقی لینا چاہیے۔ جیپال و آذری کے زمانہ مین بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ آذر نوی صدی کے شعرا مین ہے۔ اور جیپال پانچوین صدی اور تغلق آٹھوین صدی مین گذرے ہین سمرقندی کو اسی شعر کے جونہ نے غلطی کے گڑھے مین گرایا۔ اور بہارستان کے مولف نے سمرقندی پر جرح و قدح کی لیکن پورا تصفیہ نہین کیا۔ مذبذب چھوڑ دیا۔ آذری کا دیوان نادر الوجود ہے۔

مولینا الفتی یزدی

الفتی تخلص۔ مولینا الفتی نام۔ سادات یزد سے ہے۔ عالم فاضل ادیب کامل تہا ۹۴۲ھ ہجری مین وطن سے ہند مین وارد ہوا۔ خان زمان کے ظل عاطفت مین خوشحال و فارغ البال رہا۔ ہمیشہ خان بہادر کی صحبت مین کیا حضر کیا سفر زندگی

بسر کرتا رہا۔ اکثر خان موصوف کی مدیح میں قصائد اور رباعیات لکھیں۔ دلخواہ
جائزے و صلے پاتا رہا۔ چنانچہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ میں لکھا
الغنی نے خان زمان کی خدمت میں یہہ مطلع پیش کیا ہے

مشت خاشاکیم و داریم آتشے ہمراہ خویش	دور نبود گر بسوزیم از شرار آہ خویش

خان مذکور نے مطلع کا صلہ ہزار روپیہ عطا کیا۔ شاعر کے کلام کی داد دی۔
جسوقت خان بہادر ناظم گجرات ہوا غنی بہی ہمرکاب تہا۔ پہر گجرات سے دکن میں
آیا۔ اس اثنا میں خان زمان کا انتقال ہوگیا۔ مولانا الغنی سنہ ۴۵ ہجری میں سلطان
عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں رجوع ہوا۔ سلطان ممدوح نے مولانا کی بڑی تعظیم و
توقیر کی۔ مولانا نے قطب شاہ کے حالات میں ایک کتاب مسمی بہ روائح گلشن قطب شاہی
لکہی۔ کتاب مختصر ہے۔ سات روائح پر شامل ہے۔ رائحہ اول میں بادشاہ کے اخلاق
حمیدہ کا ذکر۔ رائحہ دوم میں محلات و عمارات شاہی کا بیان ہے۔ رائحہ سوم میں حیدرآباد
کی آبادی کا ذکر ہے۔ رائحہ چہارم میں جشنہائے سالانہ کا ذکر۔ رائحہ پنجم میں لشکر فیروزی
اثر کا ذکر ہے۔ رائحہ ہفتم میں سبب تالیف کتاب۔ کتاب قلیل اللفظ کثیر المعنی ہے
عبارت رنگین۔ مصنف نے گویا دریا کو کوزہ میں بہر دیا ہے۔ عبارت رنگین و معانی شیرین
ہے۔ کیا نظم و کیا نثر ہر ایک کا رنگ نرالا ہے۔ شایستگی الفاظ و خوبی معانی کا حسن دوبالا ہے
دیکہنے سے مزہ و لطف آتا ہے۔ ہر ایک فقرہ دلچسپ ہے ہر ایک لفظ دلپسند ہے۔ ہم
بطور نمونہ ہر ایک روائح سے دو ایک فقرے ذیل میں نقل کرتے ہیں تا کہ شائقین لطف اٹہائیں۔

من رائحہ اول

للہ الحمد کہ ذات قدسی صفات در شش جہت بے سکون بہ ہیچ صفت یگانہ و ممتاز است

نورفشانی آفتاب عدل. کوه شکوهی سنگ وقار. جلوه طرازی حسن خلق. گوهرباری پنجهٔ سخاوت. قدرت نمائی بازوی شجاعت. از سواد عین عدلش بیاض دیدهٔ خورشید نور پذیرفته، و از نقطهٔ قاف وقارش کوه بدریوزهٔ شکوه، و دندان سین سخایش با جواهر عقد پروین بطنز در تبسم، و طرهٔ لام خلقش با جعد حور العین بسر زلف در تکلم، و شین شجاعتش در صف جنگاوری سرآمد شمشیر بهرام.

سر رانحه دوم

سبحان الله از شکوه دولتخانه عرش آشیانه که از بلند پایگی بسر کوبی قصر سپهر قامت رفعت برافراخته، تعالی الله از شوکت عمارت عالی منزلت که از علو شان بسر زنش کاخ آسمان لب بام را انجمن گو ساخته.

نظم

زهی شان دروازهٔ شیر دل — که از رفعتش گشته گردون خجل
باین آستان تا شود سرفراز — سجود آورد مهر با صد نیاز
ز فیض زمین بوسی آنجناب — بگیتی شده روشناس آفتاب
باین در ببایند شاهان چین — بدربانیش باد دولت رهین

سر رانحه سوم

توان از فیض وصف حیدرآباد — خدائی سخن را کرد آباد
قلم شرح سوادش را چو پرداخت — سواد اعظمی را طرح انداخت

سر رانحه چهارم

وه چه عرصهٔ نشاط و بساط انبساط است که ساعد ارباب یافتگان [illegible] عیش نواخته، و شامهٔ مقربان ارجمند را به نکهت نشاط معطر ساخته [illegible]

فراشان فرشته خصال بجاروب شہبال از گلہائے شبیہ آسمان آسمان انجم فشان

من رائحه پنجم

در توصیف لشکر نصرت علم و تعریف عسکر ظفر پرچم صف آرائی و فوج نمائی معانی نموده شبدیز کلک و سمند قلم را بمیدان صفحه می تازد و از جوش مضامین رنگین سطح بیاض را همچو عرصه رزم دلیران شرح رزمی سازد

من رائحه ششم

ولا چند باشی چو غم در خمار	سر از جیب مستی چو عشرت برآر
حیات ابد جو مسیحا نه رو	که بخشد شراب کهن جان نو
چو دست انابت دهی با وضو	هر آنکس که پیمان به پیمانه بست
بجز توبه هیچش نباید شکست	بگیر از می و آب زمزم وضو

من رائحه هفتم

این گرامی نسخه که ارمغان عالم غیب و تحفه مبدا فیاضی ست - به سرمایه لقا فرصت سر حد اقلیم آغاز بمنزل کشور انجام رسید هر رائحه اش بمشام یعقوب جان نکته سنجان عاشق سخن نکهت پیرهن یوسف معنی رساند و هر فقره اش بگوش مجنون دل دقیقه شناسان ادا فہم مژده وصل لیلی مضمون رساند - از روائح بہجت این گلشن جہات بسته قلم و سخن نگهستان گشته - الخ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے کتاب مذکورہ کے صلہ میں سات ہزار ہون عطا کئے مولانا الفتی لطیف الطبع و ظریف المزاج تھا - بادشاہ و اہل دربار تمام مولانا کی تقریر و بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی سے نہایت خوش ہوتے تھے - مولانا کی مروت و حسن خلقی

دکن میں مشہور حسن خلق سے تمام اراکین دکن و مشائخ مشاہیر کو مسخر کر لیا تھا۔ سب ملا نا کے مداح تھے۔ اکثر اہل حوائج کی سفارش بادشاہ کی خدمت میں کرتا تھا مولانا کے ذریعہ سے اکثر فائز المرام ہوتے تھے عبداللہ قطبشاہ کے فوت ہونیکے بعد ابوالحسن تاناشاہ کے زمانہ میں بھی چند روز زندہ رہا۔ عمر رسیدہ ہو کر حیدرآباد میں سنہ ہجری میں فوت ہوا۔ میر مومن کے دائرہ میں دفن کیا گیا۔

من اشعارہ

عبداللہ قطبشاہ کی مدح مین

بہار فیض ازل قطبشاہ عبداللہ
کہ یافت نشاہ ز عدالتش شہر تلنگانہ

سواد دیدۂ عالم سزد اگر گردد
ز نور معدلتش کشور تلنگانہ

ہمیشہ تا کہ ثبات است خاک را باشد
ز خاک مقدم او افسر تلنگانہ

لبالب از می مہر علی و آل شدہ است
بادۂ دولت او ساغر تلنگانہ

زمین تربیت آفتاب سلطنتش
بود برادج شرف اختر تلنگانہ

تعریف کمان شیردل

زہے شان دروازۂ شیردل
کہ از رفعتش گشتہ گردون خجل

باین آستان تا شود سرفراز
بسجود آورد مہر با صد نیاز

ز فیض زمین بوسئ آنجناب
نگینی شدہ روشناس آفتاب

باین در بسایند شاہان جبین
بدر یافتن بار دولت زمین

تعریف لعل محل

چو نام لعل محل کلکم آورد بزبان
شود ز معنی رنگین بصفحہ لعل فشان

تعریف چنیدن محل

کنم وصف چنیدن محل چون رقم ‏ ‏ بدستم شود شاخ چنیدن قلم

گلن محل

بنگری بر گلن محل بوزند ‏ ‏ کاختران فلک سلحداران
اندرو هر شب از پی چوکی ‏ ‏ می نشینند بخت بیداران

سجن محل

بیا زبان بحمد بیت سجن محل بکشا ‏ ‏ که در بنای سجن رفعتی شود پیدا
زهی عمارت عالی که از ره وسعت ‏ ‏ بزیر سایهٔ خود داده عالمی را جا
بصحن وسعت و فرش گشته کند وری ‏ ‏ کشاده رو چو گریبان زند بخلق صلا

دروازه قدم

اس دروازہ مین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم تہا

کنم چون رقم وصف پاک قدم ‏ ‏ سر از رتبه بر لوح ساید قلم
سرے را رسد وصل این نقش پا ‏ ‏ که هر دو جهان را دهد رونما

خرقهٔ مبارک و موی مبارک

اسی دروازہ مذکورہ مین آنحضرت صلعم کا خرقہ مبارک تہا

ز موی پیمبر سخن سر کنم ‏ ‏ مشام دل و جان معطر کنم
در اوصاف این موی عنبر سرشت ‏ ‏ رقم گشته ریحان باغ بهشت

بابن موی بسته دل اهل دین
همین ست تفسیر حبل المتین

درین عصمت سرای آسمان فر — نیاید کس بجز ناموس اکبر
ولہ
کشد زهره را پرده دار حیا — ز پرده برون او فتد گر نوا
ولہ
تا بود بر سپهر شکل بنات — باد روشن باد در زمانه حیات
ولہ
تا که باشد نشان زما در دهر — باد روشن ز نور چشم شاهی بهر
ولہ
کم مباد از سرش بحق اله — سایهٔ قطب شاه عبد الله

داد محل

بادشاہ اس محل مین مظلومون کی فریاد سنتا تہا اور دادرسی کرتا تہا۔

زهی از شان این قصر عدالت — که در رفعت بود همتای گردون
غلط گفتم که از بیم حوادث — بود در سایه اش ماوای گردون
خدیو دادرس از روی نمودار — چو نور مهر از سیمای گردون
تعالی الله ز حسن جلوه این دلربا منظر — که باقی از هوای جانفزایش مهربانی باد
ز مهر شمسه اش گردون سپند از شمس میسوزد — که ایمن این بنا از چشم زخم آسمانی باد
بصد خوبی بر آمد آرزو پیش عاقبت از دل — زمین را از وجود این عمارت شادمانی باد

ایضاً

مولینا احمد کمانچہ گر لاری اسیر

اسیر تخلص۔ مولانا احمد نام المعروف امیر قاضی برادر قاضی بیگ وزیر والی احمد نگر دکن۔ آپکا وطن اصلی لار تہا۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ مین وطن سے ہند مین وارد ہوا ملازمان اکبر مین ملازمت اختیار کی۔ چند روز کے بعد اکبر آباد سے بہائی کے نزدیک دکن مین آیا۔ بہائی کے سایۂ عاطفت مین مدت تک رہا۔ نہایت خوشحال و فارغ البال تہا

بعد ازان بہائی کی بدمزاجی کی وجہ سے کشیدہ خاطر ہوکر وطن اصلی کو مراجعت کی وطن مین پہنچکر شاہ عباس ماضی کے دربار مین باریاب ہوکر ملازمت کے سلسلہ مین منسلک ہوا۔ فن موسیقی مین استاد تہا۔ کمانچہ نوازی مین کمال رکہتا تہا۔ اسی وجہ سے احمد کمانچہ مشہور ہوا۔ علوم و فنون مین لیاقت تامہ و مہارت کاملہ رکہتا تہا۔ اور شعر گوئی مین ہوشیار و یگانہ روزگار تہا۔ آخر سنہ ۹۷۲ ہجری مین دنیا ناپائدار سے عالم بقا کو رحلت کی۔ اور قاضی بیگ بہی کالت وزارت سے موقوف ہوکر وطن مالوفہ لار کو گیا وہان پہنچکر عالم عدم کا سفر اختیار کیا۔ من تذکرہ ہفت اقلیم۔ اور یہہ دونو بہائی قاضی مسعود قزوینی کے فرزند ہین۔ قاضی موصوف شاہ صفی کے زمانہ مین معزز و مکرم تہا۔ اور انشاپردازی مین لائق و فائق تہا۔ دستور قاضی انشا مین ایک کتاب آپکے تصنیف سے مشہور ہے۔ صاحب آتشکدہ و ہفت اقلیم نے امیر قاضی کا تخلص امیر لکہا ہے لیکن صاحب گلشن نے احمد لکہا ہے نہین معلوم کہان سے لکہا۔ ماخذ نہین بتلایا

من اشعارہٖ

آن مہ چو برقص دست بالا می کرد — هر دم گرہی از دل ما وا می کرد
می آمد و می گشت و بخود می نازید — می رفت و بکشتگان تماشا می کرد

ولہ

خالیست ز اندیشۂ عشقت دل ما امروز — رحم است بحال دل بیجا صنم امروز

ولہ

قاتل خود را بحل کردم کہ دست من نداشت — داشتم تا نیم جانی دست و در کار بود

ولہ

سراپا سوختم زین غم کہ شمع بزم او خود را — سراپا سوختن تا از بزم او نازد بہتر نیش

ولہ

زخش تو دست میزند آن فتنہ را اگر — دلہای مضطرب شدہ در کار شد ستم

ولہ

بر من شب ہجران تو رحم است کہ چون شمع — می سوزم و جان میدہم و چارہ ندارم

جفا کردہ چنان در دل تنگم ہوس او | کاید بمشام از نفس من نفس او

قاضی محمد جان آشنا اورنگ آبادی

آشنا تخلص - محمد جان نام - اورنگ آبادی المولد تھے - نشو و نما کے بعد فضلاء شہر سے کتب درسیہ پڑھی تھین - ذی استعداد و لائق تھے - اورنگ آباد ضلع مین کسی گانون کے قاضی تھے - اسیوجہ سے لفظ قاضی آپکے نام کا تاج ہے - آپکے نسب کا حال اور ولادت و وفات کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی مگر تجلی الشعراء قاقشالی اورنگ آبادی کی تحریر سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۷۵ہجری مین صحیح [illegible] زندہ تھے - میر غلام علی آزاد و سراج الدین و عبد القادر سامی افضل قاقشالی وغیرہ شعراکے معاصر تھے - آپ شعر گوئی کے شائق تھے - سخن فہم و نکتہ گو تھے کبھی کبھی موزون کرتے تھے - ہمکو جسقدر اشعار ملے ہین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش فکر تھے - جو کچھہ کہا خوب کہا مضمون تازہ کی تلاش مین بے نظیر ہے -

من اشعارہ

غبار راہ او را توتیائے چشم خود سازم | من این قدر [illegible] پردہ [illegible]

وله

چشمے کہ نظر کرد درین دشت جنون خیز | کہ شاخ نہالان گل با دامن بر آید

وله

سرم سرگرم سودائے علی مرتضی باشد | نیستان [illegible]

وله

ساقیا مست نگاہ تو شود جا دارد | جبہ نخجیر کہ بجام [illegible] تمنا [illegible]

وله

روز و شب چرخ زدہ در سر کوئیت رسید | فلک [illegible] اختر خود آبلہ پا [illegible]

من بہ بستر غم یار و شبہائے دراز | سر شوریدہ مابین کہ چہ سود [illegible]

حاصل سوداپریشانیست کاکل شناسد	تیرہ بختان پابگل از ہر سنبل شناسد
آتش عشق از ہجوم گریہ کی گردد خموش	شعلہ را از آب پیراہن بود مل شناسد

ولہ

شیخ معین الدین محمد اوحدی الدقاقی البلبانی الحسینی

اوحدی تخلص۔ شیخ معین الدین محمد نام۔ سادات حسینی سے ہین۔ آپکا اصلی وطن بلبان ضلع گازرون ہے۔ آپ شیخ ابو علی دقاق کی اولاد مین ہین تقی اوحدی آپکے فرزند ہین۔ آپ صاحب علم و ہنر واہل وجد و حال تھے۔ حقائق و معارف کے رموز سے واقف۔ تصوف و عرفان کے مراتب سے عارف تھے۔ شعر گوئی مین بھی استاد کامل تھے۔ آپکا کلام مضامین تصوف و توحید مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ہرایک فقرہ و کلمہ سے جوش و خروش نمایان۔ آپ وطن سے ۹۷۱ھ ہجری مین شہر قزوین مین وارد ہوئے۔ شاہ طہماسپ صفوی کی خدمت مین باریاب ہوئے۔ بادشاہ آپکی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔ آپکی تعظیم و توقیر کی انعام لائق و خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہوکر شیراز مین آئے۔ وہان چندروز قیام پذیر رہے پھر وہان سے ہندوستان آئے چندروز احمدنگر مین بسر کی۔ چنانچہ آپنے اپنے تذکرہ مین لکھا کہ مین نے محسن ہمدانی کو احمدنگر مین دیکھا۔ آخر وہان سے حیدرآباد دکن مین سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پاس پہنچے۔ سلطان ذی مروت نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی۔ اور منصب عمدہ پر ممتاز فرمایا۔ آخر آپ ۹۷۹ھ ہجری مین حیدرآباد مین فوت ہوئے میر کے دائرہ مین دفن کئے گئے۔ اوحدی تخلص کے کئی شاعر گذرے ہین۔ اوحدی اصفہانی المتوفی ۷۴۸ھ۔ اور اوحدی تقی بلبانی

آپکا فرزند بہی دکن مین آیا ہے۔ احمدنگر مین فوت ہوا۔ سنہ وفات معلوم نہین ہوا۔

من اشعارہ

گر بچشم بکمند تو بتر ندا فتادہ است ❊ ہمتم راست چو نخل تو بلند افتادہ است
آن نہ خال است دل ماست کہ در روی تو گزند ❊ بر سر آتش حسنت چو سپند افتادہ است
وام صیاد معین باز بجو دمی بالد ❊ تازہ صیدیش ہما تا بکمند افتادہ است

وله

در عشق بجز خون جگر ہیچ مخور ❊ تا زہر توان خورد شکر ہیچ مخور
از نعمت خوان عیش لذت خواہی ❊ زنہار کہ غم بخور دگر ہیچ مخور

میر مومن ادائی یزدی

ادائی تخلص۔ میر مومن نام۔ سادات یزد سے تہا۔ عالم فاضل ادیب کامل تہا علوم حکمیہ و مسائل فلسفیہ مین مہارت تامہ رکہتا تہا فلسفہ و معقول مین مشہور تہا علمائے ظاہری نے اسکو الحاد و دہریت کی طرف منسوب و متہم کیا۔ وطن مین اسقدر تنگ ہوا کہ اسکو وہان رہنا مشکل ہو گیا۔ آخر اوسط عمر مین عازم ہند ہوا۔ ہند مین چند روز بندر سورت مین رہا پہر وہان سے گولکنڈہ حیدرآباد مین آیا۔ سلطان قلی قطب شاہ کی خدمت مین باریاب ہوا۔ بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی۔ میر مومن استرآبادی کی تائید سے منصب عمدہ پر مقرر کر دیا۔ مدت العمر گولکنڈہ مین خوش خرم رہا۔ آخر سنہ ۱۰۳۰ ہجری مین یہین فوت ہوا۔ بقول صاحب آتشکدہ سورت مین فوت ہوا۔ ادائی کا کلام اداہائے رنگین و اندازہائے شیرین سے مملو ہوتا ہے

من اشعارہ

کبوتر بر و سویش نامہ من چون کنم یارب	ولہ	کہ نتوانی با وگفتن سخنہائی زبانی را
چاشنی گیر زہر کاسہ این جہان گشتم	ولہ	خوش نمکی نہ زسر انگشت پشیمانی ہست
بی رو تو روزی کہ ہم در چمن افتد	ولہ	دیوار بہ از سایہ کہ بر روی من افتد
این عمر بباد نو بہاران ماند	ولہ	این عیش بسیل کوہساران ماند
زنہار چنان مزی کہ بعد از مردن		انگشت گزید نی بیاران ماند
زشوق نامہ نویسم ز اشک پارہ کنم	ولہ	دلی کہ نیست تسلی در و چہ چارہ کنم
تا در جسد مدینہ جسمت شدہ جان	ولہ	وین نو گرفت قاف تا قاف جہان
در لفظ مدینہ کز اعجاز تو چون		مشتق شدہ و گرفت دین را بمیان

میرزا اختر

اختری تخلص۔ یزد کے مشاہیر شعرا سے ہے۔ ریاض الشعرا کے مولف نے لکھا کہ اختری نشو و نما کے عالم شباب میں علمائے یزد کی خدمت میں کتب علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تحریر و تقریر میں یگانہ۔ عالی دماغ و پاکیزہ خیال تھا۔ علم نجوم و جفر میں بھی مہارت تامہ رکھتا تھا۔ شعر و شاعری کا شیفتہ تھا۔ نہایت ذکی و ذہین تھا۔ طبیعت فصاحت و بلاغت کے میدان میں جولانی کر رہی تھی۔ کلام فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔ اسی شاعری کی بدولت شاہ عباس ماضی والی ایران کی خدمت میں پہنچا۔ مقربین کے زمرہ میں شریک ہوا۔ شاہی دربار میں معزز و مکرم تھا۔ اور شعرا میں ممتاز و سرفراز تھا۔ ائمہ اطہار و بادشاہ ذی اقتدار کے فضائل و مدائح میں قصیدے لکھے۔ چند مدت بادشاہ کی خدمت میں رہا۔ پھر سیر ہند کا ارادہ کیا۔

ایران سے ہند مین آیا۔ میر جملہ شہرستانی کی جو قطب شاہیہ سلطنت کا مدار المہام تہا اسکی
خدمت مین آیا۔ میر کے توسل سے بادشاہی دربار مین باریاب ہوکر بادشاہ کی
ملازمت سے مشرف ہوا منصب و صلۂ مناسب پایا مدت تک دکن مین عشرت و عیش
کے ساتھہ زندگی بسر کرتا رہا۔ میر جملہ کے فوت ہونیکے بعد ایران گیا۔ وہان چند روز
قیام کرکے پہر ہند مین مراجعت کی۔ حیدرآباد دکن مین مع الخیر پہنچا۔ ابوالحسن
تاناشاہ کی سلطنت کا عالم شباب تہا۔ ابوالحسن اختری کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تہا
آخر سنہ ۱۰۲۶ ہجری مین فوت ہوا۔ لنگر حوض کے قریب مدفون ہوا۔

من اشعارہ

روز محشر گر بود دستے شہیدان ترا ‖ کار خواہد بود مشکل طرف دامان ترا

وله

زان دم کہ چشیدم نمک خوان تمنا ‖ ہر چند کہ خوردم مژہ خون جگر داشت

وله

ترسم کہ تا مدام نرساند صبا بہار ‖ بدگرد جان کہ ہمرہ باد صبا نرفت
ہلاکم می کند در عشق بازی رشک پروانہ ‖ کہ گاہے رخصت برگرد سر گردیدنی دارد
حکم عشق ست کہ در کوی تو افغان نکنم ‖ تا ترا از ستم کردہ پشیمان نکنم
از درش بردم ابسل سر شک آخر کار ‖ اختری چون گلہ از دیدۂ گریان نکنم

ایجاد میرزا علی نقی خان

ایجاد تخلص۔ میرزا علی خان نام۔ نقد علیخان خطاب۔ آپ کے جد فی الاصل قوم قاچار سے
تہے آپ کے والد ماجد نقد علیخان کی جو شیخ علیخان وزیر شاہ سلیمان صفوی کے
قرابتدار تہے کہ غفرانمآب آصفجاہ بہادر اول کے عہد مین وارد دکن ہوئے۔ غفرانمآب سے

ملازمت حاصل کی۔ حضور نے آپکو بلحاظ علم و فضل حیدر آباد کی دیوانی پر مامور فرمایا آپ دیوانی کا کام امانت و دیانت کے ساتھ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ انصاف پسند و خدا ترس تھے مقدمات کی تحقیقات میں خوب غور و فکر کرتے تھے۔ اور رعایا کے حقوق کا زیادہ لحاظ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کہتے تھے ایسا نہو کہ رعایا کے حقوق تلف ہو جائیں اور میں قیامت میں ماخوذ ہو جاؤں۔ ابتدا میں آپکے والد ماجد نے برہانپور کو اپنا وطن قرار دیا تھا۔ عیال و اطفال و متعلقین کو وہیں رکھا تھا۔

مرزا ایجاد صاحب ترجمہ کی ولادت دار السرور برہانپور میں واقع ہوئی۔ چنانچہ خود اُس نے ایام شباب میں اپنی ولادت کی تاریخ کہی ہے

چو ایجاد سعادت مند از دار السرور آمد　　در اول حیدر آبادی شد و آخر کربلائی شد

نشو و نما کے بعد جب سن شعور و عقل کو پہنچا۔ کتب درسیہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تمام کتب متداولہ والد ماجد و دیگر علمائے زمانہ کی خدمت میں ختم کیں۔ تکمیل تحصیل کے بعد شعر و شاعری سخندانی و سخن سنجی کے میدان میں قدم رکھا۔ والد ماجد سے کلام کی اصلاح لیتا رہا۔ چونکہ طبیعت میں شاعری کا جوش و خروش موجزن تھا۔ اور ایجاد معانی تازہ کا شوق برق افگن تھا۔ شیرین سخن کا فرہاد و نقدی کلام کا نقاد۔ معانی تازہ کا موجد۔ و نازک خیالی کا مجدد ہوا۔ آپکے صفائی محاورہ نے گوہر گرانمایہ کو کم مایہ کیا۔ اور شیرین کلامی نے چشمۂ حیات کو گوشۂ ظلمات میں گم نام۔ شعر و شاعری کے میدان میں ایسی جولانی کی کہ امثال و اقران پر مقدم ہو گیا۔ اور اقسام کلام کے ایجاد میں اقدم شمار کیا گیا۔

آپ کے اشعار آبدار تازہ تازہ مضامین و معانی رنگین میں سنجیدہ و پسندیدہ ہونے لگے اور ہر ایک شعر سے نازک خیالی و جادو بیانی ٹپکنے لگی۔ دکن کے شعرا میں آپ کی شاعری

وسحر البیانی کا چرچا ہونے لگا۔ اور شعرا کے نزدیک آپکی لیاقت مسلم الثبوت ہونے لگی۔ آپکے معاصرین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ و عبد الحکیم حاکم لاہوری۔ و واقف بٹالوی و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی۔ و عبد القادر مہربان فخری و عبد الوہاب وغیرہم تھے اور آپ نثر نویسی مین بھی منشی بے نظیر تھے۔ عبارت رنگین۔ تقفی لکھنے مین قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ آپکے عمدہ عمدہ فقرے فصاحت و بلاغت مین ڈوبے ہوے ہوتے تھے گویا ہر ایک فقرہ خوبی و حسن کے سانچے مین ڈھلا ہوا ہوتا تھا۔ آپ و میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فیما بین محبت و اتحاد کا رشتہ قائم تھا۔ باہم مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ جاری تھا۔ آپنے ایکوقت آزاد کی خدمت مین ایک رقعہ لکھا تھا۔ جسکے ہر ایک فقرہ کے اعداد مساوی اعداد کے میر غلام علی آزاد کے برآمد ہوتے ہین کل اعداد اسم و تخلص چودہ سے چوالیس ہوتے ہین۔ مین رقعہ کے چند فقرے اس مقام مین گزارش کرتا ہون تاکہ شائقین اُسکے مطالعہ سے لطف اُٹھائین۔

فقرات ذیل ہین۔

شاہ عالی عقبہ کشور آزادی۔ اعلی مراتب اقلیم والا نژادی۔ سلطان مملکات حق جوئی و قناعت۔ فرمان روائے عالم دانادلی و راحت۔ اورنگ نشین شرایع و یقین مہر آرائے محفل حلم و تمکین۔ سید صحیح النسب میمنت صفات۔ دلکش کلام رفیع الدرجات شمع التفات و سلوک۔ چراغ انجمن ملوک۔ عزت خاندان کرام۔ فخر مجموع اعالی بلگرام۔ انتہی۔

آپ عالم شباب مین والد ماجد کے توسل سے عالی جناب غفران مآب آصفجاہ بہادر اول کی خدمت مین باریاب ہوئے غفران مآب آپکی لیاقت و استعداد و طبیعت خداداد کے

ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور آپکو چند روز مصاحبت مین رکہا۔ پہر حضور نے
آپکو لشکر فیروزی اثر کی کوتوالی پر مقرر فرمایا۔ اور کوتوالی سے فیلخانہ کی داروغگی
پر منتقل کیا۔ اور تہوڑی مدت شہر حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر مامور رہے
جب آپکے والد ماجد نے ۱۲۶۴ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف
رحلت کی تب آپکو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے والد مرحوم نقد علیخان کی جگہ
خدمت دیوانی حیدرآباد و خطاب موروثی نقد علیخان سے سرفراز فرمایا۔ آپ خوش خلق و نرم دل تہے پاکیزہ مزاج
وصاف طبع نیک محضر و حلیم الوضع تہے۔ مدۃ العمر کسی کیلئے برائی نہین چاہی۔ نہ کسیکو برا کہا جسکو پایا
بہلائی سے کیا۔ اہل دکن آپسے مانوس تہے آپکو مدبر و امین جانتے تہے۔ کوئی اہل غرض یا بیغرض آپکی
خدمت مین آتا۔ تو آپ نہایت حسن اخلاق و محبت سے ملتے تہے۔ عام و خاص کی
حاجت روائی مین زیادہ کوشش بسبات کی فرماتے تہے کہ حاجتمندون کے کام
نکلین۔ عوام الناس کی تالیف قلوب غربا کی ہمدردی جسقدر ہوسکے کرتے تہے
آپ کی شان آفرین کے لائق تہی افسوس فی زماننا انقلاب زمانہ سے عہدہ دارون
کی یہ حالت ہے کہ ارباب حوائج سے متنفر رہتے ہین۔ اور ملاقات سے بیزار ہر چند کہ
کوئی درماندۂ آفت و گرفتار مصیبت عرض حالات کرے نہین سنتے۔ ذرہ برابر رحم
نہین کرتے۔ بزرگان سلف کے حالات سے سبق لینا چاہئے۔ اور اسلاف کے قدم
بقدم رہنا چاہئے۔ اسی پیروی مین ملک کی آبادی مالک کی نیکنامی ہے۔ اور آپنے
اپنی دیوانی کے زمانہ مین کسی پر ظلم و تعدی و ناجائز قہر و غضب نہین فرمایا۔ اور
آقا کے اطاعت گزار و تابعدار رہے۔ کبہی آقا کی اطاعت کے دائرے سے قدم باہر
نہین رکہا۔ جو آقا نے فرمایا سر آنکہون پر رکہا۔ اگر مالک کا کوئی حکم خلاف دستور ہوا تو

اسکی تعمیل کا اقرار کرکے حکمت عملی سے مالک کو ایسا سمجھایا تا کہ مالک خود کہہ دیتا کہ حکم سابق کو منسوخ کرنا چاہئے - دستور الوزرا کے مولف نے بادشاہ و وزیر کے اتفاق کی بابت ایک جملہ تعریف و آفرین کے لائق لکھا - وہ یہہ ہے وہ وزیر مبارک وزیر ہے جس سے بادشاہ و رعایا خوش ہوں - اہل دکن کے نزدیک آپ اسی قسم کے وزیر تھے - کہ آپکی دیوانی کے عہد میں دکن کا ملک سبز و سیراب تہا - آپکا سنہ رحلت کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا - مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۱۸۵ھ کے قریب فوت ہوئے - اولاً حیدرآباد میں امانتہً مدفون ہوئے - ثانیاً آپکے قرابتداروں نے لاش کو کربلائے معلیٰ روانہ کیا - وہاں کی خاک پاک میں دفن کئے گئے - آپکے یادگار تین فرزند ہوشمند و خداوند عقل و شعور تھے - علی نقی خان انصاف و مہدی علیخان نہر و باقر علیخان افسر ہر ایک کا ذکر مستقل اس تذکرہ میں آئیگا - آپ صاحب دیوان تھے - آپکا دیوان و کلیات قلمی نواب سر سالار جنگ وزیر مرحوم کے کتبخانہ میں موجود ہے - اب میں آپکے دیوان سے اشعار ذیل شایقین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہوں آپ فارسی و اردو دونو زبان میں کلام موزون فرماتے تھے -

من اشعارہ الفارسی

ما نگوییم کہ از حلقهٔ تقدیر برآ — لیکن از دامگہ عقل بتدبیر برآ
با کمان صحبت اگر راست نیاید بگذر — از کمانخانهٔ این طایفہ چون تیر برآ
در مزاج امرا گر تو در آمد خواہی — جرم بر خویش بگیر از در تقصیر برآ

ولہ

ہر شب نگار تازہ آمد بدست من — ایجاد کردہ اند برنگ حنا مرا

ولہ

تو و دل بعد مے من و طرف سیرچشم از شوقت — عبث بیہودہ عمرے کردہ ام تحصیل حاصل

چون بخاطر میرسد پامالی خون حنا — وله — دست و پا گم میکنم در فکر مضمون حنا

در هر جگری هست خراش سخن ما — الماس تراشیست تراش سخن ما

ما و من در خانهٔ ایجاد هر شب میروی — رفتن آنجا یک شبی موقوف کن اینجا بیا

حرف باء موحده

کدام شمع بفانوس دل تجلی کرد — که هوش از دل پروانه ها پرید امشب

بروی شعله پروانه شمع را دیدم — که چادری ز گل داغ می کشید امشب

تاء منقوطه

دل که در گریه گرم بیتابیست — وله — سر و کارش بمردم آبیست

یار آمد و می نشست و شتاب رفت — عمر عزیز حیف باین اضطراب رفت

وله

ای داغ دلم چشم تماشای قیامت — لخت جگرم لالهٔ صحرای قیامت

وله

سر زلف دگر سلسله جنبان شده است — که حواس من دیوانه پریشان شده است

هر طرف می نگرم چشم خوشی می بینم — نرگس امسال درین شهر فراوان شده است

جوش موج گل این فصل بسر سایه من — غنچه لبیان چه بگویم که چه طوفان شده است

خط رخسار تو زیبایش خاصی دارد — متن این باغچه گل حاشیه ریحان شده است

شمع رویان بسر تربت مجنون جمعند — امشب ایجاد درین دشت چراغان شده است

وله

طالعم برگشت و بخت انتظارم برگشت — نامه بر برگشت و خط برگشت و یارم برنگشت

وله

از پر همای ابری داریم چتر شاهی — این سایه بر سر ما از دولت بهارست

پیر گشتی و هوسهای جوانانه بجاست — صبح روشن شد و تاریکی این خانه بجاست

همچو طفلی نزد ایجاد بادو سنگی چند — از چنین شهر برون رفتن دیوانه بجاست

سبک آید بنظر هر که تهی مایه شود | همچو آن کیسهٔ منعم که ز درهم خالی است

وله

ایجاد مفلسی تو و جز نام اهل بیت | چیزی دگر بخانهٔ من هیچ مانده است

از هیچ در بسکه نادیدیم گشود دهی | ایجاد دل ما ز همه باب گرفته است

وله

ابر است و هوای خوش باران بهار است | بر باده کشان ریزش احسان بهار است

تا غنچه دلش وا شود و گل کند آرام | باد سحری مروحه جنبان بهار است

بی کشتی می جانب صحرا نتوان رفت | امسال که جوش گل و طوفان بهار است

وله

عصری رسید زاهد و موقوف شد شراب | گفتم بره نماز بکن آفتاب رفت

وله

چون غنچه و گل ایجاد مقسوم ما زین باغ | از دولت بهاران دستاریست و قبا ییست

فار مجنون را کسی داند که همچون گردباد | خاک بر سر گرد با عمری در بیابان گشته است

وله

در متانت که گران سنگ کسی نیست چو من | کوه اگر هست کمر بستهٔ تمکین من است

وله

احوال اشک خود چه مفصل کنم بیان | دریای شور مجملی از ماجرای اوست

ایجاد هیچ نکرده بمشهد روانه شو | من خدا منم رضای خدا در رضای اوست

وله

هیچ خوفی هم نکرد از باطن پیر مغان | آبروی دختر رز زاهد بی‌پیر ریخت

وله

نیست از کسی عجز و غرور من و تو | قصهٔ شاه و گدا در همه جا مشهور است

وله

پان و مسی که بر لب او رنگ تازه ریخت | نقاشی تبسم و پرداز بوسه است

عیش با تفاق در عالم | صحبت بی نقاب محبوب است

وله

پیری و گریهٔ سحرگاهی | شب مهتاب و عالم آب است

وله

بر خطش رو گذاشتم همه شب | بوی ریحان علاج بیخوابی است

چندان عرق شرم برآیم که بشوید | از گرد گناه همه سیمای قیامت

وله

پادشاهی گدای درویشی ست — سر دولت بپای درویشی ست

خواب شیرین و شکر آرام — در نی بوریای درویشی ست

بیشتر خلق زهم شکوه چه گفتارند — ورنه کس را زکسی کم گله خاموشی ست

وله

چندی چو مرغ قبله‌نما چرخ میزنم — آخر بترتب کعبه قرارم بسوی تست

وله

میرسد پیغام دل هردم که ما‌موان ز من ست — اشک می‌گوید بروی من که جیحون از من ست

وله

اگر تقصیر کردی معذرت خواه — که ترک معذرت تقصیر ثانی ست

وله

دل به تسلیم و رضا کار خود آراسته ست — از خدا خواسته‌ایم آنچه خدا خواسته است

وله

گفته بودی که فراموش نیادت نکنم — کرده گر تو فراموش مرا خود یادت ست

وله

زن طبیعت اثر دهر پری ما آگاه نیست — جوهر شمشیر ما را مرد میداند که چیست

وله

باز آن شوخ بیگانه من آمده است — دولت رفته من خانه من آمده است

رفتم و گرد سری یار شبی گردیدم — گفت با شمع که پروانه من آمده است

وله

شدم بمیکده دیدم شراب نوشیهاست — میان باده و خم طرفه گرم جوشیهاست

قبای پرده دری باب بدقماشان است — لباس مرد هنرمند عیب پوشیهاست

وله

دیدم زعین مردمی اول بروی من — چشم تو قصه بنگاه نخست نیست

این دست و پا شکسته سرچنگ روزگار — محتاج مومیای لطف درست نیست

وله

میخرامی بسر خاک شهیدان امروز — بزمین خوردن دامان بی چیزی نیست

تنک پوشیده امروز برنگی که چو گل — جامهٔ نازک خوشبوی تو چو بدن ست

ضعفم چنان گرفته که در وصف لفیاره — گویم اگر قصیده مجال گریز نیست

بشکل مجلس آیینه می آیی — نگاه هر یکی بهر خود نمائی است

امیدوار بپیری خویش هر جوان — شب خواب هیچ کس نکند بی خیال صبح

وقت آخر چون سماق ز دولت میرود — گشت برهمن وش انحراف ز فروغ ماه صبح

ردیف دال مهمله

نباشد گر کسی را دست کس خود بکار آید — برای آشنا باید بپای آشنا افتد

ذکری ز نمکدان لب یار نباشد — وله — در مجلس ایجاد چه شورست ببینید

در بتخانهٔ حسن برهمن زاده دیدم — وله — ملاقات من آن سنگدل آنجا ادا نمی شد

بسان کفش نه رد و نه زیست حسب خفت با دنیا — وله — بجلقش گر گذاری پا که از زر دست بردارد

غریبی گر کند یا در وطن مسرور میگردد — وله — دلم دار السرور از نام هر جا نیز میگردد

نفس در کش گر از بحر حقیقت گوهری خواهی — وله — بدریا چون رود غواص دم در خویشتن دزدد

آن نباتی جامه گر با بنده همبالین شود — وله — بند بندم یکقلم چون نیشکر شیرین شود

سختی دوران گران بر خاطر هموار نیست — صفحهٔ کاغذ ز نقش کوهکن سنگین شود

چالاکی نگاه تو نازم که سوی من — وله — دیدی چنانکه چشم ترا هم خبر نشد

خاطر خود جمع دار ای غنچه لب نامه‌ام — وله — خود بخود مکتوب من مانند گل وا می شود

سرمه‌ای پیراهنی در مجلس ما دوش بود — وله — چشم از دیدار روشن بود خاموش بود

ایجاد در حضور شریعت پناه عشق — وله — بی مهر داغ محضر ما معتبر نشد

ترکیب لب لعل تو بی سبزهٔ خط نیست — وله — حرفی ست که یاقوت با سنگ ندارد

هر کسی در صفت حسن تو بیتی میخواند — وله — شعر بر جستهٔ من مطلع ابروی تو بود

ز بس چیزی نگیرد همتم بس تنگ میداند — وله — کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد

شیشه در دست جوان ساقی گلفام رسید — هوش رفت از سر مستان که پیر او آمد

وله
این دل صافی که من دارم به آئینه از بست — بلکه در اقبال پهلو با سکندر می زند
روز حشر ایجاد من در سایهٔ مهر علی — خیمه خود بر کنار حوض کوثر می زند

وله
مو سفیدی نمک زندگی پیران است — ماهتاب طرف صبح بهاری دارد

وله
چشم دل مردمک دیدهٔ جانم کردند — هر چه منظور نظر بود بیابانم کردند
لاله زاری بمن از داغ عطا فرمودند — رونق محشر خونین کفانم کردند

وله
اگر با قامتش دعوی کند سرو — الهی حسرت او بالا نگردد
کس اول گرد باید گر بگردد — بگرد کعبه گردد یا نگردد

وله
سرکشی آن قد رعنا دارد — تا ز بر عالم بالا دارد
گل دیدار شگفته است امسال — باغ نظاره تماشا دارد
بی تامل سفر از خویش کنید — راه اندیشه عمرها دارد

وله
هرگز سخنی نکردی ارشاد — از دست خموشش تو فریاد

وله
از خانهٔ خود نگردی دور — عمر تو دراز و خانه آباد

وله
ما را چو کمان بسر کشیدی — اینخانهٔ الفت تو آباد

وله
در چمن یار گلعذار آمد — رنگ بر چهرهٔ بهار آمد

وله
راست می گوید اگر سرو که همدوش توام — بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد

وله
قید هستی غم سنگین جانی دارد — دوش آزادی ما بار گران دارد

تو محیطی همه تشنهٔ دیدار تواند
چون حباب از ته دل جمله هوادار تواند

حرف راء مهمله

پوشش خود سفیدان گلبدن انداز کرد — رنگ زرد روی بهار یاسمن پرواز گیر

حرف راء معجمه

اگر مطلب ز خط او نمی بود — نمی شد در جهان هرگز سخن سبز
شهید حسن سبز گشتم ایجاد — به محشر می کنم رنگ کفن سبز

حرف شین معجمه

ای مصور از لباس یار دامانش بکش — بر رقیبم دست اگر یابی گریبانش بکش

حرف صاد مهمله

گرش چشمیست تماشای شب و روز ست — همچو آن مردم که بینند صبح و شام رقص

حرف لام

چشم زخم مردم عالم اگر منظور نیست — مهر شبنم چرا بستند در بازوی گل
در هوای گلرخان هر کس که زیر خاک شد — بر مزار او بنفشه خند بر روی گل

حرف میم

پریشان میشود خاطر مبادا زلف بکشایی — من از شبهای تاریک و درازت تا رمی ترسم
ولہ
از دست همدمان در شکوه لبریزم ولی — یکدم کسی همچو تصویر نشنیده آوازم

حرف نون

با وصف نام همچو نگین در تمام عمر — یکجا نه دست داد برای نشستن

حرف یاء

نیستی در بحر هستی جز حباب زندگی — دم غنیمت دان مکن جو در اخذ تابکی

زود تر آئی جمع اند بکاشانهٔ ما　　بامید نمک لطف تو مهمانی
نه بسرو الفتی داری نه سوی لاله می بینی　　صراحی در بغل ساغر بکف مستانه می آئی

من اشعاره الهندی

اب کے ترے گھر جو آئین گے ہم　　پھر یہان سے کہین نجائین گے ہم
مانند نسیم تجھکو ہر صبح　　اے غنچہ دہان ہنسائین گے ہم
جو تیری زبان سے آئے لیتو　　تک منہ سے تو منہ لگائین گے ہم
پی کر ترے منہ کی گالیان بھی　　ان ہاتون کی مار کھائین گے ہم
لوہو ترا پانی کرکے تجھکو　　بادہ کی جگہ پلائین گے ہم
پھر ہم کہے یہ تیری خاطر　　یہ جو کہین سب اٹھائین گے ہم
اب تو تری بندگی مین آئے　　جسطرح اٹھے اٹھائین گے ہم
سن یار کہا کہ تجھکو ایجاد　　ان جانون ستی دکھائین گے ہم

نوحہ سید الشہداے امام حسین علیہ السلام

جان و دل قربان شاه کربلا　　من بلا گردان شاه کربلا
من نشینم رفته چو نقش قدم　　بر در ایوان شاه کربلا
لعنت حق امی وفاداران کنید　　بر جفاکاران شاه کربلا
شاخ مرجان بس در خون طپید　　گوهر غلطان شاه کربلا
مصحف حق را سجاوندی نمود　　سرخی قرآن شاه کربلا
آخر از فرمودهٔ شاه نجف　　می شوم مهمان شاه کربلا
جا مرا در صفحهٔ خود میدهند　　بوذر و سلمان شاه کربلا

ساقی کوثر مرا مدہوش کن ۔۔۔ از مئی عرفان شاہ کربلا
این منقش چرخ مخروطی بود ۔۔۔ گوئے از چوگان شاہ کربلا
می کند خورشید ہم کسب ضیا ۔۔۔ از مہ تابان شاہ کربلا
از رحمتت گوہر نیسان بود ۔۔۔ ریزش احسان شاہ کربلا
سبحہ گرد بدست باخود سجدہ گاہ ۔۔۔ طینت پاکان شاہ کربلا
خانہ اش باب السلام جنت است ۔۔۔ ہر کسے دربان شاہ کربلا
یا علی ایجاد را محشور کن ۔۔۔ با عزاداران شاہ کربلا

افصح - میر محمد علی

افصح تخلص - میر محمد علی نام مشہدی الاصل سادات رضوی سے ہین - تذکرۂ بے نظیر کے مولف نے لکہا کہ آپکے جد امجد سید باختیار امیر تیمور گورگان کے عہد مین توران سے شہر سبزوار مین آئے - مدت تک وہان سکونت پذیر رہے - جب امیر تیمور خراسان کو فتح کرکے شہر سبزوار مین آیا - سید موصوف کو بلحاظ شرافت حسب و نسب اپنے ہمراہ سمرقند مین لایا - بقول بعض خراسان سے شہر سبزوار مین لایا - اور اپنی دختر سے شادی کردی - اور شہر سمرقند یا شہر سبزوار کی قضا پر مامور فرمایا - سید مذکور تا مرگ اسی خدمت پر بحال رہا - پہر سید کی رحلت کے بعد انکی اولاد بہی وہان معزز خدمات و عہدون پر کامیاب ہوتے رہے - اور خانہ قضا کی خدمت کا سلسلہ آپکے خاندان مین نسلاً بعد نسلٍ مسلسل رہا - امیر تیمور کی قرابت کی وجہ سے آپکے اولاد کے نامون کا تاج لفظ سلطان ہوا - آپکے والد سلطان شاہ مرزا عالمگیری زمانہ مین

وارد ہند ہوئے۔ سربلند خان میر بخشی کی لڑکی سے شادی کی۔ شادی کے بعد مخاطب
بہ شاہنواز خان ہوا۔ میر افصح سربلند خان کی لڑکی کے بطن سے ہند میں پیدا ہوا۔
ہند ہی کی زمین نشو و نما پایا۔ اور تربیت و تعلیم بہی یہیں پائی۔ سن شعور کے بعد کتب
درسیہ اساتذۂ زمانہ سے پڑہیں۔ عالم جوانی میں تحصیل علوم و تکمیل فنون سے فارغ ہوا۔
ذہین و ہوشیار فہیم و ہونہار تہا موزون الطبع و سنجیدہ و متبع تہا۔ شاعری کے میدان
میں ایسا قدم بڑہایا کہ معاصرین سے چند قدم آگے بڑہ گیا۔ گل رعنا میں لکہا ہے
کہ حسن اتفاق سے ہے کہ ۱۱۵۲ ہجری میں شہر لاہور میں رونق افروز رہا۔ تذکرۂ مردم دیدہ
کے مولف حاکم نے لکہا کہ میں میر افصح سے لاہور میں ملا شاعر خوش مزاج و لائق ہے
حسن اخلاق و تواضع میں فائق۔ لیکن جسقدر لیاقت رکہتا ہے اس سے زیادہ کا مدعی ہے
شعرائے لاہور نے میر کی تبع کی۔ اس طرح پر مشکل زمین میں اکثر غزلیں کہیں۔ وہاں چند مدت
مشاعرہ کا لطف رہا۔ یاران ہم مشرب کا جلسہ غنیمت تہا۔ پہر آپکے والد شاہ مرزا و میر افصح
غفران مآب نواب آصفجاہ مرحوم اول کے ہمراہ دکن میں آئے۔ ڈاکچوکی کی داروغگی پر
مقرر ہوئے۔ اور میر افصح بہی اہل مناصب میں نامی ہوئے۔ پدر و پسر دونون غفران مآب
کی ملازمت و رفاقت میں رہے۔ جب ہمت یار خان ناظم صوبہ بیجاپور ہوئے۔ آپ بہی
مع والد با جد ناظم صاحب کے ہمراہ بیجاپور میں گئے۔ مدت تک ناظم صاحب کے ہمراہ ہمت
و جوانمردی سے بسر کرتے رہے۔ آخر جب ناظم صاحب ہمت خان افغان بہادر حاکم
کرنول کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے۔ میر افصح مع والد ہمرکاب تہے۔ حاکم کرنول سے سخت
جنگ ہوا۔ طرفین سے اکثر مقتول و مجروح ہوئے۔ اسی معرکہ میں میر افصح اور ان کے
والد شاہ میرزا مقتول ہوئے۔ صاحب مردم لکہا کہ یہ واقعہ ۱۱۵۵ گیارہ سو پچپن میں

واقع ہوا۔ اور دیگر مولفین نے لکہا کہ سنہ گیارہ سو پچاس ہین الخ اول کا قول صحیح ہے اسلئے کہ مردم دیدہ کا مولف میر افصح کا معاصر ہے۔ جو لکہا ہے اسکا مشاہدہ ہے۔

میر اللہ یار

نمک بوسہ بر آن زند قدح نوش حرام | ولہ | کہ فراموش کند حق نمکدان ترا
نیست پیرایہ بتن بہرہ درون جامۂ فقر | ولہ | رسم آئینہ دلانست نہ پوشیہا
نشود معلوم ظرف نیک بد وقت سخن گفتن | ولہ | نمی باشد صدائے کاسۂ چینی سفالی را
آہم بیاد آن قد برجستہ رستہ است | ولہ | چون نیشکر ز خاک کمر بستہ رستہ است
بنزم اہل تمیز در آ تماشا کن | ولہ | برین مرقع تصویر یک قلم صاد است
منور است ازان نور چشم دیر و حرم | ولہ | کہ این چراغ میان دو محفل افتاد است
شکر خدا کہ دیدہ شناہا پرست من | ولہ | ہر چند بت پرست بود خود پرست نیست
مرا کہ ابلق ایام زیر فرمانست | ولہ | چہ غم کہ توسن گردون ستارہ پیشانیست
ہر دلبرے کہ دل نبرد مایۂ غم ست | ولہ | سروے کہ جلوہ نکند نخل ماتم ست
از می تہی مباد کہ در چشم اہل ذوق | ولہ | پیمانۂ بے شراب ہلال محرم ست
تا خرامان بچمن آن دلجو شدہ است | ولہ | سرو انگشت تحیر بلب جو شدہ است
ز خون بیگنہ تا ہنوز گلگون ست | ولہ | بہ تیغ یار چہ حاجت غلاف مخمل سرخ
دل خرابی می کند از زلف پیش کشید | ولہ | دست و پائے میزند دیوانہ زنجیرش کنید
آسمان خم بر سر کوئے تو از تعظیم شد | | عمر این محو ارادت صرف یک تسلیم شد
نہ از رخت عرق از گرمی شراب چکید | ولہ | ستارہ آب شد از شرم آفتاب چکید
چون رخت از می عرق افشان شود | ولہ | خانۂ آئینہ چراغان شود

دل عبث می خواہد از دور فلک عیش مدام	ولہ	آرزوے می کشی از تشنہ و افزون نکرد
بداد حق نبود شرط مومن و کافر	ولہ	کہ ابر کعبہ گہے در فرنگ می بارد
دل بے درد چہ اندیشہ نقصان دارد	”	موی چینی نشود از غم ایام سفید
خط مشکین بگرد حسن گلفام این چنین باید	ولہ	تکلف بر طرف صبح اینچنین شام اینچنین باید
مرا در حلقہ زلف تو ہر کس دید تحسین کرد	”	کہ صیاد اینچنین صید اینچنین دام اینچنین باید
شہیدان ہر نگاہ کہ گشتہ افصح	ولہ	کہ ہمچو رنگ حنا شد ترا رگ جان سبز
بجز تصور چشم تو نیست در دل من	ولہ	شگفتہ است درین باغ یک قلم نرگس
کسے کہ کشتہ نگردد بہ تیغ دلبر خویش	ولہ	سزد کہ تیر خورد ہمچو ماہی از پر خویش
گردن دعوی نکش در بزم ادب	ولہ	میرسد آخر بہ پستی سرفرازیہاے شمع
در محفل کہ حسن تو روشن کند چراغ	ولہ	پروانہا بہ شمع نوید بہر داغ
بر من کاستہ سودا شدہ زان سبزہ خط	ولہ	کہ خیالات فزون می شود از نشئہ بنگ
تا دیدہ شب سنبل گیسوے تو در خواب	ولہ	مشہور چمن شدہ بہ پریشان نظرے گل
در طریق راستیہا کردہ ام از سر قدم	ولہ	گرچہ ہمچو خامہ در ظاہر محرف میروم

امین - امین الدین علی

امین تخلص - امین الدین علی نام - مہدی علیخان خطاب ہے - آپ سید مبارک بخاری قلعدار دولت آباد کے دامادوں میں سے ہیں - عالم فاضل فارغ التحصیل تھے - فضائل و کمالات صوری و معنوی سے موصوف تھے - شعر گوئی و سخن سنجی میں لائق شمار کیے جاتے تھے - ذی استعداد و صاحب سواد، خوش رفتار و خوش گفتار

فقرا دوست و غربا پرور آشنا پرست و مہمان نواز تھے۔ آپکا کلام دلچسپ و دلپسند ہوتا تھا
آپ کی غزل و مثنوی کو شعرا کا غازہ سمجھتے تھے۔ آپ غفران مآب نواب آصفجاہ اور ان کے
منصبداروں میں ممتاز تھے منصب مناسب و خطاب و مراتب سے سرفراز سنہ ۱۱۷۷ ہجری تک
زندہ رہے آخر سنہ ۱۱۷۸ ہجری میں فوت ہوے۔ دولت آباد میں دفن کیے گئے

من اشعارہ

چہ قدر صید دل تواند کرد — در برش تا لباس باد ایست

ولہ

نہ چمن نہ غنچہ نہ گلزار میخواہم دلم — چہرۂ سبز بیخ یار میخواہد دلم
بادۂ صاف کنار آب مہتاب و کشتی — ساقی امشب نشۂ سرشار میخواہد دلم
بسکہ دلچسپ است شیرین کار قند لبش — بوسۂ زان لعل شکربار می خواہد دلم
دلربائے شوخ و شنگ ہر چند دل را می برد — دلبر دلدادہ را بسیار می خواہد دلم

ولہ

گر بے تو خورم شراب جانان — جان سوزد و دل کباب جانان
در یاد تو میدمم سحر سو — چون نشۂ کہ بر شراب جانان
شاید کہ رسید روز وصلت — دارد دلم اضطراب جانان

انسان شیخ غلام مصطفی مرادآبادی

انسان تخلص شیخ غلام مصطفی نام۔ قوم کنبوہ آپکا مولد و منشا مرادآباد ہے
انسان کامل عالم فاضل جامع معقول و منقول تھا۔ شعر و شاعری میں مقبول تھا
کتب معقولات ملا قطب الدین سہالوی و شیخ غلام نقشبند لکھنوی سے تحصیل کی
تھیں۔ ملا کے ارشد تلامذہ سے تھا۔ اور حدیث کی سند کا سلسلہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے

پہنچتا ہے۔ اور شیخ جان محمد صاحب قادری دہلوی کے مرید و خلیفہ شیخ کملائے زمانہ واولیا
عصر سے تھے۔ علوم درسی کے سوا علم طب نجوم و فنون خوش نویسی و شانہ بینی وغیرہ
مین مستعد کامل تھے۔ اکثر براہمہ ہنود مسائل نجوم مین آپسے امداد و اعانت لیتے تھے
مسائل غریبہ عجیبہ کو نہایت آسانی و سہولت سے حل کر دیتے تھے۔ ہندی مین شعر
و دوہہ خوب کہتے تھے۔ فارسی مین آپکا کلام توحید و تعرف و سلوک تصوف کے
مضامین سے مملو ہوتا تھا۔ کلام کی بندش و ترکیب نہایت درست ہوتی ہے
میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا کہ جمیع علوم و فنون کی کتابین انسان کے سینہ مین
محفوظ تہین۔ آپکا علم سینوی تہا نہ سفینوی۔ آپکے پاس کوئی کتاب نہین تہی۔
جو کچھہ علوم و فنون سے تہا آپکی زبان پر از بر تہا۔ درس و تدریس کیوقت فوائد و زوائد
مع حل و شرح سامع کی حیثیت کے موافق بیان فرماتے تہے۔ اکثر طلبہ علوم و فنون
دیار و امصار سے آپکی خدمت مین آتے تہے اور آپسے علوم و فنون کی کتابین پڑہتے
تہے۔ مسائل مختلفہ و مقامات مشکلہ کو آسانی کے ساتھہ حل کر لیتے تہے۔ آپ
مدۃ العمر نوکر پیشہ رہے عالمگیری زمانہ مین ہند سے دکن آئے۔ منصبداری صیغہ مین
مامور ہوئے۔ مدت تک اسی ملک مین گزارے۔ آخر نوکری ترک کرکے بلدہ ایلچپور
مین آئے۔ اور سکونت پذیر ہوئے۔ یہان ایسے جمے کہ مرکے اٹہے۔ یہان ایک جوان
خوشرو دیہاتی پر فریفتہ ہوئے۔ اور اس سے تعلق خاطر ہوگیا۔ اسی محبوب کے دروازہ
پر اقامت گزین ہوئے۔ اتفاقاً یکایک وہ جوان مرگیا۔ آپکو رنج و غم کا سخت صدمہ
ہوا۔ اسکے رنج مین زندہ درگور ہوئے۔ کثرت غم سے دیوانہ بنگئے۔ آبادی سے نکل کر
صحرا نوردی اختیار کی۔ انہین ایام مین آپکے استاد مولینا قطب الدین سہارنپوری

جو زیارت حرمین شریفین سے مراجعت کرکے آرہے تھے بلدۂ الیچپور مین وارد ہوئے
لوگون سے شاگرد رشید انسان کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے
آبادی سے دور ویرانون مین رہتا ہے۔ مولٰنا نے فرمایا کہ اُسکو میرے پاس لاؤ۔ لوگو
عرض کیا کہ وہ آبادی مین ہرگز نہین آئیگا۔ ہم کو دیکھتے ہی فرار ہو جائیگا۔ مولانا نے
ایک رقعہ لکھا ایک شخص کو دیکے کہا کہ یہ رقعہ انسان کو دکھلاؤ۔ آپنے رقعہ مین
یہہ فقرہ جو عرب کے نزدیک ضرب المثل ہے کہ اَطرق کرا اطرق کرا
ان النعامۃ فی القری کہ یہ مثل اُس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جو اپنے نفس پر
نازان ہو۔ یا اس شخص کے نسبت جو کلام لطیف و نرم سے دام فریب مین آجائے۔
اس مثل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کری ایک پرندہ مثل کبک دری کے ہوتا ہے
عرب جب اسکے شکار کا ارادہ کرتے ہین تب آہستہ آہستہ یہ فقرہ بولتے ہین اطرق کرا الخ
وہ آواز سنکے زمین سے دبکے پیوست ہو جاتا ہے پس اُسپر چادر ڈالدیتے ہین اور اُسکو
آسانی سے شکار کر لیتے ہین۔ پہر عرب کے نزدیک یہ مثل شخص فریب خوردہ کے نسبت
مستعمل و مروج ہوگئی۔ ھذہ ماخوذۃ من ضرب الامثال للمیدانی۔
حسب ہدایت ملا صاحب شخص مذکور رقعہ لیگیا۔ اور انسان کو دکھلایا۔ انسان
رقعہ کو دیکھتے ہی مولانا کی خدمت مین حاضر ہوا۔ مولانا سے نیازمندانہ ملا پہر
ہندوستان روانہ ہوئے۔ انسان بدستور سابق دشت و صحرا مین پراگندہ و پریشان
گہومنے لگا۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ انسان نے انتقال سے تین سال قبل
ترک لباس کیا تہا۔ صرف ایک قمیص پر اکتفا کیا ہوا تہا۔ ایک رات اول وقت مین
خواب مین دیکہا کہ کوئی ہاتف غیبی کہتا ہے۔ رجل خیر من یعمل خیرا۔ یعنے

نیک مرد وہ شخص ہے جو امر خیر کرے۔ آخر ۱۲۴۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ بلدہ ایلچپور مین
شاہ عبدالرحمن عرف رحمن شاہ دولہ غزنوی کے مزار کے قریب مدفون ہوا۔ اور
گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ آقا محمد امین ایلچپوری متخلص بوفا آپکے ارشد تلامذہ
مین تہے۔ نقل کرتے ہین کہ ایک وقت ناصر علی ہندی و انسان باہم ملے۔ مکالمہ مین
ناصر علی نے استادون کے اشعار مین عیب جوئی و نکتہ چینی شروع کی۔ انسان نے
فرمایا کہ آپ اساتذہ کے کلام مین عیوب نکالتے ہین۔ اور اپنے کلام سے خبر نہین رکہتے
چنانچہ آپکے اس شعر مین ؎

ماندہ ام بینائے می بر طاق و حسرت می کشم　　توبہ گستاخی است شرم از روی رحمت می کشم

شرم کشیدن خلاف محاورہ ہے۔ اس مقام مین خجالت کشیدن چاہیئے۔ کہتے ہین کہ
ناصر علی سخت نادم ہوا۔ جلسہ برخاست ہوا۔ انسان سلام علیک کہکر چلتے ہوئے۔

من اشعارہ

نہ بر راہ تو تنہا دارد از نرگس چمن چشمی	ولہ	بود بادام چشمی لالہ چشمی یاسمن چشمی
بازی عشق است می باید بسامان باختن	ولہ	ہر سحر چون صبح جان تازہ خندان باختن
چہ عجب در روش دہر گر افتاد خلل	ولہ	پیر شد چرخ ازان گشت دماغش مختل
روشن دل و وابستہ مذہب چہ کمالست	ولہ	ہرچہ مقابل شود آئینہ ہمانست
در شان علی بحث کند شیعہ و سنی		حقا کہ علی برتر ازین ہر دو بیان است
انسان چو مسمی شود از اسم الہی		ناچار ز افزون شدن عبد بر آن است
در اسم علی چون کہ نبی عبد بیفزود		بنگر کہ درین پردہ عجب سر نہان است
ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش	ولہ	عالم بمثال عکس بیخویش بخویش

انسان بمثل چو چشم عکس ست درو　　آن شخص عیان نمودہ پاک از کم و بیش

انسان نے اس رباعی میں وحدت الوجود کا مسئلہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس رباعی کی شرح تذکرہ سرو آزاد میں لکھی ہے۔ میں یہاں اسکا ترجمہ ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہوں تاکہ ملاحظہ سے مستفید ہوں۔

قولہ ہستی۔ اصطلاح صوفیہ کرام میں ہستی سے حقیقت حق مراد ہے۔ اسکو اُس شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی ذات کو آئینہ میں مشاہدہ کرے۔ دونوں میں وجہ شبہ جامعیت کثرت ہے۔ مشاہدہ کرنیوالے میں کثرت بوجہ اعضا۔ اور ذات حق میں باعتبار صفات ذاتیہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کنت کنزاً مخفیاً الخ۔ دونوں ظہور کے خواہان وجویان ہیں۔ ایک تناسب اعضا کی وجہ سے نمایان۔ دوسرا اسمائے صفاتی کے لحاظ سے عیان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسکے قول سے کہ فاحببت ان اعرف کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ پہچانوں۔ قولہ و عدم الخ عدم سے علم حق مراد ہے۔ اسکو آئینہ سے تشبیہ دیتا ہے اس لئے کہ دونوں مبدء انکشاف ہیں۔ اور عالم کو آئینہ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے اسلئے کہ عالم کے حقائق صوفیہ کرام کے نزدیک صور علمیہ ہیں۔ مرتبہ علم میں ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آئینہ میں عکس دکھلائی دیتا ہے۔ عقلا پر ظاہر ہے جسطرح تمام اعضا کا عکس آئینہ میں واقع ہوتا ہے اسیطرح آنکھ کا عکس بھی اسمیں واقع ہوتا ہے اور آنکھ کے عکس میں اُس شخص کا تمام عکس نمایان ہوتا ہے۔ پس شاعر انسان کی حقیقت کو جو تمام حقائق عالم سے جامعیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ آنکھ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ وہ بھی بسبب عکس تمام اعضا اُس شخص کی آئینہ داری کرتا ہے اور اسکو

دکہلاتا ہے۔ بخلاف دیگر عکوس۔ اور شیخ محی الدین اکبر قدس سرہ کے کلام سے بہی
یہی مراد ہے۔ { وکان آدم هی المرآۃ المجلوۃ } مشبہ و مشبہ بہ کا مشترک الاسم
ہونا نہایت لطف رکہتا ہے۔ اور شاعر کا تخلص کہ انسان ہے اس معنی نے لطف کو قند مکرر
کردیا۔ پس رباعی کے معنی یہہ ہین کہ ہستی نے یعنی ذات حق جو جامع تمام اسمائے صفاتی
ہے اور مرتبہ علم مین آئینہ سے ظہور کیا۔ اور عالم اس شخص کے عکسون کی طرح صورت نما ہوا
بیچون بیچون کے معنی یہہ ہین کہ عالم کو عکس کی طرح دو جہت پیدا ہوئین۔ ایک
وجود علیحدہ دکہائی دیتا ہے اور غیر معلوم ہوتا ہے بیچون ہے۔ یعنی ہیچ ہے۔ کیونکہ
واقع مین وہ شخص آپ ظاہر ہوتا ہے اور عکس کا وجود وہمی ہے کیونکہ یہ بہی واقع مین
خود وہی ہے جو اپنی ذات پر ظاہر ہوا ہے یعنی موجود فی حد ذاتہ ہے انسان کی حقیقت
تمام عالم کے حقائق کے مقابلہ مین آنکہہ کے عکس کی طرح ہے یعنے آنکہہ کے عکس مین
ذات حق نے تمام مراتب کے ساتہہ جلوہ فرمایا۔ و معنی پاک از کم و بیش الخ کے یہہ ہین
کہ اللہ کا ظہور انسان کی حقیقت مین اور اسکا ظہور تمام عالم مین کم و بیش نہین ہے
بلکہ انسان مین بطور اجمال۔ اور عالم مین بطور تفصیل ہے۔ مثلاً انسان کی صورت
آئینہ مین اور انسان کی صورت آنکہہ کے عکس مین برابر ہے مگر فرق اتنا ہے کہ آئینہ مین
بڑی اور آنکہہ کے عکس مین چہوٹی۔ اسلئے انسان کو عالم صغر اور عالم کو انسان کبیر
کہتے ہین۔ انتہی ترجمۃ الرباعی۔

انصاف علی نقی خان

انصاف تخلص۔ علی نقی خان نام تہا فی الاصل قوم قاچار سے تہے آپ

نقد علیخان ایجاد کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت شہر حیدرآباد دکن مین ۱۲۴۳ ہجری مین
واقع ہوئی چنانچہ آپکے جد امجد نے جو تاریخ گوئی مین بے نظیر تھے۔ آپکی ولادت کی تاریخ
اس فقرہ مین پائی کہ صاحب اقبال مبارک قدم ست کی پرورش و تربیت کے بعد
اسی شہر مین کتب درسیہ سے فارغ ہوئے۔ علوم حکمیہ و فنون ادبیہ مین مرتبہ کمال کو پہنچے
مرزا افضل ثنا تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ انصاف ادبیات و طبعیات مین بے نظیر
تھے۔ مین نے ایجاد کی زبانی سنا وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند فخر خاندان ہے انتہی کلامہ
السلمہ۔ عالم شباب تھا درجہ کمال آپکا ہمرکاب تھا مزاج سحر مزاج تھا۔ بزرگی کا
سر پر تاج تھا۔ طبیعت برق تھی ذکاوت ذہن کے بادلون مین کڑک رہی تھی باغ مین
علم و فہم کی روشنی چمک رہی تھی فلسفی خیالون اور حکمی مثالون کا ذخیرہ قوت حافظہ
مین محفوظ تھا اور زمانہ کے واقعات کا فوٹو خیال کے مرقع مین ملحوظ تھا آپکے لمین
شعر گوئی کا خیال پیدا ہوا۔ جوش طبیعت سے موزون کرنے لگے۔ ابتدا مین والد ماجد سے
اصلاح لینے لگے تھوڑے ہی دنون مین زمرہ شعرا مین مشہور ہوگئے۔ آپکا کلام شستہ
و صاف ہے ایک ایک شعر سے مضامین بلند و معانی دلچسپ نمایان ہین اور ہر ایک فقرہ
سے رنگین بیانی و شیرین زبانی عیان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان عجائب
و غرائب کا سفینہ لطائف و نوادر کا خزینہ ہے۔ ذہین و فہیم ادیب حکیم تھے۔ شاعر
خوش فکر و خوش طبع خوش مزاج و شگفتہ جبین ظریف و رنگین تھے۔ خلیق و لئیق تھے
دوست پرست و یار نواز۔ آپ سرکار عالی نظام کے منصبدارون مین سرفراز۔ عالم
فاضل و ادیب کامل تھے درس و تدریس کا شوق تھا۔ چونکہ معقولات و الہیات مین
مشہور تھے۔ اکثر طلبہ منتہی آپ سے اس فن کے کتب پڑھتے تھے۔ ہم عصرون مین فائق

مانے جاتے تھے۔ اور آپکو موروثی شاعری کی بہی رغبت تھی ہفتہ عشرہ میں اپنے مکان پر مشاعرہ کا جلسہ بہی منعقد فرماتے تہے۔ شہر کے اکثر شعرا کا مجمع ہوتا تہا۔ خوب مزہ و لطف رہتا تہا۔ گل رعنا میں لچھمی نرائن شفیق لکہتے ہین کہ مین سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں اورنگ آباد ہوا انصاف سے چند روز خوب ملاقات رہی اکثر اوقات مشاعرہ کا اتفاق ہوا تہا۔ پہر دوسرے مقام مین لکہتے ہین کہ جناب انصاف سنہ ۱۱۸۲ ہجری مین اورنگ آباد رونق افروز ہوے فقیر سے ملاقات ہوی چند روز مقیم رہے خوب لطف رہا انتہی۔ بغرض جہان آپ رہے اپنے خیال وضع کے پابند رہے مدۃ العمر عمدہ طرح سے گزارے۔ قدرت اسد خان قدرت نتائج الافکار مین لکہتے ہین کہ آپکی وفات سنہ ۱۱۹۵ ہجری مین شہر حیدر آباد دکن مین واقع ہوی۔ اب ہم آپکے دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے ملاحظہ کیلئے گزارش کرتے ہین

من اشعارہ الفارسی

روشن از نور ثنای اوست روی حرف ما — عقدہ گوہر بست حمدش در گلوی حرف ما
چہرۂ گفتار ما را رونق از نعت نبی — وصف آن در یتیم آبروی حرف ما
گلشن تقریر ما را وصف آل مصطفیٰ ست — تا بہ فردوس وا رد رنگ و بوی حرف ما

وله

قیس را آدم نمیدانیم با دیوانہا — بود یک غول بیابانی ز صحرای شما
جان نباید داد چین ابر جبین انرو کہ او — رخل بیجا می کند در بیت ابروی شما

وله

صبا ہر صبح بعد از گرد سر گردیدن شب — رسانی بندگی از من خداوندان بطحا را

وله

دست قاتل بدہم روز جزا دامان را — من نہ آنم کہ فراموش کنم احسان را
نشوم دشمن ہجران اگرم قتل کند — بسکہ بی وصل بتان دوست ندارم جان را

وله

مرید پیر کشتی خواہند شیخان ریاضت کش — تلاش توسن بدخو بود چابک سواران را

تماشا کردن جنگ خروسان معصیت باشد — نباید آرزو کردن نزاع تا جداران را

وله

بروئے او دیدم نمودم بحجہ داغ خویش را — صبح روشن شد زدم دامن چراغ خویش را

وله

بارہا چون شیشۂ ساعت درین گلشن سرا — آسمان برگشت و مشکل روزگارم برگشت

وله

در گلستان بدو رنگ دیگر از رخ گلہا پرید — از برائے عندلیبان این گلہا دیگر شگفت

دل چون من ضعیفی را چہ نقصان گر شکست آرد — سلیمان ہم برائے نام مورے میکند پیدا

اوج تمکن حسرا ان ہرگز نمی تواند دید — خورشید چشم بر نہ بوقت ظہور مہتاب

من اشعارہ الهندی

مے ہو چکی تمام گلابی ہین کیا رہا — ساقی تجہے دیکہہ خرابی مین کیا رہا

ذبح کر کے داب کیون رکھتا ہے تو پانون تلے — چہوڑ دے بسمل کو تا کہو لگے وہ تلملے

ابیا میر بخشی عاشق علیخان

ابیا تخلص - میر بخشی نام عاشق علیخان خطاب - آپ خوشحال خان قاقشال کے نواسے تہے آپکے نانا عالمگیری زمانہ مین بادشاہی معزز منصبدارون مین تہے - شوخ طبیعت و آزادانہ مزاج تہے - بی پروائی آپکی ذاتی صفت تہی - آپکو خوشی سے خوشی تہی نہ غمی سے غمی ایکوقت خوشحال خان نے جواہر و زر سے بنگلہ آراستہ کیا - عالمگیری عتاب مین مغضوب ہوا - کچھہ پروا نکی بلکہ شوخی سے کہتا تہا - ہماری خوشحالی کہین نہین گئی ہم ہر حال مین خوشحال ہین - آخر خانزادی کی وجہ سے قصور معاف ہوا - بدستور اصل منصب سے سرفرازی پائی - عالمگیری زمانہ مین فوت ہوا - میر بخشی صاحب ترجمہ نانا کے بعد وزارت خان بن دیانت خان کے ذریعہ سے پانصدی منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوا

نظام الملک آصفجاہ کے منصبدارون مین منسلک ہوا۔ چند مدت کے بعد پریشان حال ہوا
اور کسیقدر حواس و دماغ مین خلل واقع ہوا۔ اسوجہ سے دلاور خان بن دلاور خان نصرت
کی رفاقت مین رہا۔ دلاور خان راٹہور دادونی کی قلعداری و فوجداری پر ممتاز تہا۔
علم ہندسی کا استاد۔ چند رسائل آپکی تصنیف سے ہین۔ علم عربی و فارسی مین بہی مستعد
و قابل تہا۔ شعرگوئی و تاریخ گوئی مین یگانہ شمار کیا جاتا تہا سنہ ١١٧٣ ہجری مین فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چاہ زنخدان آبروے سالکان بو سیختہ ۔ باکہ گویم غور کن این ماجراے آشنا

جب مبارز خان نظام الملک آصفجاہ کے لشکر کے قریب پہنچکر دریاے پورنا سے عبور کرکے آگے
نکل گیا اور آصفجاہ کا مقابل نہین ہوا۔ تب لشکر مین شہرت ہوی کہ مبارز خان خوف سے
بہاگا۔ میان ایابہی لشکر مین تہے۔ تاریخ کہی سہ

سال تاریخ پوچہتے ہین یاران ۔ گفتمش ڈر گیا مبارز خان
سنہ ١١٣٦ ہجری

من اشعارہ الہندی

طبیب عشق سین پوچہا ریحانی علاج اپنا ۔ کہا تجہپر بہلا ہے سورہ یوسف کا دم کرنا

ولہ

عاشق نہین ہے تجکو کچہہ خوف معصیت کا ۔ موسی رضا ہینگے امام ضامن اپنا

ولہ

کیون نہ گہبراوے وہ کمان ابرو ۔ واسطے جسکے کہینچتے ہین سب چلے

افتخار سید عبد الوہاب دولت آبادی

افتخار تخلص۔ سید عبد الوہاب نام۔ سادات بخاری الاصل سے ہین نسب کا سلسلہ
سید مخدوم جہانیان بخاری سے ملتا ہے۔ آپکا مولد و منشا احمد نگر دکن ہے۔ تعلیم و تربیت کے بعد

مرتضی خان بخاری قلعدار دولت آباد کی دختر سے شادی کی۔ اسی تقریب سے آپ دولت آباد
مین آئے۔ اور یہین متوطن ہوئے۔ سن شعور کے بعد فارسی کتب درسیہ مین استعداد
وافی حاصل کی۔ پہر صرف کی تصریف ماضی و استقبال مین مشغول رہے۔ بعد ازان
نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک زمانہ تک کلمہ و کلام کی تعریف اور رفع و نصب و جر کے تحقیق مین
گذارے۔ علی ہذا القیاس معقول کے حاصل کرنے مین بہی عرق ریزی و دماغ سوزی کی
فراغت تحصیل کے بعد فن ادب و شعر کا شوق دل مین پیدا ہوا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی
کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اور آپکی شاگردی مین فائز المرام ہوئے۔ اور کتب تحصیل شدہ
کی تکمیل بہی حضرت آزاد کی توجہ سے کی۔ آپنے تذکرہ ہفت اقلیم مین حضرت آزاد کی استادی
اور اپنی شاگردی کا اقرار و اظہار کیا ہے ؎

ہفت اقلیم سخن امروز از استاد ما   دارد این معمورہ را زیر قلم آزاد ما

فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے علم طب کو بہی حاصل کیا۔ مدت تک اطبا کی خدمت
مین مشق کرتا رہا۔ اکثر مطبون مین تشخیص و تفتیش کرتے رہے۔ حکیم حاذق و طبیب
فائق تہے۔ آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجری مین نواب شجیع الدولہ بہادر تہور جنگ متخلص بہ غیور کی خدمت
مین مقربین کے زمرہ مین اول نمبر تہے۔ نواب صاحب آپکی بڑی عزت و آبرو فرماتے تہے
خوش حال و فارغ البال تہے۔ آپ نواب صاحب کی مجلس کی رونق تہے۔ ہر وقت لطائف
و ظرائف سے نواب کی دلجوئی و خوش طبعی فرماتے تہے۔ آپ سلیم الطبع حلیم الوضع
پسندیدہ سیرت و سنجیدہ طبیعت تہے خوش کردار و خوش رفتار راست گفتار صاحب وفا نہ
تہے۔ ظرافت و لطافت مین مشہور فصاحت و بلاغت مین نور علی نور تہے۔ انشا پردازی
مین بلند پروازہ۔ اور نظم کی شیرازہ بندی مین گویا بلبل شیراز تہے۔ کلام شستہ و رنگین ہے

نقشبند و مضامین برجستہ و دلنشین کے نخلبند تھے۔ آپکی انشاء نثر کے دیکھنے سے ذائقہ کو لذت اور سامعہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور لطافت نظم و نزاکت معانی کے مطالعے سے قوت ناطقہ کو لطف و فرحت تازہ "تازہ" لطائف شگوفہ ظرائف کے ملاحظہ سے دل و دماغ سیراب "تازہ" ہوتا ہے۔ آپکا فارسی دیوان روزمرۂ اہل زبان ہے۔ محاورہ میں سفینہ کمال نزاکت و خوبی میں سحر حلال ہے۔ آپکا کلام ریختہ زبان میں بھی فصاحت و ملاحت سے لبریز ہے۔ حسن بلاغت و نزاکت سے شور انگیز ہے۔ ادا ہائے دل آویز و کرشمہائے جادو آمیز سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر سامری ہے۔ کثرت آرائش و نگارش سے ثابت ہوتا ہے کہ زہرہ و مشتری ہے۔ آپ ریختہ زبان میں بھی صاحب دیوان ہیں۔ آپنے ریختہ میں دوہے اور کبت در جہولنہ و مکری اور پہیلیاں بھی کہی ہیں۔ آپ کا تخلص افتخار ہے ہم اگر آپکو فخر دکن کہیں تو بجا ہے۔ آپنے سنہ ۱۱۷۳ھ ہجری میں تذکرہ شعرا مسمی "بینظیر" تالیف کیا ہے۔ اسمیں متقدمین و معاصرین کا حال تاریخی طرز پر لکھا ہے تذکرہ کا نام "بینظیر" تاریخی ہے۔ آخر آپ سنہ ۱۱۹۰ھ ہجری کے قریب فوت ہوئے۔ دولت آباد میں حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکی وفات کا سنہ نہیں لکھا شاید معلوم نہوا ہوگا۔

من اشعاره الفارسی

بود فیضان دیگر چشمهٔ داد الهی را		ز ما هی قسمت افزون نه بود دنیا را ماهی را
حمایت میکند ناموس دل دیوانهٔ ما را	وله	گل داغم چه طفلی زیر دامان مست تر ارا
بود بیعزتی با تحفه بازار جوشیدن	وله	اگر راه جمعیت میروی بگذار دنیا را
ابجد از نقش پایش جبههٔ ما بر فروز	وله	از زمین این سجده داری تخش الغام ما

مشت خاک خویش را فرش ره او ساختم | وله | تا باین تقریب یابم دولت پابوس را
شب خیال او تصرف کرد در دل هرچه خواست | وله | حکم صاحبخانه دارد آنکه شد مهمان را
بیقراران را بمال نگران پرواز نیست | وله | احتیاج دلو نبود چشمهٔ سیماب را
رسوا کند محک زر ناقص عیار را | وله | باشد همین معامله سنگ مزار را
یک جهان جلوه کند نور خدا در دل صاف | وله | آتشین منجلی شود عکس چراغی در آب
نگذرند از خود نکویان از نکویی نگذرند | وله | بو نمیدارد دریغ از ما چو گل گردد گلاب
سوختن چون شمع بر بالین جانان بهتر است | وله | درد گر این منزلت باشد ز درمان بهتر است
آن خوب را بجامهٔ رنگین نیاز نیست | وله | چون برلباس هر او ساده خوشنماست
در تف عشق تو آرام دل بیتاب است | وله | قائم انتظار که دیدیم همین سیماب است
ز تیغ یار چه احسان که نیست بر سر ما | وله | بود بهر دو جهان چهرهٔ شهیدان سرخ
یا علی غیر ترا در دل من نیست گذر | وله | هست مشهور که این بادیه شیری دارد
برهمنی که دلم را بسوخت می گوید | وله | برو برو ز تو بوی کباب می آید
چشم گریان مرا عالم تماشا کردنی ست | وله | آن پری را آرزوی پیرهن در یا کشد
غنچه یکبار گشاید لب خوش بیع بهار | وله | خوب آید سخنی کز لب کم گو آید
مزاج عاشق و طفل است یکسان امتحان کردم | وله | بازک حیلهٔ خوبان به پیراهن نمی گنجد
چه از بیگانه نالد کس وفا از خود نیاید آخر | وله | ز شبنم شکوه بیجا کز گلش هم بر نیاید آخر
از وفا گشتم خجل چون یار شد شمع مزار | وله | می شدم پروانه گر جان دگر میداشتم
سیر زلف تو چگویم بچه عنوان کردم | وله | هر دم آنجا دل جمعی پریشان کردم
مگر در خانه آئینه روشن کرده ظالم | وله | شبی در خانهٔ ما هم چراغان می توان کردن

میرود آن آہنین دل از سرم امن نشان | لوح خاکم سنگ نقشا بین بود ای کاشکے

انور - نورالدین خان کرناٹکی

انور تخلص - نورالدین محمد خان بہادر نام - آپ ابوالمعانی بہادر گوپاموی کے فرزند ہیں اور نواب محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ کے نواسہ - سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں شہر تنہر نگر میں پیدا ہوئے - سن شعور کے بعد کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ علما فضلا کی خدمت میں ختم کیں اور فن شعر گوئی میں مولانا محمد باقر آگاہ سے تعلیم پائی اوّلاً انور تخلص کرتے تھے ثانیاً وا تخلص اختیار کیا -

ابتدا میں نواب والا جاہ کی سرکار میں بعہدۂ خانسامانی تنخواہ پر مقرر ہوئے - بعد ازان نیلور کی فوجداری پر سرفراز - وہاں بجرم قتل معزول ہوئے - اور قلعہ چندرگیری میں مقید کئے گئے - حالت حبس میں حافظ محمد مکی سے قرآن حفظ فرمایا - حفظ قرآن کے بعد اپنے عرضی معافی جرائم کے لئے نواب والا جاہ کی خدمت میں بھیجی - نواب صاحب نے قید خانہ سے بلایا - اور قرآن شریف سنا - رمضان المبارک کا مہینہ تھا - تراویح پڑھنے کا ارشاد ہوا انور نے نواب صاحب کے حضور میں شبینہ پڑھا - نواب صاحب بہت خوش ہوئے پھر نیلور کی فوجداری پر بحال فرمایا - اور پینار اور ونکول کی فوجداری بھی آپ ہی کے تفویض ہوئی - نواب صاحب کے انتقال کے بعد سنہ ۱۲۱۱ ہجری میں عمدۃ الامرا بہادر کی طرف سے صوبہ داری کرناٹک کی نیابت پر مامور ہوئے - ایک سال کے بعد معزول ہو کر مدراس میں پہنچے وہاں علالت سل و دق میں مبتلا ہوئے - آخر سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں آخرت کا سفر اختیار کیا شیخ محمد مخدوم ساوی کے گنبد کے قریب مدفون ہوئے -

مشہور ہے کہ انور نے ایک روز ایک رباعی مستزاد نواب والاجاہ کی خدمت میں پیش کی نواب نے انور کا منہ جواہر گران بہا سے بہر دیا وہ رباعی مستزاد یہہ ہے رباعی

از نقد بقائیکہ عطا کرد ترا ؛ رب الارباب | کردی ہمہ را صرف در راہ خدا ؛ صدق و ثواب
از وعدۂ ایزدی کہ یک را بعوض ؛ دہ می بخشد | مقصد حق تست بعد از لطف و عطا ؛ ہو الوہاب

صاحب دیوان ہے۔ اشعار میں دونون تخلص موجود ہین کہیں انور کہیں دل جمع وہ بعض نے لکہا ہے کہ انور کے دو دیوان ایک میں انور تخلص کرتا ہے اور دوسرے میں دل دیدہ ہے صاحب گلدستہ کرناٹک نے محقق طور سے لکہا ہے۔

من اشعارہ الفارسی

طپید نہای دل آرد از عشرت نوید اینجا
ز فیض دادن سیر افتیم از سر جوانیہا
دل ز گیسوے تو شد محو پریشانیہا
خوشتر از گلبانگ می آید فغانم یار را
تیر تو آمد بدل منزل خود جان گذاشت
در شکن زلف یار کرد دل آخر قرار
سینہ از بسکہ وحشت آباد ست
بہر تعظیم یار ما بعدم
گر ہیاد زلف مشکین تو گردم اشکبار
وصل ہم مانع بیتابی انور نشود
آئینہ ہندو دل ساعت فرنگ

ولہ
مگر قربان شدن باشد مبارکباد اینجا
ولہ
بجا شد اتفاق شمع و من در سر فشانیہا
کرد در کار جنون سلسلہ جنبانیہا
ولہ
گوش گل از ستان ز بہر نوائے عندلیب
ولہ
طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت
عشق تو دیوانہ را برد و بزندان گذاشت
ولہ
طفل اشکم رسیدہ می آید
سرو قامت کشیدہ می آید
ولہ
چون سلیمانی شود دہر اشک من ناردار
لذت بن طپش آغوش تو میداند و بس
باشد حیات دل طپش بیشمار دل

وحشت نگر که چون قدم از کشور عدم
برداشتم بدامن صحرا گذاشتم

وله

ز شمع حسن تو گر چشم دل شود روشن
برنگ مهر زند خنده هر سحر شامم

وله

خدنگ ناز مکش غمزه را تمام مکن
بخون خلق مزن دست و قتل عام مکن

سحر ز من گل و بلبل کنند بگلشن مشق
یکی دریدن جیب و دگر کشیدن آه

من امشب هرچه گویم بی‌تکلف میشود موزون
خیالم میخوان بالای موزونست پنداری

ارسلان مولانا قاسم مشهدی

ارسلان تخلص - مولانا قاسم نام - مشهدی الاصل ہے - سید صحیح النسب تہا - علامۂ دہر و فہامۂ عصر تہا - فن شاعری مین فرد فرید - اکبر بادشاہ کے زمانہ مین ہند مین وارد ہوا تاریخ گوئی و خوشنویسی مین وحید تہا - چند مدت تک اکبر کی ملازمت مین رہا - پہر احمد آباد گجرات مین گیا - اور وہان سکونت پذیر ہوا - چند روز کے بعد دکن کی سیر کو نکلا اولا احمدنگر مین پہنچا - نظام شاہ بحری نے بڑی خاطرداری و مہمان نوازی کی - پہر وہان سے بیجاپور آیا وہان کے بہی والی نے بڑی عزت و آبرو کی - چند روز قیام کرکے وہان سے گولکنڈہ مین رونق افزا ہوا - یہان بہی بدستور شاہان دیگر تعظیم و توقیر سے ممتاز ہوا - اور عبداللہ قطب شاہ نے بہت کچہہ سلوک کیا - عطیات و صلات سے سرفراز فرمایا - چند روز یہان رہا بعد ازان احمد آباد گجرات مین معاودت کی - اس فکر مین تہا کہ وطن مالوفہ روانہ ہو جاے کہ یکایک وقت موعود پہنچا - وہین فوت ہوا - یہہ حادثہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری مین واقع ہوا - صاحب صبح گلشن نے لکہا کہ یہہ واقعہ لاہور مین سنہ ۱۰۹۵ ہجری مین - اور ہم نے ریاض الشعرا مین دیکہا - کہ اسکا مدفن احمد آباد - اور

نہیں معلوم کہ سنہ مذکور و مدفن لاہور صاحب صبح گلشن نے کس کتاب سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۳۰۔ اشتہارہ افارسی

آہ دلم گر اثرے داشتے — شام امیدم سحرے داشتے

گرد سرت گشتی و کردے طواف — کعبہ اگر بال و پرے داشتے

لفظ و معنی بجمال تو بین گر نہ — بی مددے در تاب گم

امداد۔ شیخ غلام حسین برہانپوری

امداد تخلص، شیخ غلام حسین نام۔ ہاشمی النسب قادری الطریقہ ہے۔ حافظ گیانسی کا ہمشیرزادہ تھا۔ آپکا مولد و منشا برہانپور خاندیش تھا۔ سن تمیز کے بعد کتب درسیہ عربیہ فضلائے شہر سے پڑھیں۔ لیاقت استعداد حاصل کی۔ شعرگوئی میں عمدہ سلیقہ پیدا کیا۔ برہانپور سے شہر اورنگ آباد میں آیا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوا۔ آپکی خدمت میں مشق کرتا رہا۔ جناب آزاد کی توجہ و اصلاح سے شعر خوب کہنے لگا۔ خیالات رنگین و مضامین انشا میں ایجاد کرنے لگا۔ مدت تک اورنگ آباد میں رہا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی ملازموں میں منسلک تھا۔ ملازمت کے علاوہ امرا کے بچوں کو بھی تربیت و تعلیم دیتا تھا۔ شہر کے اکثر عزیز امرازادے آپکی خدمت بابرکت میں بغرض استفادہ حاضر ہوتے تھے۔ امرا آپکے کفیل تھے عمدہ طرح سے خدمت و سلوک کرتے تھے۔ نہایت فراغت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر اورنگ آباد سے وطن مالوفہ برہانپور روانہ ہوا۔ وہاں چند روز زندہ رہا۔ پھر بہشت بریں کو رحلت کی۔ آپکی وفات قریب سنہ ۱۱۹۲ ہجری میں ہوئی۔ آپ خوش فکر خوش سلیقہ لطیف الطبع شگفتہ جبین تھے

مزاج مین درویشی و خاکساری تھی درویش دوست و فانی مشرب ہے۔ اکثر اوقات اہل اللہ واہل دکن کی خدمت مین گزارتے تھے ۔

من اشعاره الفارسی

از تو پنہان میکند آئینہ روی خویش را | ہر کسی منظور دارد آبروی خویش را
گل ز باطن صاحبدلان بی قصد فیض | در گرہ بستن نداند غنچہ بوی خویش را

وله
سرگرم الفت من اغیار بودہ | ای جان عاشقی تو چہ عیار بودہ

وله
بر دامن دلم نہ غبار تعصب ست | چون ساغر بلور مرا صاف مشرب ست

وله
گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد | شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد
صندلی رنگ بینی گر سر دربان دارد | درد ہم گرد سر ما بتمنا گردد

وله
دل ز دستم رفت و من ہم رفتم ای قاتل بیا | گر برای من نمی آئی برای دل بیا

وله
سیر کتاب عبرت ازین باغ می کنم | از داغ دل چو لالہ ورق داغ می کنم

وله
ظاہر نشود با ہمہ رنگ شکست ما | در صورتی کہ آئینہ گیرد ز دست ما
ما والی قلمرو مضمون تازہ ایم | در گل زمین غنچہ بود بندوبست ما

وله
ہرزہ شخص درین نشئہ خانہ امکان | بو حدیث تو نمود نہ صورت مجلس

وله
در خدمت تو پیر مغان کہنہ بندگیست | عمری بظل عاطفت پاک ماندہ ایم

وله
موج واری ز اطپش از آب میخواہیم ما | پارہ بیتابی سیماب میخواہیم ما
دارم عشق نوجوان امداد ما پیرانہ | سیر بادہ گلرنگ در مہتاب میخواہیم ما
در تحیر اشک ما خونین دلان بیوجہ نیست | نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

وله
اہل گلشن یکسر پروردہ حسن تو اند | سروانہ سرکارہ آلای تو یافت تو سرفرازہ

رونق ده تخت شرع شاه نجف ست	وله	روشن کن آفتاب و ماه نجف ست
شاهی خواهی وگر تو راهی جوئی		شاه نجف است و شاهراه نجف ست
چون سر نزند از کس سخن بیهده کر شود	وله	از حرف سبک نیست الم گوش گران را
بداغ هجر تو ای وای سوختند مرا	وله	بدر رهی که نباید فروختند مرا
چسان کنم مژه را وا بسوی روی بتان		نگه چو جوهر آئینه دوختند مرا
همچو آن طایر که بیجو ریزند در پا بند	وله	با کمال اختیار خویش مجبوریم ما
از دلش محو کن یارب یاد بستان مرا	وله	بشکن از خاطر شکستنهای پیمان مرا
با لباس سرمه در چشم خوبان میروم		یا بود بر من نگه برگشته مژگان مرا
اگر گویم که چین ابروست آن ابرو کمان من	وله	رسد گر تیر چشمش می شود خاطر نشان من
آنها که زلف یار مکرر نوشته اند		هر سطر این مسوده ابتر نوشته اند
امداد هر دمیکه بدرد اند آشنا		مضمون اشک ازان همه بهتر نوشته اند

مستزاد امداد

سازی تو حیا بهانه در خون بطپیم * ای باغ نگاه
بر سر زنی گل و ما داغ شویم * خورشید و ماه
این مسئله از کدام ملت ای یار * از بر کرده
تسبیح رقیب و ما ز یاد رویم * سبحان الله

چو مو شد ناتوان دیوانه زلف گره گیرش	وله	توان از شانه سنبل کشیدن پا بزنجیرش

نمیدانم چسان از پرده حسنش چهره بگشاید
میان چون کلک مانی یک قلم شد صرف تصویرش

اقدس میر رضی شوستری

اقدس تخلص - میر رضی نام - سادات شوستر سے ہین - آپکے والد با جداُس ملک
مین شیخ الاسلامی کے خطاب سے مخاطب تہے - آپکی ولادت ۱۱۲۸ سنہ ہجری مین شہر شوستر مین
واقع ہوئی - نشو و نما کے بعد علوم و فنون کی تحصیل مین مشغول ہوئے - اُنیس ۱۹ برس کی
عمر مین فاضل کامل ہوئے - تحصیل کے بعد آپکو سیر و سیاحت کا شوق ہوا - اوّلاً عراق عجم
وعرب کا سفر اختیار کیا - ہر ایک شہر و دیار کے علما و فضلا سے ملا اور اُن کے درس
و تدریس کے حلقون مین شریک ہوتا رہا - ہر ایک انجمن سے فائدہ ہر ایک نشیمن سے استفادہ پایا
اور ہر ایک خرمن سے خوشہ اور ہر ایک خوان سے توشہ لیا - ثانیاً ہندوستان کی سیر کا
ارادہ کیا ۱۱۴۹ سنہ ہجری مین بندر بصرہ سے سوداگرون کے ہمراہ بندر سورت مین آیا - چندروز
سورت مین قیام کرکے براہ دریا بنگالہ روانہ ہوا - بنگالہ مین پہنچکر نواب شجاع الدولہ ناظم
بنگالہ سے ملاقات کی - ناظم نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی نہایت عزت و آبرو سے رکھا
مہمان نوازی و غریب پروری کا حق پورا ادا کیا سعدی علیہ الرحمہ کے شعر پر کاربند ہوا

بزرگان مسافر بجان پرورند　　که نام نکوئی بعالم برند

میر رضی نہایت دلجمعی و اطمینان سے مدت تک نواب صاحب کی مصاحبت مین رہا
نواب صاحب کے انتقال کے بعد نواب شمشیر قلیخان بہادر رستم جنگ مغفور کے ہمراہ
دکن مین آیا - حضور بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خدمت مین ملازم ہوا - اہل مناصب کے
زمرہ مین شریک کیا گیا - ماہوار صرف مایحتاج کے لئے ساٹھہ روپئے مقرر ہوئی تہی -
چونکہ خاطر خواہ ترقی نہین پائی تہی اس وجہ سے کشیدہ خاطر و رنجیدہ دل ہو کر کمال ہمت

واستقلال سے استغنا و بی پروائی کا دامن ہاتھ سے نہین چھوڑا تہا مگر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی
امرا کی خدمت مین آنا جانا بالکل ترک کر دیا تہا۔ آخر عہد مین نواب آصفجاہ مرحوم نے دارالانشا
کی خدمت تجویز کی مگر اقدس نے منظور نہین کی۔ حضور سے ارشاد ہوا کہ بدولت کی
ملاقات کے لئے ہفتہ مین ایکبار آیا کرو۔ اقدس نے قبول کیا۔ اور عرض کیا اس شرط پر
کہ ایک شخص کی سفارش کرتا رہونگا۔ بندگانعالی نے منظور فرمایا۔ ملازمت بارہا ہی کا دن
سہ شنبہ تہا۔ روز مذکور مین میر رضی کے مکان پر اژدہام خلائق ہوتا تہا۔ یہ پہنچ کر قرعہ
کیا تہا جو سب سے اول نمبر پہنچے اسے وہ اُسکی سفارش کرتا تہا۔ مدۃ العمر یہ سلسلہ جاری رہا
اکثر حاجتمند رضی کے ذریعہ سے اس سرکار دولتمدار مین فائز المرام ہوئے۔ آصفجاہ ثانی کے
زمانہ مین دس ہزار روپیہ سالانہ تک جاگیر سے سرفراز ہوا تہا۔ شہر حیدرآباد مین رضی کا
دولتخانہ ایرانی گلی مین اور امام باڑہ پورانی حویلی کے قریب تہا۔ فی زماننا اصل مکان تو
باقی نہین رہا۔ مگر اُسی مقام مین میر عالم کی بڑی بڑی عمارتین قائم ہین۔ اور امام باڑہ
اولاد بدستور قدیم ابتک موجود ہے۔ شہر مین ہر ایک شخص رضی کے اولاد سے واقف ہے
میر رضی علوم و فنون مین مشہور و معروف۔ اور فضائل کرائمہ سے موصوف۔ خوش
تقریر و خوش تحریر فصاحت و بلاغت مین بےمثل۔ طلاقت لسانی و عذوبت بیانی مین
بےبدل تہا۔ علما و فضلا کی مجالس مین مسائل حکمیہ و نکات علمیہ کو اس خوبی و آسانی سے
بیان کرتا تہا کہ حاضرین مجلس محظوظ و مستفیض ہوتے تھے۔

ادیب کامل و شاعر فاضل ناظم و ناثر تہا۔ فارسی ہندی دونون مین نثر بامحاورہ لکھتا اور
نظم بھی دونون زبانون مین نہایت ہی مرغوب موزون کیا۔ نظم و کیا نثر بغیر سوچے
سمجھے لکھتا تہا۔ جو فقرہ یا مصرع آپکے قلم سے نکلتا تہا دیکھنے والے پسند ہوتا تہا۔ آپکے

آپ کے اشعار لالی آبدار و در شاہوار ہیں۔ اب ہم گزارش کے رشتہ میں پروتے ہیں تاکہ شائقین انکو قوت ناطقہ کے گلے کا ہار بنائیں۔

من اشعاره الفارسی

آسمان تا طرح دل بیتاب ریخت ... از سر کلک قضا یک قطرهٔ خون ناریخت
نشئه جز بیقراری نیست اندر بزم عشق ... در قدح ساقی بجای می مگر سیماب ریخت
سالکان راه حیرت را با سایش چه کار ... خامه کی در دیدهٔ تصویر رنگ خواب ریخت
شوخ چشمی بسکه دارد ساقی دوران شعار ... شب نمک در جام می از پرتو مهتاب ریخت
سطرهای صفحهٔ مضمون چلیپا شد مگر ... خامه طرح وصف کج رفتاری احباب ریخت
سیل از هر جا که خیزد مقصدش دریا بود ... عشق طرح منزل دریای دل بیتاب ریخت

وله
نرم شو کز سخت رویان کار صورت گیر نیست ... خامهٔ فولاد هرگز لائق تصویر نیست

وله
نباشد خودنمائی مردم افتاده از پا را ... که رنگینی نباشد سایهٔ گلهای رعنا را

وله
ظالم از عربده بار ستم خویش کشد ... عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد

وله
رفته رفته ظلم گردون بیشتر از عدل شد ... این کمان از بسکه کج ماند آخر خانه کرد

وله
ریاضت در جهاد نفس باشد حربهٔ مردان ... خوش آن پهلو که ترکش نه بنقش بوریا گردد

وله
سخت رویان فارغ اند از کاوش اهل جهان ... در زمین سخت رسم کندن بنیاد نیست

وله
دولت بی رنجگان همرهٔ سنگین دلی است ... خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود

وله
تا چند بار خاطر دلها توان شدن ... یک چند سیر کشور نسیانم آرزوست

میر رضی موصوف کے دو فرزند تھے ایک میر ابو القاسم المخاطب بہ میر عالم بہادر دوم میر زین العابدین میر عالم بہادر اولاً بعہدۂ وکالت فیما بین سرکار آصفیہ انگلشیہ مقرر ہوا

ارسطوجاہ مدار المہام سرکار عالی نظام کے فوت ہونیکے بعد عہدۂ مدار المہامی پر مامور ہوا۔ آخر سنہ ۱۲۱۹ ہجری مین فوت ہوا۔ اولاد ایک فرزند میر دوران عالم شباب مین والد ماجد کے حیات مین فوت ہو چکا تہا۔ اور دو لڑکیان تہین دونون منیر الملک بہادر کے عقد مین آئین۔ ایک کے مرنیکے بعد دوسری۔ فرزند دوم میر رضی مرحوم میر زین العابدین ٹیپو سلطان کی سرکار مین ملازم تہا المتوفی سنہ ۱۲۱۳ ہجری بمرض سرسام۔

دونون کا حال محبوب انجمن "تذکرۂ امرا و وزرائے دکن" مین مفصل لکہا گیا ہے۔

امیر۔ سید امیر حیدر بلگرامی نزیل اورنگ آباد

امیر تخلص۔ امیر حیدر نام۔ آپ میر نور الحسین بن میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خلف الصدق مین۔ آپکی ولادت شہر بلگرام مین دس تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ ۱۱۶۵ ہجری مین واقع ہوئی۔ جد بزرگوار آزاد نے تاریخ ولادت کہی ہے

بفرزند من میر نور الحسین　　　پسر داد خلاق عالیجناب
خرد سال تاریخ میلاد او　　　رقم کرد صاحب شرف آفتاب

سنہ شعور کے بعد سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین حسب الطلب جد بزرگوار ہمراہ میر ولا محمد خان ذکا اورنگ آباد مین آئے۔ جد بزرگوار کے سایۂ عاطفت مین تربیت و تعلیم پائی۔ چند مدت کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ جمیع علوم و فنون مین عمدہ مہارت حاصل کی مسائل فقہیہ کے استخراج مین قوت اجتہادیہ پیدا کی۔ جزئیات فقہ پر زیادہ واقفیت تہی ہزار ہا مسائل مستحضر تہے۔ دار الامارہ کلکتہ مین خدمت افتا پر مقرر تہے سولہ برس تک افتا کا کام نہایت خوبی کے ساتہہ انجام دیتے رہے۔ حکام وقت و رعایا آپسے

نہایت خوش تھے۔ آپ مقبول خلائق و عزیز خلائق تھے۔ شعرگوئی و انشا پردازی فارسی مین بھی بے نظیر تھے۔ خوش تحریر و خوش تقریر تھے۔ آخر ترپن سال کی عمر مین سنہ ۱۲۱۷ ہجری مین کلکتہ سے عظیم آباد روانہ ہوئے۔ مرشدآباد مین پہنچکر آخرت کا سفر اختیار کیا قالوا انا لله وانا الیہ راجعون۔ میر رشاد بادفروش نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی ہے

وا ویلا امیر حیدر رفت ✤ آپکی تصانیف سے منتخب الصرف و منتخب النحو و تاریخ اکبری یادگار ہین۔

من اشعاره الفارسی

تاج نام حق بود بر تارک دیوان ما
سرنوشت از بسم الله بر عنوان ما

با تنک ظرفان عالم نیست ما را اختلاط
تشنه نتواند شدن دام سر پیمان ما

ولہ
یار آئینه خود ساخت سراپای مرا
قابل صورت خود دید هیولای مرا

ولہ
حکمتی در دست باشد نرگس دلدار را
از نگاهی میدهد صحت من بیمار را

ولہ
نمی باشد شکیب ای همنشین چو یاری صحبت را
ندارد گر کسی از سایه یاری میکند پیدا

ولہ
از چمن امروز رخصت می شوم
عازم گل واهم صبا و پیم ما

ولہ
عنایت کن ز چشم خویشتن ساقی شراب امشب
روم تا در چمن چون غنچه نرگس بخواب امشب

امیر آن نی سوار ماه سیما در خرام آمد
سر دگر فوج اختر ها تماشا در رکاب امشب

ولہ
در سر زلف بتان بر من چه آفتها گذشت
حیف سر ملک هندوستان بختها گذشت

صبح پیری آمد و فصل جوانیها نماند
چشم را وا کن که وقت خواب غفلتها گذشت

سرو بالا نازنینی در نظر آمد امیر
از خرامش قامتش بر من قیامتها گذشت

ولہ
قمقمه در میخانه بر لب تشنه ساغر نوش بود
عالم آب از طلوع ماه من در جوش بود

وله
این نگویم که مرا از قفس آزاد کنید — در چمن موسم گل نام مرا یاد کنید

وله
بسکه شب اعضای من لبریز از غم گشته بود — پیکرم از پای تا سر نخل ماتم گشته بود

وله
پریشان می شود هر کس که در کوی تو می آید — بزلف شوخ می نازم که بر روی تو می آید

وله
در عدم هم درد و داغ عشق باشد بیشمار — طفل چون پیدا شود اول بگرید زار زار

وله
بر عاشق خود ظلم و بر اغیار ترحم — نا منصفی طبع شما را چکند کس

وله
صفحۂ رخسار او با خالها همراه خط — زینت دیگر دهد همچون کتاب با نقط

وله
پیش آن شمع زجا رقص کنان برخیزم — کم ز پروانه از سر جان برخیزم
چشم سلمان متعجب نگرد سوی امیر — صبح محشر که من از خواب گران برخیزم

وله
چه شد شمشیر خونریزت سلامت را نمی خواهم — تا اسیر شکن طرۂ جانان شده ام

وله
هر که بی مغز است نتوان شست از چشم امید — آرزوی باده زینهار از تهی مینا مکن

وله
رود دولت ز ارباب غنا آهسته آهسته — که زایل می شود از مس طلا آهسته آهسته
بزرگان را بود دایم بکف سر رشته تمکین — گذارد فیل در رفتار پا آهسته آهسته
عندلیب قفسم باد بهاران مددی — بال و پر ریخته ام سوی گلستان مددی
همچو ماهی که فتد دور ز سر چشمه آب — تشنگی میکشم چاه زنخدان مددی

ارشد میر غلام علی اورنگ آبادی

ارشد تخلص۔ میر غلام علی نام۔ سادات رضوی سے تہا۔ صحیح النسب۔ نسب کا سلسلہ سترویں پشت مین سید شجاع المدنی الکرمانی سے پہنچتا ہے۔ اور سید شجاع گیارہ واسطے سے حضرت امام علی بن موسی الرضا سے ملتا ہے۔ آپکا مولد و منشا شہر اُجین

صوبہ مالوہ ہے آپکی ولادت کا مادۂ تاریخ { نیک بخت ازلی } ہے آپنے سنہ شعور کے بعد شیخ نظام الدین دیپالپوری اعظم شاہی کی خدمت مین علم وفضل حاصل کیا۔ آپکی آجاد کرام کا اصلی وطن سنام ضلع سرہند تہا۔ آپکے والد یا جد میر محمد سعید و جد امجد میر محمد شاکر عالمگیری منصبدار تہے ضلع اُجین مین فوجداری خدمتون پر مامور تہے۔ آپنے اپنا سجع نام مع والد و جد موزون کیا ہے نہایت ہی عمدہ و خوشنما ہے ؎ شاکر بخت سعید ہم غلام علی امام میر محمد جعفر آپکے نانا تہے وہ بہی عالمگیری زمانہ مین برار کے صدر تہے۔ پہر مالوہ مین اسی خدمت پر گئے آخر شہر اجین کے قاضی ہوئے۔ امانت و دیانت دار تہے۔ بادشاہ کے نزدیک ذی اعتبار و ذی وقار تہے۔ میر رشد بہی بادشاہ کی طرف سے موروثی عہدۂ قضا پر سرفراز ہوا مدت تک اُسی خدمت پر مامور رہا۔ پہر سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین وطن سے شہر اورنگ آباد مین آیا۔ اور یہان سکونت پذیر ہوا۔ سلسلۂ قادریہ مین شاہ محی الدین بن قاضی سید احمد سناوی کا مرید تہا یہان شاہ عبدالقادر بن شاہ محمد صادق اللطیفی الملتانی القادری کا بہی طالب ہو گئے چند روز مستفید ہوتا رہا۔ پہر آخر مین حضرت شاہ فخر الدین الترمذی الحسینی سے فیضیاب ہوا۔ اسی سنہ مذکور مین امیر الممالک کے لشکر سے نواب مؤتمن الدولہ درگاہ قلیخان بہادر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ ارشد نے آپکی خیر مقدم مین یہ قطعہ پیش کیا ؎

ناظم عصر چو آمد بخجستہ بنیاد — شکر درگاہ الٰہی ز حد افزون باشد
دوحۂ گلشن دولت کہ بظل کرمش — خلق از آفت دوران ہمہ مامون باشد
شاد در بزم لقایش دل احباب مدام — دشمن او بمصیبت کدہ محزون باشد
باد در حصن نگہبانی ایزد محفوظ — مثل آن نقطہ کہ در دائرہ نون باشد
خواست ارشد ز خرد سال قدومش فرمود — قدم مؤتمن الدولہ ہمایون باشد

ارشد مدت تک نوابصاحب کی رفاقت مین رہا۔ نوابصاحب ارشد کی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے آخر نوابصاحب غرہ رجب ۱۱۷۹ھ ہجری مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ ذیحجہ پانچوین تاریخ سنہ مذکور اورنگ آباد سے نظام آباد مین رونق افزا ہوئے نظام آباد آپکی جاگیر تہی۔ دوبارہ بحالی کا بندوبست ہوا کہ یکایک ۱۸ جمادی الاول ۱۱۸۰ھ ہجری کو بعارضہ سرسام فوت ہوئے۔ نظام آباد سے نعش مبارک اورنگ آباد مین لائے۔ اُن کی والد کے مقبرہ مین مدفون کئے۔ ارشد نے نواب مرحوم کی تاریخ مین ایک مصرع لکہا ہے ع اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ ۔ ارشد نواب مرحوم کے بعد نواب شجیع الدولہ بہادر غیور جنگ متخلص غیور کی خدمت مین بارباب ہوا خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرتا رہا۔ میر ارشد ظریف الطبع لطیف المزاج شگفتہ جبین تہا۔ پسندیدہ صورت سنجیدہ طبیعت تہا۔ تاریخ گوئی مین بینظیر خوش تقریر و خوش تحریر تہا۔ ائمہ رضی اللہ عنہم کی شان مین بہت قصائد لکہے ہین۔ غزل مین کم فکر ہے۔ محمد اعظم اور اُسکے بیٹے بیدار بخت و خان عالم جب شہید ہوئے تاریخ شہادت آیہ کریمہ سے استخراج کیا ہے ع ولندخلنهم فی الصالحین۔ اور امیر الامرا حسین علیخان کی تاریخ (رضوان اللہ عنہ) اور اپنے ماموں سید شاکر علیخان کی تاریخ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین) اور فردوس آرامگاہ محمد شاہ کی تاریخ (انی ذاہب الی ربی سیھدین) ہے۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی کی تاریخ جلوسی (ان فضلہ کان علیک) میر شمس الدین نامی کی تاریخ تولد (خورشید و مید) ارشد فارسی و ہندی دونون زبان مین شعر کہتا تہا۔

من اشعارہ الفارسی

عاشقان دیدہ خود را چمنی ساختہ اند ۔ تا بنظارہ گلگون بدنے ساختہ اند

حاصل از طول امل نیست بجز بوالہوسی — مگر از بہر تقیید رسنے ساختہ اند

وله

عشق غالب گشت و دل را جانب آن ماہ برد — این گدا را قسمت آخر بدر آن شاہ برد

وله

نیست آسان در فراقش زندگی بیرون بسر — در خیال قامت جانان قیامتہا گذشت

وله

کاسہ کاسہ خون دل در باغ گیتی می خورم — حیرتے دارم ندانم لالہ زار کیستم

قدردان من نباشد ہرکسے از اہل جہان — صیرفی داند کہ من نقد عیار کیستم

من اشعارہ الہندی

مجکو خبر نہین کہ میرا سجن کدہر گیا — گر راہ لی ہے گہر کی تو تحقیق گہر گیا

جس نے دیکہا ہے تری خوبی حسن رخسار — بے توقف کہا سبحان جمالک اے یار

یار میرا ہے ایس حسن کے آرائش مین — مین بہی چشم نظر انداز کو رکہتا ہون سنوار

بات شیرین ہے اسکی مصری — اسکے دو لب مین شاہد عادل

اس کیفیت کی کیف بکسکو نہین — ساقی کے جام سے پیتا ہون مین مدام

سجن یہ رو ہے تیرا رشک سورج اور مہ گل — سیاہ شب تیری مو اور مشک اور سنبل

نین تیرے ہین جیون آہو کے چشم و نرگس حور — ہین لعل لب تیرے شکر اور آب زمزم و مل

آپ کی تصنیف سے ایک تنبیہ الشاکین فی جلائل محی الدین جیلانی رحمتہ اللہ علیہ بہی اسمین آپنے محبوب سبحانی رض کے فضائل اور معترضین رذائل کے اعتراضات کے جوابات مدلل و مکمل لکہے ہین۔ اور اسی رسالہ مین اپنے بزرگان سلف و خلف کے حالات بہی ضمناً بیان کئے ہین۔ آپکا رسالہ نادر الوجود میرے کتبخانہ مین موجود تہا۔ لیکن افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی واقعہ ۱۳۲۶ھ ہجری مین غرق آب نذر سیلاب ہوگیا۔ مین نے جسقدر اس رسالہ سے اپنی بیاض مین نقل کرلیا تہا۔ وہی میرے پاس باقی ہے۔ بموقع و محل ہر ایک واقعہ کو

بیان کرتا ہون - میر غلام علی رشید حضرت شاہ فخرالدین ترمذی کا نواسہ و مرید و خلیفہ تہا -

امید - قزلباش خان

امید تخلص امیر محمد رضا اصلی نام - قزلباش خان خطاب - ہمدانی الاصل قوم قراملو سے تہا - عالم شباب مین ہمدان سے اصفہان مین آیا - مرزا طاہر وحید سے تلمذ حاصل کیا - عالمگیر کے زمانہ مین ہند مین پہنچا منصب دار ہوا - شاہ عالم کے زمانہ مین قزلباش خان کا خطاب جاگیر سے سرفراز ہوا - ہوشیار و تجربہ کار تہا امرا سے ربط و ضبط رکہتا تہا - زندگی عیش و عشرت و حظ ولذت مین بسر کرتا تہا - امرا اسکی بڑی عزت و آبرو کرتے تہے - محمد معزالدین جہاندار شاہ کے عہد مین برہانپور کی دیوانی پر مقرر ہوا چند روز دیوانی کا کام انجام دیتا رہا - پہر امیرالامرا حسین علیخان کے ہمراہ اورنگ آباد مین آیا تہوڑے دن رہکر مبارز خان ناظم حیدرآباد کے ہمراہ شہر مین وارد ہوا - چست و چالاک دلیر و بیباک تہا - جب مبارز خان نواب آصفجاہ کے مقابلہ کے لئے مستعد ہوا تو اسوقت امید بہی ہمراہ ہوا - معرکہ جنگ مین خوب لڑا دلیری و بہادری سے خوب کام لیا آخر مبارز خان مقتول ہوا - فوج مین اضطرابی پہیل گئی - بہت سے مقتول ہوئے اور بعض نے فرار کا رستہ لیا - اور بعض آصفجاہی فوج مین اسیر و قید ہوئے - انمین امید بہی تہا - ایک غزل آصفجاہ کی خدمت مین بہیجی آپنے شاہانہ عنایت سے رہا فرمایا - اور بحالی خدمت و جاگیر کا حکم دیا - مدت تک خوشحال و فارغ البال رہا - سفر حرمین شریفین کی رخصت لی - نواب آصفجاہ مرحوم نے نہایت خوشی سے مرحمت کی - ایک مدت کے بعد زیارت حرمین سے مراجعت کی - نواب آصفجاہ کی خدمت مین حاضر ہوا - نذر و تبرکات گذرانے

از تذکرہ شائقین

آپ نے قبول فرمایا - بدستور سابق خدمت و جاگیر پر بحال کیا - پھر ۱۱۵۵ھ ہجری مین نواب آصف جاہ مرحوم دلی بلائے گئے - نواب موصوف فی الفور روانہ ہوئے - امید بھی ہمرکاب تھا - اور سفر بھوپال مین بھی ہمراہ رہا - دلی مین پہنچنے کے بعد چند روز نواب صاحب مرحوم کی خدمت و بندگی مین بسر کیا - جب حضور آصفجاہ نے دکن کی طرف مراجعت کی امید نے دکن سے ناامید ہوکے دار الخلافہ مین سکونت اختیار کی - تحفۃ الشعرا مین افضل بیگ قاقشال نے لکھا ہے کہ حضور آصفجاہ دلی مین امید سے کشیدہ ہو گئے تھے - اسیوجہ سے امید نے آپکی رفاقت ترک کرکے دلی مین سکونت اختیار کی تھی -

امید خوش اخلاق پسندیدہ سیرت شگفتہ مزاج سنجیدہ طینت تھا - ظریف الطبع لطیف الوضع تھا - ذکاوت و چالاکی مین شعلۂ جوالہ ذہانت و تیزی مین آتش کا پرکالہ تھا - صحبت رنگین کا فریفتہ - یاران نازنین کا شیفتہ تھا - فن شاعری و انشا مین وحید عصر - نازک خیالی مین فرید دہر تھا - ولایت زا تھا مگر ہندیون کی بدولت دوہے و کبت خوب سمجھتا تھا - اور ریختہ زبان مین بھی شعر موزون کرتا تھا - جب تک دکن مین رہا بلند آوازہ رہا - اسیطرح دلی مین بھی تا زندگی خوش و خرم رہا - امرا زادے اور نوابزادے آپکی بڑی قدر کرتے تھے - ہزار ہا روپئے نذر دیتے تھے - آرام و عیش کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا - موسیقی ہندی مین خوب ماہر تھا - خوش الحان و خوش آواز تھا - راگ و رنگ کا شائق - رباب وچنگ کا عاشق تھا - آپکے مکان پر یاران ہم مشرب کا مجمع رہتا تھا - کبھی مشاعرہ کبھی سماع کا جلسہ ہوتا تھا - ہر روز نوروز ہر رات شب برات تھی - آخر امید ۱۱۵۹ھ ہجری مین اس عالم سے ناامید ہوکے بہشت برین روانہ ہوا - میر غلام علی آزاد سے اتحاد و محبت رکھتا تھا میر نے مرحوم کی تاریخ وفات کہی -

خان سخن گستر و سحر آفرین	رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالان من	یافته جان داده قزلباش خان

۱۱۵۹ھ

لطیفہ۔ خود امید سے منقول ہے کہ مین ایک روز نواب ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کی خدمت مین گیا اور زمانہ کی شکایت کی۔ نواب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتہہ کہاتے ہین۔ مین نے عرض کیا پس آپ کیون میرے بغیر کہاتے ہین۔ اسوقت سے نواب نے روزانہ کہانا بہیجنا مقرر کیا۔ خاص نواب کے دسترخوان سے کئی خوان اقسام اقسام کے کہانون سے بہرے ہوئے آتے تہے فراغت سے احباب کے ساتہہ کہاتا تہا۔ اور کہلاتا تہا آشنا پرست و مہمان دوست تہا۔

من اشعاره الفارسی

منم آن آہوی وحشت زدہ دشت جنون	که نیاورد بدام الفت صیاد مرا
برنگ سرمہ که در چشم کور بیکار ست	کسی بہیچ نگیرد درین دیار مرا
ز آب دیدہ زبس پای در گل ست مرا	سفر ز کوی تو بسیار مشکل ست مرا
بسا کشاد که در بستگی شود ظاہر	کلید روزی استاد قفل گر قفل است
پاس دلہای جگر خون شدہ چون خواہد یافت	چشم مخمور تو خود از ہمہ بیمار تر است
خدا نا کردہ اندوہت چرا از دوستان باشد	شنیدم کلفتی داری نصیب دشمنان باشد
سرگشتگی بطالعم ہست	برگرد سرت چرا نگردم
خوشا وقتی که می بالید از جانان بر و دوشم	برنگ ماه نو ہر شام می گشت آغوشم
گشت روگردان ز بس آبادی از ویرانه ام	چون کمان حلقه بیرون شد در از خانه ام
روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من	یک شب اگر تو ہمنشینی بروز من

رباعی

بر درگہ دوست گناہے بخشند
صد سالہ گنہ بیک آہے بخشند
عفو گنہم ہمہ توانی کردند
زینجاست کہ کوہ را بکاہی بخشند

امیرؔ۔ امیر احمد مینائی

امیر تخلص۔ شیخ امیر احمد نام۔ مینائی نسبت ہے جد اعلیٰ حضرت شیخ مینا لکہنوی کے طرف آپکی نسب کا سلسلہ شیخ موصوف سے بچند واسطہ منتہی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اولیائے کاملین سے تہے۔ صاحب کشف و کرامات۔ جامع الحسنات والبرکات تہے۔ آپکے ارشاد و ہدایت سے اکثر عام و خاص فیض نعمت و معرفت سے مستفید ہوئے ہیں۔ اب تک آپکے خاندان میں یکے بعد دیگرے ارشاد و ہدایت کی مسند پر جلوس فرما ہوتے ہیں۔ بزرگان سلف سے خلف تک وہی سلسلہ فیض جاری ہے۔ حضرت شیخ کی رحلت سنہ ہجری میں واقع ہوئی۔ شہر لکہنو میں آصف الدولہ کے امام باڑہ کے قریب میدان پر فضا میں مدفون ہوئے۔ فی زماننا آپکا مزار زیارتگاہ خاص و عام ہے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے۔ فقیر مولف آپکی زیارت و فاتحہ عرس سے مشرف ہوا ہے۔ عجب مقام نورانی فرودگاہ ملائکہ سبحانی ہے۔ صاحب ترجمہ کے والد ماجد مولوی کرم احمد تہے۔ آپکی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں ہوئی۔ آپکا مسقط الراس شہر لکہنو ہے۔ آپکی نشو نما وہان کی آب ہوا کے آغوش میں ہوئی۔ جب سن شعور و تمیز کو پہنچے تحصیل علوم و فنون کے طرف ہمہ تن مصروف ہوئے۔ اولاً والد ماجد کی خدمت میں مختصرات کتب متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ اور کتب مطولات علوم عقلی و نقلی اساتذہ کاملا و علمائے فضلا کی خدمت میں ختم کین۔ فارغ التحصیل کیوقت شباب کا عالم تہا۔ درس و تدریس کا شوق دلمیں جوش مار رہا تہا۔ طلبہ کو نہایت محبت و خلق سے پڑہاتے تہے

عربی وفارسی دونون زبانون مین ادیب کامل تھے۔ چونکہ آپکی طبیعت فطرۃً موزون الطبع واقع ہوئی تہی۔ آپکا میلان طبع شعر وشاعری کیطرف مائل ہوا۔ طبیعت خداداد وعطیۂ رب العباد سے مضامین دلکش موزون کرنے لگے۔ اور اپنے نتائج طبع کو سید مظفر علیخان تدبیر الدولہ اسیر لکھنوی کے ملاحظہ مین پیش کرنے لگے۔ اسیر آپکے مضامین پاکیزہ کو دیکھہ کے حیران ہوتے تھے۔ اور اصلاح کے زیور سے آراستہ فرماتے تھے۔ اسیر کو آپکی شاگردی پہ فخر وناز تہا۔ واقعی اسیر کا فخر بجا تہا۔ آپکی ذات پر شعر وشاعری خود نازان ہے۔ آپ لکھنؤ کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے۔ آپکا کلام نہایت ہی شگفتہ وبرجستہ ہوتا تہا جب آپ اپنا کلام حاضرین مشاعرہ کو سناتے تھے تب تمام حاضرین واہ واہ کرتے تھے اور کہتے تھے واہ میان اسیر آپنے تو ایک شہباز بلند پرواز تیار کیا۔ یہ ہونہار رسیدان شاعری مین خوب پرواز کریگا۔ عجب نہین کہ جمیع شعرا مین ممتاز ہوگا۔ تہوڑے ہی زمانہ کے بعد شعرا کا خیال وگمان مرتبہ اذعان ویقین کو پہنچ گیا۔ یعنی آپ ایسے لائق وفائق ہوے کہ استاذی کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکا کلام شستہ وصاف پاکیزہ وشفاف ہوتا ہے۔ آپکی بندش الفاظ ونشست معانی ایسی دلچسپ ودلکش ہوتی ہے کہ سامعین کے قلوب پر جادو کا اثر کرتی ہے قلوب کی وہ حالت ہوتی ہے کہ مضمون پڑہا تہیر سے وجد کرنے لگتے ہین۔ جس مضمون مین ارادہ کرتے ہین وہی مضمون آسانی سے ایسی خوش اسلوبی وخوبی کے ساتہہ موزون فرماتے ہین گویا مضمون کا مصداق دکہا دیتے ہین۔ مثلاً اگر تصوف وحدت الوجود یا نعت رسول محمود ومعشوق حقیقی کے خط وخال کی تعریف۔ یا بہار وخزان کی توصیف یا بخت واقبال کی خوبی یا بدبختی وادبار کی برائی بیان کرین تو واقع کے مطابق معانی ذہنیہ صور علمیہ کا سمان نمایان کر دیتے ہین۔ آپکے کلام الہام التیام کی جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔ ممکن نہین کہ کوئی

ادا کر سکے - پس مین یہہ کہتا ہون کہ آپکے کلام کی تعریف محدود کرنا ممنوعات سے ہے
جب آپکی لیاقت و جادو بیانی کی شہرت بلند آوازہ ہوئی - اور آپکی شاعری کا شہرہ
اکناف و اطراف مین شایع ہوا - تب شایقین کلام آپکے حلقۂ تلمذ مین دور دور سے
آنے لگے - اور آپکی اصلاح سے کلام کو مزین کرنے لگے - اسیطرح رؤسائے ہند آپ کو
خواہش سے طلب کرنے لگے - ہر ایک رئیس چاہتا تہا کہ آپ میری ریاست مین آئین
اور اپنے فیض سے طالبین کو مستفید فرمائین - آپ درویش صفت و قناعت پرست تہے
دنیا و ما فیہا کی طرف رغبت کم رکہتے تہے - جاہ و حشمت کے خواہان نہین تہے -
آپکا دل قناعت کی دولت سے مالا مال تہا - آپ چند مدت واجد علیشاہ بادشاہ کے
دربار مین باریاب رہے - ہنگامۂ غدر کے بعد نواب محمد یوسف علیخان بہادر والی رامپور
نے آپ کو طلب فرمایا - آپ حسب الطلب لکہنو سے رامپور آئے - نوابصاحب نے
آپ کی تعظیم و توقیر و خاطر داری مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرمایا - اور آپکیلئے
معتد بہ تنخواہ مقرر کردی - آپ مدت تک نوابصاحب کی خدمت مین رہے - فراغت
سے زندگی بسر کئے - اور اپنی عمر کا بڑا حصہ بسر کیا نہایت آرام و فراغت سے رہے تالیف
و تصنیف مین مشغول رہتے تہے - اور اوقات معینہ پر نوابصاحب کی خدمت مین بہی
آمد و رفت کرتے رہتے تہے - آپ نوابصاحب کی مجلس کے روشن چراغ تہے - آپ کی ذات سے
مجلس کی رونق بڑہ جاتی تہی -

اعلیحضرت آصفجاہ ششم خلد اللہ ملکہ ۱۳۱۸ھ ہجری مین بتقریب ملاقات گورنر جنرل
کلکتہ تشریف لیگئے - ملاقات سے فارغ ہوکے بطور سیر و تفرج بنارس مین رونق افزا ہوئے
حسن اتفاق سے حضرت امیر مینائی صاحب ترجمہ بہی وہان تہے - بعض احباب کی تحریک سے

اعلیحضرت سے ملاقات کی - اور ایک مدحیہ مسدس تازہ تالیف پیش کیا۔ اعلیحضرت جو قلمرو سخن
کے حکمران ہین آپکے کلام شیرین سے بہت خوش ہوئے - اور آپ کی کلام کی داد دی
اور آپ کو حیدرآباد تشریف آوری کی دعوت دی۔ آپ طاعۃً سمعاً حیدرآباد دکن
مین آئے - اور آتے ہی پیچش سے بیمار ہوئے - بیماری کا سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا - ہر چند کہ
معالجہ کیا گیا - کوئی علاج مفید نہین ہوا - آخر بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت
آپ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی سنہ مذکورہ مین اس جہان ناپائدار سے خلد برین روانہ
ہوئے - قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اور یوسف صاحب شریف صاحب
قدس سرہما کی درگاہ مین مدفون ہین - آپ نیک نیت و پسندیدہ طینت تھے بعید
و قریب و مقیم و غریب کی دلداری و ہمدردی مین کوشش بلیغ فرماتے تھے - ہر ایک کی
حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے تھے - مریدون و تلامذہ کے ساتھ حسن اخلاق سے
ملتے تھے - اور ہر ایک کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کر لیتے تھے - آپ کی رحلت کے بعد
آپکے فرزند حقیقی مولوی لطیف احمد صاحب والد با جد کے ہمراہ یہان آئے تھے -
اور نیز مرحوم کے ایک شاگرد رشید مولوی جلیل حسن صاحب جلیل ہمرکاب تھے -
جو بے سر و سامانی کے عالم مین نہایت استقلال کے ساتھ متوکلاً علی اللہ شہر مین
جمے رہے - اور امیدوار تھے کہ حضور خلد اللہ ملکہ کیا تجویز فرماتے ہین لیکن
اعلیحضرت کو آپکی پرورش کا کامل خیال تہا - بمصداق کل امر مرہون باوقاتھا
پس اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ نے ۱۳۲۸ ہجری مین مولوی لطیف احمد صاحب اختر
و مولوی جلیل حسن صاحب جلیل کو پانسو پانسو روپئے ماہوار سے سرفراز فرمایا - مولوی
اختر صاحب کو بیوم سکرٹری کا مددگار کیا - اور مولانا جلیل کو استاد داغ کی جگہ عطا کی -

دونون بزرگ سراپا خوش اخلاق خوش اشفاق ہین لطیف الطبع و خندان جبین ہین۔ اسی تذکرہ مین آپ دونون بزرگون کا ذکر خیر آئیگا۔ مرحوم مینائی کو لطیف احمد کے سوا اور بہی چار فرزند دلبند ہین۔ محمد احمد۔ مولوی خورشید احمد۔ مولوی مختار احمد۔ مولوی مسعود احمد۔ آپ کے کل باقیات الصالحات لائق فائق و ذی استعداد ہین۔ اللّٰھم سلمھم بالخیر والعافیہ۔ آپ کی سخندانی و سخن سنجی کا آفتاب ایسا چمکا کہ ہند کے بلاد و امصار کو تمام روشن کردیا اور آپ کے گلدستون و شگوفہائے اشعار رشک گلزار سے شاعرون کے مشاعرے اور سخنورون کے جلسے گلشن بنگئے۔ آپ ہی کے مضامین رنگین و معانی شیرین سے نازک خیالان سخن سنج و نقش بندان بلند آہنگ مستفید ہوتے ہین۔ آپکے تالیفات سے مسدس و دیوان نعت وغیرہ مطبوع ہوچکے ہین ہندوستان و دکن مین اہل سخن مین کون ایسا ہے جو آپکے کلام سے واقف نہوگا۔ بناءً علیہ بطور نمونہ مختصر آپکے نتائج طبع کو گزارش کرتا ہون۔

ہو ھدا

الف آدم مین ہے میم و احمد مین ہے نور مد کا
سبب یہ ہے کہ ان سایہ تہا یان یہ تہا قد کا

گمان ہوتا ہے جنت سے وہی تیرا عبا ہوکر
اظہار کہا تہا جو اللہ نے سایہ محمد کا

زیارت کو چلون یارب پڑے یہ غل مدینہ مین
غلام آیا محمد کا غلام آیا محمد کا

وله

نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے رک گئی وحشت
اٹہائی اُس نے چلون ہوگیا پردہ گریبان کا

وہ زخمی ہین تڑپ کیسی چھڑکتا گر نمک قاتل
دہان زخم سے ہم چوم لیتے منہ نمکدان کا

وله

بہار آئی ہے اے وحشت جنون یا عید آئی ہے
گریبان سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا

وله

بعد مردن شرم عصیان سے ہون ایسا آب آب
خاک سے میرے تیمم بہی وضو ہو جائیگا

بتون کے ظلم سے بہی اپنا مدعا نکلا
ولہ
کہ منہ سے شکر زبان سے خدا خدا نکلا

سو جہاہے ہجو دہی مین یہہ مضمون دور کا
ولہ
پروے مین دخت رز کی ہے جلوہ حضور کا

گل خود تہے بے ثبات گلستان دہر مین
ولہ
گلچین غریب مفت مین بدنام ہو گیا

وہ کون تہا جو خرابات مین خراب نہ تہا
ولہ
ہم آج ہوئے کیا کبہی شباب نہ تہا

لحاظ ہم سے نہ قاتل کا ہو سکا دم قتل
سنبہل سنبہل کے تڑپتے وہ اضطراب نہ تہا

شکایت اسنے کوئی گالیون کی کیا کرتا
کسیکا نام کسیکی طرف خطاب نہ تہا

زلف آئی ہے لٹک کر رخ جانان کیطرف
ولہ
پاون پہیلائے ہین کافر نے قرآن کیطرف

آسمان پہر عدو ڈہونڈ رہا ہے لیکن
ولہ
ایک ذرہ نہین ملتی ہے کہین گرد ملال

مہمانی کی یہہ ہے رسم عجب کیا ہے اگر
سامری گاو کرے دعوی موسی مین جلال

مرے آنسو نے مجہسکو بخشوا یا
ولہ
بڑے کام آئے لپٹکے مچل گیا

تیری کا تصور دل محرم مین جو گذرے
ٹہرانے سے قاضی کے نہ ٹہرے کبہی تقصیر

ظاہر مین ہم فریفتہ حسن بتان کے ہین
ولہ
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین
ولہ
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

دل ویران میرا آباد رہے
ولہ
ایسے ویرانے کہان ہوتے ہین

آگئی ہے شب ہجر رولانیکے لئے
مین ایک نہین سب کے مٹانے کیلئے

اشکون مین مرے ڈوب رہا ہے عالم
آنکہین مری روتی ہین زمانے کے لئے

مسدس

آج کیسا را[illegible] آیا انقلاب آسمان
کر گیا تسکین خاطر اضطراب آسمان

اٹہہ گیا آنکہون کے آگے سے حجاب آسمان
گر گئے نظرون سے ماہ و آفتاب آسمان

اپنی گردش دیکھکر خود آسمان چکرا گیا
گردش چشم حسینان کا ہمین لطف آگیا

لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی دلدار نے
رخ سے برقع کو ہٹایا شاہد اسرار نے

لیلیا بوسہ جبین کا دولت بیدار نے
منہ چھپایا دامن اقبال مین ادبار نے

باغ امکان مین بہار کامرانی آگئی
پیر گردون پر نئے سر سے جوانی آگئی

رنگ عالم دیکھیے اب ہے جو زینت اور ہے
کیا یہ نیرنگی کوئی سمجھے حقیقت اور ہے

کل تو تھی کچھ اور صورت آج صورت اور ہے
دل کو حیرت اور ہے آنکھون کو حیرت اور ہے

رات سے دن ہو گیا اسد کیونکر ہو گیا
زلف سمٹی چاند سا چہرہ منور ہو گیا

کون گھر سے اسطرح نکلا ہے نکلے جیسے ہم
سر پہ گرد راہ چھائی صورت ابر کرم

دل سے نکلی آرزو نہ نکلا جگر سے خار ہم
دست ہمت تھکے کانٹون نے لئے اپنے قدم

صبح غربت ہے کہ خود آغوش پھیلائے ہوئے
شام غربت ہے کہ لیلی زلف بکھرائے ہوئے

امتیاز میر محسن مدراسی کرناٹکی

امتیاز تخلص۔ میر محسن نام مدراسی الاصل ہے۔ جامع فضل و کمال منشی بے مثال تھا۔ انشا پردازی عبارت نویسی مین مرزا عبدالقادر بیدل کی پیروی کرتا تھا۔ اور بیدل کی طرز خاص کا معتقد تھا۔ عزلت نشین دنیا و مافیہا سے متنفر تھا۔ گوشہ عزلت سے بے ضرورت

کبھی قدم باہر نہین رکھتا تھا۔ اکثر اہل مدراسکی کو درس تدریس سے مستفید کرتا تھا۔ مولانا نارائن مصنف صبح وطن آپکے تلامذہ مین سے ہے۔ شاعر خوش گو و شیرین سخن تھا۔ اُس کے کلام سے شیرینی و رنگینی عیان ہے آخر سنہ ۱۱۹ ہجری مین جہان فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوا

من اشعارہ

از عدم رنگین کفن گردیدہ می آید برون	غنچہ سیدارد مگر در سینہ پیکان ترا
حسن شوخ آئینہ ہا بر طاق مژگان چیدہ است	این چمن طبعان نگہ را دستہ ہا گل کنید
گرد راہ ما غزالان را سواد دیدہ شد	تا خراب ناز چشم سرمہ سا گردیدہ ام

آثم - سید ابراہیم حیدرآبادی

آثم تخلص۔ سید ابراہیم نام۔ آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے۔ آپکی تربیت و پرورش اسی شہر مین ہوئی۔ آپنے عالم شباب کے شروع مین کتب درسیہ فارسیہ مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کرلی۔ موزون الطبع و خوش فکر تھے۔ شعرگوئی بھی شروع کی موزون کرنے لگے۔ کلام درست و سنجیدہ ہوتا ہے۔ فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہوگی

من اشعارہ الہندی

مضمون بنا ہے دل مین مرے زلف یار کا	رکھا ہے مین نے نافہ مین نافہ تتار کا
فرقت مین بعد مرگ بھی آنکھین کھلی ہین	کیا پوچھتے ہو حال شب انتظار کا
کیا خوب فاتحہ کا بہانا ملا انہین	تعویذ تک مٹا گئے آکر مزار کا
سنکر غم فراق تجاہل سے کہتے ہین	اب کہئے کیا ہے حال دل بیقرار کا

آتش وہ رکھے نور میں یا پھینکے نار میں | جو حکم ہے بجا ہے مرے کردگار کا

اشک سید جمال الدین لکھنوی

اشک تخلص - اشک تخلص سید جمال الدین حیدر نام ہے - لکھنوی الاصل ہیں آپکے بزرگ نواب مبارز الملک سربلند خان صوبہ ارکاٹ کے قرابتدار تھے - آپ ذہی استعداد و لائق ہیں شعر و شاعری ہیں بے نظیر ہیں - آپکا کلام شستہ و سنجیدہ ہے مطالعہ سے لطف فزا آتا ہے - آپکو مولوی شیخ محمد بخش شہید لکھنوی سے تلمذ حاصل ہے - آپ صاحب دیوان ہیں آپکا دیوان مسمیٰ باسم تاریخی دستور الشعرا مطبوع ہوگیا ہے آپکی عمر تخمیناً ستر برس کی ہوگی - آپ کو لکھنو چھوڑے ہوے تخمیناً چالیس برس کا زمانہ گذرا ہے - چالیس برس سے حیدرآباد میں سکونت پذیر ہیں - سرکار عالی نظام میں منصب مناسب پر ممتاز ہیں - خوشحال فارغ البال ہیں - خوش خوراک و خوش پوشاک ہیں -

من اشعارہ الہندی

ہوگئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھ گئی
دیکھئے آزاد ہوں اُن کے اسیر
ہوگئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھ گئی
چل گئی دلبر چہری دیکھا جو آئینے سے
بعد مرون بھی دکھایا تیرہ بختی نے اثر

ولہ

اجتماع قالب بے جان ہوتے ہوتے رہگیا
آج بھی وا قفل زندان ہوتے ہوتے رہگیا
جسقدر عصیاں بڑھے تھے ہی رحمت بڑھ گئی
قتل کے ساماں ہوے جسدن عنایت بڑھ گئی
یا پگھل کر رہگئی یا شمع تربت بڑھ گئی

افسر سید احمد حیدر آبادی

افسر تخلص - سید احمد نام حیدرآبادی المولد والمنشا ہے - آپ فارسی میں عمدہ مہارت

واستعداد رکھتے ہین۔ جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین تیز قدم ہین۔ مزاج مین چستی کلام مین شوخی ہے۔ جو کچھہ کہتے ہین خوب مرغوب ہوتا ہے۔ نواب میر عباس حسین خان ششدر حیدرآبادی سے اصلاح لیتے ہین۔ صاحب دیوان و مثنوی ہین۔ آپکا کلام صاف شستہ و بامحاورہ ہے۔ رفتہ رفتہ درجہ استادی کو پہنچ جائین گے۔ فی الحال آپکی عمر تقریباً پینتیس چھتیس ہوگی۔ خدائے تعالیٰ خوش و خرم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

اپنی سلامتی کا دوگانہ ادا کرے
ظالم نے کی قبول قدم دیکھنے کی عرض
احسان نہ رہا فرط خوشی بخت رسا کا
اندیشہ شب وصل عدو کہنے کا بیجا
ہے شوق کی افزائش الفت مین فنا ہونا

ولہ

خط دیکے نامہ بر نہو سائل جواب کا
بنوایا میری آنکھہ سے حلقہ رکاب کا
وان جاکے مجھے ہوش نہین ہی سر پا کا
یان ضعف سے اٹھنا ہی نہین ہاتھہ دعا کا
جان سکتی ہے دل سے قربان ادا ہونا

الفت۔ محمد جمال الدین مدراسی

الفت تخلص۔ محمد جمال الدین نام۔ آپ مولوی تاج الدین بہجت مدراسی کے خلف الصدق ہین۔ آپ مدراسی المولد ہین۔ آپنے والد ماجد سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ ذی استعداد و لائق ہوئے۔ شعر گوئی و سخن سنجی کا شوق ہوا۔ شعر موزون کی مشق والد ماجد سے کرتے رہے۔ چند روز کی اصلاح سے کلام درست ہوگیا۔ کلام سے پختگی و شستگی ظاہر ہونے لگی۔ آپکا کلام نعت و حمد مین ہے۔ آپنے اکثر قصائد حمد و نعت مین لکھے ہین۔ اور بزرگان عظام و اولیا کرام کی مدح مین بھی موزون کئے ہین

جناب الفت نے خوب کیا توشۂ عقبیٰ ہے۔ آپکی عمر قریب ساٹھہ برس کے ہے پیشتر ریاست حیدرآباد مین سرکاری خدمت پر مامور تھے۔ اب بسبب کبرسنی وظیفہ خوار ہین ورس بلدہ میں رہا کرتے ہین ۔

من اشعارہ الہندی

ہے رونق بستان جہان کوے محمدؐ — رونق دہ گلہائے جہان روے محمدؐ
والشمس ہے تفسیر دو رخسارہ انور — واللیل ہے تعبیر دو گیسوے محمدؐ

من اشعارہ الفارسی

حکام جہان تابع فرمان محمدؐ — شاہان جہان اند گدایان محمدؐ
چون شرح دہم منزلت و رفعت والا — نہ چرخ برین پایۂ دیوان محمدؐ
پاسنگ بود ثقل گناہان تو الفت — بس ہست گران پلۂ احسان محمدؐ

احسان ۔ میر عباس علیخان حیدرآبادی

احسان تخلص ۔ میر عباس علیخان نام ۔ آپ نواب سہام جنگ کے فرزند ہین آپ حیدرآبادی المولد ہین ۔ آپنے فارسی کتب پڑہ کے بقدر ضرورت لیاقت پیدا کی مگر عالم طفولیت سے شعرگوئی کا شوق تہا اکثر استادون کے دواوین فراہم کر کے اُن مین سے ہزارہا اشعار یاد کر لیئے ۔ اور آپ بہی طبیعت کی صفائی اور فکر کی رسائی سے شعر موزون کرتے تہے ۔ کلام سلیس و با محاورہ ہوتا تہا ۔ خوش خلق و خوش مزاج تہا خوش خوراک و خوش پوشاک تہا ۔ رات دن لہو و لعب مین مشغول رہتا تہا ۔ مرغ لڑانا ۔ کبوتر اڑانا ۔ مرغبازی و کبوتربازی مین ہزارہا روپیہ صرف کرتا تہا ۔ پتنگ بازی کا فریفتہ تہا ۔ ایک کبوتر اور مرغ سو روپیہ کو لیتا تہا ۔ منیرالملک بہادر اور امین الملک کے ہاتہہ

فروخت بھی کرتا تھا۔ آپ کو ہجوگوئی کی استعداد تھی جب چاہتے تھے کسیکی بھی ہجو کہدیتے تھے۔ لچھمی نراین صاحب تخلص اورنگ آبادی نے اعظم الامرا بہادر کے نسبت چند اشعار نامناسب لکہے تھے۔ آپنے اوسکا رد کیا اعظم الامرا کی سرکار مین جاگیر و انعام سے سرفراز ہوا۔ آخر سنہ ۱۲۳ہجری مین عالم ہستی سے عدم کا مسافر ہوا

من اشعاره

آستین سے تری باہر جو کلائی ہوتی
شمع فانوس سے باہر نکل آئی ہوتی

ولہ

نہ کام اس چرخ دون پرور سے نکلے
مگر شاہنشہ قنبر سے نکلے

فلاطون سا مدبر تھا سو بھولا
نہ جبکا اب کوئی ہمسر سے نکلے

پر اسپر بھی ارسطو جاہ دانا
بڑی فطرت مین اسکندر سے نکلے

کرے کیا فوج نے اسکو بدی تن
مگر جو خال ادہر سے نکلے

سورن کو جیت کر اب سرخرو ہو
قسم ہے لا الہ احمر سے نکلے

اڑا دون یہان سے یون مضمون صداحسب
شرف جسطرح کسی گوہر سے نکلے

نہ سمجھا نا قیامت فہم اتنا
کہ جب وہ شمشیر اودہر سے نکلے

تو پھر کیا حال ہووے دشمنو نکا
کہ آہ شعلہ زن ہر سر سے نکلے

نکل آیا وہ یون خورشید تابان
کہ مہ بدلی کی جیسے گھر سے نکلے

یون نکلا کفر سے وہ اسم اعظم
شرر جون چیر کر پتھر سے نکلے

ریاست پھر نئے سر سے جو چمکی
چراغ خضر ہر ایک گھر سے نکلے

تری تضمین پر تحسین احسان
محبت حیدر و صفدر سے نکلے

آزاد۔ ابو الحمید لکھنوی سلمہ اللہ

آزاد تخلص۔ ابو الحمید نام۔ آپکا اصلی وطن لکھنؤ ہے۔ آپنے سن شعور کے بعد فارسی عربی مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کر کے شعرگوئی کی طبع موزون و خوش فکر تھے۔ خوب کہنے لگے۔ نواب مرزا خان داغ دہلوی سے اصلاح لینے لگے۔ جناب داغ کی عنایت و توجہ سے لائق شاعر ہوگئے۔ کلام سلیس و بامحاورہ ہے۔ ایہام و مبالغہ سے پاک صاف ہے۔ آپ چند سال سے سرکار عالی نظام مین ملازم ہین۔ خوش خلق و نیک سیرت ہین۔ عمر تقریبا چالیس پچاس برس کے ہے۔

من اشعارہ الہندی

وان سب اقرار صرف بیوفائی ہوگئی	یا غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہوگئی
واہ اے نیرنگئی قدرت ترا ممنون ہون	وہ تماشائی ہوا جب مجھکو حیرت ہوگئی
جھوٹے وعدون نے کیا کردیا خانہ خراب	منزل دل رہگذار یاس و حسرت ہوگئی
جب تلاش شاہد مقصود مین کہا قدم	رہنمائی کے لئے آگے مصیبت ہوگئی
آج عشق و عاشقی کا ہوگیا جھگڑا تمام	اُٹھہ گیا آزاد دنیا سے فراغت ہوگئی

ایما۔ میر حسن علیخان اورنگ آبادی

ایما تخلص۔ میر حسن علیخان نام۔ آپ شرفاء اورنگ آباد دکن سے تھے صاحب فضائل و کمالات تھے۔ شعرگوئی مین لائق اقران و امثال مین فائق تھے۔ آپکا کلام فصاحت و ملاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ ہر ایک شعر نزاکت و لطافت مین تولا ہوا ہوتا تھا۔ ہر ایک مصرع برجستہ و شستہ ہوتا تھا۔ آپ خوش گفتار و خوش کردار تھے۔ طرز لباس و وضع رفتار اہل ہنر کی طرح رکھتے تھے۔ آپ اورنگ آباد سے ۱۲ ہین

حیدرآباد آئے۔ مہاراجہ چندولال بہادر کے دربار مین باریاب ہوئے۔ مہاراج نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی پانسو روپئے ماہوار مقرر کردئے۔ آپ اکثراوقات مہاراج کی مصاحبت مین رہتے تھے۔ آپکو ایک وقت حضور سکندر جاہ بہادر نے یہہ فرد دی کہ اسکو اردو اشعار مین تضمین کرکے پیش کرو۔ **فرد** اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان۔ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد۔ آپنے اسکو تضمین کرکے پیش کیا۔ پانچ سو روپیہ صلہ پایا۔ تضمین یہہ ہے

ایام مین ساکنان چمن سے کیا سوال	ہم بہی تو تہے خزان مین بہار کے شریک درد
کیفیتین بہار کی ہم سے بہی کچہہ کہو	اردی بہشت دی کی ہوئی کس طرح سے نبرد
غنچہ جو مسکرا کے دیا چٹ سے مین جواب	تو نے سنی نہین کسی استاد کی یہ فرد

اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

آپنے آخر سنہ ١٢٦٣ ہجری مین اس عالم فانی سے بہشت برین کو رحلت کی۔ آپ صاحب دیوان تہے اردو و فارسی دونو زبانون مین خوب شعر کہتے تہے۔

ادیب مولوی محمد سیف الحق دہلوی

ادیب تخلص۔ محمد سیف الحق نام۔ آپکا اصلی وطن دلی ہے۔ آپکی نسب کا سلسلہ مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہنچتا ہے۔ آپنے سن شعور کے بعد علماء دلی کی خدمت مین کتب درسیہ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ذکی الطبع و فہیم تہے طبیعت مین چستی و چالاکی خداداد تہی۔ اور آپکے دلمین اس بات کا جوش و خروش تہا کہ

حالت موجودہ سے کسی خاص فن جدید میں ترقی کرنا چاہئیے۔ چند روز تک آپ اس تردد وتفکر میں رہے۔ مگر قوت فیصلہ سے کوئی خاص امر طے نہیں پایا تھا کہ یکایک طبیعت کی اقتضا نے فن شاعری کیطرف متوجہ کیا۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے مضامین سنجیدہ و معانی پسندیدہ کو بیان کے قالب میں ایسی طرز سے ڈھالے کہ نہایت ہی خوشنما و مرغوب نظر آنے لگے۔ اُسوقت مرزا اسد اللہ خان غالب زندہ تھے۔ اور اُنکی استادی کل ہند میں مسلم الثبوت تھی۔ آپنے غالب مرحوم کو اپنا کلام دکھلایا۔ مرحوم البتہ آپکا کلام دیکھتے ہی بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہونہار بروا چکنے چکنے پات۔ اُستاد مرحوم کا یہ فقرہ ادیب کے دلپر موثر ہوا۔ اور اپکا شوق بہ نسبت سابق دوچند ہوگیا۔ اس فن میں خوب کوشش و جانفشانی کی۔ اور استاد مرحوم کی بھی توجہ کامل رہی۔ چند روز میں اُستادی کے رتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکی شاعری معاصرین کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہوگئی۔

آپ خوش نویسی و خوش خطی میں بے نظیر تھے۔ اور تاریخ گوئی میں بھی عدیم المثال۔ ظریف الطبع ولطیف الوضع تھے یاران ہمشرب سے خوش طبعی و خوش مزاجی سے ملتے تھے۔ اشفاق و اخلاق میں شہرۂ آفاق تھے۔ آپ فارسی و ہندی دونو زبان میں کہتے تھے۔ ہم آپکے اشعار آبدار ذیل میں گذارش کرتے ہیں۔ تا کہ ناظرین لطف و مزہ اُٹھائیں۔

جناب ادیب دہلی سے ریاست حیدرآباد میں آئے سرکار عالی نظام میں ملازم ہوئے۔ چند سال تک سرکاری خدمت مفوضہ کا اہتمام عمدہ طرح کرتے رہے آخر ۳ صفر ۱۳۰۹ھ ہجری میں شہر حیدرآباد دکن میں مسافر عدم ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

من اشعارہ الہندی

آؤ کبھی تو فاتحہ پڑھنے کیواسطے
حسرت نشان ہے مرے کنج مزار کا

ہو جان پر جو ایک مصیبت تو روئے
موت آگئی مجھے سر شام فراق سے

گر چشم و دل کی خیر ہے مطلب دید
کیسا کٹا ہے غیر جو دو چار ہو گیا

خوف افشا سے ستمہائے نہانی کیجے
غیر اک ملتفت حال یون ہے میرا

موج دریا کی حقیقت بھی کھلی بارے ادب

دل بھی یہان ملا تو ترے اختیار کا
دشمن نے آج کام کیا دوستدار کا
لپکا برا پڑا ہے تجھے انتظار کا
ولہ
میرا دم اسکو خنجر خونخوار ہو گیا
ولہ
ناتوان دیکھتے ہین دیدۂ مردم مجھکو
جانتا واقف اسرار نہان تم مجھکو
جوش گریہ نے دکھایا جو تلاطم مجھکو

اعزاز ۔ مرزا دین محمد بیگ کابلی

اعزاز تخلص ۔ مرزا دین محمد بیگ نام ۔ آپکا اصلی وطن کابل ہے ۔ نشو و نما وہین کی آب و ہوا اور وہین کی خوشنما غذا مین ہوا ہے ۔ اور سن شعور کے بعد آپنے وطن کے علما سے کتب درسیہ علوم متداولہ و فنون متعارفہ تحصیل کی تہین ۔ علم و لیاقت و فضل و قابلیت مین مستعد و لائق تہے ۔ آپ وطن سے دلی مین آئے اور وہان متوطن ہوئے ۔ چند مدت امرا کی ملازمت و سفارت و وکالت مین رہے ۔ مال و زر خوب حاصل کرتے تہے ۔ جہان رہتے وہان خوش رہتے ۔ آپکا مزاج آزادانہ اور مشرب فلسفانہ تہا ۔ صلح کل کے طریقہ کے پیرو تہے ۔ آپ خوش اخلاقی کی وجہ سے ہر ایک بشر کو کیا ہندو کیا مسلمان مساوی سمجھتے تہے ۔ ہر ایک کے ساتھہ لطف و مدارا سے پیش آتے تہے ۔ دلی سے آپ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ مین ریاست ٹونک مین آئے نواب سے ملے نواب صاحب نے آپکو سفارت کے عہدہ پر مقرر فرمایا ۔ مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے ۔ خوش و خرم تہے کسی قسم کی تکلیف

نہین تہی۔ آپ ٹونک سے نواب ناصر الدولہ بہادر کے زمانہ مین حیدرآباد دکن آئے۔ مولوی محمد حسین صاحب جو مقرب حضور تہے اُنکے مکان پر فروکش تہے۔ مولوی صاحب آپکی بڑی خاطرداری کرتے تہے۔ آپنے ایک کتاب مسمی اخلاق محمدی نواب کے نام پر لکہی اور مولوی صاحب کے ذریعہ سے حضور مین پیش کی معلوم نہین حضور نے منظور فرمایا یا نہین کتاب اسم بامسمی مضامین اخلاق پر شامل تہی ہر ایک فقرہ و کلمہ سے خلق محمدی عیان اور ہر ایک حکایت و نقل سے خود خلق مجسم نمایان تہا۔ اُسکی متعدد باب ہین۔ ہر ایک باب مین مضامین اخلاق کو مع شواہد و نظائر لکہا ہے۔ دیکہنے سے لطف آتا ہے۔ آپکو سیر و سیاحت کا شوق تہا۔ عراق عجم و عراق عرب کی خوب سیر کی ہے۔ ملک بخارا و خوارزم و بلخ و بدخشان تک گئے ہین۔ سندہ و ہند مین بہی خوب گہومے ہین۔ ہر ایک مقام کے رسم و رواج اور ہر ملک کی طرز معاشرت سے واقف تہے۔ چنانچہ آپنے ایک کتاب قبائح رسوم نسائی تالیف کی۔ اسمین ہر ملک کی عورتون کے رسم اور انکی مزعومات عمدہ طرح سے بیان کئے ہین۔ گویا یہہ کتاب مذہب عجم کے مسائل و عقائد کا آئینہ ہے۔

آپ فارسی مین نظم و نثر عمدہ لکہتے تہے۔ آپکی تحریر و تقریر مین مضمون کی آمد تہی۔ بغیر سوچے سمجہے لکہتے تہے۔ آپکی عبارت رنگین و شیرین ہوتی تہی۔ نظم مین آپ اعزاز تخلص کرتے تہے اور نثر مین سیرت گفتار۔ آپکا کلام اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بیشک آپ ان دو اسمون کے مسمی و مصداق تہے۔ آپ حیدرآباد سے برار آئے۔ اور وہان حکام کی قدردانی سے ملکاپور ضلع بلڈانہ مین منصفی کی خدمت پر مقرر ہوئے۔ دو ڈہائی سال تک اس خدمت پر مامور رہے عدالت کا کام نہایت امانت و دیانت کے ساتہہ انجام دیتے رہے۔ مقدمات کی تحقیق مین کسی کی رعایت نہین کرتے تہے اور نہ کسی کی سفارش سنتے تہے۔

حق کو باطل سے علیحدہ کر دیتے تھے۔ اہل مقدمات اور اُن کے متعلقین سے گھر پر نہین
ملتے تھے۔ رشوت کے نام سے کشیدہ ورنجیدہ ہوتے تھے۔ کسیکا ہدیہ و تحفہ بھی نہین لیتے تھے
جب برار سے فارسی دفتر موقوف ہوا۔ اور اُسکی جگہ مرہٹی دفتر قائم ہوا۔ اور منصف بھی
موقوف ہوئے اور آپ بھی موقوف ہوگئے۔ تب ملکاپور مین جا مع مسجد کے بیرونی حجرون
مین سکونت اختیار کی۔ ملکاپور کے قاضی خواجہ محمد صاحب جو برار مین نامی معروف
و مشہور ہین آپکی خدمت و مہمان نوازی نہایت سیر چشمی سے کرتے تھے۔ ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ قاضی صاحب اور مرزا صاحب دو قالب ایک جان ہین۔ پھر آپ حکام کی قدر دانی
سے عہدۂ تحصیلداری پر مقرر ہوئے۔ جلگاؤن ضلع آکولہ کے تحصیلدار ہوئے
دو تین سال تک کام عمدہ طرح سے کرتے رہے۔ افسران بالا آپکے کام سے نہایت ہی
خوش تھے۔ آپ خوش مزاج و خوش طبع تھے۔ ظریف و بذلہ سنج و لطیفہ گو تھے
اہل مجلس کو اپنے کلام رنگین سے رنگین فرماتے تھے۔ لطائف و ظرائف سے اسقدر ہنساتے
تھے کہ پیٹون مین بل پڑ جاتے تھے۔ خندہ پیشانی و شگفتہ دل تھے۔ آپکے مزاج
مین غرور و تکبر کا نام و نشان نہین تھا۔ فقیر مولف کو بھی آپسے نیاز تھا۔ نہایت
توجہ و عنایت سے تکلم فرماتے تھے۔ اکثر پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔ مین اسوقت
طالب علمی کرتا تھا۔ میری عمر اسوقت تقریباً بارہ برس کی ہوگی۔ مین اکثر آپکی خدمت
مین حاضر ہوتا تھا۔ اور آپکے فیض نظر سے مستفید ہوتا تھا۔ آپ صاحب التالیف
والتصنیف تھے۔ چند کتب آپکی تالیف سے ہین از انجملہ اخلاق محمدی۔ شاہنشہ نامہ
فتاویٰ نسائی۔ دیوان غیر مرتب ہین۔ عجائب الکلمات۔ مرات الخصائل۔ آپکی
یہہ کتابین میرے کتبخانہ مین موجود تھین افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی مین تمام

غرق آب و نذر سیلاب ہو گئیں۔ آخر آپ سنہ ۱۲۷۵ ہجری میں بمقام قصبہ جلگانون ضلع آکولہ برار میں عالم بقا کی طرف مسافر ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اُسی قصبہ میں مدفون کئے گئے۔ آپکی تاریخ منشی رام سیوک صاحب متخلص گوہر بار نے کہی

چو مرزا دین محمد بیگ اعزاز — ازین دار فنا شد جادہ پیما
چہ اعزاز یکہ سلطان سخن سنج — بلیغ و ناثر و ہم فخر شعرا
ہمای فکر او را آشیان عرش — نہنگ طبع او را قعر دریا
ید بیضا مضامین منیرش — خیالاتش چہ اعجاز مسیحا
گذشت آن منشی یکتای دوران — کسے دیگر نگیرد نام انشا
ازین ماتم رود تا پشت فلک شد — دماغم این چنان بگرفت سودا
بگو تاج بلاغت چون بیفتاد — بتاریخش دریغا وائے ویلا

۱۲۷۵ھ

اُسوقت برار میں مرزا صاحب مرحوم کے دوست عنایت فرما دستور رستم جی وبہمن جی باتن گاں پونہ معزز خدمات پر مقرر تھے۔ مرزا صاحب کے انتقال سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مرزا صاحب کے تمام مال و اسباب کو حفاظت سے اکٹھا کیا۔ اور مرحوم کے فرزند مرزا مہر علی بیگ کو دلّی سے بلایا۔ حسب الطلب مرزا آئے۔ دونوں معززین نے اپنے پیارے دوست کے لخت جگر کو اپنے دولتخانہ پر مہمان رکھا۔ اور مہمانی و مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں فرمایا۔ اور اُنسے کہا اگر آپ یہان نوکری کرنا چاہیں تو ہم کوشش کرکے کرا سکتے ہیں مرحوم کے فرزند نے انکار کیا۔ آخر دونوں بھائیوں نے مرحوم کا تمام مال و اسباب فرزند مرحوم کے حوالہ کیا اور اپنے جیب خاص سے بھی معتدبہ رقم دیکے دلّی روانہ کیا مرحوم کے فرزند نے دونوں بزرگان فرشتہ طینت کا شکریہ ادا کیا۔ اور وطن مالوفہ روانہ ہوا

دونون بزرگان برابر خصائل کی ہمدردی خالصاً لوجہ اللہ آفرین و تعریف کے لائق ہے
ہم کو ایسے بزرگون کی پیروی کرنی چاہیئے۔ افسوس فی زماننا مروت و ہمدردی عنقا
صفت مجہول الاسم و معروف الاسم ہے۔

من اشعاره الفارسی

رفتم که ببوسم قدم پیر مغان را — نذر در میخانه کنم نقد روان را

ولہ

عذرم اثر پذیر نشد طبع یار را — خاموش آب چشم نسازد شرار را

چون بقامت راست سازد شهسوار زین قبا — از زبان گل مبارکباد می آرد صبا

گر گذارد پا بچشم دل خیال ناز او — هر رگ گوید ز راه دیده او را مرحبا

در سفر بردی رقیبا از چه جانان مرا — دور کردی جانم از تن برده جان مرا

بیتو در خانه ام خانه خراب — همچنان قطره در میان حباب

گفت قاصد که یار می آید — این خیالیست دیده ام در خواب

از گردش زمانه کسے را فراغ نیست — آن کیست در جهان که دلش پر ز داغ نیست

وضع دل خونبار نمی دانم چیست — این گریه بسیار نمی دانم چیست

حلقه زلف او گلوگیر است — می کشد دل چه دام تزویر است

خواست آلوده کند پنجه بخون من زار — خنجرش را ز تن لاغر من عار آمد

در تهیدستی شناختست قرب دوستان — می فتد شاخ درخت خشک از چشم بهار

ز حسنت پرتوی در گلشن افتاد — نمود از چهره گل رنگ پرواز

گل برده مگر رشک ز دامان قبایش — امروز پشیمان شده افتاد بپایش

می شوم آب چو چاه زنخش می بینم — غنچه را محو به پیش دهنش می بینم

وله
بر سر تربت اعزا زبنا آمد و گفت — کشتۂ کیست کہ خون از کفنش می بینم

وله
می شود آخر ہمان کارے کہ میدارد تعدن — مفت بہ کار خود در پیچ و تاب افتادہ ایم

وله
شدہ ام پیر تمنائے جوانی دارم — شاید از رو بکف خط امانی دارم

وله
شد تہی دستی از ان مایہ و سامان من — تا نہ بیند کس غبار از گوشۂ دامان من

وله
از سر خاکم چرا برچیدہ دامان میروی — روی گردان از سر خاک غریبان میروی

رباعی
پیر غمم کہ درین زمانہ صورت دارد
در پیش من آمدن ضرورت دارد
من میکنمش ضیافت از خون جگر
با این ہمہ خاطرش کدورت دارد

آفاق ۔ محمد عیسیٰ خان دہلوی

آفاق تخلص ۔ محمد عیسیٰ خان نام ۔ آپکا اصلی وطن دہلی ہے ۔ آپ دلّی کے شریف زادون مین سے تھے ۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تھے مستعد طالب علم تھے ۔ شعرگوئی پر شیفتہ تھے ۔ طبیعت مین قدرتی تیزی و چالاکی تھی ۔ شعر کہنے لگے قائم دہلی سے اصلاح لیتے تھے ۔ رفتہ رفتہ کلام مین پختگی و شستگی آگئی ۔ درجۂ کمال کو پہنچے ۔ شہرۂ آفاق ہوئے ۔ دلّی سے حیدرآباد دکن مین آئے ۔ اور نواب شمس الامرا بہادر کی سرکار مین دوسو روپئے ماہوار سے ملازم ہوئے ۔ مدت تک زندہ رہے ۔ آخر سنہ ۱۲۵ ہجری مین اس دار ناپائیدار سے دار القرار کو روانہ ہوئے ۔ جناب مولینا میر شمس الدین فیض نے تاریخ رحلت کہی ہے ۔ ع ز اقصای آفاق آفاق رفت ۔
۱۲ ۵ھ

تضمین بر غزل قائم

ہنسے جو ہو مثل گل چاک جگر جائے — اور بر رنگ صبا جلد گذر جائے

سب سے ہے بہتر یہی اب کہ اگر جائے — گلشن الفت سے دل لے یہ ثمر جائے
داغ بدل جائے دست بسر جائے

کیا کہوں تجھ سے دلا طرفہ ہے اک ماجرا — نکہت گل کا گیا آ کے نکل قافلا
پہلے تو وہ رنگ تھا اب یہ نیا گل کھلا — کر کے ہمیں پیشوا کہتی ہے باد صبا
ہیں کوئی کوئی دم میں چلی آپ ٹھہر جائیے

کیا کہوں کیا بات ہے اک طلسمات ہے — مرگ کی شب بات ہے ظلم سے ظلمات ہے
ہجر کی یہ رات ہے غم سے ملاقات ہے — دل بھی نہیں ساتھ ہے عالم برسات ہے
بات سے پھیرے کدھر دیدۂ تر جائے

ایمان شبیر محمد خان حیدرآبادی

ایمان تخلص۔ شبیر محمد خان نام محمد عاقل خان نائک کا فرزند ہے۔ حیدرآبادی المولد ہے۔ آپکے والد سرکار نظام میں وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تھے۔ اور اخبار گوئی کا بھی کام اُنکے سپرد تھا۔ ایمان نے نشو و نما کے بعد شہر کے علما و فضلا کی خدمت میں کسب عربیہ و فارسیہ تحصیل کیں یگانہ روزگار ہوا۔ اور موروثی فن میں بھی بینظیر۔ سرکاری تمام اخباریوں کا افسر تھا۔ دکن کے تمام واقعات اُسکے حافظہ کے خزانہ میں محفوظ تھے۔ سرکار میں ممتاز و معزز تھا۔ اکثر اوقات سفر و حضر میں اعظم الامرا کا مصاحب رہا ہے شعرگوئی و شعرفہمی میں بیمثل تاریخ دانی و وقایع نگاری میں بے بدل تھا شعراء و حاضرین آپکی اُستادی کے قائل تھے۔ سنہ ۱۲۱۶ ہجری میں حضور آصفجاہ ثانی کے زمانہ میں محلہ کمان ایلچی بیگ میں مشاعرہ قرار پایا تھا۔ تمام شعرا جمع ہوئے۔ مگر آپ نہیں آئے تھے۔ سبب آپکا

انتظار کر رہے تہے ۔ بعض کی رائے ہوئی کہ غزل خوانی شروع کیجائے ۔ اکثر نے کہا جب تک استاد نہون کچہہ مزہ و لطف نہوگا ۔ آخر آپ آئے وجہ تاخیر بیان کئے سبکا شکریہ ادا کرکے عذر خواہی کی ۔ مشاعرہ بڑی عظمت و شان سے ہوا جسمین شعراء ہند و دکن مجتمع تہے ۔ آپکا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے ۔ صنائع و بدایع کے زیور سے آراستہ اور آرائش جگت و ضلع سے پیراستہ ہوتا ہے ۔ آپ اپنے کلام مین ایہام بہی استعمال کرتے ہین ۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان بعض کتبخانون مین موجود ہے ۔ آپ تاریخ گوئی مین کامل مہارت و قدرت رکہتے تہے ۔ فی البدیہہ تاریخ کہتے تہے ۔ آپنے حضور آصفجاہ ثانی کی تاریخ مین ایک قطعہ لکہا ۔ اُس کے چوتہے مصرع سے دو مادہ تاریخ برآمد ہوتے ہین ۔ مقبرہ کے دروازہ پر مکہ مسجد مین بہی قطعہ کندہ ہے

بر روح پاک میر نظام علی مدام — زین مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان
خوانند باوضو ہمہ اشخاص فاتحہ — مستوجب بہشت و باخلاص فاتحہ
۱۲۱۸

اور دوسرے شعراء نے بہی تاریخین کہین مگر آپکی تاریخ مطبوع عام ہوئی ۔ اسیوجہ سے مقبرہ کے دروازہ پر کندہ کرائی گئی ۔ آپ خوش خلق خوش سیرت تہے ۔ پاکیزہ شمائل و حمیدہ خصائل تہے ۔ عزیز خلائق مقبول خالق تہے ۔ آخر سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین فوت ہوئے ۔ آپکی تالیف سے رسالہ شطرنج و رسالہ عروض قافیہ و دیوان مشہور ہے ۔

من اشعارہ ۔ ضلع میوہ مین

آسیب ہے جبتک عشق کہین عیان — سو بہیر ہوا فال سے یہ نہین معلوم
آتا نہین نظر ہہ انگور یہان — سر دیکہو ہی تو ناشپاتی ہے کہان

ضلع پلنگ مین

آرام نہ کیونکر اب یہ بنئیے بہولین — کسطرح خوشی سے نہ پلنگ پہ جہولین
پایا تہا کبہو نہ سات پیڑہی مین یہ وکہ — پٹی پڑی ایسی کہ اکہڑ گئی چولین

ضلع لٹو مین

لٹو ہے تیرے پہ ہر کوئی اب یارہ — اور حال پریشان سے نہین کہتا ہی تجا
آخر کوچے مین اسکی جاکر جا لی — پہرتا تہا اسی آس پہ وہ سو سو بار

وله

پہر مہ گر چشم سے اپنی وہ خوش برو پہنچے — گرد خجلت کو سدا دیدۂ آہو پونچے
آستین کا مین کسو کی نہ ہوا دست نگر — میری ہاتون نے آخر میرے آنسو پونچے
رنگ گلشن کا شفق رو نے فلک سے اُڑ جائے — اپنے ماتہے سے وہ کافر کبہی گو پونچے

وله

رنگ لب جانان کو سرخ زیادہ ہے — اور وزن مین برگ گل وہ سرخ زیادہ ہے

وله

روا ہے کون سے مشرب مین اے ایمان نامنصف — دل پرویز خوش ہو خاطر فرہاد محزون ہو

وله

ٹپک پڑتا ہے خون دل مرا ایمان آنکہون سے — مئی گلگون کا جسدم بزم مین ساغر جہلکتا ہے

افسر ۔ میر باقر علیخان

افسر تخلص ۔ میر باقر علیخان نام ۔ آپ نقد علیخان ایجاد کے فرزند دوم ہین آپ علم و فضل کے زیور سے آراستہ اور پیرایۂ حسن خلق و کمال سے پیراستہ تہے خوش سلیقہ خوش سیرت تہے ۔ شعر و شاعری کے شیفتہ ۔ استعداد خداداد تہی ۔ اصلاح کلام والد ماجد سے لیتے تہے ۔ آپکا کلام دلچسپ دلپسند ہے ۔

من نتائج طبع

امروز میر و دبگلستان نگار ما — از دست میر و دل بے اختیار ما

وله	
دست در گردن هم زمزمه بنیاد کنید	دوستان موسم گل آمده دل شاد کنید

اختر مولوی لطیف احمد صاحب

اختر تخلص لطیف احمد نام ہے۔آپ حضرت امیر احمد مینائی لکھنوی کے فرزند سوم ہین۔آپ کی ولادت باسعادت شہر لکھنو مین ہوئی۔ (بلند اختر) سے آپکی تاریخ ولادت بحساب جمل برآمد ہوتی ہے۔یعنی سنہ ۱۲۸۷ ہجری۔آپ کی نشو و نما لکھنو کی آب و ہوائے مردم خیز مین ہوئی۔جب آپ کی عمر ہفت سالہ ہوئی۔تب والد ماجد نے آپکی تعلیم شروع کی۔آپ نہایت ہی ذکی الطبع و ذہین تھے۔آپکے چہرہ مہرہ سے چستی و چالاکی عیان تھی۔عزیز قریب یہی کہتے تھے یہہ صاحبزادہ ہونہار معلوم ہوتا ہے۔چشم بد دور خدا عمر خضر نصیب کرے۔والد ماجد تعلیم کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے۔والد ماجد کی توجہ کی برکت سے آپ پندرہ یا سولہ برس کی عمر مین فارسی عربی کتب درسیہ و علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔شعر و شاعری کے طرف بچپن ہی سے طبیعت مائل تھی۔مائل کیون نہو یہ شعرگوئی و سخندانی آپ کی موروثی ملک تھی والد ماجد ایام طالب علمی مین اگرچہ شاعری و شعرگوئی سے مانع ہوتے تھے۔لیکن مقتضائے طبیعت مبادرت کرہی جاتا تھا۔آپکے نتائج طبع والد ماجد و دیگر اعزہ دیکھہ کے متعجب ہوتے تھے۔تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ شعر و شاعری کے میدان مین جولانی کرنے لگے۔اقران و امثال مین فائق ہونے لگے۔آپکو تلمذ والد ماجد ہی سے تھا۔اپنے نتائج طبع والد ماجد ہی کے ملاحظہ مین پیش کرتے رہے والد ماجد ہی کی اصلاح سے استادی کے رتبہ کو پہنچے۔بمصداق الولد سر لابیہ لڑکے

ہین۔ آپکے اخلاق وعادات سے بزرگان سلف کی شان نمایان ہوتی ہے۔ مروت وہمدردی آپکا پیرایہ فتوت وجوانمردی آپکا سرمایہ ہے۔ آپکی کسر نفسی خاکساری کی یہہ حالت ہے ہر کس وناکس کے سامنے جھکے جاتے ہین۔ بہہ شاخ پر میوہ بہر بار ہین جھکے مصداق ہین ہر غریب نا بلد و نو وارد بلد سے ایسے ملتے ہین جیسا کہ کوئی اپنے عزیز قریب سے ملتا ہے آپ کو علوم وفنون سے ایسی دلچسپی ہے کہ ہر وقت آپکی مجلس مین علوم وفنون کا تذکرہ اور شعر وشاعری کا چرچا ہوتا ہے۔ اور خاص آپ کی عادت ہے کہ بزرگان سلف وخلف کو بھلائی سے یاد کرتے ہین۔ اور آپنے ایسا طریقہ وضابطہ رکہا ہے کہ حاضرین مجلس سے کوئی کسیکی شکایت نہین کرسکتا۔ اگر کوئی سہواً کسیکی نسبت کہے تو آپ اسکے قول کو ایسے ڈہنگ سے بدل دیتے ہین کہ وہ خیر محض ہو جاتا ہے یا اشارۃً وکنایۃً اسطرح تکلم کرتے ہین کہ غافل ثنا کی ثنا کرنیجاتا ہے۔ فقیر مولف کو تہوڑا ہی زمانہ گذرا ہے کہ آپسے نیاز حاصل ہوا ہے۔ مجھے اس تہوڑی ہی مدت مین آپکی ملاقات سے جو لطف وفرہ حاصل ہوتا ہے۔ اسطرح مدت کے احباب سے کبھی نہین ہوا۔ مین اخترؔ صاحب و مولانا جلیلؔ کو سچے دل سے ایسا سمجھتا ہون کہ گویا یہہ میرے قدیم عنایت فرما ہین۔ مدعیان عیب بین میرے اس قول پر قہقہہ مارین گے۔ کہ یہہ مولوی تملقاً دونون بزرگون کی محبت کا دم مارتا ہے۔ یہہ نہین سمجہین گے کہ دونون بزرگون کی خوش اخلاقی کی کرامت ہے کہ مین انکو اپنا عنایت فرما سمجھتا ہون۔ فی زماننا جناب اخترؔ صاحب و مولانا جلیلؔ امام الشعرا واستاذ البلغا ہین۔ آپ کی توجہ واصلاح کی برکت سے دکن مین شعرا کا گروہ بہت بڑہ جائیگا۔ اور شعر وشاعری کا بازار گرم ہو جائیگا۔ اکثر شاعر شاعر ہو جائین گے۔ سخن سنجی وسخن دانی سے ماہر ہو جائینگے

شاعر کو آپکی شاگردی پر ناز ہوگا۔ موّرخین سلف کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نظم کلام ریختہ کا وجود اوّل اوّل دکن میں پیدا ہوا۔ ابھی اسکی پوری نشو و نما نہیں ہوئی تھی کہ وطن سے غربت اختیار کیا۔ دکن سے ہند میں پہنچا۔ کبھی لکھنؤ کبھی دلی میں آمد و رفت کرتا رہا۔ اور اپنے اصلی وطن کو فراموش کر دیا تھا۔ اب مدت کے بعد اپنے اصلی وطن کو مراجعت کرتا ہے۔ عجب نہیں کہ یہاں بھی دونوں بزرگوں کی توجہ سے سکونت اختیار کرے۔ اور شعرا کے نزدیک لکھنؤ و دکن و دہلی کی زبانیں مستند سمجھی جائیں۔ آپکا کلام آسمان فصاحت و بلاغت کا نیر اعظم ہے۔ بندش برجستہ و ترکیب شایستہ کا اختر معظم ہے۔ آپکا کلام صفائی و شستگی میں ڈوبا ہوا ہے۔ نزاکت و لطافت سے بھرا ہوا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف۔ تعقید لفظی و معنوی سے شفاف ہے سامعین کے دلوں پر سحر سامری کا اثر کرتا ہے۔ اور کلام کے سننے سے دل کو سرور حاصل ہوتا ہے اور صاحبان کمال وجد کرتے ہیں۔ جناب اختر اسوقت ہوم سکرٹری کے مددگاری کی خدمت پر مامور ہیں۔ خدمت مفوضہ کا کام نہایت عمدگی سے ادا کرتے ہیں۔ ارباب حاجات سے خلوص و حسن سلوک سے ملتے ہیں۔ غرور و تکبر سے متنفر یوں دور رہتے ہیں۔ آپکی انکساری دیکھکے کل دفتر کے ملازمین صاحبان اغراض فرمان بردار و حلقہ بگوش بنتے ہیں۔ تھوڑی ہی مدت کی ملازمت میں وہ قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ دیگر برسوں کے ملازمین کو ہمدست نہیں ہوئی۔ ادنی سے اعلی تک تمام آپکے شکرگزار ہیں۔ کوئی آپکی نسبت شکایت نہیں کرتا ہے ہر ایک آپکو بھلائی سے یاد کرتا ہے۔ اختر کے لئے قبولیت عامہ کا ہونا عطیہ عظمی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ و طوائف انام کا آپکو مقتدا قرار دینا نعمت کبری ہے۔ آپکے حالات لطائف

آیات بیشمار ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کرکے اسیقدر پر اکتفا کیا۔ اب آپکے نتائج طبع گذارش کرتا ہون **ھو ھذہ**

دکہا دے آج ای اختر کہ جودت ایسی ہوتی ہے — سخنور اسکو کہتے ہین طبیعت ایسی ہوتی ہے
ثنا ہو شاہ آصف کی اور ایسی ہو کہ سب کہدین — بلاغت نام اسکا ہی فصاحت ایسی ہوتی ہے
جمال شاہ دیکہا تہا کہ دل اپنا پکار اٹہا — خداے پاک کی بندون پہ رحمت ایسی ہوتی ہے
خدا رکہے یہی ظل خدا ہین اب خدائی مین — جوان ہین ہے کسی مین کب جلالت ایسی ہوتی ہے
علی کا ہو جو محبوب اسکی رعنائی کا کیا کہنا — ہزارون صورتون مین ایک صورت ایسی ہوتی ہے
غلط کیا ہی کہ آپ آصف کے پر ہین سلیمان ہین — کسیکی قاف سے تا قاف شہرت ایسی ہوتی ہے
فلک فر میر محبوب علیخان کا زمانہ ہے — جو گہر گہر ایسی عشرت ہے مسرت ایسی ہوتی ہے
وہ طرز حکمرانی ہے وہ رنگ خسروانی ہے — حکومت خود یہ کہتی ہی حکومت ایسی ہوتی ہے
مظالم کو مٹا دینا غریبونکی خبر لینا — سیاست کے یہ معنی ہین ریاست ایسی ہوتی ہے
جہانبانی سلیمانی مسیحائی و دارائی — کوئی پوچہے تو ہم کہدین کہ حضرت ایسی ہوتی ہے
بشر کیسے فلک بہی قدم لینے کو جہکتا ہے — اسی کہتے ہین رفعت شان و شوکت ایسی ہوتی ہے
ہزارون دل ہین سب مین ہے جگہ اک ذات آصف کی — حقیقت تو یہ ہی کثرت مین وحدت ایسی ہوتی ہے

آزاد۔ میر غلام علی الحسینی البلگرامی

آزاد تخلص۔ میر غلام علی نام۔ آپکا مسقط الراس محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام صوبہ اودہ ہے۔ آپکی ولادت باسعادت پچیس تاریخ ماہ صفر روز یکشنبہ سنہ ۱۱۱۶ الہجری مین واقع ہوئی۔ آپکی نسب کا سلسلہ عیسی موتم الاشبال بن زید شہید بن امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے ۔ چنانچہ خود آزاد نے خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جاہ من ۔۔۔ عیسیٰ جان بخش شمشیرم بیاد انفس

آپ نسبًا حسینی و اصلًا واسطی و وطنًا بلگرامی مذہبًا حنفی و طریقۃً چشتی تھے جب آپنے نشو و نما کے میدان مین قدم رکھا ۔ سرو روان کی طرح بڑھنے لگے ۔ اعزہ و اقارب آپکے رنگ و ڈہنگ کو دیکھکر کہتے تھے ۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ۔ آپکے چہرے مہرے اور اعضا و مفاصل کے قیافہ سے مترشح ہوتا تھا کہ یہہ آفتاب خاندان جہان کو روشن کریگا ۔ فضائے عالم کو اپنے فیضان نعمت سے گلشن بنائیگا ۔ اور محافل علم و فضل کو زینت دیگا ۔ معقولات و منقولات کے نکات ظاہر کریگا ۔ بنا ٴعلیہ والدہا جد و دیگر اعزہ خاص خصوصًا وری علامہ میر سید عبد الجلیل بلگرامی آپکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور عمدہ اہتمام کیا ۔ اساتذہ کرام و علمائے نحاریر سے آپکی تعلیم شروع ہوئی ۔ آپ درجہ بدرجہ ترقی کے اوج پر عروج کرتے رہے ۔ چنانچہ خود صاحب ترجمہ نے اپنے مولفہ تذکرہ خزانۂ عامرہ مین لکھا کہ میری تحصیل پانچ اساتذہ کرام سے درجۂ تکمیل کو پہنچی ۔ اوّل مولانا میر طفیل محمد بلگرامی قدس سرہ سے کتب درسیہ پڑہین ۔ آپکے قصیدہ افتخاریہ کے شعر سے ثابت ہوتا ہے

شاگرد خاص میر طفیل محمدم ۔۔۔ او در علوم عقلی و نقلی ست رہبرم

دوم علامۂ زمان میر عبد الجلیل سقی اللہ السلسبیل سے لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب حاصل کیا ۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع مین فرماتے ہین

آزاد ما کہ فضل و کمال بہم رساند ۔۔۔ خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

سوم بحر مواج علوم میر سید محمد خلف علامہ مرحوم سے عروض و قوافی و فنون ادب کی

تکمیل کی۔ چہارم صاحب آیات بینات مولانا شیخ محمد حیات سندی روح اللہ روحہ سے مدینہ منورہ میں صحیح بخاری کی سند و صحاح ستہ و سائر مفردات کی اجازت حاصل کی پنجم جامع کمالات شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے مکہ معظمہ میں بعض فوائد علم حدیث اخذ کیا۔ تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہونیکے بعد سنہ ۱۱۳۱ ہجری میں حضرت قدوۃ العارفین سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ العزیز سے بیعت حاصل کی انتہی کلامہ۔

آپ پندرہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ عالم شباب تہا طبیعت بحر علوم و فنون میں متواج شعر و شاعری کے میدان میں شعلہ جوالہ تہی۔ اور دل میں سیر و سیاحت و تلاش ملازمت و تحصیل رفعت و شہرت کا شوق جوش زن تہا۔ چنانچہ آپنے خزانہ عامرہ میں لکہا کہ مجکو مدت العمر میں تین سفر واقع ہوئے۔ سفر اول شاہجہان آباد۔ آپ سنہ ۱۱۳۴ ہجری میں علامہ مرحوم کے ملنے کیلئے بلگرام سے میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کے ہمراہ شاہجہان آباد روانہ ہوئے۔ وہان پہنچ کے علامہ کی خدمت میں دو سال تک رہے اس مدت میں فوائد علم و فضل سے مستفید ہوکے وطن مالوف تشریف لائے۔ سفر دوم سیوستان واقع سندہ۔ سیوستان میں آپکے ماموں میر سید محمد میر بخشی گری و قائع نگاری پر مامور تہے۔ حسب الطلب میر سنہ ۱۱۴۲ ہجری ماہ ذیحجہ میں وطن سے سیوستان روانہ ہوئے شاہجہان آباد و ملتان و اُچ وغیرہ بلاد سے عبور و مرور کرتے ہوئے بتاریخ دہم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۳ ہجری میں شہر مذکور میں مع الخیر پہنچے ماموں صاحب کی ملازمت سے مشرف ہوئے۔ میر صاحب ہمشیرزادہ کے دیدار سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہمشیرزادہ کو نیابتاً دونوں خدمتوں پر مامور کرکے خود بلگرام روانہ ہوئے۔ آپ چار سال تک دونوں خدمتوں کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ آپکے انتظام سے حکام بالادست خوش ہوتے رہے

آپکی لیاقت وخوبیٔ انتظام کی تعریف کرتے تھے - چار سال گزرنے کے بعد میر صاحب
وطن سے واپس آئے - اور اپنے ہمشیرہ زادے آزاد کو بلگرام روانہ فرمایا - پس صاحب ترجمہ
آزاد سنہ ۱۱۴۳ ہجری مین سیوستان سے روانہ ہوئے - جب شاہجہان آباد مین پہنچے وہان
معلوم ہوا کہ آپکے والد میر محمد نوح مع تمام اہل بیت الہ آباد مین آئے ہین - آپ شاہجہان آباد سے
برآمد ہوئے - سیدھے اکبر آباد سے الہ آباد پہنچے - تین سال تک وہان والد ماجد کی خدمت
مین رہے - اس بات مین دو مرتبہ بلگرام مین بھی گئے تھے - لچھمی نرائن شفیق شاگرد آزاد صاحب
ترجمہ تذکرہ گل رعنا مین آپکی زبانی نقل کرتا ہے کہ جناب آزاد نے مجھسے ذکر کیا - کہ نواب
مبارز الملک سربلند خان توفی صوبہ الہ آباد اپنے فرزند میر محمود المخاطب بہ شاہنواز خان
کو نیابتہً صوبہ مین مقرر کرکے خود شاہجہان آباد مین محمد شاہ بادشاہ کے پاس گیا
اور میرے والد میر محمد نوح نواب شاہنواز خان کی سرکار مین میرسامانی کی خدمت پر مامور
تھے - ایک روز والد مجکو اور میرے بھائی میر غلام حسین کو نواب شاہنواز خان کی ملازمت
کے لئے لیگئے - نواب بنگلہ مرتضی مین رونق افزا تھے - اور میرے والد نواب کے قریب
کھڑے ہوئے افراد کاغذات پر دستخط کرا رہے تھے - اور ہم دونون بھائی دور کھڑے ہوئے
اس انتظار مین تھے کہ نواب ہمارے طرف دیکھے کہ ہم تسلیم بجا لائین - نواب دستخط
کرنے مین ایسے مشغول تھے کہ دیر تک ہماری طرف نہین دیکھا باوجود حسب دستور چوبدارون نے
باادب وباقاعدہ کہکے چلایا لیکن نواب نے چوبدارون کے چلانے سے بھی ہماری طرف
نہین دیکھا - اسوقت میرے دل مین غیرت حمیت نے جوش کیا کہ مخلوق کے
دروازہ پر استغفار عجز وانکسار کرنا فضول ہے - خالق حقیقی کے طرف رجوع ہونا افضل ہے
مین سلام گاہ سے لوٹا - چوبدار نے پوچھا حضرت کہان جاتے ہین - مین نے کہا گھر

چوبدارون کے آداب سے ہے کہ آیندہ کو روکتے ہین - اور روبارہ کو نہین روکتے چوبدار نے مجھکو نہین روکا - مین سیدہا گھر پر آیا - اور میرا بھائی وہان ٹھہرا رہا - بعد مین نواب کی ملازمت و تسلیم سے مشرف ہوا جب ابا جد دربار سے گھر مین آئے - مجھسے پوچھا کہ آپنے نواب کی ملازمت ترک کئے آخر کیا کروگے مین نے عرض کیا جو کچھ تقدیر مین ہے ہوگا

سفر - زیارت بیت اللہ شریف

آپنے اسیوقت دلمین عزم جزم کیا کہ اب خالق کے دروازہ پر چلنا چاہئے - پس بلگرام سے تیسری تاریخ ماہ رجب ۱۱۵۰ ہجری مطابق مادہ تاریخ (سفر خیر) زیارت بیت اللہ کا احرام باندہا - اور شہر سے نکلتے وقت کسیکو آگاہ نہین کیا - نہین تو سد راہ ہوتے - اہل بیت کو تین روز کے بعد معلوم ہوا - افسوس کرنے لگے - آپ کے حقیقی بھائی غلام حسن تین منزل تک تعاقب مین گئے - آخر آپکو نہین پایا - لاچار ہو کے واپس آئے - آپ غیر معروف راہ سے پیادہ پا سرونج ضلع مالوا تک آئے - آپنے غیر متعارف طریق اسلئے اختیار کیا تہا تاکہ کوئی خبردار ہوکے مانع نہووے - اسوقت عالیجناب نواب آصفجاہ اول کا لشکر فیروزی اثر اس ملک مین جلوہ افروز تہا لشکر مین ایک عزیز نیک محضر نے بے سابقہ معرفت آپکی خاطر و مدارات کی - اور مہمان نوازی کے لوازم پورے ادا کئے - اور آپکو ایک تہ مکلف ساز و سامان سے آراستہ سواری کے لئے عطا کی - سبحان اللہ اُس زمانہ مین اہل زمان کیا فراخ حوصلہ مہمان نواز و غربا پرور ہوتے تھے - غربائے نابلد و درماندگان بیوسیلہ کے ساتھ جان و مال سے ہمدردی و مساعدت فرماتے تھے - فی زماننا باوجود معرفت سابقہ اغماض کرتے ہین بیچارہ غریب بلکہ قریب کا بھی کوئی ہمدردی نہین کرتا - ہم بزرگان سلف کے واقعات سے

سبق لینا چاہیے اور قدم بقدم چلنا چاہیے۔ اسلاف کی پیروی مین دارین کی بہبودی و نیکنامی ہے۔ اسی ضلع مین حسن اتفاق سے بتاریخ دوم شعبان سنہ مذکورہ مین نواب آصفجاہ سے ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آپنے ایک رباعی پیش کی۔

رباعی

اے حامی دین محیط جود و احسان — حق داد ترا خطاب آصف شایان

او تخت بہ بندگاہ سلیمان آورد — تو آل نبی را بدر کعبہ رسان

نواب عالیجناب رباعی دیکہکے بہت محظوظ ہوئے۔ اور زاد و راحلہ کا کامل بندوبست کردیا۔ آزاد اسم بامسمی تہا بجز اس رباعی کے کسیکی مدح سرائی نہین کی۔ اور نہ کسی سے صلہ طلب کیا۔ اگر غور سے دیکہا جائے تو یہہ رباعی بہی بیت اللہ شریف کے سفر کیلئے ہے نہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے۔ بقول صاحب گل رعنا آپ مالوہ سے آسائش و آرام کے ساتہہ آہستہ آہستہ منزل مقصود کو پہنچے۔ یعنے بندرگاہ سورت مین داخل ہوا۔ اور سبحۃ المرجان مین خود آزاد نے لکہا کہ مین صحاری و دشوار گذار و کوہ ہائے ناہنجار کو پیادہ پا طے کرتا ہوا جاتا تہا راہ مین سوائے شوق دل میرا کوئی رہنما و رفیق نہین تہا۔ آخر خدائے تعالی نے مجکو اس مقام پر پہنچایا جسکی مجکو امید نہین تہی یعنی مین بندرگاہ سورت محروسہ مین پہنچ گیا۔ اور وہان سے جہاز پر سوار ہوا۔ چند روز کے بعد جدہ مکرمہ کے کنارہ پر وارد ہوا۔ اور وہان فروکش ہوکے خدا کا شکریہ ادا کیا چار روز تک اسی مقام پرفضا مین قیام پذیر رہا۔ اور چار روز کے قیام مین تشدد سفر و شگفتہ ہوگیا۔ پہر وہان سے کعبہ معظمہ مین مع الخیر والعافیۃ بتاریخ ۲۹ محرم سنہ ۱۱۵۱ ہجری داخل ہوا انتہی کلامہ۔ چونکہ حج کا موسم باقی نہین رہا تہا۔

تین روز مکہ معظمہ مین قیام فرمایا طواف بیت اللہ و مقامات متبرکہ کی زیارت سے
مشرف ہوکے مدینہ منورہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
شوق مین روانہ ہوا۔ ۲۵ تاریخ ماہ صفر مدینہ منورہ مین حضرت کی زیارت سے دل کو تازہ
وسیراب فرمایا۔ خود فرماتے ہین کہ زیارت سے مشرف ہوتے ہی غربت کے مصائب دور ہوگئے
اور مین قبۂ عالی و روضہ صافی کے سامنے نہایت ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اور آستانہ مقدس
کی خاک کو آنکھون کا سرمہ بنایا۔ اور وہان کے قیام کو نعمت عظمی سمجھی۔ اسی اقامت کے
زمانہ مین حضرت شیخ محمد حیات سندی سے صحیح بخاری پڑہی اور اسکی سند اور صحاح ستہ
اور مفردات کی اجازت بھی شیخ سے حاصل کی۔ جیسا کہ صدر مین مذکور ہوچکا ہے
آپ مدینہ منورہ مین تقریبًا دس مہینے تک رہے اور عید الفطر وہان کرکے ۱۴ تاریخ ماہ
شوال سنہ مذکور مین مدینہ منورہ سے دیدۂ گریان و سینۂ سوزان برآمد ہوئے
آخر عشرہ مین بیت اللہ شریف مین پہنچے۔ وہان شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے
احادیث نبویہ مین فوائد کثیرہ حاصل کئے۔ پہر حج کے لئے احرام باندہا۔ اور حج
کے مناسک فرائض و سنن کل ادا کئے اور اداے حج کی تاریخ عمل اعظم ہے۔ خود
صاحب ترجمہ نے تذکرہ خزانہ عامرہ مین لکھا کہ سالم کشمیری نے میرے اور اپنے حال
کی نسبت کہا ہے ؎

عید فطر ست بروز پنجشنبہ — شیئًا للہ گفتم بس باور
این عید و مدینہ بخت من دائم — انشاء اللہ مکہ و عید دگر

آخر ماہ ربیع الثانی سنہ ۵۲ ہجری مین طائف گئے۔ وہان کے باغات و میوہ ہاے
طائف کی سیر کی اور سیدنا عبد اللہ بن عباس کی زیارت سے مشرف ہوکے مکہ مین

مراجعت، کی ماہ مذکور کے آخر عشرہ میں مکہ معظمہ سے اہل و عیال کے تعلق و والدین
کی محبت کی وجہ ہند روانہ ہوئے۔ تیسری تاریخ جمادی الاولی جدہ سے جہاز پر سوار ہوکے
آٹھ روز میں مخا میں پہنچے۔ حضرت سیدنا علی بن عمر شاذلی کی زیارت کی وہاں
چار دن قیام کرکے ۲۹ ماہ مذکور کو سورت معمورہ کے کنارہ پر اترے۔ اور دوسری تاریخ
ماہ جمادی الثانی بلدہ معمورہ بصرہ میں داخل ہوے۔ آپکی مراجعت کی تاریخ (سفر بخیر)
ہے۔ پانچ مہینے تک بصرہ میں رہے۔ پھر آپ ۱۱ تاریخ ماہ ذیقعدہ وہاں سے برآمد ہوکے
۲۷ ماہ مذکور میں شہر اورنگ آباد کو قدوم میمنت لزوم سے رشک گلشن فرمایا۔ اور
عارف ربانی شاہ مسافر غجدوانی قدس سرہ المتوفی سنہ ۱۱۲۶ ہجری کے تکیہ میں
گوشہ نشین ہوئے۔ دنیا و مافیہا سے کنارہ کش۔ ساٹھ برس تک تکیہ مذکورہ میں سکونت پذیر
رہے سنہ ۱۱۵۲ ہجری میں بطور سیر حیدرآباد و بیدر گئے تھے۔ چند روز بسر کرکے سال مذکور
میں خجستہ بنیاد میں آئے بدستور تکیہ میں تھے۔ جب سنہ ۱۱۵۸ ہجری میں نواب نظام الدولہ
ناصر جنگ شہید والد ماجد نواب آصف جاہ کی طرف سے صوبہ داری اورنگ آباد پر بنیابت مامور
ہوکے آئے۔ اسوقت نواب نے آپکو اپنے دربار میں بلایا۔ آپ حسب الطلب نواب کے
پاس گئے۔ نواب نے آپکی بہت تعظیم و توقیر کی۔ اور آپکو اپنے حسن خلق کے دام میں مقید
کر لیا۔ ہر چند کہ آپ کنارہ کش ہوتے تھے لیکن نواب شہید آپکو نہیں چھوڑتا تھا۔ ابتدا
ملاقات سے مدت حیات تک آزاد کو محبت و اتحاد کے دام سے کبھی آزاد نہیں کیا نواب
شعر و شاعری کا فریفتہ تھا۔ آپ سے اصلاح لیتا تھا۔ آزاد خزانہ عامرہ میں لکھتے ہیں۔
کہ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات کے بعد لکھے ہیں بے سقم و عیب ہیں۔ جب میرے سامنے
موزون فرماتے تھے تب اسیوقت اصلاح لیتے تھے۔ اور اگر غائبانہ کہتے تو لفافہ میں بند کرکے

میرے پاس بھیجتے تھے۔ فقیر اشعار اصلاح کردہ کو سر بمہر کرکے بھیجتا تھا۔ خود نواب اصلاح کردہ اشعار مشتاقین کو سناتے تھے۔ اور دیوان میں داخل کرتے تھے۔ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات سے قبل موزوں کئے اصلاح طلب ہیں۔ مجھکو اپنا دیوان اصلاح کے لئے دیا تھا۔ میں دیوان کا تھوڑا حصہ درست کیا باقی کے لئے دماغ و زمانہ نے موقع نہیں دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزوں کرکے فقیر کے پاس بھیجی۔ اصلاح باقی کے لئے دماغ و زمانہ نے موقع نہیں دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزوں کرکے فقیر کے پاس بھیجی اصلاح کرکے بھیجدیا۔ صبح نواب دیوانخانہ میں رونق افزا ہوئے۔ اور امرا و شعرائے رکاب مثلاً صمصام الدولہ شاہنواز خان و موسوی خان جرأت اورنگ آبادی و رضی خان داماد موسوی خان مذکور و نقی علیخان ایجاد وغیرہ حاضر تھے۔ نواب غزل اصلاح شدہ پڑھنے لگے ایک شعر میں سرو خرامان یعنی درخت سرو باندھا تھا۔ جرأت نے اعتراض کیا کہ سرو خرامان معشوق کے قامت پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر کیونکر صادق ہو سکتا ہے۔ نواب نے فقیر کے طرف دیکھا۔ میں نے کہا میرزا صائب نے سرو خرامان سے درخت سرو ارادہ کیا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

یک دو برآر از آستین دست نگارین در چمن ۔۔۔ تا دستہا پنہان کند سرو خرامان در بغل

نواب بہت خوش ہوئے اور بیت کو فوراً یاد کرلی۔ جرأت نے کہا میرزا سے تعجب آتا ہے کہ سرو زمین گیر کو سرو خرامان کہا۔ میں نے کہا جناب شعر کی بنا تخییل پر ہے۔ درخت سرو ہوا کی تحریک سے جنبش کرتا ہے گویا خرام کرتا ہے۔ چنانچہ سلمان ساوجی اس امر کی تصریح کرتا ہے ؎

سرو از صبا گر رو چنان تا چون قد یارش شود ۔۔۔ ہر چند تا جز امد بان سرو خرامان کی رسد

ایسا ہی عربی میں غصن میاس و شجر میاد کہتے ہیں میاس میاد دونوں بمعنی خرامان

ہین۔ (انتہی کلام آزاد بلگرامی صاحب ترجمہ)
حضرت نواب کی خدمت مین تا بزندگی سایہ کی طرح ہمرکاب ہے۔ نواب شہید آپکی
مصاحبت سے بہت محظوظ ہوتا تہا۔ اور آپ کی عزت و آبرو مین ایک دقیقہ فروگذاشت
نہین کرتا تہا۔ آپکے توسّل سے اکثر اہل حاجات فائز المرام ہوتے تہے۔ آپ ہر کس وناکس
کی سفارش مین کوتاہی نہین فرماتے تہے۔ نواب شہید آپکی سفارش سنتا تہا۔ آپ
اس کار خیر مین معروف تہے۔ ہر ایک غریب بے وسیلہ آپکے سایۂ عاطفت مین آکے خواستگار
دستگیری ہوتا تہا۔ سنہ مذکورہ مین نواب کرناٹک مین بطور دورہ روانہ ہوا۔ اسوقت آزاد
صاحب ترجمہ کو ہمراہ لیا۔ آپ سرینگ پٹن تک جو راجہ میسور کا دار السلطنت تہا ہمرکاب رہے
پائین گہاٹ وبالا گہاٹ کے پر فضا میدانون وپہاڑون کی خوب سیر کی۔ وعجائب
وغرائب تماشے دیکہے۔ آخر سنہ ١١٦١ ہجری غرۂ ماہ صفر کو ہمراہ نواب اورنگ آباد رونق افزا
ہوئے۔ اور اسی سال مذکورہ مین نواب صوف کے ہمراہ بلدہ برہانپور گئے۔ چند ہی روز
مین واپس آئے۔ پہر سنہ ١١٦٢ ہجری مین دوبارہ برہانپور جانیکا اتفاق ہوا۔ کنارہ نربدا تک
ملاحظہ کرکے مع نواب اورنگ آباد آئے۔ ابہی سفر سے آرام نہین پائے تہے کہ پہر ١٥ تاریخ
ماہ شوال سنہ مذکورہ مین نواب شہید کے ہمراہ ارکاٹ روانہ ہوئے۔ ایک سال چند ماہ
تک سفر مین بسر کیے۔ اسی سفر مین نواب کی شہادت واقع ہوئی۔ نواب کی شہادت کے بعد
بتاریخ ١٥ جمادی الاول سنہ ١١٦٤ ہجری شہر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ بعد بتاریخ
نہم رجب سنہ مذکور حسب طلب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان مرحوم حیدر آباد روانہ
ہوئے۔ چند مہینے بسر کرکے ١٦ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور حیدر آباد سے برآمد ہوکے
اورنگ آباد مین آئے۔ قدوم میمنت لزوم سے اورنگ آباد کو رشک فردوس برین کیا۔

چند روز تک شاہ مسافر کے تکیہ مین آزادانہ رہے۔ جب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین نواب امیر الممالک خلف آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت منصب وکالت سے سرفراز ہوکے حیدرآباد گئے۔ وہان سے آزاد صاحب ترجمہ کو نہایت شوق واشتیاق سے طلب فرمایا حسب الطلب سنہ مذکورہ مین حیدرآباد تشریف لیگئے۔ پھر سنہ ۱۱۶۸ ہجری مین بلدۂ اورنگ آباد مین مراجعت کی پھر اورنگ آباد مین ایسے جمے کہ مرکے اُٹھے۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد فرماتے تھے کہ جب بیت اللہ کی زیارت سے واپس آیا تب مین نے دل مین مشورہ و مطارحہ کیا کہ فقیری متعدد الاقسام ہے ازانجملہ کونسی قسم اختیار کرنی چاہئے۔ آخر یہہ مقرر پایا کہ ہنگامۂ مشیخت و پیری مریدی سے آزاد رہنا چاہئے۔ راہ راست پر ثابت قدم۔ اس لئے کہ دنیوی معاملات مین دروغ کو فروغ نہین ہوتا ہے اور دنیوی معاملات مین بطریق اولی۔ چنانچہ حضرت کرامات گوئی و سلسلہ پیری و مریدی سے متنفر اور دور رہتے ہین۔ راستی و درستی و خوش معاملگی مین زندگی بسر کرتے ہین مشایخانہ و پیرانہ نمائش نہین کرتے ہین۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے۔ کہ عرس و بزم آرائی ریاکارون کی شہرت و شکار کا وسیلہ ہے۔ خلائق کو گرفتار کرنیکا دام ہے۔ آپنے اپنے لئے خاص کوئی تکیہ خانقاہ نہین بنایا۔ فرماتے تھے کہ تکیہ داری مین خانہ داری سے زیادہ مضرت ہے۔ اسلئے کہ اگر خانہ داری مین صاحب خانہ سے قصور و خطا واقع ہو جائے تو اہل بیت زن و فرزند بتعلق جزئیت معاف کرتے ہین۔ اور تکیہ داری مین اگر قصور و فتور واقع ہو جائے تو واردین و صادرین مختلف الطبایع چشم پوشی نہین کرتے۔ بلکہ لعن و طعن کا بازار گرم کرتے ہین چنانچہ آپکے ایک شعر سے بھی یہ مضمون مترشح ہوتا ہے۔

خارج تہا۔ آپنے اسکی تعریف اسطرح کی کہ آپکا قصیدہ خرق عادت ہے۔ آپکی مجلس مین کبہی کسیکی برائی نہین ذکر کی جاتی تہی نہ آپ کی زبان قلم سے یا قلم زبان سے لغو و بیہودہ لفظ و حرف نہین نکلتا تہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

ز حرف تلخ مبرا است خانۂ آزاد   کہ زہر ریختن از نیشکر نمی آید

لطیفہ دیگر۔ آپنے سرو آزاد مین لکہا کہ فقیر کو عالیجناب غفران پناہ آصفجاہ سے محبت و انجاد کامل تہا۔ اکثر اوقات مصاحبت رہی ہے۔ اتفاقاً ایک روز عین مجالست کے وقت ایک ہندو بارادہ اسلام آیا۔ شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ عرض بیگی نے عرض کیا کہ نام کا امیدوار ہے فرمایا کوئی نام پیارا رکہنا چاہئے کہ دین اسلام پر دلالت کرے۔ آزاد نے عرض کیا کہ دین محمد نام رکہو آصف جاہ نے فرمایا کہ کلہہ ایک شخص مسلمان ہوا اُسکا نام دین محمد رکہا گیا۔ آزاد نے عرض کیا دین محمد جسقدر زیادہ ہو جائے بہتر ہے اللھم انصر من نصر دین محمد نواب بہت خوش ہوئے یہی نام رکہا گیا۔

لطیفہ دیگر آپنے فرمایا کہ میسور کے سفر مین نواب نظام الدولہ اور مین ہاتی پر سوار جاتے تہے۔ میدان ناہموار و صحرائے ناہنجار مین گذر ہوا۔ تمام میدان سوار و پیادے سے معمور ہو گیا۔ جدہر نظر پڑتی تہی اُدہر سوار و پیادہ دکہلائی دیتا تہا۔ نواب نے مجہہ سے کہا کہ لشکر کی رفتار کو ملاحظہ کرنا چاہئے۔ مین نے کہا جبر و اختیار کا مسئلہ مشکل زیادہ مسائل لاینحل سے ہے یہان حل ہوتا ہے کہ تمام خلائق کی حرکات ایک ہی شخص کے تابع ہے اور اسے ایک کے حکم سے حرکت کرتے ہین۔

مقبولیت بارگاہ ایزدی

گل رعنا کے مولف نے لکہا آپ جب مکہ معظمہ مین سکونت پذیر تہے اُسوقت ایک

عجیب و غریب واقعہ غیبی و کرشمہ وہبی نمود ہوا جس سے آپکی مقبولیت بارگاہ ایزدی مین مترشح ہوتی ہے۔ معتقدین پیر پرست مستان الست کہین گے کہ کرشمہ و کرامت گویا خرق عادت ہے و حکمائے فلسفی مشرب اس کیفیت کو بخت و اتفاق پر محمول کرینگے ھو ھذا

آپ مکہ مین سکونت کے زمانہ مین ایک روز جبل ثور جو مکہ معظمہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار برج ثور کی مانند واقع ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت اسی غار مین رونق فزا تھے۔ خود آزاد صاحب ترجمہ ماثر الکرام مین لکھتے ہین کہ مین نے اُنتیس تاریخ ماہ محرم سنہ ۱۱۵۳ ہجری مین جبل ثور کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اُسوقت گرما کا موسم ایسا سخت تھا کہ باد سموم تند و تیز برق تاز و حرارت خارا گداز تھی۔ فرودگاہ سے چند قدم برآمد ہوا کہ تشنگی کی حرارت نے غلبہ کیا۔ زبان خشک ہونے لگی۔ اور ہمراہ پانی اس خیال سے نہین لیا تھا کہ راستہ مین ملجائیگا۔ راستہ مین کہین پانی بجز عرق نہین نظر آتا تھا۔ راستہ مین چند آدمی ملے جنکے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ بلحاظ شرم اُن سے سوال نہین کیا۔ خود اُن کے پاس مقدار ہے کہ انکو کافی نہین ہے سائل کو کیا دینگے خاموش ہو گیا اور چلنے سے باز نہین آیا۔ بمشقت تمام رستہ کے نشیب و فراز کو طے کیا۔ میرا جگر حرارت کی سوزش سے کباب ہوا۔ بمشکل تمام پایین پہاڑ پہنچا اب دوسری مصیبت پیش آئی کہ باوجود تشنگی و تکان پہاڑ چڑھنا چاہیے۔ افتان و خیزان کمر کوہ تک چڑھ گیا لیکن طاقت سے طاق ہو گیا۔ آگے بڑھنے کی قوت باقی نہین رہی۔ ایسی حالت مین کہ مین پانی کے شوق و خیال مین تھا۔ میرے آئینہ دل مین عجیب و غریب کیفیت نقش پذیر ہوئی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ مجھسے دو تین قدم آگے چڑھ رہا ہے اور اُس کے ہاتھ مین صراحی ہے۔ یکایک اسکی صراحی پتھر سے ٹکرائی۔ اسکا نصف حصہ علی عزیز کے ہاتھ مین

اور نصف اسفل کا اسیطرح بلندی سے نیچے آرہا تھا۔ اور اسمین پانی محفوظ تھا۔ فوراً اسکو
دونون ہاتہہ سے اخذ کرلیا۔ اور اُسی عزیز مالک سے اجازت لیکے پیا۔ بخدا وہ پانی ایسا شیرین
و بامزہ تھا کہ ابتک اسکا مزہ حلق و زبان مین موجود ہے۔ جب خیال کرتا ہون لطف و مزہ
خاص پاتا ہون۔ اسوقت خدائے جل شانہ نے بندۂ غریب و سوختہ دل کو آب رحمت سے
سیراب فرمایا۔ فسبحان الذی ھو یطعمنی و یسقین انتہی کلامہ

ایضاً

جب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید و مظفر جنگ کے درمیان پہلچری مین مقابلہ و معرکہ واقع ہوا
نصارائے فرانسیس مظفر جنگ کے معین و مددگار تہے۔ مقابلہ تمام روز رہا۔ طرفین میزان
عدل مین برابر تہے۔ شام تک جنگ کا فیصلہ نہین ہوا تہا۔ نواب نظام الدولہ نے نماز مغرب
ادا کی آزاد صاحب ترجمہ امام تہے۔ نواب مرحوم مقتدی تہے۔ آپنے نماز مین تفاؤلاً
سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ پڑہے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد تمام مقتدیون نے
تحسین و تعریف کی کہ سورہ موقع پر پڑہا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہم فیروز و کامیاب
ہون گے۔ مخالفین بمصداق و یدخلون فی دین اللہ اطاعت و اسلام کے دائرہ مین
داخل ہون گے۔ آپنے فرمایا کہ مین نے عمداً تفاؤلاً اسی سورہ کو پڑہا۔ دوسرے دن نواب
نظام الدولہ کو فیروزی و کامیابی حاصل ہوئی۔ اور آپ کی فال واقع کے مطابق ہوئی
تمام آپکی کرامت کے قائل ہوئے۔

ایضاً

جب ۱۱۷۳ہجری مین احمد شاہ درانی نے بہاؤ رئیس مرہٹہ پر بمقام پانی پت مین فیروزی
پائی آپنے فتح سے چہہ مہینے پیشتر تفاؤلاً ایک غزل موزون کی تہی۔ چنانچہ آپ کی فال کا

آخر نتیجہ ظاہر ہوا۔ غزل یہہ ہے۔

شاہے رسید و ہند بسیٔ نام را گرفت ‌ ‌ ‌ ماہے طلوع کرد و سرِ شام را گرفت
شکرِ خدا کہ کِلک تصحیح حک نمود ‌ ‌ ‌ نقشِ غلط کہ صفحۂ ایّام را گرفت
چون ریشِ خوارشِ شد علفِ تیغ بیدریغ ‌ ‌ ‌ آن برہمن کہ سلطنتِ عام را گرفت
آخر ز تیغِ خسروِ غازی بریدہ شد ‌ ‌ ‌ زلفِ ایاز کز دلِ خود کام را گرفت
انجامِ کار غیر ندامت چہ صرفہ برد ‌ ‌ ‌ فیلے کہ راہِ خانۂ احرام را گرفت
تا ہم باقتدار سلیمانِ کامگار ‌ ‌ ‌ از دستِ دیو لشکرِ اسلام را گرفت
آمد خبر ز دہلی محروس بد دکن ‌ ‌ ‌ آزاد ما بہ بادۂ گل جام را گرفت

رحمدلی

آپ رقیق القلب و رحیم الفؤاد تھے۔ کسی انسان و حیوان کو ایذا نہین دیتے تھے حتّی المقدور جان کی حفاظت مین کوشش فرماتے تھے۔ آپنے سروِ آزاد مین لکھا کہ جب نواب نظام الدولہ بطور دورہ ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے۔ اُسوقت صحرائے پرفضا و مرغزار روح افزا مین شکار کے لئے گئے حسبِ ضابطہ قراولون نے ہرن کو نواب کے خیمہ کے قریب لاکے بٹھلائے۔ نواب نے حاضرینِ محفل سے کہا کہ اس ہرن کو شکار کرنا یا آزاد کرنا چاہئے حاضرین نے دیکھا کہ نواب شکار کی طرف مائل ہے۔ نواب کی مرضی کے موافق کہا کہ شکار کرنا چاہئے۔ آخر نواب نے آزاد سے دریافت فرمایا۔ آزاد نے عرض کیا۔ اسوقت ایک نقل یاد آئی ہے اگر حکم ہو تو عرض کرون۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ آزاد نے عرض کیا کہ سلاطین سلف سے کسی ایک بادشاہ نے کسی قیدی کے قتل کا حکم جاری کیا۔ رسم عام ہے کہ جب کسی کو قتل کرنا چاہتے ہین اُس سے دریافت کرتے ہین اُسوقت جو چیز مطلوب ہو ظاہر کرے۔ اگر وہ

جو حکم کرے اسکی تعمیل کرتے ہین۔ جب سفیر سے استفسار کئے۔ اُس نے کہا میری یہہ آرزو ہے کہ مین ایکمرتبہ بادشاہی دربار مین باریاب ہو جاؤن۔ اسکی خواہش کے موافق دربار مین حاضر کئے۔ اور اُس سے استفسار کیا کہ کچہہ عرض کرنا ہے جوابدیا نہ خیر۔ جب بادشاہ دربار سے برخاست کرنے لگا۔ قیدی نے عرض کیا کہ مین اگرچہ واجب القتل ہون۔ لیکن بادشاہ پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ بادشاہ اسکی حسن تقریر سے بہت خوش ہوا اور اُسکو آزاد کردیا بالفعل اِس سیرنے حضور پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ آپ مختار ہین جو چاہین کیجئے۔ نواب نے مسکرا کے آزاد کردیا۔ میرزا جلال اسیر کا شعر حسب حال ہے ؎

کباب آہو نمک خلاصی او — اگر از مئی مروت فارسے چشیدہ باشی

۲ ایضاً

صاحب ترجمہ میر آزاد مین لکھتے ہین کہ نواب نظام الدولہ نے اورنگ آباد مین سادات عرب کی دعوت کی۔ قہوہ کا دور چلنے لگا۔ نواب اپنے بزرگان سلف کی طرح قہوہ دوست تھا سادات مین سے ایک نے جو عقل و خرد سے خالی تہا کہا ع القهوة محرمة عند بعض العلماء نواب نے آزاد سے پوچہا۔ آپ کیا فرماتے ہین مولانا نے عرب کے قول کی ایسی توجیہ کی کہ نواب خاموش ہو گیا۔ توجیہ یہہ ہے۔ سید عرب فرماتے ہین کہ بعض علما کے نزدیک قہوہ معظم ہے لفظ محرم مادہ احترام سے ہے۔ آزاد کی توجیہ سے نواب نے سکوت اختیار کیا۔ عرب صاحب سے بحث و تکرار نہین کی۔ مجلس برخاست ہونیکے بعد سید عرب نے آزاد کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا مرحبا مولانا آپنے میرے کلام کی خوب توجیہ کی۔ نہین تو نواب مجہہ سے سخت رنجیدہ ہوتا۔ انتہی کلامہ۔

بدیہی گوئی

آپ کو نظم فی البدیہ کہنے مین قدرت کاملہ تہی۔ جب ارادہ کرتے فوراً موزون کر دیتے تہے طبیعت مین مضامین کی آمد تہی غور و فکر کی ضرورت نہین ہوتی تہی۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ حضرت آزاد صاحب جمعہ ایک مجلس درس تدریس مین فرما رہے تہے کہ مجمع النفائس مین سراج الدین علیخان آرزو بابا فغانی کے ترجمہ مین لکہتا ہے کہ بابا فغانی کی یہہ ایک بیت مجکو نہایت خوش مزہ معلوم ہوتی ہے ؎

نخل قدرت کز چمن جان بر آمدہ   شاخ گلے بصورت انسان بر آمدہ

پہر آپنے فرمایا شاخ کا بر آمد ہونا انسان کی صورت مین محض ادعا ہے۔ انسان مین بر آمد ہونا امر وقوعی ہے۔ اسوقت آپنے بابا فغانی کے جواب مین ایک مطلع موزون کیا ؎ طفلی بطرز نو ز دبستان بر آمدہ ؛ یعنی پیری بصورت انسان بر آمدہ

ایضاً

ایکروز نواب معین خان بہادر ناظم اورنگ آباد نے آپسے کہا کہ میرے والد فرخ نژاد خان تحسین تخلص نے ایک ایسا مصرع موزون کیا ہے کہ اسکا ثانی مصرع موزون نہین ہو سکتا ہی وہ مصرع یہہ ہے ؎ کاغذ سوختہ ام خندہ من نزع من ست۔ آپنے اسیوقت فی البدیہ یہہ ایک مصرع موزون کر دیا۔ وہو ہذا ؎ صبح افروختہ ام خندہ من نزع من ست صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است ؛ پہر اسی غزل کو تمام کیا۔ وہو ہذا

صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است	برق افروختہ ام خندہ من نزع من است
شہر یا بر کا بہم کہ نظر بر رخ غم	دو طرب وختہ ام خندہ من نزع من است
در شبستان جہان ہمہ طرب آئے گلریز	خوب آموختہ ام خندہ من نزع من است

گفت آزاد برین مصرع تخمین غزلے | کاغذ سوختہ ام خندۂ من نفع من است

صلح پسند

گل رعنا کے مولف نے لکھا ایک رات بتقریب عرس حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت غلام حسن صاحب قدس سرہ کے مکان پر تمام شہر کے مشائخ وامرا مجتمع تھے۔ شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر بھی تشریف لائے۔ سید موصوف رعونت سے تعظیم کے لئے نہین اٹھے۔ شاہ محمود رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہوئے۔ سید بھی بدستور شاہ صاحب کے طرف متوجہ نہین ہوا۔ و بزرگ سید و شاہ صاحب عالم سکوت مین تھے۔ حضرت آزاد اس فکر مین تھے کہ دونون بزرگون مین باہم صلح ہو جائے۔ اور شیخین کے دلون سے کدورت دور ہو جائے۔ آپ دونون کے قریب آئے۔ اور بیٹھ گئے۔ اس روز سید صاحب چھینٹ ہزارہ کا جبہ زیب بدن کئے ہوئے تھے۔ کہ ہزارہ اس چھینٹ کو کہتے تھے جس کے گل و بوٹے مختلف ہوتے تھے کہ آپنے دونون بزرگون سے خطاب کر کے فرمایا ای حضرات اس چھینٹ مین صوفیہ کرام کا مسئلہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ حق تعالی کی تجلی مین تکرار نہین ہوتی ہے۔ آپ کے اس قول سے دونون بزرگ مسکرائے۔ اون کی بستگی کشادگی سے مبدل ہوگئی۔ دونون بزرگ باہم مکالمہ کرنے لگے۔ اور اٹھے اور فرمایا خدا تعالی عالم ہستی سے ہے۔ اور عالم کے ہر ایک جز مین موجود ہے واحد کی طرح۔ علمائے حساب واحد کو اعداد سے نہین شمار کرتے ہین اور وہ تمام اعداد مین موجود ہے۔ یہہ مضمون رباعی مین موزون کیا گیا ہے۔ رباعی

اے کہ برون تو عالم ایجاد است | اما پیدا بجملہ افراد است
شک نیست کہ واحد نبود از اعداد | لیکن موجود در ہمہ اعداد است

پھر فرمایا کہ اس عالم مین جو تمام سے کمتر ہے۔ عالم اخری مین تمام سے برتر و بہتر ہے جیسا کہ کتاب کے صفحہ مین انتہائے صفحہ کا کلمہ اس صفحہ کے تمام کلمات سے موخر ہے لیکن دوسرے صفحہ کے تمام کلمات و فقرات سے مقدم ہے آپنے اس مضمون کو موزون کیا۔ ھو ھذا

سرفراز آنجہان باشد ذلیل اینجہان　　حرف ختم صفحہ تاج صفحہ آیندہ است

آپکے علم و فضل کا ذکر

آپ جامع کمالات انسانی و مظہر انوار تجلیات ربانی تھے۔ برہان قاطع معقولات و میزان عدل منقولات شیرازۂ بندۂ دفتر صلح کل۔ آب و رنگ بہار تفضل۔ پیشوائے ارباب بلاغت و قدوۂ صاحبان فصاحت مفتاح کنوز الہی۔ و مصباح رموز نامتناہی آپکا تبحر علم و فضل علمائے معاصرین کے نزدیک مسلم الثبوت تھا۔ آپکی طبیعت فطرۃً موزون تھی۔ شعر گوئی و شعر فہمی کی استعداد خداداد تھی۔ آپ علوم و فنون کی تکمیل سے پہلے ہی شعر موزون کرنے لگے۔ آپکے اشعار سنجیدہ و پسندیدہ ہوتے تھے۔ مضامین تشبیہ و استعارہ کے زیور سے آراستہ ہوتے تھے۔ جب آپ تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہوئے۔ تب آپ درس و تدریس مین ہمہ تن مصروف ہوئے اور شعر گوئی کے میدان مین ایسی سبقت کی کہ امثال و اقران مین مقدم ہو گئے۔ اور اساتذہ کے زمرہ مین شمار کئے گئے۔ عربی و فارسی دونون زبان مین موزون فرماتے تھے۔ اور اپنے جد اعلی مولانا عبد الجلیل بلگرامی اور اپنے ماموں سید محمد بلگرامی سے اصلاح لیتے تھے آپکا کلام کیا ہے گویا الہام ہے باوجود بسیار گوئی کلام کو خوبی و خوش اسلوبی کے قالب مین بطرز عجیب و غریب ڈھالتے ہین۔ خیالات نفائس کا فوٹو نہایت خوشنما پیرایہ مین

کھینچتے ہین ۔ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے نوادر زیور سے سجاتے ہین ۔ آپکا کلام معجز نظام اعجاز عیسوی کا دم بھرتا ہے ۔ اور اپنے ید بیضا سے سحر سامری کا بازار سرد کرتا ہے آپ صاحب تالیف و تصنیف ہین ۔ عربی و فارسی مین آپکے متعدد دیوان مدون ہین چونکہ آپکے اکثر قصائد حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہین ۔ آپکو حسان الہند کے لقب سے ملقب کرتے ہین ۔ آپنے عربی اشعار کو ایسی ایسی تشبیہات سے آراستہ فرمایا کہ اہل عرب آپکی تقلید کرنے لگے ۔ ہندوستان مین ابتدائے فتح اسلام سے کوئی شخص ایسا پیدا نہین ہوا ۔ اکبری عہد کے بعد آپ ہی ایک ایسے بزرگ ہین کہ تذکرہ نویسون مین مقدم و مستند مانے جاتے ہین ۔ تاریخ و تذکرہ نویسی مین قوت کاملہ و ملکہ تامہ رکھتے تھے آپکی تصنیفات سے متعدد کتابین متداول و متعارف ہین ۔ از انجملہ [۱] تذکرہ خزانہ عامرہ [۲] ید بیضا ۔ [۳] سرو آزاد ۔ [۴] غزالان الہند ۔ [۵] شرح بخاری تا کتاب الزکوۃ ۔ [۶] شمامۃ العنبر فی ذکر الہند ۔ [۷] تسلیۃ الفواد ۔ [۸] سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات ۔ روضۃ الاولیائے خلد آباد ۔ [۱۰] مآثر الکرام ۔ [۱۱] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ۔ دو دیوان عربی سہ ہزار اشعار دیوان فارسی پنجہزار بیت ۔ خود آزاد صاحب ترجمہ خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین کہ مین نے کلام عربی کو طرز خاص سے ادا کیا ہے ۔ اور بابل کے افسانہ گویون کا بازار سرد کیا ہے مین طوطی ہند ہون قمریان عرب کے ساتھ ہمدم و ہم نوا ہون و نغمہ سنج پورب ہون با خوش نوایان حجاز ہم آواز ۔

من قولہ

سخن عربی را بطرز خاص ادا میکنم و بازار افسون خوانان بابل می شکنم طوطی ہندم با قمریان عرب دمساز و نغمہ سنج پوربم با خوش نوایان حجاز ہم آواز ۔ دیوان فقیر در حرمین شریفین

وبلاد ہین و مصر شہرت و محافل عرب عربا بایں غربت تازہ وارد و معمور گو باشوکت

بخاری از زبان من گوید ؎

شنیدہ اند بتان ہین کلام مرا * نوشتہ اند بآب عقیق نام مرا * انتہی کلامہ

گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ سید حسین بغدادی جو عالم فاضل شاعر علامہ تہا بغداد سے

عازم ہند ہوکے شہر اورنگ آباد مین وارد ہوا حضرت آزاد سے ملا چند روز باہم خوب ملاقات

رہی آپ کے قصائد نعتیہ سنکے وجد کرتا تہا آپکی فصاحت و بلاغت کی داد دیتا تہا۔

جب سید بغداد عربی اورنگ آباد سے عازم بغداد ہوا آپکے دیوان کے دو نسخے ہمراہ لیگیا

بندر مسقط مین پہنچ کے ایک خط عربی عبارت مین مورخہ ۲۹ ماہ رجب سنہ ۱۱۹۰ ہجری آپکی

خدمت مین بہیجا۔ خط مذکور بتاریخ دہم رمضان سنہ مذکور شہر اورنگ آباد مین پہنچا۔ اُسمین

لکہتا ہے کہ حسن اتفاق سے یہان بصرہ و بحرین کے علما و شعرائے اکابر جمع ہوئے ہین

آپکا عربی دیوان علما کے مجمع مین پیش کیا۔ تمام نے دیکہا اور پڑہا بہت پسند کیا ہر ایک

مرحبا مرحبا واہ واہ کہتا تہا۔ اشعار کے مضامین پر وجد کرتے تہے۔ اور تعجب کرتے ہین

کہ ہندی الاصل جسکی نشو و نما ہند کی سرزمین ہوئی ہو کسطرح زبان عربی اہل زبان کی طرح

کہتا ہے اور اشعار مین مضامین فصاحت بلاغت سے بہر باندہتا ہے منجملہ علمائے متبحرین

حضرت شیخ عبد العلی بحرینی نے جو اجل علما سے ہے کہا۔ واللہ لو ادعی النبوۃ

فی الھند صاحب ھذا الدیوان لصحت دعواہ یعنے قسم خدا اگر دعوی نبوت

کند در ہند صاحب این دیوان ہر آئینہ صحیح شود انتہی مضمون المکتوب۔

میرزا محمد امین نے مثل قطعہ خواجہ حافظ شیرازی جسکا اول یہہ ہے ؎

بعہد سلطنت شاہ ابو اسحق * بہ پنج شخص ملک فارس بود آباد الخ کہتا ہے ؎

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب اند / ز بلگرام دو شخص اند در سخن استاد

یکی امام زمان سید غلام نبی / رسانده فطرت و شعر ہند را بمراد

کلام فائق آن شہرۂ دیار عرب / ز خوبی سخن این بہند شور فتاد

نگاہ دار ہمیشہ الٰہی ایشان را / بمرسل عربی و آلہ الامجاد

حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے دیوان فارسی سے چند اجزا خان آرزو کے پاس اورنگ آباد سے دہلی بھیجے۔ خان آرزو نے جواب مین لکھا کہ مین نے آپکے اشعار اول سے آخر تک دیکھے کوئی شعر لطف و فرح سے خالی نہین انتہی کلامہ۔

بیجا خان آرزو کی زبان سے حرف راست و درست مطابق واقع برآمد ہوا۔ دیوان کے مطالعہ سے آپکے کلام فصاحت التیام کی خوبی و نازکخیالی معلوم ہوتی ہے۔

جب آپ سبحۃ المرجان کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔ چاہا کہ ایک نسخہ دیار عرب مین بھیجین لیکن بمقتضائے انہین ایام مین جہازہاے نصاری و اطراف مناقشہ واقع ہوا بسبب فتنہ و شر علما و اکابر تجار بصرہ و بحرین سے حفظ جان و مال کے لئے سرزمین مسقط مین پناہ گیر تھے۔ آپنے ایک نسخہ مع خط عربی بنام سلطان مسقط الامام احمد بن سعید نواب قاسم الدولہ حاکم بندر سورت کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ آپ اپنے ذریعہ سے امام مسقط کے خدمت مین روانہ کرین۔ نواب موصوف نے کتاب و مکتوب کو روانہ کیا۔ امام نے نامہ کا جواب بتعظیم تمام و تعریف کتاب مع ہدیہ بھیجا۔ ھو ھذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبد اللہ المتوکل علیہ المعتصم بالله امام المسلمین احمد بن سعید بن احمد بن محمد البوسعیدی الی حضرۃ افصح الامۃ لسانا وابرعہم بیانا واحدہم

عقلاً و اثبتهم نقلاً الشیخ الاستاد علامۃ الدهر وفریدۃ العصر آزاد الحسینی الواسطی البلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ احیٰ رسوم الفصاحۃ بعد ان عفت و اطلع شموسها بعد ان انکسفت واجری میاهها بعد ان غاصت وشیّد ارکانها بعد ان انحاصت الخ چونکہ خط دراز ہے تخمیناً پچاس فقرے نثر مین اور چند اشعار نظم مین تہے ۔ طوالت کی وجہ سے باقی فقرات کو قلم انداز کیا ۔

ضمیمۂ وقعت

آپ دکن مین تمام عمر اعزاز و اکرام کے ساتہہ رہے ۔ اہل دکن امرا و فقرا کل آپ سے مانوس و موافق تہے ۔ سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی نظر مین آپ معزز و مکرم رہے ۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید آپکی بہت ہی خاطر و مدارات فرماتے ۔ آپکو تا بہ شہادت اپنی مصاحبت مین رکہا ۔ آپکے دائرۂ تلمذ مین داخل ہوا ۔ آپکی صلاح سے اپنا کلام درست کرتا رہا آپ ناصر جنگ کی مجلس کے رونق تہے اگر رات ہو تو روشن چراغ ۔ اگر دن ہو تو آفتاب روشن تہے ۔ سفر و حضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب رہتے تہے ۔ شہید مرحوم آپ سے جدا رہنا پسند نہین کرتا تہا ۔ آپکی صحبت کو غنیمت سمجہتا تہا ۔ اسیطرح نواب نظام علیخان اسد جنگ بہادر آصفجاہ دوم بہی آپکی بہت قدر کرتے تہے ۔ چنانچہ مآثر آصفی کے مولف نے لکہا کہ جب حضرت آزاد بتقریب سیر یا بطلب بعض احباب حیدرآباد تشریف لائے اور شاہ علی بنڈہ پر قریب دروازہ علی آباد لب سڑک پر فروکش ہوئے ۔ قاسم الدولہ نے آپکی تشریف آوری سے خبر دی آپ نے فرمایا ۔ کہان فروکش ہوے وہ ہمارے مہمان ہین انکو مکان عزیز پر اُتارنا چاہیئے ۔ قاسم الدولہ نے فرمایا کہ علی آباد کے دروازہ کے قریب فروکش ہین فرمایا آج ہم اس راہ سے تفرجاً جائین گے ۔ محل فرودگاہ کے قریب

سواری پہنچے تو ہمکو مطلع کرنا۔ آپ حسب قرارداد سہ پہر کو ہاتھی پر سوار دروازہ کے
قریب پہنچے نقیب نے عرض کیا حضور یہہ آزاد کا فرودگاہ ہے۔ آپ ہاتی سے اُتر رہے
تھے کہ حضرت آزاد حاضر ہوئے نذر دکھلائی۔ حضور خیر و عافیت دریافت کرکے روانہ
ہوگئے۔ سیر سے مراجعت کرکے آئے۔ قائم الدولہ کو حکم کیا کہ حضرت آزاد کے لئے ایکہزار
روپیہ فرد قادم و شصت سرپیچ بہیجئے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ حضرت آزاد نے عطیۂ حضور
کو منظور فرمایا۔ اور شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز آپ حضور سے ملے۔ حضور آپ کی ملاقات
سے بہت مسرور ہوئے۔ پوچھا آپ کبتک یہاں رہینگے۔ آپنے فرمایا۔ چند روز۔
حکم صادر ہوا۔ کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہر روز صبح و شام آپکے لئے خاص ہمارے
خاصہ سے ماحضر طعام بہیجتے رہیں۔ جب تک آپ رہے خاصہ کے طعام سے سرفراز رہے
دیکھو سرکار آصف جاہ اول کے زمانہ سے اس عہد تک یہی شان مہمان نوازی۔ و علما و فضلا
کی قدردانی۔ اور ہر ایک اہل ہنر کی جوہر شناسی نسلاً بعد نسل میراثاً اباً عن جد مسلسل نظر آتی
ہے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت تو مہمان غریب کی ایسی مہمانی و خاطرداری فرماتے ہیں
کہ وہ وطن کو غربت اور دکن کو وطن قرار دیتا ہے۔ اور آپکے سایہ عاطفت میں بسا جمتا ہے
کہ مرکے اُٹھتا ہے۔ اللہ جل شانہ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت فلک شوکت میر محبوب علیخان
نظام الملک فتح جنگ مظفر الممالک آصفجاہ ششم مع صاحبزادگان بلند اقبال دائم
و قائم رکھے آمین ثم آمین۔

تعمیر عاقبت خانہ کا ذکر

آپنے سنہ ۱۱۹۵ہجری میں عزم جزم کیا کہ اس مسافرخانہ ناپائیدار سے دار السرور پائیدار کی طرف
رحلت ضرور ہے۔ پس زاد راہ کی فکر کرنا چاہئے۔ راتدن اعمال خیر و افعال پسندیدہ

کئے جاتے تھے۔ اور مکان اصلی و وطن ابدی کیطرف جانیکے لئے مستعد بیٹھے تھے۔ آپنے جسم خاکی کے دفن کیلئے ایک قطعۂ زمین روضہ خلد آباد قریب مزار حضرت شاہ برہان الدین غریب خرید کیا۔ اور وہان قبر بنوائی۔ تاکہ اس قالب سے روح کے برآمد ہونیکے بعد آسانی سے جسم فانی کو اسمین دفن کرین۔ اور آپنے اسکا نام عاقبت خانہ رکھا۔ عاقبت خانہ کی آبادی و تعمیر کا جشن بزرگ و عرس عظیم الشان منعقد فرمایا جشن مین شعرا و امرا و مشائخ کو دعوت دی۔ عمدہ عمدہ کہانے پکوائے اور طرح طرح کے حلوے بنوائے۔ حاضرین دعوت کی خاطر و مدارات و تواضع مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین پاتے تھے۔ اور کہتے تھے یہہ جشن وداعی ہے۔ غنیمت ہے خلان باصفا و دوستان باوفا کا مجمع آپ ہر ایک سے فرماتے تھے۔ هذا فراق بيني وبينك آپکے اس فقرہ سے ہر ایک کے دل پر حسرت و رقت مؤثر ہوتی تھی۔ آپ ہشاش و بشاش تھے فرماتے تھے یہہ جدائی چند روزہ ہے آخر ہم سب عقبی مین باہم ملینگے۔ یکے بعد دیگرے اسی مقام اصلی مین پہنچ جائینگے۔ فرق اتنا ہے کہ کوئی آگے کوئی پیچھے پہنچیگا۔ طعام سے فارغ ہونیکے بعد آپنے تمام حاضرین جشن کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہر ایک سے معافی چاہی۔ شعرائے آپکے عاقبت خانہ کے تعمیر کی تاریخین کہین۔ اور آپکی مدح سرائی مین قطعات و قصیدہ و رباعیہ لکہے۔ مین نے بہت قطعات کتاب مسمی تہنیت گلشن سے جلال حضرت محبوب سبحانی سے ہند بیدار العلم علی رشد تخلیص پر دیکھے۔ اور بہی ہمین اکثر اسلام کے تذکرے تھے۔ افسوس وہ نسخہ نادر ایام جو رود موسی کی طغیانی مین برباد و تلف ہو گیا۔ اسکے گم ہونے پر مجھکو سخت رنج و انصرام حال ہے۔ بامر لاچاری صبر و شکر اختیار کرتا ہون۔ اس جشن کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ١٢ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رخصت ہوئے۔ انا لله وانا اليه راجعون آپکی رحلت سے

مشاہیر شہر و مشائخ کرام و امرائے عظام کو بہت رنج و غم لاحق ہوا۔ تمام مشائخ و بزرگان شہر نے آپ کی تجہیز و تکفین کرکے آپکا جنازہ اعزاز و اکرام کے ساتھہ لیجاکے خانۂ معہودین دفن کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی رحلت کا مادۂ تاریخ نکالا۔ ع آہ غلام علی آزاد

۱۲۰۰ھ

سخن دانی و سخن فہمی کا ذکر

آپ ایسے ذکی الطبع و سریع الفہم تھے اشعار لاینحل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اشعار اساتذۂ قدما کے کلام کی توجیہ واقع کے مطابق فرماتے تھے۔ محاورات و اصطلاحات سے ماہر تھے استعارات و تشبیہات کے رموز سے واقف تھے۔ کلام کی بلاغت و فصاحت کو خوب پہنچتے تھے مضامین کی خوبیاں و معانی کی نازکخیالان۔ و صنایع بدایع کی موشگافیاں صراحت و وضاحت کے ساتھہ حسن تقریر سے کرسی ظہور پر جلوہ افروز فرماتے تھے۔ سامعین و طالبین آپکی تقریر دلپذیر سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور کلام کے حسن و قبح سے واقف ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت جامع العلوم و الفنون تھی۔ اور خاص آپ کی طبع سلیم ہر ایک علم و فن سے مناسب تھی جس فن و علم کا طالب آپکی خدمت میں آتا تھا مستفید ہوتا تھا۔ آپکے چشمۂ فیض سے سیراب و کامیاب ہوتا تھا۔ آپ اورنگ آباد دکن میں شاہ مسافر کے تکیہ میں سکونت پذیر و گوشہ نشین تھے۔ قطب کی طرح جمے ہوئے تا بزندگی مقام تکیہ سے نہیں نکلے آپ کی شہرت ہند و سندہ و عرب و عجم کے اطراف میں کہوم رہی تھی۔ آپ شب و روز درس و تدریس و اصلاح شعر و شاعری میں مصروف رہتے تھے۔ آپکی مجلس میں مذاکرہ علوم و فنون کا جوش و شعر و شاعری کا خروش رہتا تھا۔ آپکے حلقۂ درس میں طلباء عرب و عجم رہتے تھے آپکی بدولت دکن میں اکثر پیرایۂ علم سے آراستہ ہوگئے۔ مثلاً مولانا عبد الوہاب افتخار مولف تذکرۂ بی نظیر و عبد القادر مہربان فخری۔ و افضل بیگ خان قاقشال مولف تحفۃ الشعرا

ولچھمی نرائن شفیق مولف گل رعنا وغیرہا و غلام علی ارشد مولف تنبیہات کبیں ۔ و مولانا رفیع الدین قندہاری ۔ و نواب ناصر جنگ شہید وغیرہم یہہ تمام آپکے خوان نعمت سے مستفیض ہوئے ہیں ۔ اب میں بطور نمونہ آپکی تحقیقات مسائل مختلفہ و حل مشکلات مالاینحل سے دو ایک مثالیں ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہوں تاکہ میرے کلام کی تصدیق ۔ اور حضرت آزاد صاحب ترجمہ کی ذکاوت ذہن و سرعت فہم کا اندازہ ہوجائے

ایکروز وقت صبح نواب شہید کے دیوانخانہ میں شعرا و امرا مجتمع تھے ۔ نواب نے غزل پڑھنی شروع کی ایک شعر میں سرو خراماں بمعنی درخت سرو باندھا تھا ۔ موسوی خان جرأت نے کہا کہ سرو خراماں معشوق کے قد پر صادق آتا ہے ۔ درخت سرو پر اسکا اطلاق کیونکر ہوسکتا ہے ۔ نواب نے آپکی طرف اشارہ کیا آپنے فرمایا کہ میرزا صائب نے سرو خراماں سے درخت سرو مراد لی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

یک برآر از آستین دست نگارین در چمن تا دستہا پنہان کند سرو خراماں در بغل

نواب شہید بہت محظوظ ہوئے اور بیت کو حفظ کرلی ۔ جرأت نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے کہ درخت زمین گیر کو خراماں کہا ۔ آپنے جواب میں فرمایا شعر کی بنا تخییل پر ہے ۔ درخت ہوا کی تحریک سے ہلتا ہے گویا خراماں کرتا ہے ۔ ایسا ہی آپنے سلمان ساوجی کا شعر بھی تائیداً بیان کیا ؎

سرو از صبا گردد چنان تا چون قد یاران شد ہر چند بیجز اندامان سرو خراماں کی رسد

آپکے نظائر و شواہد سے تمام حاضرین مجلس خاص و مولانا جرأت خاموش ہوگئے ۔ اور آپکی معلومات و شعر فہمی کی تعریف کرنے لگے ۔ آپکی سخن دانی و سخن فہمی کا کامل اندازہ آپکی تالیفات و تصنیفات دیکھنے سے ہوتا ہے ۔ طوالت کی وجہ سے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا ۔ اگر

کوئی طالب تحقیق وشائق ہو تو آپ کی تالیفات کو دیکھے۔

تاریخ گوئی کی مہارت کا ذکر

آپ تاریخ گوئی مین فرد کامل تھے اکثر واقعات خوشی وغمی کی تاریخین موزون فرماتے تھے۔ اشعار موزون مین ایک مصراع یا نصف یا زائد مادۂ تاریخ وسن واقعہ ہوتا ہے بحساب جمل حروف ابجدی پورا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ آپکے قطعات تاریخی بیشمار ہین اگر جمع کیے جائین تو ایک کامل کتاب مفید ہو جائے۔ مین چند تاریخی قطعات ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظہ سے لطف اٹھائین۔

سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین محمد شاہ بادشاہ ہند۔ و وزیر الممالک اعتماد الدولہ قمر الدینخان بہادر و نواب میر قمر الدینخان نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر یہ ہر سہ اراکین سلطنت یکے بعد دیگرے عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے۔ آپنے باسقاط شش عدد تعمیۂ تاریخ کہی۔

گذشت تاریخ چون کشیدم آہ	موت شاہ و وزیر آصفجاہ

ایضاً

سہ رکن سلطنت ہند از جہان رفتند	فنا و حیف سہ دریگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ	نماند شاہ زمان با وزیر آصف دہر

تاریخ شہادت نواب ناصر جنگ بہادر مرحوم

نواب عدل گستر عالیجناب رفت	فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم زماہ محرم شہید شد	تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت

تاریخ وفات شجاع الدولہ

کرد از عالم فانی رحلت	سرور غالب صاحب صولت

گفت تاریخ این ظفر آزاد | نصرت بادشاه عالیجاه
۱۱۷۳ھ

ایضاً

شاه باٶ راپس از دو تا به کشت | کرد در انجام ودر آغاز فتح
سورنائے خامۂ تاریخش نواخت | شاه دُرّانی نموده بازه فتح
۱۱۷۴ھ

ایضاً

باٶ با فوج خود تلف شد | از دست مجاهدان قتال
تاریخ شکست فوج کفار | فرمود خرد غنیم پامال

تاریخ فتح کشمیر

کشمیر گرفت بار دیگر | سلطان احمد بزور شمشیر
فرمود زبان تیغ تاریخ | او فتح نمود بار کشمیر
۱۱۷ھ

منه تاریخ رحلت میرزا خان رسا

شیرازۂ نظم میرزا خان | هم نثر بفکر او مباهی
تاریخ وفات او خرد گفت | پیوست برحمت آلهی
۱۱۷۳ھ

منه تاریخ رحلت موسوی خان جرأت

موسوی خان کلک گهربار | آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد | کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵ھ

منه تاریخ رحلت سراج الدین علیخان آزاد

خان والاشان سراج الدین علی | شمع رونق بخش بزم گفتگو
زود رقم آزاد سال رحلتش | رحمت کامل بروح آرزو
۱۱۶۹ھ

منہ تاریخ میر محمد افضل الہ آبادی ثابت

استاد زمان کہ کرد تعلیم | اعجاز سخن بکلک صامت
تاریخ برائے رحلت او | فرمود خرد رحیل ثابت

۱۱۵۷ھ

اب میں آپکے اشعار آبدار فارسی بترتیب ردیف گزارش کرتا ہون ۔ ھو ھذا

الہی نالہ گرمی دل دیوانہ ما را | کرامت کن نہال آتشینی دانہ ما را
بدہ در دست زنگار ہوس آئینہ دل را | ز حسن خویش کن آباد حیرت خانہ ما را
کریمان را نظر بر رشتہ مہمان نمی باشد | مبرا از باغ بیرون سبزۂ بیگانہ ما را
درین محفل مکن از دست مردم آبریزی | تو گردش دہ برنگ آسمان پیمانہ ما را

وله

برار از تبسم اللہ تیغ خوش مقالی را | مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را
چو آن زلفے کہ بعد از شانہ کردن آبرو بندد | بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہے ہست چشم یار را با چشم گریانم | کہ دستان دوست میدارند بر بنگالی را

وله

گرچہ بے سر موز بند قفس آزاد مرا | نگشت بیرون قفس منت صیاد مرا
بلبلے دور ز گلزار بزاری میگفت | خاطر عاطر گل کاش کند یاد مرا

وله

کرد تا آشنا رفتن محمل جانان ما | چون جرس سینہ می غلطد دل نالان ما
مزاج کم کسے را الفت اول بجا ماند | برو در ہیکسی سنجیدہ ام بسیار یاران را

وله

بے وفا نشستہ خود بیشہ نیست دیدار شما | میفروشد خویش را اول خریدار شما
منکہ باشم تا شوم در بزم والا بار یاب | میکنم سر را فدا برپائے دیوار شما

وله

سفیدی آمدہ بیوقت زلف پرخم را | ببین بچشم حقارت بلائے رقم را
اسیر دام دو مشوق می شود رسوا | برآورد ز چمن آفتاب شبنم را

کردم علاج درد دل خود ز درد دل　　از می توان شکست خمار شراب را
در وصل بیقراری عاشق نمی رود　　دارم گواه خویش گل آفتاب را

وله

ز خود گذشتم و در عالم دگر رفتم　　مریض عشقم و تبدیل می کنم جا را
دو چشم او دل آزاد را ز پا فکند　　دو ناتوان زده بر خاک یک توانا را

وله

با سرو سرو کار ندارد بصر ما　　خاک قدم یار بود در نظر ما
واللہ که ما طاقت پرواز نداریم　　صیاد چرا می شکند بال و پر ما

وله

ای مصور از تو آید اینقدر تدبیر ما　　با شبیه آن پری پیکر مکش تصویر ما
التماس آشنایان را مفگن بر زمین　　قابل گوش تو باشد گوهر تقریر ما

وله

ساقی ما جا بیجا مید هد پیمانه را　　یا الهی هوش ده این قاسم دیوانه را

وله

می داد چشم یار دل زخم دیده را　　داند که نافع ست جراحت رسیده را
خطش دمید و وحشی دل را اسیر کرد　　تو چاکری گرفت غزال رمیده را
پیری رسید بر در طاعت مقیم شو　　ضایع مساز حلقهٔ قد خمیده را
نازم به صاحبی که سراپا مروت ست　　آزاد کرد پیر غلام خریده را

وله

با گل پیام گفت ز برگ گیاه ما　　شاباش بر نسیم سفارت پناه ما
تسخیر دل نمود بطوریکه واه واه　　هرچند خورد سال بود بادشاه ما

وله

همچو گل رنگین لباس صلح کل پوشیده ایم　　تار و پود شعله و آب ست در دامان ما

وله

با توانا نیست روزیا توان روشن شود　　گر کتان را فکنی در آفتاب ماهتاب

وله

بادشاها خاطر آزاد را آباد کن　　تنگ سلطان ست ز اقلیم و شهر خراب

وله

دست طلب بعنبر و گوهر کشیدنی است　　یکبار طره و سخن او شنیدنی ست

بی فیض قابل دم تیغ اجل بود ... شاخی که برگ و بار ندارد بریدنی ست

وله

نامه را در پیش پای قاصد افگندن بسی سنجاست ... خاکساری اثرها دارد وصول مدعاست

گفتم آن یار که باشد شمع این محفل کجاست ... آمد آواز که در دل جوی گفتم دل کجاست

بیا که چون گهرم بنو چشم تر باقی ست ... تمام خشک شدم لیکن اینقدر باقی ست

توان رساند به بالین حضرت صیاد ... ز مرغ بسمل و مشت بال و پر باقی ست

وله

دل با علو همت خود از جهان گذشت ... بر پشت این براق ز ته آسمان گذشت

با من نسیم صبح حدیث صحیح گفت ... بیمار شد کسیکه برین گلستان گذشت

وله

در هجر از خرابی احوال ما مپرس ... یعنی که در قلمرو ما پادشاه نیست

وله

دست هوس مزن کمر یار نازکست ... شوخی مکن چو آبله کین کار نازکست

دل از غبار خاطر خویش شکسته ... این شیشه لطیف چه مقدار نازکست

ای باد صبح مرضی او دیده عرض کن ... پیغام من که نازک و بسیار نازکست

وله

بوده آهوی صیاد شناس ... دام در راه تو چیدیم عبث

وله

شراب خورده ز میخانه شد روان کج کج ... کلاه گوشه بسر حرف زو زبان کج کج

وله

معاشران سبب پیچ و تاب می پرسند ... ندیده اند مگر زلف جابجا کج کج

وله

خوش قدان ساغر بکف چو شاخ گل استاده اند ... شاید از دست کسی آن گلستان گیرد قدح

کسی چه رنگ اقامت درین زمین نبرد ... نشد ز آبله خار این بیابان سرخ

سپهر پایه دولت تبلیغ رو بخشند ... رخ محیط نماید ز شاخ مرجان سرخ

عمری بسوی عمکده ما گذر نکرد ... روزیکه کرد زود گذشت و خبر نکرد

با آنکه صبح و شام ازین راه میرود ... یکبار جوی گور غریبان نظر نکرد

در بزم دوش جانب ما ملتفت نشد
اینهم غنیمت است که ما را بدر نکرد

وله

خط مشکین خال رخسار ترا بر سر رسید
فوج هندوستان بتسخیر ملک عنبر رسید

پیش گل بی رتبه می گردد بهار یاسمن
قدر مفلس نیست در بزمی که صاحب زر رسید

وله

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود
نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود

وله

ساقیا امروز برقی جست باران میرسد
فکر ساغر کن که وقت عیش یاران میرسد

میتوان تا دامن صحرا باستقبال رفت
در چنین روزی که ابر از کوهساران میرسد

کیست تا بار دگر دارد عنان هوش را
با هزاران ساغر گل نو بهاران میرسد

وله

در کوی یار از دل من ناله میرود
دل نیز عنقریب بدنباله میرود

وارد شراب طرفه دهان دو چشم یار
هوشم ازین ثلاثه غساله میرود

اشکم ز بلگرام بر آید بسوی شوق
مانند رود گنگ به بنگاله میرود

وله

دلارام مرا گیسوی مشکین بر قدم افتاد
چو هندوی سیه فامی که در پای صنم افتد

وله

ابروی یار و چشم تر ما نظر کنید
ماه ربیع و آب روان را نظر کنید

سحبان باین عبارت رنگین سخن نکرد
تقریر آن دو نرگس شهلا نظر کنید

وله

نیلوفر از شگفتن شبها ادا کند
چون یار رفت دیدهٔ خود بر که وا کند

یکبار هم بطرف مزارش نمیروند
این اجر بیکسی که نکویان وفا کنند

صیاد لاابالی من صید تشنه را
در وادئی که آب ندارد رها کند

وله

عطر حسن خلق و زر وقتی که یکجا میشود
قدر صاحب دولتان چون گل دوبالا می شود

میکند طوطی سخن اما پس از آموختن
بلبل خوش دهن بی استاد گویا می شود

وله

چشم دارم که مرا گوشهٔ صحرا بخشند
را صنم کرد گدا انرا همه دنیا بخشند

دل آرام طلب عیش دو بالا خواهد
کاش در سایهٔ آن سرو مرا جا بخشند

ولہ

چه خوش شد دل بپخته مغز از دیدن این باغ میگردد
گل صد برگ را دل در جوانی داغ میگردد

این پسر سلمه الله جوان خواهد شد
هست گر ماه نوی بدر جهان خواهد شد

خورد سالی که خورد شیر پستان کرم
پدر مشفق ابنای زمان خواهد شد

گل همان به که زر خویش به بلبل بخشد
بعد چندی همه تاراج خزان خواهد شد

ولہ

صبح دیدم بدر میکده میخواری چند
ساغری چند خریدار بدستاری چند

چیست حاصل ز تماشای بیابانی چند
گر بپاییم تحمل خار مغیلانی چند

ولہ

نگار ما دل شب در نظر نمی آید
که جز بشام و سحر زهره بر نمی آید

وداع کرد جهان را مگر نسیم علیل
که ماتبیت ز جانان خبر نمی آید

بود ضرور شعور هزا جدا انها
تقرب امرا از هنر نمی آید

ولہ

دل از شنیدن پیغام آشنا شگفد
که غنچه از مدد حضرت صبا شگفد

زگرمجوشی آن آفتاب دل وا شد
چو آن گلی که بهنگام استوا شگفد

منم شهید حنا بند قاتل آزاد
همیشه بر سر خاکم گل حنا شگفد

ولہ

شیشهٔ نازک ز سنگ خارا پیدا می شود
گاه می باشد که دهقان زاده میرزا می شود

همچو صیادی که فی را وصل سازد در شکار
کار ظالم از تهی مغزان دو بالا می شود

ولہ

عمر همیشه نقد نصیب شراره شد
نخواه تا به نسیه عمر دوباره شد

ولہ

نگاه نرگس خوابیده ات ز جان نافذ
خدنگ ناز تو تا جسته از نشان نافذ

بلا بود مرض شکری که چشم ترست
که شد بچشم زدن در دل جهان نافذ

ولہ

زن بود در زبان هندی نار
وقنا ربنا عذاب النار

می شکند گلستان طرف کلاه از غرور | چشم نمائی تو هست نرگس شوخ از غرور

وله

دل عنان گرداند از یار کهن سوی دگر | قبله را تحویل کرد از طاق ابروی دگر

علاج خسته دلان کرده خنده لب یار | ز ریگ دنار برآید مراد صد بیمار

وله

رو بدرگاه الهی چه نمائی فردا | به که خود فوت شوی پیشتر از فوت نماز

همچو زلفی که رسد تا کمر صاحب ناز | می کشد تا بقدم سلسله عمر دراز

مژگان بدور مردم چشم سیاه او | استاده کرد کعبه مدور صف نماز

وله

آتش زدیم پیکر خود از داغ خویش | تا سوختیم پیکر خود از چراغ خویش

فردوس را ز داغ چو طاوس کرده ام | گل گل شگفته ز تماشای باغ خویش

وله

وصلی که زلف نگاری بود شبستانش | ز شاه هند فزون است شوکت شبستانش

کجا نصیب که چینم گلی ز بستانش | غنیمت است مرا نکهت گلستانش

من از خزانه او گوهری نمیخواهم | نمی بس است مرا از سحاب نیسانش

مرا ز خدمت آن طفل آرزو این است | که خاکروب شوم بر در دبستانش

وله

بقربانت روم پایت ببوسم مرحبا ای دل | که می آئی ز سیر لیلة المعراج گیسویش

چه واقع شد که اکنون نقش پای او نمی بینم | خوشا وقتیکه بالین سر من بود زانویش

بسکه شوخ است پنهان در سینه حال او | نمی تواند کرد بر رخسار آتش فام رقص

صهبا خوش است وقت بهاران علی الخصوص | در حالت ترشح باران علی الخصوص

هنگامهای میکده بسیار دلرباست | انداز رقص بادکشان علی الخصوص

یاران نیازمندی من در جناب او | گردند عرض آئینه داران علی الخصوص

رسم ادب بحلقه مخلص نگاه دار | در بارگاه کوه وقاران علی الخصوص

مشہدی اسکے ہین۔ نسب کا سلسلہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے پہنچتا ہے آپکی جد اعلی مشہد مقدس سے ملک دکن مین وارد ہوئے۔ گلبرگہ مین اقامت گزین ہوے۔ آپکے احفاد مین شاہ ابراہیم مصطفی حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسودراز کے ماموں تہے۔ شاہ نور اللہ جو شاہ ابراہیم کے اولاد مین سے تہے۔ نواب سعادت خان کے زمانہ مین شہر ارکاٹ مین سکونت پذیر ہوے۔ شاہ نور اللہ سید ابراہیم بینش کے جد حقیقی ہین۔ شاہ صاحب نواب والاجاہ کی عنایت و مرحمت کی وجہ سے مدراس مین سکونت پذیر ہوے۔ سنہ ۱۲۲۶ ہجری مین بینش کی ولادت شہر مدراس مین واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد علماء مدراس سے کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل کین۔ تحصیل کے بعد شعرگوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ اولا والد ماجد و برادر سے مشق سخن کرتے رہے۔ ثانیا مولوی واقف سے مستفید ہوئے۔ ذکی الطبع و صحیح الفکر و خوش تقریر و حاضر جوابی مین بے مثل۔ شعر و شاعری مین بے بدل تہا۔ حیدرآباد مین مدت تک مقیم رہا۔ پہر مدراس مین پہنچا مشاعرہ اعظم مین شریک ہوا۔ شعراء معاصرین سے خوب مناظرہ و معارضہ کرتا رہا۔ آخر سنہ ۱۲۶۵ ہجری مین مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ راہ مین بہت سی تکلیفین اٹھائین آخر فائز المرام ہوا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوا۔ ایک سال کے بعد وطن مالوفہ مین مراجعت کی۔ چند مدت کے بعد وطن مین مسافر عدم ہوا۔ وفات کا سن کسی تذکرہ نویس نے نہین لکہا۔

من اشعارہ الفارسی

نتوان یافت جز بکوچۂ یار — دل از خود رمیدہ ما را
آثار عشق سبز خطان جلوہ میکند — از سبزہ دمیدہ خاک مزار ما

نشأ باده این بزم خمار آمود است	وله	سر بسر در پئے ہر سو زپالست اینجا
دلم از زلف بتان ربط نهان پیدا کرد	وله	دانه سبحه کند رشته زنار طلب
خط شعاع نیست که از پنجه جنون	وله	گشته است تار تار گریبان آفتاب
چشم گهر اشک فشاند نقد بینش	وله	گر پیک صبا زان گل رعنا خبر آرد
از وطن آواره گردید از نظر افتاده	وله	برق عالم سوز حسنش سوخت تا ما وانمود
نغز و چسان بگوئی نواز ضعف پا از دل	وله	باشند همیشه آه رسا یم بعصائی دل
گر خاک شوم پائے حنا بست تو بوسم	وله	ور سرمه شوم چشم سیه مست تو بوسم
روز افزون حسن تو یا ماه یا آزار من	وله	گرم تر خوی تو یا خورشید یا بازار من
آستین پرشکن یا زلف یا پیش نیم		دست شه گوهر فشان یا ابر یا افکار من
خال مشکین طرف چشم بلا انگیز بش	وله	مست افتاده سیاهی بدر میکده
بینش بهر و لیکه صفا موج می زند	وله	ما یاب گوهر بست بیا ز ار زندگی
هر دم از رنگ گل عارضان غنچه دهن	وله	بینوا گل کند اکنون بجهالم چمنی

بہار ـ سید علی مدراسی

بہار تخلص ـ سید علی نام ـ آپ سید عبد الحق مذہباً حنفی مشرباً قادری مولداً مدراسی کے فرزند ہین تیس تیئیس برس کی عمر ہے ـ جوان صالح و مستعد طالب علم ہین ـ فارسی و اردو دونون مین شعر کہتے ہین ـ اوائل مین سید صادق حسین شریف مدراسی سے مشق سخن کرتے رہے ـ اور آخر مین منشی امیر احمد امیر لکھنوی کے شاگرد ہوے صاحب دیوان ہین کلام شیرین و رنگین ہے ـ

من اشعاره الهندی

نیم بسمل مرے قاتل نے مجھے چھوڑ دیا
عکس سے آئینہ مین اوس نے بگڑ کر پوچھا
سختیان بعد فنا بھی ہی باقی ہین بہار
آتی ہے بوئے محبت آج دود شمع سے
یہ تیری نیچی نگاہین کہہ رہی ہین صاف صاف

وله

اور آ وقت مین ٹہرا رحم کے قابل ہوکر
آپ ہی آئے ہو کیا بوسہ کے سائل ہوکر
سنگ میری چہاتی پہ حاصل ہوکر
جل بجہا تنا یہ کوئی پروانہ اس محفل مین ہے
مجہسے بڑہ کر وصل کا ارمان تیرے دل مین ہے

بلیغ - محمد غریب الدین فتحپوری

بلیغ تخلص - محمد غریب الدین نام فتحپوری ہسوہ کے رہنے والے ہین - کتب عربیہ درسیہ سے فارغ التحصیل ہین - جامع معقول و منقول ہین - آپنے علم حدیث مین مولوی محمد شاہ صاحب محدث دہلوی سے سند پائی ہے - ذی استعداد و لائق ہین ہر ایک علم و فن مین لیاقت و قابلیت رکہتے ہین اور آپکو شعرگوئی مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی سے تلمذ ہے شعر خوب کہتے ہین - کلام صاف و شیرین ہوتا ہے - خوش طبع و خوش خلق ہین مدت سے حیدرآباد دکن مین وارد ہین - معلوم نہین کہ آپ کس محکمہ مین ملازم ہین - آپکی عمر قیاسا پینتیس برس کی ہوگی - بارک اللہ فی عمرہ

من اشعاره

اون کی جدائی مین ہاتھ مین جام شراب ہے
یہ بات ہے جو کہتے نہین خط کا وہ جواب
اوٹھے اگر نقاب تو باقی رہی حیا

یا جلوہ گر شفق مین فلک آفتاب ہے
ایک ایک حرف خط کا مری لاجواب ہے
بے پردگی بھی آپکی عین حجاب ہے

سر پر بلا نہ لائے لٹکا کے زلف کو | آنکھیں دکھائیگا جو مجھے پر عتاب سے
مٹی تری خراب نہ ہوگی کبھی ملیح | تو تو نہال باغ جن بو تراب ہے

بیان خواجہ حسن اللہ دہلوی

بیان تخلص - خواجہ حسن اللہ نام - آپکا اصلی وطن دلی ہے - آپنے عالم شباب مین علم و فضل کے حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق کیا طبیعت مین موزونیت خداداد تھی - موزون کرنے لگے - جناب مرزا جانجانان مظہر کے شاگرد ہوئے - استاد کی توجہ و اصلاح سے چند ہی روز مین درجہ کمال کو پہنچے - آپکا کلام شیرین و دلاویز و نمکین و شور انگیز ہوتا تہا - آپ اپنے معاصرین و اقران سے بڑھ گئے - خوش خلق و خوش سیرت تھے - ظریف الطبع لطیف المزاج تھے یاران ہم مشرب سے نہایت خوشی و خرمی سے ملتے تھے خندہ رو شگفتہ پیشانی تھے - مولانا فخرالدین اورنگ آبادی کے مرید تھے - مرشد کے عاشق تھے مرشد کے معتقد و مطیع تھے - آخر آپ دلی سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے چند مدت تک زندہ رہے پھر آخر سنہ ١٢٠٦ ہجری مین فوت ہوئے -

من اشعارہ

قفس مین بین ہائی کیلئے کیا کیا نہین کہتا | تڑپتا ہون پھڑکتا ہون کوئی پروا نہین کرتا

ولہ

کہتا نہین مین عرش پہ اے نالہ جا پہنچ | کانون تلک تو اوسکے تو اے نارسا پہنچ

ولہ

باتون مین آہ کٹی لگا یارسی بیان | رکہتا تہا کان تک مری فریاد کیطرف
ہوویگا ذوق حسرت دیدار مین خلل | شیرین گذر نہ کیجیو فرہاد کی طرف

ولہ

جادو تہی کہ سحر تہی بلا تہی | ظالم یہہ تیری نگاہ کیا تہی

مت آئیو اسے وعدہ فراموش تو اب بہی | ولہ | جسطرح کٹا روز گذر جائیگی شب بہی

بیان کون ہے اہتلاک پوچہتے ہو | ولہ | تغافل کے قربان تجاہل کے صدقے

وصل کی شب کا ماجرا کیا کہون تجہہ سے ہمنشین | ولہ | شام سے لیکے صبح تک وہی نہین نہین رہی

بندہ میر محمد میر اورنگ آبادی

بندہ تخلص۔ میر محمد میر نام۔ سید صحیح النسب شریف الحسب ہین۔ اصلی وطن اورنگ آباد دکن ہے۔ آپ فارسی وعربی مین ذی استعداد طالب علم تہے۔ زبان ریختہ مین نہایت نزاکت ولطافت سے کلام موزون فرماتے تہے چند مثنویان ہندی زبان مین ارباب دل کی تعریف وتوصیف مین تالیف کین۔ لچہمی نرائن صاحب کے دوستون مین سے ہین۔ صاحب چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ میر صاحب ابتدا مین میر تخلص کرتے تہے جب مجہہ سے ملاقات ہوئی تو مین نے کہا کہ میر تقی میر تخلص آپکے ہمنام وتخلص ہند مین موجود ہین میرے نزدیک اشتراک تخلص خوب نہین آپنے میری بات قبول کی اوسیروز سے بندہ تخلص فرمایا انتہی کلامہ آپ حرف گیرون کے بیان مین ایک مثنوی لکہی ہے۔ ہم مثنوی کے چند اشعار لکہتے ہین ہو ہذہ

مثنوی

سنو نکتہ چینون کا مجہسے بیان | کہ اون کی حقیقت ہے اُنپر عیان

کسیکا اگر شعر ہے خوب صاف | ولیکن وہ کہتے زراہ خلاف

کہ اس شعر مین کچہہ نہین بندوبست | ہر اک جائے پر بحر مین ہے شکست

کسی کا ہے مضمون اگر بہترین | یہہ کہتے ہین وہ سارے زراہ کین

یہ مضمون مدت سے ہیگا قدیم | کہ اسکو کہا ہے اسیر و کلیم

کسی نے اگر تازہ مضمون پڑھا | کہ جس کے معانی ہے بس بے بہا
یوں کہتے ہیں وہ نکتہ چیں از حسد | یہ مضمون کسی سے نہیں ہے سند

شعر
سرو شمشاد ہو گئی حیران | جب چمن میں ترا خرام ہوا

بیان ۔ آقا مہدی اصفہانی

بیان تخلص ۔ آقا مہدی نام ۔ ابو طالب کلیم کا ہمشیرہ زادہ ہے ۔ ہمدانی المولد اصفہانی المنشا ہے نشو و نما کے بعد اصفہان میں علوم و فنون میں استعداد وافی و مہارت کافی حاصل کی ۔ جامع علوم و فواضل تھا ۔ تحریر و تقریر میں بے نظیر ذہین خوش مزاج و حلیم تھا ظریف الطبع و لطیف الوضع تھا تکبر و غرور سے نفور صاحب عزت غیور تھا ۔ شاعری میں استادانہ کلام شستہ و سنجیدہ کہتا تھا ۔ عالمگیری زمانہ میں وطن سے ہند میں وارد ہوا ۔ دلی و لاہور و آگرہ میں چند مدت تک بسر کرتا رہا آخر گولکنڈہ دکن میں آیا اوسوقت عبداللہ قطب شاہ زندہ تھا ۔ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہو کے منصب مناسب سے سرفراز ہوا ۔ اُسوقت گولکنڈہ دکن میں وبا کی بیماری پیدا ہوئی ۔ اکثر خلائق اس مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے بیان بہی اسی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوا ۔ یہ واقعہ سنہ [illegible] ہجری کے آخر میں واقع ہوا ۔ صاحب ریاض الشعرا اور صاحب تذکرہ کے بیان صاحب ترجمہ کے حال میں اختلاف کرتے ہیں ۔ صاحب ریاض الشعرا کا قول فقیر مولف کے موافق ہے ۔ اور صاحب تذکرہ بی نظیر کہتے ہیں کہ بیان اولاً وطن سے کشمیر میں وارد ہوا اور وہاں سے چند روز کے بعد سنہ [illegible] کے آخر میں وطن کی طرف مراجعت کا ارادہ کیا

کشتی مین سوار ہوا کشتی کو آگ لگ گئی آگ و دریا مین حریق و غریق ہو گیا

من اشعارہ الفارسی

شب خانہ بست و دل خلقی ز کف افزیرد
بیابان خاک ہست گرد پو عمر بست
خدنگت بہر عمر وا میگذارد
گذشت تیر جانان را بلا کم
ازان خار سر را ہم یکو بیت

ولہ

خوب رستی آن بت بیداد گر و اکردہ است
بزیر پا نگاہے میتوان کرد

ولہ

اگر در سینہ ام جا میگذارد
کہ پیکان را بدل وا می گذارد

ولہ

کہ آنجا مدعی پا میگذارد

بیجان ۔ لالہ جیکشن داس اورنگ آبادی

بیجان تخلص ۔ لالہ جیکشن داس نام آپکا وطن اورنگ آباد ہے ۔ آپ نواب صلابت جنگ بہادر کی دارالانشا مین تہے ۔ منشی خوش تحریر ۔ اور خوشنویسی مین جواہر قلم ۔ شعر گوئی ریختہ کا فریفتہ تہا ۔ اور شاہ سراج اورنگ آبادی کی خدمت مین کلام کی اصلاح لیتا تہا ۔ مضامین نازک و معانی لطیف کو موزون کرتا تہا ۔ خوش خلق نیک سیرت درویش دوست و صوفی مشرب تہا ۔ لچھمی نرائن چمنستان شعرا مین نقل کرتے ہین کہ ایکروز مجہسے شاہ سراج نے نقل کی کہ جیکشن نواب صلابت جنگ کے لشکر جانے کے لئے تیار ہو کر میرے پاس رخصت کے لئے آیا اور ایک شعر تازہ جو کہا تہا پڑہا اور اصلاح کا خواہان ہوا شعر یہ ہے

ترہی یاد کر سے یون عدم مین ملگیا بیجان ✤ کہ قالب بہی نہ پاوے
گو کوئی اُسکا کفن کہوے ✤ حاصل کلام رخصت ہو کر چلا گیا اتنا اُسکا

بتاؤ نشان نہین انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

نگہ کی جوت پتلی کی نین سے نمایان ہے		اندہاری رات مین بجلی ہی چمکی ہی خدا حافظ
یار مہندی بھری ہاتون سی اگر ہوی طبیب	ولہ	نشاخ نبض دل بیمار سے مرجان بہولے
قید مین عاشق اگر یاد کرے گلرو کو		وہان کی زنجیر کے والے سے گلستان بہولے
باغ مین کرے نرگس عرض حال اگر اپنا	ولہ	آنکہہ کے اشارت سے تب جواب دیتا ہے
کیون نہ حاصل ہوئی خوشی جگمین		دل بیجان مین جان آیا ہے

باقی - راجہ گردہاری پرشاد حیدرآبادی

باقی تخلص - راجہ گردہاری پرشاد نام بنسی راجہ عرف ہے۔ آپکے بزرگونکا اصلی وطن چہپرا ہوا ہے۔ آپکے جد اعلیٰ آصفجاہی زمانہ مین وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے۔ بندگانعالی سرکار نظام کی قدردانی سے خدمات جلیلہ پر مامور ہوئے۔ ہر ایک خدمت مفوضہ کا کام دیانت داری امانت سے انجام دیتے رہے۔ امانت و دیانت وقتاً فوقتاً آپکی بزرگون کی ترقی کا باعث ہوتی رہی۔ آپکا خاندان ہمیشہ ترقی کے اوج پر عروج کرتا گیا۔ روز بروز عزت و آبرو بڑہتی گئی۔ فی الحال زمانہ کے امتداد سے اور خاندانی سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکی پانچ یا چہہ پشتین گذرین ہین۔ برابر آپکے بزرگ مسلسل طور پر اس ریاست مین معزز و مکرم رہے ہین۔

آپکی ولادت باسعادت اسی شہر فیض بہر مین ہوئی۔ نشو و نما بھی یہین کی آب و ہوا مین ہوا۔ ابتدائے تعلیم و تربیت کے بعد آپنے شروع شباب مین علماء حیدرآباد سے کتب درسیہ

فارسیہ کی تحصیل کی۔ اور عربی مین مختصرات نحو و صرف کو حاصل کیں۔ انشا پردازی و عبارت نویسی مین منشی بیبدل ہوئے۔ فن حساب سیاق مین جو آپکا موروثی ہی محاسب بے مثل ہوئے۔ طبیعت مین چستی و چالاکی موجزن۔ اور طبیعت مین شوخی و بیباکی شعلہ زن تہی۔ مزاج مین جولانی اور دماغ مین سنجیدگی کا جوش۔ اور قوت ناطقہ مین تازگی اور خیال مین نازک خیالی کا خروش تہا۔ طرفہ یہہ ہے کہ شباب کا عالم ہر رگ و ریشہ تازہ دم تہا ایسے زمانہ رشک بہار مین آپکو سخن سنجی و شعرگوئی کا شوق دل مین پیدا ہوا۔ تلاش مضامین کا ذوق ہویدا ہوا۔ آپنے اکثر استادون کے دواوین فارسی و اردو جمع کئے۔ اور ہر ایک دیوان کو ابتدا سے انتہا تک خوض و غور و فکر سے ملاحظہ کیا۔ مواد و اسباب ہر قسم کا حافظہ کے خزانہ مین موجود تہا۔ دواوین کا دیکہنا کیا تہا کہ آپ دیوانہ و مستانہ بنگئے۔ جوش دل سے تازہ تازہ مضامین شگفتہ معانی کے ساتہہ موزون کرنے لگے۔ سننے والون کو آپکے کلام سے حیرت ہوتی تہی۔ اور اکثر کثرت تعجب سے عالم سکتہ مین محو ہوتے تہے۔ آپکا کلام دونون زبانون مین نہایت ہی شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ ہر ایک شعر لطافت و نزاکت مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ حضرت شمس الدین فیض کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

ہے فیض صاحب سے اُن استاد ۔۔۔ دکن سے جائین کیون ہندوستان ہم

آپ بظاہر امیر مگر بباطن فقیر ہین۔ فقرا دوست و غربا پرور ہین۔ آپکا کلام ہمارے اس قول کی تصدیق کا محضر ہے۔ اکثر آپکا کلام صوفیانہ ہوتا ہے ہر ایک شعر و مصرع سے توحید و وحدت عیان ہے۔ ہر ایک فقرہ و کلمہ سے انا الحق کی کیفیت نمایان ہی آپکے صوفیانہ کلام سے صوفیائے کرام کو وجد ہوا آجاتا ہے۔ آپکی رباعیات مین بہی کیفیت ہے

غزلیات مین عاشقانہ جوش و خروش ہے کہین خط و خال کی تعریف ہے۔ کہین سراپا ہے
حسن و جمال کی توصیف ہے۔ کہین شامت فراق ہے کہین لذت وصال ہے۔
اور آپ کے قصائد مدحیہ کا اور ہی رنگ ہے کہین ممدوح کی سیرت و صورت کی بہار ہے
کہین شجاعت و سخاوت کا گلزار ہے۔ کہین مضامین واقعہ کا مرقع۔ کہین لطافت و نزاکت کا
تماشا دکھایا ہے۔ غرض کہ آپ جامع الکمال ہین۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع ہین
سلیم المزاج و حلیم الخصال ہین۔ آپکی عمر قریب ستر برس کی ہو گی۔ ماشاء اللہ چشم بددور
روشن دل تازہ دماغ ہین۔ ابھی تک طبیعت مین جوانی کا ولولہ و ترقی کا حوصلہ موجود ہے
حسن اتفاق و اشفاق مین شہرۂ آفاق ہین۔ آپکو خلائق کے ساتھہ کیا خاص کیا عام
اتفاق ہے پیشتر بندگانعالی متعالی حضور پرنور کی مقرب تھے۔ رات دن مورد عنایت
و رحمت تھے۔ بعد ازان نظم جمعیت مین عہدۂ جلیلہ سررشتہ داری پر مامور ہوئے
صاحب التالیف و التصنیف تھے۔ کلیات یادگار باقی۔ کنوز التاریخ۔ دیوان بقائی
قصائد باقی۔ سیاق باقی۔ پیرایہ عروض آئینہ سخن وغیرہ ہین
آخر آپنے سنہ ۱۳۰۹ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کے طرف روانہ ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

نشیبے اے ترک ابواب طرب بر روی ما بکشا
کلہ از سر بنہ بنشین کمر واکن قبا بکشا

بہ بستان نرگس شہلا بشوخی دیدہ می بازد
تو نیز از خواب شوخ بیدار و چشم سرمہ سا بکشا

بس اے صیاد رحمی کن بہار آمد رہائی دہ
چنین تا بے قفس بند داری تا کجا بکشا

بیا و ربادہ در بند خمارم تا کجا داری
در میخانہ اے پیر مغان بہر خدا بکشا

نگہ در دست سیم از شیشہ ساغر تو اہی ساقی
سر ظل و سبو واکن خم سربستہ را بکشا

به محشر تا حساب دیگران را فرصتی باشد
تو باقی دفتر آوارهٔ خود را جدا بکشا

بنازان زلف بر بندو کاکل ازا دا بکشا
بآن بست و کشاد این خاطر وابسته را بکشا

همه فانیست الا حق زبان در بحث لا بکشا
بجز او کیست باقی چشم عبرت آشنا بکشا

به بند از نقش چشم و صنعت نقاش را بنگر
مکن صورت پرستی دیدهٔ معنی نما بکشا

تماشائے دو عالم دیدنی دارد چو آئینه
به بین از پائے تا سر دیدهٔ حیرت نما بکشا

من اشعاره الهندی

جلوہ فرما جو کبھی وہ مہ انور ہوتا
مشرف منزل خورشید میرا گھر ہوتا

بلبل آتش نفس ہون ڈر ہی کیا صیاد کا
شعلہ آواز سے پھوکون قفس فولاد کا

ولہ

ملے گا خضر کو اپنا پتا کب
روان ہین صورت ریگ روان ہم

ولہ

آگ دیتا ہون جگر کو دل سے
حق ہمسایہ ادا کرتا ہون

ولہ

شور گریہ سے زمانہ کی ہوا بدلی ہے
ہرکہ دیدۂ تر ابر سے کیا بدلی ہے

ایک گل مین بھی نہین بوے وفا باقی
اندنون گلشن عالم کی ہوا بدلی ہے

ردیف باے فارسی

پروانہ ۔ شاہ ضیاء الدین برہانپوری

پروانہ تخلص۔ شاہ ضیاء الدین نام آپکا مسقط الراس دار السرور برہانپور ہے اور آپکے بزرگان سلف اورنگ آباد آئے اور سکونت پذیر ہوئے۔ آپ بھی بزرگان سلف کے ساتھ ایام طفلگی مین آئے۔ اور اسی شہر مین نشو ونما پایا۔ اور سن شعور کو پہنچکے کتب درسیہ متداولہ اساتذہ کرام سے حاصل کین۔ اور شعر و شاعری مین حضرت آزاد بلگرامی سے

اصلاح لیتے رہے۔ آزاد کی اصلاح سے درجہ کمال کو پہنچے۔ چنانچہ میر کی خدمت میں اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا ہے ؎

پیشت اے نسیم صبح عرض مطلبی دارم رسانی حضرت آزاد را از من بمن بعی سی را

پروانہ صوفی مشرب فقیر دوست تھا۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی کا مرید و خلیفہ تھا تا بزندگی پیر اورنگ آباد میں قیام پذیر رہا۔ پیر کی رحلت کے بعد سیر و سیاحت کا عزم کیا پیر و مرشد کی قبر و مکان کی عمدہ تعمیر کی۔ تعمیر کے بعد بیدر گیا۔ اور وہان اپنے لئے ایک تکیہ تعمیر کیا۔ وہان کے حکام و اعزہ آپکی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ گل رعنا کا مؤلف لکھتا ہے ایک زمانہ میں ہم دوستان موافق یعنی میر اولاد محمد ذکا و میر عبدالقادر مہربان و میرزا عطاء ضیا۔ و شاہ پروانہ صاحب ترجمہ وغیرہم کا مجمع ہوتا تھا۔ باہم حسن صحبت و اخلاق سے لطف و حظ حاصل ہوتا تھا۔ شعر و شاعری کا مذاکرہ و مباحثہ رہتا تھا انتہی کلامہ۔ پروانہ صاحب ترجمہ ہندی فارسی دونون زبانون مین کلام موزون کرتا تھا۔ لیکن شعرگوئی ہندی کیطرف زیادہ مائل تھا۔ کبھی کبھی اعزہ و احباب کی خواہش سے فارسی بھی موزون کرتا تھا۔ دونون زبانون مین آپکا کلام رنگین خوش ادا ہے آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین بطور سیر احمدنگر مین رونق افزا ہوئے تھے۔ بمقتضائے آب و خورش چند مدت تک وہان سکونت پذیر رہے۔ اس سکونت کی وجہ سے بعض نے آپکو احمدنگری اور بعض نے بیدری لکھا۔ واقع مین آپ مولداً برہانپوری نشو و نما کی وجہ سے اورنگ آبادی تھے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکا سنہ وفات نہین لکھا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین رحلت کی۔ والعلم عنداللہ

من اشعارہ الفارسی

در جناب حق ز منتها تولائیسیم ما — بر سر غیر خدا تیغ تبرائیسیم ما
کے شناسد هستی ما چشم پوچ هر حباب — در نظرها قطره‌ایم و عین دریائیسیم ما

وله
در میان ما حجابی نیست جز پندار ما — آئینه شد حذف حاصل شاهد و مشهود ما

وله
که می فهمد بجز عشاق قدر کم نگاهی را — تغافلهای صیاد است دام مرغ ماهی را
بدست خنجر و در دست دیگر تیغ می آید — خدا حافظ دل خود داده ام طفل سپاهی را
بمن پروانهٔ دیر و حرم این حرف میگوید — که در هر شمع دیدم شعلهٔ نور آلهی را

وله
روز عید از دست خود شهود قربانی مرا — خلعت بسیار رنگین کرد ارزانی مرا
رنگ دامن کرد رسوا قاتل بیرحم را — آه گشت از خون خود حاصل پشیمانی مرا

وله
چه بخت سبز دارد هر که می بوسد دهانش را — بمن هم لطف کن یارب نصیب برگ پانش را

وله
اگرت بود بدل اینچنین که تخلصم شود یقین — پر و بال سوخته را ببین بطواف شمع لگن درا

وله
انحرافی از هوا دارد مزاج عندلیب — می توان از قرص گل کردن علاج عندلیب

وله
کیست از سلسله جویان که گرفتار تو نیست — نیست در مصر عزیزی که خریدار تو نیست

وله
سینه هم دل نگارے که وفائے دارد — باز ده آئینهٔ من که ز سر کار تو نیست
دوش پروانه با شمع خود آرائی گفت — که بجز من سببی گرمی بازار تو نیست

وله
ندارد برکف ساقی این پیاله عبث — بگرو ده ایم باو نقد جان حواله عبث

وله
پای من وقت خزان گشت بدامان محتاج — فصل گل دست جنون شد بگریبان محتاج

وله
نه از تراوش می وش شور قلقل بود — که خواند شیشه او را دخوان دعای قدح

وله
ز شمع گریه ز پروانه ماند خاکستر — آب چشم صراحی بخاک پای قدح

وله
هست در بستان اگر صحن و در و دیوار سرخ — در بیابان از کف پایم بود هر خار سرخ

وله
چون شمع مرا شعلهٔ آتش بسر افتاد / مژگان قدیم سوخته در چشم تر افتاد
وله
زند دم بوالهوس بر زخم از روی نادانی / چو شمع گشته از سوز درونم دود برخیزد
ز شوخی بسکه داری در دل من آمد و رفتی / غبارے کز تو بر خاطر نشیند زود برخیزد
وله
دیدم چون نقش مرا پرسید این مقتول کیست / دیده و دانسته نپرسیدم تجاهل می کند
وله
غنچه‌سان خوابیدگانرا کینه زخمی نهند / هوشیاران را چو شبنم دیدهٔ تر می دهند
وله
فغانم غفلت آسودگان خاک بهم زد / دل بیتاب الله الله چنین باشد
نمی ماند ز رفتن شمع گر آتش بسر بارد / رهے سالک که او را جان آگهی چنین باشد
خیالت در دل تنگم هر آنکس بیند می گوید / که تاریکی چنین یوسف چنین چاهی چنین باشد
وله
تا حال دل خود بدلارام نویسم / اے اشک دمی باش مشو دشمن کاغذ
وله
خدا بیرون آورد از گلدام آزادم نکرد / مرغ دست آموز تمکین رشته بر پایم هنوز
وله
بازبان تیغ خواهم گفت حرفت را جواب / بوالهوس از جوهر شمشیر عریانم مپرس
وله
جز دل آگه خدا را کی توانی یافتن / قبله گر میجوئی از قبله نما غافل مباش
هر بلبلے که زاغ شود هم‌نوائے او / باشد با و چو غنچه خموشی هزار فرض
می کند با سرو پا در گل به بستان خیال / گر کند قمری بآن سرو خرامان اختلاط
لاله و سنبل نگر در کوه و صحرا گرد گل / دست سودیوانه دارد با گریبان اختلاط
خیال روے تو از دل نمی شود زائل / برنگ آتش خاراست در وطن محفوظ
سوختن در محفل عشاق چون سرکرد شمع / دیده را اول ز اشک آتشین تر کرد شمع
موسم خط در بساط زلف و یکدل نماند / کهنه دولتمند یارب تو پریشان شد دریغ
جان داد و در رهش دل امیدوار حیف / آن طفل نے سوار نیامد هزار حیف

یکروز هم نگرد گذاران سیاه چشم / چشم سفید شد بره انتظار حیف

وله
ریخت هر شب شورها در دیدهٔ لیلی نمک / کرد پیدا در جهان یارب جنون ما نمک

وله
در هیچ گاه یار یک جو نمیخرند / آرد اگرچه یوسف مصری هزار دل

وله
بیاد سرو دلجوئے قیامتها کردم / چو قمری مشت خاک خویش را اندر هوا کردم
بگوش گل رسان پیغام درد آلود مشتاقان / به پشت عرض احوال خود ای باد صبا کردم

وله
نقش تصویرم سراپا انتظار کیستم / کیست داند تا مرا جز خود دوچار کیستم

وله
همین که فال شهادت گذشت در دل من / رسید خنجر عریان بدست قاتل من
عشقبازان دیدها سازند پا انداز او / رخصت تشریف فرمودن دهد گر ناز او
زکات بود فرض بر لبت امشب / که ماهِ حسن رخت صاحب نصاب شده
بآوازِ حزین در کوی او میگفت یا بوسی / زنم بر سنگ سر تا چند مالم دست افسوسے

پناہ۔ محمد پناہ اورنگ آبادی

پناہ تخلص۔ محمد پناہ نام۔ اورنگ آبادی الاصل ہے۔ پچھمی نرائن شفیق کے رفیقون مین سے تھا۔ شاعر خوش سلیقہ تھا۔ فارسی و ہندی دونو زبانون مین موزون کرتا تھا کلام پاکیزہ و صاف ہے جو کچھہ کہتا ہے خوب کہتا ہے سنہ ۱۱۸۰ الہجری مین زندہ تھا سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

من اشعار الہندی

تری زلف سیہ کی قسم ہے ای دلبر / علاج جلد مرا کر لگا ہے کالا ناگ
حسن کے دریا مین تیری حلقۂ در کی قسم / اہی دلکو مری یہہ زلف جالا ہوگیا

پنچھی نجم الدین بلگرامی نزیل حیدرآبادی

پنچھی تخلص نجم الدین نام سادات بلگرام سے ہے۔ پیشتر عاجز تخلص کرتا تہا۔ عارف الدینخان عاجز کا شہرہ سنکر بجائے عاجز پنچھی تخلص اختیار کیا۔ ۱۱۷۵ہجری مین حیدرآباد مین آیا محلہ حسینی علم حیدرآباد کے قریب سکونت اختیار کی۔ قناعت و توکل مین زندگی بسر کرتا تہا۔ مستغنی المزاج تہا کسی امیر و فقیر سے کچھہ غرض و واسطہ نہین رکہتا تہا۔ لچھمی نرائن لکہتے ہین کہ مین ۱۱۸۰ہ مین میان پنچھی سے حیدرآباد مین ملا خوش مزاج و خوش خلق پایا۔ مجہہ سے نہایت محبت سے ملے۔ طرفین مین خوشی حاصل ہوئی۔ اور مجکو اپنے چند اجزا جنمین آپکے اشعار طبع زاد مرقوم تہے عنایت کئے۔ ہم اسکے چند اشعار آبدار چمنستان شعرا سے نقل کرتے ہین۔

جناب نجم الدین صاحب نے حیدرآباد مین بلگرام کی براق کی نقل یہان حسینی علم کے قریب قائم کی۔ اتبک ہر سال ماہ محرم مین وہ براق قائم ہوتی ہے۔ اکثر اہل دکن ہار گل و چراغ چڑہاتے ہین۔ شہر مین آپکے نام سے مشہور ہے۔ لوگ پنچھی کی براق سے نامزد کرتے ہین۔ یہہ خاص میری تحقیق ہے۔ اسکو کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے نہین لکہا آپ ۱۲۰۰ہ ہجری کے قریب اسی شہر مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

کفر و اسلام کی کچھہ بات نہ پوچھو ہم مین
در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
اسقدر نادان نہین ہون مین کہ دل پاتو نکو دون

بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہین
کبہو تمنے نہین پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہین
عمر گذری ہی سجن تمہین عیارون سے بیچ

وله
ابرو کمان چڑہا کے کہنچے ہو تاب اگر کی — جی تو لیا ہمارا اب کیا کروگے لڑکے
شاید کہ آج آوے پنچھی ترا تماشا — پہڑکے ہے آنکہہ ہردم دلکو لگے ہے دہڑکے

وله
صنم بتا تو خدائیکا تجھکو کیا نہوا — ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہوا

وله
کہان آتا ہے رحم اسکو ستم کا جو مزا جانے — مری کوئی بلا جانے صیاد ظالم کی بلا جانے
چھپی نہین ہے حقیقت داغ دل ہریکی گلشن مین — وہ لالہ جانتا ہے باغبان جانے صبا جانے
تپنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا — قفس مین کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے

وله
قیامت ہے ترا گہونگٹ کے اوٹ نہین لٹک جانا — بلا انکہیان سوا انکہیان کہ ہنسکر ہٹک جانا
نئی نم سے چلی ہے ناز کی یہہ طرح دنیا مین — کہ دکہلا دور سے چہلکے نملنا اور ٹہٹک جانا

حرف التاء

تجلی ۔ محمد حسین کاشی

تجلی تخلص ۔ محمد حسین نام ۔ کاشانی المولد ہے ۔ استعداد ضروری حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق ہوا سخن سنجی و نکتہ پردازی مین عدیم المثال تہا ۔ طبیعت مین بلند پروازی تہی مضامین رنگین و معانی دلنشین کی شیرازہ بندی کرتا تہا ۔ آپکے کلام سے نزاکت نمایان ہے ہر فقرہ سے لطافت عیان ہے ۔ وطن مالوفہ سے ہند مین وارد ہوا گجرات مین سکونت اختیار کی مولانا نظیری کا معاصر تہا مشاعرہ مین مع لانا کے ساتہہ ہم طرح ہوتا تہا ۔ بطور سیاحت حیدرآباد دکن مین بہی آیا تہا اور قطب شاہیہ سلاطین سے انعام و اکرام پاکر پہر دکن سے گجرات مین مراجعت کی آخر سنہ ۱۰۲۱ ہجری مین فوت ہوا خاک گجرات مین مدفون ہوا ۔

من اشعارہ

بر جائے خدنگ تو دہد بوسہ شادی	وله	صید تو کہ آرد بسوئے زخم دہن را
تو کشی بادہ و تجلی آہ	وله	آتش آنجا بلند و دود اینجا
چہ شد کہ رخ ننمودی دین و دل بردی	وله	کہ روئے بستہ حریفان زنند قافلہ ہا
و می در بزم میخواران سخن خالی نخواہد شد	″	اگر ساغر کند دوران پس از مردن گل ما را
بر مزار ما شہیدان نے چراغ و نے گلے	″	ہر طرف پروانہ در طوفست و ہر سو بلبلے

تابع خلیفہ اسد اللہ تتوی نزیل برہانپوری

تابع تخلص۔ خلیفہ اسد اللہ نام۔ آپکا اصلی وطن تتہ سندہ ہے۔ وہان سے شہر برہانپور مین آکے مدت تک متوطن رہے۔ پہر وہان سے بندر سورت مین پہنچے علی نواز خان جو سورت کے متصدی تہے اُن کے مصاحب ہوے۔ تا مرگ معز الیہ کی خدمت مین زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر سورت مین سنہ ۱۱۹۵ ہجری مین فوت ہوئے۔ شعر گوئی کے عاشق و شائق تہے۔ کبہی کبہی موزون کرتے تہے۔ دو شعر آپکے طبعزاد ہمکو تذکرہ مردم دیدہ سے ملے ہین لکہے جاتے ہین ؎

راہ سفر وصل تو تا سر نشود اے دوست — پیش از قدمم در رہ شوقت سرم افتاد
ایدل تو پرواز بر من یکدو قدم پیش — رائے بسر کوچہ آن دلبرم افتاد

تسلیم محمد قلی برہانپوری

تسلیم تخلص۔ محمد قلی نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ آپکے بزرگ ہمدانی الاصل تہے۔ آپ صوفی المشرب حنفی المذہب تہے۔ گوشہ نشین و تارک دنیا تہے زندگی آزادانہ گذارتے تہے

توکل وقناعت کا سہارا تہا ۔ رات دن زبان پر صبر وشکر کا نعرہ تہا ۔ جوش محبت وعشق الٰہی مین جگر پارہ پارہ تہا ۔ دل شیفتہ مجنون کی طرح جنگل وصحرا مین آوارہ تہا ۔ نواب منورخان خویشگی المتوفی ۱۱۵۶ہجری آپکے معتقد تہے ہمیشہ آپکی خبرگیری کرتے تہے تسلیم نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے زمانہ مین زندہ تہے ۔ نواب شہید کی شہادت کے بعد برہانپور مین فوت ہوئے ۔ تقریباً ۱۱۶۹ہجری مین وفات واقع ہوئی ۔

سخنوری وسخن گوئی مین لائق تہے ہمعصرون مین فائق تہے ذی علم وفہم تہے آپکے اشعار دلکش ودلاویز ۔ شورانگیز وشکر ریز ہین ۔ صاحب دیوان تہے آپنے ایک مثنوی ایک لڑکے برہمن راؤ کی تعریف مین لکھی تہی ہم اشعار کے ساتہہ مثنوی کے بہی چند شعر گذارش کرتے ہین تاکہ ناظرین محظوظ ہووین ۔

من اشعارہ

فکر خود در فکر بالائے تو عالی کردہ ام	زان کمر باریکتر نازک خیالی کردہ ام
در فراقت نیست غیر از سرگرانی با نسیم	داغ پہلوئے تو گلہائے نہالی کردہ ام
این غزل را مصرع نواب بر کرسی نشاند	من بقدر رم درین صحرا غزالی کردہ ام
حرف حرفم خوش نگاہا برزند ناخن بدل	بسکہ تعریف بروئے ہلالی کردہ ام

من المثنوی

کہ رساند بگوش صاحب دام	وحشئی تازہ اوفتادہ بدام
دل من مہر نقش روئے تو بست	گو بگو بندہ آفتاب پرست

ولہ

شعلۂ سرزدہ تسلیم رول حرف کلیم	می کشد خار درین بادیہ دامان از من

نواب نورالدینخان بہادر فوجدار سیکاکول نے ایک عرضی نواب نظام الدولہ ناصر جنگ

شہید کی خدمت مین لکہی عرضی مین جوش شوق ملازمت ظاہر کیا ہے اور عنوان نامہ پر یہہ ایک بیت تہی ؎

ہردم از شوق آستان بوسی ~~~ میشوم محو بیقراریہا

جس زمانہ مین نواب موصوف کے پاس عرضی آئی آپ اسوقت نواب شہید کے مہمان تہے - آپنے بہی اسی بیت کی طرح مین غزل لکہی - غزل یہہ ہے ؎

چہ نگارم بر بیقراریہا	بیقرارم با نتظاریہا
چہ گلہ از تغافل یار ست	چون ز خود نیست چشم پاریہا
سوخت گر بہر شمع پروانہ	شمع را بہر کیست زاریہا

تجلی - شاہ تجلی علی حیدرآبادی

تجلی تخلص - شاہ تجلی علی نام - آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے آپنے نشو و نما کے بعد عالم شباب مین علماء حیدرآباد سے کتب درسیہ عربی و فارسی تحصیل کین مستعد و لائق ہوئے - تحریر و تقریر مین فائق شمار کئے گئے - شہر مین سب لوگ کیا عام کیا خاص آپکی تعظیم و توقیر کرتے تہے - جامع علوم و فنون تہے - فن زرگری و آہنگری و نجاری مین ہوشیار تہے - اور ان فنون مین عمدہ قدرت رکہتے تہے اور تصویرکشی مین مصور بےمثل تہے - آپکے ہات کی قلمی تصویر اسطرح صاف و شفاف ہوتی تہی کہ ناظرین کو عکسی معلوم ہوتی تہی ذرہ برابر بہی فرق نہین ہوتا تہا - آپنے نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی تصویر خاکہ پر برابر قد مبارک کہینچی تہی - اور جواہر قیمتی جو بندگانعالی سے عنایت ہوے تہے اُسپر مڑہین گئے - اور اقسام اقسام کے رنگون و طرح طرح کی بیل بوٹون سے اُسکو سجایا

تیار ہونیکے بعد حضور پر نور مین پیش ہوئی - بندگان عالی و اہل دربار نے پسند فرمایا آپکو پانچہزار روپئے انعام ملا - آپ فن خطاطی مین بہی اُستاد کامل تہے - انواع انواع کے خطوط لکہتے تہے - آپنے اس فن مین حضرت شاہ معین تجلی قدس سرہ ایرانی سے جو شہر حیدرآباد مین نزیل تہے کمال حاصل کیا - اور آپ درویشی مین شاہ صاحب موصوف کے مرید و خلیفہ تہے - حسن ارادت کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے تہے - آپکے مرشد اسی شہر مین فوت ہوئے - اولاً آپکو بیرون دروازہ علی آباد مدفون کیا - آپ نے چار مہینہ کے بعد محمد خلیل اللہ خان کو جو آپکے مرید خاص و بندگان عالی حضور آصفجاہ ثانی کے اُستاذزادے تہے خواب مین خبر دی کہ مجھکو غصبی زمین سے نکالو دوسرے مقام مین دفن کرو خان موصوف اُسیوقت قریب نصف شب سو دو سو ملازم سپاہیان ہمراہ لیکر قبر پر حاضر ہوے اور قبر کو کہولا سب نے دیکہا کہ نعش مبارک مع کفن بجنسہ موجود ہے - سڑی نہ گلی - گویا آج ہی کی میت تازہ ہے - اُسیوقت نعش کو پلنگ پر ڈالکر اپنے دولتخانہ پر جو یاقوت پورہ مین تہا لیگئے اور اپنے خاص باغ مین مدفون کیا -

آپ شعر گوئی و تاریخ دانی مین عدیم المثال تہے - صاحب تالیف و تصنیف تہے - فارسی مین ناظم و ناثر کامل تہے - اہل زبان کے ساتہہ فارسی مین اسطرح مکالمہ کرتے تہے کہ اہل زبان آپکی تقریر و لہجہ کو دیکہکر کہتے تہے کہ یہہ شخص ہندی نژاد نہین ہے ضرور فارسی الاصل ہوگا خوش گفتار و خوش کردار تہے - ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ کے سامنے کسر نفسی سے جہکے جاتے تہے - نہایت عاجزی و خاکساری سے ملتے تہے - شاعری مین خوش مذاق و ظریف تہے تازہ تازہ مضامین کو بیان کے سانچے مین ڈہالتے تہے - معانی رنگین و شیرین بیانی کا فوٹو کہینچتے تہے - آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین شعر کہتے تہے - کلام سے لطافت

ونزاکت ٹپکتی تہی ۔ سامعین لذت وحلاوت پاتے تہے ۔ ہم آپکے کلام سے ذیل مین ہدیۂ ناظرین کرتے ہین ۔

آپ کو بسبب جامع الفنون والعلوم ہونیکی وجہ سے حضور پرنور آصفجاہ ثانی ۔ و اعظم الامرا ارسطو جاہ و نواب شمس الامرا بہادر ہر وقت یاد فرماتے تہے ۔ آپنے روزانہ اوقات تقسیم کر دئے تہے ۔ ہر ایک مقام مین وقت معینہ پر حاضر ہوتے تہے ۔ اور آپکو ہزارہا روپئے اور خلعتین عنایت کرتے تہے ۔ آپ حقیقت مین فقیر امیر تہے آپنے "تزک آصفیہ" تالیف کر کے اعظم الامرا ارسطو جاہ کے توسل سے بندگان عالی آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیش کی ۔ حضور کے پسند ہوئی ۔ ارسطو جاہ نے امراء ریاست سے نقد پچاس ہزار روپیہ لوایا اور حضرت بندگان عالی شاہ تجلی کی لڑکی کی شادی مین اون کے مکان پر رونق افزا ہوئے اُسروز پچاس ہزار زر نقد کا سلوک فرمایا گویا یہہ صلہ تزک آصفیہ کا تہا ۔ راجہ راجندر رکہو تم راو پیشکار سرکار عالی نے تزک آصفیہ کو با تصویر نستعلیق خط مین لکہوایا ۔ اور اُسکی جداول طلائی ۔ اور رنگ آمیزی تصاویر مین تین ہزار روپئے خرچ کئے ۔ تیاری کے بعد حضوری کتبخانہ مین داخل کیگئی صاحب گلزار آصفی لکہتا ہے کہ ابتک حضوری کتبخانہ مین موجود ہے ۔ صاحب گلزار آصفی بزمانہ حضرت بندگانعالی ناصر الدولہ مرحوم زندہ تہا سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین کتاب کو تالیف کیا ۔ مین یقین کرتا ہون کہ فی الحال بہی حضوری کتبخانہ مین نسخہ مذکورہ موجود ہوگا سروار الملک کہانسی میان شاہ تجلی علی سے بہت محبت اتحاد رکہتے تہے ۔ شاہ صاحب کے ساتہہ عزیزانہ و برادرانہ سلوک کرتے تہے ۔ معلوم ہوتا تہا باہم یکدگر قرابتدار قریبہ ہین ۔ واہ رے حسن محبت و اتفاق ۔ فی زمانہ باپ بیٹون مین محبت و اخلاص عجیب معلوم ہوتا ہے یہی بدبختی و پہٹکار ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہین ۔

شاہ تجلی آخر سنہ ۱۲۱۵ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون
آپکے خلف الصدق مرزا محمد متخلص بمرزا یادگار تہے - مرحوم الیہ پیر مومن کے
دائرہ مین مدفون ہوئے -

من نتائج طبعہ

تاریخ فیروزی سریرنگ پٹن

مشیر الملک از تائید حیدر
بہمراہ سکندر جاہ غازی
خرد تاریخ این سال نکو گفت
شاہ دین پرور سلیمان حشمت و آصف لقب
چشم امید جہان روشن ز گرد راہ او
مینو و غلطان بچون لعل گران از اشک او
خاک راہ زر گہش در بوئہ چشم ہوس
سینہ میگرد دو راندو دو اگر ز نشاط
بہر دفع چشم حاسد میکند ورد دعا

ولہ

باسم اعظم و عقل ارسطو
روان شد از پئے تنبیہ بد خو
بدست آمد سرنگ پٹن و ٹیپو
ماہ اوج سلطنت عالی نسب والا حسب
یک نگاہ فیض عامش جاہ و عزت را سبب
گر گہر پاشی کند وقت تکلم از دو لب
می سزد گر میکند فغفور چین کسب نسب
میکشا یا ہر کہ پیش بابش دست طلب
انس جان صبح و مسا و ہم ملک در روز و شب

حرف الثاء مثلثہ

ثاقب - محمد احسان اسد خان بدایونی

ثاقب تخلص - محمد احسان اسد خان نام - مولوی نصر اسد خان بہادر صدر الصدور
آگرہ کے فرزند ہین - آپکا اصلی وطن بدایون ہے - آپنے عربی فارسی و انگریزی مدارس

انگریزی مین تحصیل کی - مدراس کے سند یافتہ ہین فہیم و ذہین ہین - موزون الطبع وخوش فکر ہین - شعرگوئی شروع کی متفرق استادون سے مشق کرتے رہے - اولاً حافظ خان محمد خان نزیل بہوپال سے - ثانیاً محمد محسن کاکوری سے - ثالثاً مولوی فضل رب عرشی نزیل حیدرآباد سے اصلاح لیتے رہے - اوستادون کی توجہ سے شاعر ہوگئے - کلام پاکیزہ وشائستہ ہوتا ہے - فارسی اردو دونون زبان مین کہتے ہین -

من اشعارہ الفارسی

ہشدار اے سپہر کہ شست کمان من
دردا کہ نماندہ است درو جز نفسے چند
زو دست کہ جا گرم کنم بر سر شاخش
ناصح چہ و زاہد کہ و کے آمد و کے رفت

وله

تیر فغان و ناوک آہ رسا گرفت
بشنو زلب کشتۂ خود ملتمسے چند
المنۃ للہ کہ شکستم قفسے چند
مارا چہ چیز ازین گاو خسے چند

من اشعارہ الہندی

تیری نمود ہے کہ ہر ذرہ سے عیان
اک لطف ہے شراب ہے ساقی ہے شوخ و شنگ

جلوہ ہے تیرا ہر رگ سنگ و شرار مین
ثاقب سا ہمنشین ہے روز بہار مین

حرف الجیم

جانی - میرزا جانی ترخانی

جانی تخلص - میرزا جانی نام - ساکن بہکر ہے - قبیلہ ترخانیان سے تہا - اسکا جد میرزا عیسی خان المتوفی سنہ ۹۷۵ ہجری بہکر من اعمال سندھ کا بادشاہ تہا - اسکے بعد محمد باقی میرزا پدر میرزا جانی قائم مقام ہوا - اور اکبر بادشاہ کا تابع تہا - ہمیشہ فیمابین

از گلِ رعنا

سلطان محمود بھکری بادشاہ سابق و محمد باقی میرزا کبھی جنگ کبھی صلح کا سلسلہ جاری رہتا تہا۔ آخر سنہ ۹۸۲ ہجری مین اکبر بادشاہ نے محب علیخان کو بھکر کی تسخیر کیلئے بہیجا۔ انہین ایام مین سلطان محمود بھکری فوت ہوا۔ اور بھکر اکبری تصرف مین آیا۔ اور بعد ازان محمد باقی بہی سنہ ۹۹۳ ہجری مین فوت ہوا۔ اور میرزا جانی صاحب تتمہ باپ کی جگہ قائم ہوا۔ اور حکمرانی کرنے لگا۔ پہر اکبر بادشاہ نے خانخانان عبدالرحیم کو تتہ کی تسخیر کے لئے سنہ ۹۹۹ ہجری مین روانہ کیا۔ اولاً میرزا جانی اکبر سے خلاف کرتا رہا۔ اور مقابلہ کے لئے مستعد و قائم رہتا تہا۔ آخر عاجز ہوا۔ اور خانخانان سے ملاقات کی اور سنہ ۱۰۰۱ ہجری مین خانخانان کے ہمراہ درگاہ اکبری مین حاضر ہوا۔ اور امرا کے زمرہ مین شریک ہوا۔ اکبر نے تتہ کو اسکی جاگیر مین مقرر کیا۔ انہین ایام مین بادشاہ اسیر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا میرزا جانی بہی ہمرکاب برہانپور مین آیا۔ اور وہان سنہ ۱۰۰۸ ہجری مین فوت ہوا۔ تاریخ طاہری مین لکہا ہے کہ بہادر پورہ مین فوت ہوا اور وہین دفن کیا گیا۔ موزون الطبع تہا۔ شعر گوئی کرتا تہا۔

من کلامہ

عشقی خواہم کہ از خودی پاک کند — آب مژہ کہ دہر نمناک کند
پاسے کہ بیابان امل را سپرد — دستی کہ گریبان ہوس چاک کند

جرأت ۔ میر محمد ہاشم

جرأت تخلص ۔ میر محمد ہاشم نام ۔ موسوی خان خطاب ۔ اورنگ آبادی المولد ہین آپکے نسب کا سلسلہ بیس واسطہ سے امام ہفتم سے ملتا ہے ۔ ابتدا مین آپکے جد سید علی

زمین گیلان سے ہند میں وارد ہوئے۔ اور آپکے والد میر محمد شفیع بھی ہمراہ تھے۔ علوم و فنون میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ عالمگیری زمانہ تھا علم و فضل کا بازار گرم تھا جد و والد بادشاہی ملازم ہوئے۔ بحسب کشش آب و دانہ اورنگ آباد میں متعین ہوئے۔ اور اس شہر میں سکونت اختیار کر لی ۱۰۸۸ھ ہجری میں موسوی خان پیدا ہوئے۔ والد کے سایۂ رحمت میں تربیت و تعلیم پائی۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد امیر الامراء حسین علیخان بارہہ کی ملازمت میں پہنچکر دہارور ضلع اورنگ آباد کی قلعداری پر مامور ہوئے۔ جب ۱۱۳۱ھ ہجری میں جب دکن سے ہند کو روانہ ہوئے تب بھی موسوی خانصاحب بھی ہمرکاب ہوئے۔ دلی میں پہنچکر علماء ہمعصر مثلاً میرزا عبد القادر بیدل و میر عبد الجلیل بلگرامی وغیرہ سے ملے۔ ہر ایک سے استفادہ کیا۔ سادات بارہہ کی خرابی کے بعد حضور بندگان عالی آصفجاہ کی خدمت میں آئے غفران پناہ نے عنایت و رحمت سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ اور منصب ڈہائی ہزاری اور دار الانشا کی میر منشی گری سے سرفراز کیا۔ غفران پناہ کے انتقال کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے زمانہ میں بھی بدستور دار الانشا کی میر منشی گری پر مامور رہے منصب چار ہزاری اور معز الدولہ کے خطاب سے سربلند ہوئے۔ امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ مرحوم کے زمانہ میں بسبب ضعیفی خانہ نشین ہوئے۔ اور اپنے فرزند مستعد خان کو ۳۷ برس کی عمر میں دار الانشا کی خدمت پر قائم مقام فرمایا۔ آخر ۱۱۷۵ھ ہجری میں جہان فانی سے عالم باقی کو روانہ ہوئے۔ اورنگ آباد کے غربی جانب میں دفن کئے گئے۔ جناب میر غلام علی آزاد نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی

موسوی خان ز کلک گوہر بار	آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد	کرد جرأت وداع دنیا را ۱۱۷۵ھ

سرو آزاد و گل رعنا ۱۲

موسوی خان سخندانی و سخن سنجی و انشاپردازی و شعر فہمی مین فرید زمانہ تہا۔ اسوقت نواب آصفجاہ کے ہمراہ محمد شاہی دربار مین باریاب ہوا تہا۔ اسوقت آصفجاہ نے دربار مین بادشاہ کے حضور مین کہا کہ موسوی خان اس زمانہ کا ابوالفضل ہے میر آزاد و عبدالجلیل و مرزا عبدالقادر بیدل و خان آرزو وغیرہ کا معاصر تہا۔ آزاد اور آپ مین بہت ہی صحبت تہی۔ زمانہ دراز تک ہم صحبت رہے بایکدیگر علمی مذاکرہ رہتا تہا۔ اکثر آپسمین غزلین طرح کرتے تہے۔ اور دونون مین کہتے تہے۔ ہفتہ عشرہ مین مشاعرہ بہی ہوتا تہا۔ خوب لطف رہتا تہا۔

من اشعارہ الفارسی

یاد ابروش را کردیم نقش در دل — رسم است اینکه گیرند در دست چیکمان را

وله
تا توانی ہمعنان بوی گل دارد مرا — از نسیم صبح می جویم سراغ خویش را

وله
آنکس که بنازد بہ نسب مردہ فروش است — مائیم که باشد نسب ما حسب ما

وله
وضع ہموار است مرغوب طبائع مطمئنان — ہر که را دندان نباشد دوست دارد آش را

وله
در یاد خدا باش که کاری به ازین نیست — سیاحی دل کن که دیاری به ازین نیست

وله
بی بہار خلق شہرت با ہنر دمساز نیست — نکہت گل بی شگفتن قابل پرواز نیست

منتہای کار عشق از ابتدا روشن است — شمع را آئینہ انجام جز آغاز نیست

وله
ہوس زخم بہ مہتاب تجلی دارم — کاش عریانی من رنگ کتانی میداشت

وله
تو آن خدنگ نگاہی بسوی ما افگند — ہنوز باتن مجروح نیم جانی ہست

وله
آمد اندیشہ دنیا بطلب گاہ رہی دل — گفتم آن شیفتہ بی سرو پا حاضر نیست

وله
چون قلم مردم سخن چین را — از جہان روسیاہ باید کرد

خلق عالم گر مسافر نیستند ‌ وله ‌ خیمهٔ گردون چرا برپا بود

کاش دنیا با جوانمردی سہری پیدا کند ‌ وله ‌ بادہ است این بیوفا شاید نرے پیدا کند

شب کہ در بزم چمن طرب آمادہ بود ‌ وله ‌ دانهٔ انگور قندیل چراغ بادہ بود

قرب شاہان مجو کہ تنک مایہ می‌شود ‌ وله ‌ با آفتاب ماہ چو ہمسایہ می‌شود

فارغ از ہر دو جہان بندہ احسان توام ‌ وله ‌ سرو آزادم و پابند گلستان توام

نہ بہر آنکہ منزل دور و پا لنگ است می‌نالم ‌ وله ‌ دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می‌نالم

بسملم کردی و برمی طلبم آزردہ مشو ‌ وله ‌ میکنم رقص کہ در ذیل شہیدان توام

شد صرف سوز عشق سراپا کہ یافتم ‌ وله ‌ مانند شمع سوختنی بانی کہ یافتم

منظور از نظارہ حسنت شہادت است ‌ از فعل پاک تربیت بانی کہ یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت ‌ وله ‌ بہر این لیلی نباشد بہتر از دل محملی

پاس دل گر بتوانی داشت سلطان میشوی ‌ وله ‌ این نگین را گر بدست آری سلیمان میشوی

بی غبار کینہ نتوان زیستن ای سادہ لوح ‌ از صفائی سینہ چون آئینہ حیران میشود

تا شنیدم پند ناصح میگریزم از شراب ‌ چون گزد کس را سگ دیوانہ می‌ترسد ز آب

دل خون گشتہ ز چشمم چہ بتا خیر چکید ‌ وانمی شد گرہ الفت او و ہر چکید

جویا محمد فاضل سرہندی

جویا تخلص۔ محمد فاضل نام۔ آپکا اصلی وطن سرہند ہے۔ اواسط عمر میں وطن سے اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے۔ خواجہ کامگار خان اورنگ آبادی کے ہم صحبت تھے مزاج میں دیوانگی تھی۔ عزلت نشین رہتے تھے۔ اہل دنیا سے کم ملتے تھے۔ گذر اوقات کا مدار

اطفال ہنود کی تعلیم پر تہا۔ آپ سرکاری ملازمت سے متنفر تھے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ درویشانہ رنگ رہتے تھے۔ شعرگوئی مین ذہین و فہیم تھے۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے تازہ تازہ مضامین ایجاد کرتے تھے۔ اور اشعار مین نئے نئے رنگ دکھلاتی تھے۔ خواجہ موصوف آپکی مدح مین کہتے ہین ؎

سخن فہمی بجو یا ختم شد چون حسن بر یوسف　　کہ پیش از جنبش لب یافت معنی طبع چالاکش

لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی نے تذکرہ گلرعنا مین لکہا کہ آپ دوسری تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے۔ بیرون شہر اورنگ آباد مدفون ہوئے

من اشعارہ الفارسی

بسکہ لبریز ست گلشن از بہار جلوہ ات　وله　بال بلبل آشیان گردید از پرواز ماند

سرکشان از من و حیرانی من یاد کنید　وله　آب گردید دلم آئینہ ایجاد کنید

پیش سرو قد رعنا می کسے از قمری　　مشت خاکی بسر نخوت شمشاد کنید

زغیرت عشق چشمی غیر می بندد تماشا کن　وله　غبار پیر کنعان سرمہ چشم زلیخا شد

شوخی رنگ شکستہ است صدف را چون گل　وله　فکر نقاش بہ پرسید کہ تصویر کہ بود

غم ندارد کشتہ چشم تو از خورشید حشر　وله　بر مزارش سایہ از شاخ غزالان می شود

شب کہ یاد غیرت او شمع این کاشانہ بود　وله　تا سحر از شمع نے در ناخن پروانہ بود

ہلال آسا پئے بیداری دل مژگان جمع یا　وله　خبر از صبح محشر میدہد حال بناگوشش

ندانم تا چہ سازد با نقاب آن شوخی نظرگان　وله　کہ دل شد پردہ زنبور از یاد تن چو غربالم

چنان از خانمان آوارگی دارم ببیتابی　　کہ نتوان دید اندر خانہ آئینہ تمثالم

مو را کہ از خضاب سیہ فام کردہ ایم　　خوبان برق جلوہ درین دام کردہ ایم

جو یانہ شبنم ہست کہ از اشک عندلیب	نعو نید بستہ ہست صبا در گلوئے گل
ز فیض عشق بسیر آینہ ہنگ حیرت نالہ دارم	کہ موئے چینی افلاک گرویدہ است از فغانش

جولان میر حسن علی احسان حیدرآبادی

جولان تخلص - میر حسن علی خان نام حیدرآبادی المولد ہین - شہر کے مشاہیر شرفا مین سے تہے - سرکار عالی نظام کے منصبدار تہے - ذی استعداد و لائق آپکو عالم جوانی مین شعرگوئی کا شوق ہوا طبیعت کی تیزی و چالاکی سے موزون کرنے لگے - کلام سنجیدہ و بامحاورہ ہوتا تہا - ملاحت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا ہمکو نہین معلوم ہوا کہ آپ کس شاعر سے اصلاح لیتے تہے - میرا گمان ہے کہ آپ بمصداق الشعراء تلامذة الرحمن ؛ فیض الہی سے فیض پاتے تہے - آپ سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین زندہ تہے - رحلت کی تاریخ کسی تذکرہ نویس نے نہین لکہی -

من کلامہ الہندی

اب ایسی جام ساقی شراب ارغوانی بہر	کہ جسکو دیکہ کے زاہد کے منہ مین آئی پانی بہر

جوش - مرزا غلام حسین مدراسی

جوش تخلص - مرزا غلام حسین نام - مدراسی الاصل ہین - مدت سے حیدرآباد دکن مین سکونت پذیر ہین - فارسی مین مستعد و لائق - شعرگوئی کے شائق میر مجروح کی لکہنوی سے اس فن مین مشق کی ہے - استاد کی اصلاح سے چند ہی روز مین آپکا کلام صاف و درست ہوگیا پختگی و شستگی کلام سے نمودار ہے - آپ

نیک کردار و پسندیدہ گفتار و حمیدہ رفتار ہین فی الحال تخمیناً آپکی عمر چالیس برس کی ہوگی

من اشعارہ الہندی

یہ یکتائی ہے اونکا روی زیبا دلکی صورت ہے
ہوئے ہم بیخود حیران ہے لب مہر خاموشی
جگر ہو سبز داغون سے ہمیشہ دل آتش غم سے
نہون دریادلون سے قرب سے کم ظرف مستغنی
مگر یہ بہی ہو نکی چہرہ سیمین کا ہے کشتہ

ہمارے قلب روشن کا سویدا تل کی صورت ہے
یہ رخ کی یہ دہان یار کی یہ تل کی صورت ہے
ہوائے لالہ رویان مین یہی حاصل کی صورت ہے
صدف کے کف مین گوہر کاسہ سائل کی صورت ہے
عیان آئینہ سیماب مین بسمل کی صورت ہے

جرأت - سید رضوی خان

جرأت تخلص - سید رضوی خان نام - سادات صحیح النسب سے تہے - عالم فاضل و منشی کامل تہے - کتب درسیہ سے فارغ التحصیل - انشا پردازی مین منشی بے مثیل و شعر گوئی مین شاعر بے بدل تہے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی سرکار مین بلازم تہے دار الانشا کے میر منشی تہے - نواب شہید کے مقربین مین داخل - میرزا و ملکہ آصف سے بہت محبت رکہتے تہے - جب ملاقات کرتے تو نہایت خلوص و اخلاص سے کرتے تہے لچہمی نرائن گلرعنا مین لکہتے ہین کہ میرے حال پر بہت ہی مہربان تہے - آخر آپ بمقتضائے قضا و قدر ارکاٹ گئے - نواب سراج الدولہ بہادر محمد علیخان بن نواب انور الدینخان شہامت جنگ گوپاموی سے ملے - نواب نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی دیوانی کی خدمت پر مامور فرمایا - دو تین سال تک دیوانی کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے - آخر ۱۱۸۱ ہجری مین ارکاٹ مین فوت ہوئے - اسی مقام مین مدفون ہوئے

جناب میر آزاد بلگرامی نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ؎

رضوی خان منشی ہمیشل　　یکقلم طبع زار او سامی
سال تاریخ فوت او جستم　　گفت دل رفت منشی نامی
۱۱۸۰ھ

چونکہ آپ کے نتائج طبع ہمکو دستیاب نہیں ہوئے اسوجہ سے گذارش نہیں کیے گئے

جلیل۔ مولوی حافظ جلیل حسن صاحب اُستاد اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ

جلیل تخلص۔ جلیل حسن نام ہے۔ آپ مولوی حافظ عبد الکریم صاحب کے فرزند ہین۔ آپکا وطن اصلی مانک پور ضلع لکھنو ہے۔ آپکی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۸۳ ہجری مین واقع ہوئی۔ اور آپ کی نشو و نما بھی وطن ہی کی آب و ہوا مین ہوئی۔ آپ ابتدا سے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت نہایت چست و چالاک تھی۔ ذکاوت و فطنت کے میدان مین جولانی کرتی تہی۔ اولاً آپنے دہ سالہ کی عمر مین حفظ قرآن سے فراغت پائی۔ بعد ازان طالب علمی شروع کی۔ لکھنو مین آئے متعدد اساتذہ سے کتب متبدا ولہ درسیہ عربی و فارسی حاصل کین۔ اور آپکو تحصیل علم کے بعد شاعری و سخن گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت مولوی امیر احمد مینائی کی خدمت مین آئے اور آپکے سلسلہ تلمذ مین وابستہ ہوئے۔ اور آپکے دامن خدمت کو ایسا تہاما کہ تا بمرگ امیر مرحوم کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ کوئی وقت ایسا نہین ہوا کہ آپ حضرت مرحوم سے دور ہوئے ہون۔ آپ مرحوم کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ مرحوم آپکو اپنے فرزندون سے زیادہ چاہتے تہے۔ جلیل کے کلام کو اصلاح دیتے وقت فرماتے تہے کہ (کلام الجلیل جلیل الکلام ہے) آپکی طبیعت سخن سنجی و شاعری کی بلندی کی

عروج کر رہی تھی۔ شعلۂ جوالہ کیطرح آسمان نہم کیطرف مرتفع ہو رہی تھی اور طبیعت مین قوت سخنوری ایسی تھی جس مضمون کو چاہتے نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھہ نمایان کرتے تھے۔ اور استاد کے ملاحظہ مین پیش کرتے تھے۔ اُستاد کی پیرایش و آرایش سے آپکے شاہد سخن کا حسن دوبالا ہو جاتا تھا۔ آپکی نازک خیالی و شیرین مقالی کے زیور سے شاہد سخن کی وہ حالت ہوتی تھی کہ شعراے وقت فریفتہ و شیفتہ ہوتے تھے آپکے کلام کی نزاکت و لطافت کیا ہے گویا کرامت و خرق عادت ہے۔ معترضین میرے کلام پر قہقہہ لگائین گے۔ اور کہین گے کہ جلیل کی تعریف حضوری تعلق کی وجہ سے تملقاً کر رہا ہے۔ بخدا مین کسیکی تعریف تملقاً و مذمت عداوتاً نہین کرتا ہون بلکہ واقعہ کو واقع کے مطابق بیان کرتا ہون۔ اگر کسی نکتہ چین کو ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب مطلوب ہو تو حضرت جلیل صاحب کے ترجمہ کا دیوان مسمّیٰ تاج سخن جو فی الحال مطبوع ہو شایع ہوا ہے مطالعہ کرے۔ ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب صراحۃً ہو جائیگی عجب نہین کہ معترض نکتہ چین کلام کی کرامت کے اثر سے اسبات سے توبہ کرے گا کہ مین نے مولوی صاحب پر بیجا اعتراض کیا۔ اور انکو تملق کی طرف منسوب کیا مین فی زماننا حضرت جلیل کے دیوان کو دیکھہ رہا ہون۔ آپکا کلام مجھپر جادو کا اثر کر رہا ہے ہر وقت میرے دل و زبان سے یہی آواز بر آمد ہوتی ہے واہ واہ کلام جلیل جلّ جلالہٗ۔ جلیل شاگرد۔ اور امیر استاد مین تمیز کرنا امر دشوار ہے۔ اگر کوئی ناواقف شخص کے سامنے دونون بزرگون کے کلام کو پیش کرین۔ اور حکم بنائین کہ دونون مین باہم کیا نسبت ہے تو غور و فکر کے بعد یہی کہیگا کہ دونون استاد جلیل الاستعداد ہین یہہ نہین بتلاسکیگا کہ ایک استاد و دیگر شاگرد ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امیر مینائی

جو نقادِ سخن تھے جلیل کو مثل لختِ جگر سمجھتے تھے۔ اور جلیل کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ مین نے دونون بزرگون کے کلام کو خوب غور و فکر سے دیکھا ہے اور میزان عقل مین دونون کے کلام کو تولا ہے تو دونون مین عام خاص من وجہ کی نسبت پائی۔ اگر مین بمصداق پسر بہ از پدر کہون تو میرا قول بیجا ہوگا۔ لیکن بعض نکتہ چین میرے قول کو مبالغہ پر محمول کرین گے یا سخن فہمی مین ناقص کہین گے۔ جو اہل سخن منصف مزاج ہون گے وہ تسلیم کرین گے اور کہین گے جلیل صاحب ترجمہ کی تعریف واقع مین حضرت امیر مرحوم کی ہی تعریف ہے۔ پہلے مین لکھہ چکا ہون کہ آپ استاد مرحوم کے رکاب مین ہر وقت سفر و حضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب ہمراہ رہتے تھے جب امیر مینائی مرحوم حسب الطلب نواب والی رامپور۔ رامپور گئے۔ تب آپ بھی ہمراہ تھے۔ چند مدت رامپور مین خوشی و خرمی سے بسر کئے جب ۱۳۱۸ ہجری مین اعلیحضرت کلکتہ سے واپس ہوتے وقت بنارس مین فروکش ہوئے تب امیر مینائی رامپور سے بنارس آئے آپ سے ملے اور مسدس مولفہ کو پیش کیا۔ اعلیحضرت مسدس کے ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور امیر مرحوم کو حیدرآباد ہمراہ لائے۔ سوء اتفاق سے حیدرآباد مین پہنچتے ہی پیچش سے بیمار ہوگئے پیچش کیا تھی گویا موت کا سفیر تھی۔ ایک مہینہ تک پیچش کا سلسلہ جاری رہا آخر اسی مرض مین واصل بحق ہوئے۔ یہہ واقعہ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۸ ہجری مین واقع ہوا۔ پس حضرت جلیل صاحب صاحب ترجمہ بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ امیر مرحوم کے فوت ہوتے ہی افسوس و حسرت مین مبتلا ہوئے۔ اور حیدرآباد مین اسی امید کے سہارے پر استقلال کیا تھا کہ اعلیحضرت قدر قدرت اپنی فیضان کرم سے سرفراز فرمائین گے سنہ مذکورہ سے ۱۳۲۰ ہجری تک بسر کئے آخر اعلیحضرت نے آپکو اعزازاً واکراماً

پانسو روپیہ ماہانہ کے تقرر سے سرفراز فرمایا۔ اور آپکو استاد کے لقب سے ممتاز کیا اعلیحضرت کبھی کبھی آپکو اپنا کلام دکھلاتے ہین۔ حضرت جلیل صاحب ترجمہ بمصداق اِنَّ مع العسر یسراً صبر و قناعت و استقلال کی برکت سے فائز المرام ہوئے۔ اب فراغت سے زندگی بسر کرتے ہین۔ آپ خوش خلاق و مقبول آفاق ہین سیرتاً فرشتہ و صورتاً انسان برگزیدہ ہین متقی و پرہیزگار صوم صلوۃ کے پابند امر معروف و نہی منکر پر پورے کاربند ہین۔

الحمد للہ فی الحال ظاہراً آپ کی شان و عظمت درجۂ عروج پر ہے مگر آپکو اس شان پر غرور ہے نہ ناز ہے۔ آپکے مزاج مین وہی خاکساری و کسر نفسی ثابت و قائم ہے آپ بظاہر امیر ہین لیکن بباطن درویش۔ آپ اکثر اوقات ورد و ظائف و قرأت قرآن مین صرف کرتے ہین۔ اور شائقین شعر و شاعری کے کلام کو اصلاح سے درست فرماتے ہین۔ آپکا دربار دربار عام ہے۔ غربا و فقرا اعزہ و امرا سے شگفتہ جبین و خندان روئی سے ملتے ہین۔ ہر ایک خواہ امیر ہو یا فقیر ہو برابر حسن خلاق سے ملاقات فرماتے ہین۔ چند مہینے گذرے کہ فقیر مولف کو بھی آپ سے ملازمت حاصل ہوئی ہے بخدا مجکو آپ کی ملازمت سے بہت لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے۔ آپنے اپنا خاص دیوان مطبوعہ جو مجکو ہدیۃً عطا فرمایا ہے اُس کے دیکھنے سے ہر وقت دلکو ایسا سرور و مزہ ہمارست ہوتا ہے کہ مین اس لطف کو زبان قلم و قلم زبان سے ادا نہین کر سکتا ہون آپکا کلام نہایت شستہ و پاکیزہ۔ شگفتہ و تازہ ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف تعقید لفظی و معنوی سے مبرا ہے۔

اب مین آپ کے نتائج طبع سے چند اشعار گزارش کرتا ہون۔

کلام الجلیل جلیل الکلام ہے

شکریہ نذرانہ

جو دن پھرتے ہین تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے
چمن مین پھولنے پھلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے
رہا جو شہ کی نظرون مین ترقی اسکو لازم ہے
چمک ذرّے مین سورج کی کرن سے آ ہی جاتی ہے
توجہ چاہیے تھوڑی سی شاہ بندہ پرور کی
جو دل سے ہو رہا حضرت کا پھر اسکو کمی کیا ہے
مرے گلزار مین تک خزان کب تک جما رہتا
توقع شاہ سے رکھنا کبھی خالی نہین جاتا
اشارہ چاہیے بس پھر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے
کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے
مسیحا جب کرم فرما ہوا پھر پوچھنا کیا ہے
تجسس شاہ مقصود کا ضائع نہین جاتا
عقیدت جب سچی ہو پوری تو کیسا پردہ دوری
سجا ہے اب عروس شاعری کا دون کی لینا
گل مضمون جو کل تک خشک تہے اسکا تعجب کیا
نہین چھپتا نہیے سے شعر چھپے بات اتنی ہے

شب غم لاکھ طولانی ہو تڑکا ہو ہی جاتا ہے
دکن مین بارور نخل تمنا ہو ہی جاتا ہے
ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے
درِ شہ کا گدا ادنی سے اعلی ہو ہی جاتا ہے
فقیرونکا جہا نمین بول بالا ہو ہی جاتا ہے
موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے
کہ اکدن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے
یہ دیکھا ہے کہ فضل حق تعالی ہو ہی جاتا ہے
سہارا چاہیے پھر بوجھ ہلکا ہو ہی جاتا ہے
مریضون پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے
دوا ہو یا نہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے
وہ اکدن زیب آغوش تمنا ہو ہی جاتا ہے
رخ محبوب لسین جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے
شباب آتا ہے تو جوبن دوبالا ہو ہی جاتا ہے
خزان کے دور مین پھر پھول کانٹا ہو ہی جاتا ہے
جسے چھپا کہین کار اچھا ہو ہی جاتا ہے

جلیل زار کو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو — نقب جو شاہ سے ملتا ہے پیدا ہو ہی جاتا ہے
تعجب کیوں کسی کو ہو ہماری سرفرازی پہ — خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے
یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ ذرہ نوازی ہے — نہ کچھ کہئے مگر لوگوں مین چرچا ہو ہی جاتا ہے
حسد کوئی کرے کسواسطے نسبت یہ ظاہر ہے — کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے
لکھوں اب یہ کیسا تھا کچھ مدح شہ والا — کہ اس موقع پہ لیکن جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے
یہ مدح شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کرنیکا — ارادہ تک نہین کرتا ارادہ ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر انسان شیدا ہو ہی جاتا ہے — جمال شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے
نظر جسکی پڑی آئینہ روئے مبارک پر — نصیب اسکو سکندر کا نصیبا ہو ہی جاتا ہے
سواری کا سمان سو بار دیکھا ہے مگر پھر بھی — سلیمان کا شہ آصف پہ دھوکا ہو ہی جاتا ہے
زہے سر لعزیزی بخت و دولت بھی یہ کہتی ہین — تمہین جو دیکھ لیتا ہے تمہارا ہو ہی جاتا ہے
خدا رکھتے شہ جمجاہ کا ہے رعب داب ایسا — کسی کا بخت ٹیڑھا ہو تو سیدھا ہو ہی جاتا ہے
تجلی محو کر دیتی ہے ایوان معلے کی — درِ شہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے
کسی آزاد کی اس در پہ آزادی نہین چلتی — کرم کا خلق کا احسان کا بندا ہو ہی جاتا ہے
بہت دور آپکو کھینچے جو کوئی فائدہ کیا ہے — خدنگ لطف شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے
دلون پر کیون نہ ہو قبضہ کہ دلکو شاہ کرتے ہین — یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے
مثال ماہ تابان انجمن آرا جو ہوتے ہین — تو شاہان جہان کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے
کمال شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرف ہے — کوئی ارمان ہو وہم میں پورا ہو ہی جاتا ہے
جہان مجرم کوئی پہنچا کہ ہوا سائل رہائی کا — مروت آ ہی جاتی ہے اشارا ہو ہی جاتا ہے

عتاب شاہ بہی خالی نہین شان ترحم سے ... ہوا جو برطرف اُسکا وظیفا ہوہی جاتا ہے
نکل جاتی ہے خدمت ہاتہہ سے پر نہین جاتی ... یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہوہی جاتا ہے
سزا کیواسطے دلمین کوئی پہلو نہین آتا ... عطا کیواسطے کوئی بہانا ہوہی جاتا ہے
مرے شہ کی سخاوت مشک کی تاثیر رکہتی ہے ... چہپا کر لاکہہ دین عالم مین شہرا ہوہی جاتا ہے
ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے ... لٹاتا ہے جو موتی دلکا دریا ہوہی جاتا ہے
عجب عہد مبارک ہے کہ جب چاہو جہان چاہو ... خوشی کا عیش کا سامان مہیا ہوہی جاتا ہے
مسافر کو سفر مین دہوپ کی ایذا نہین ہوتی ... کہ ہر پر دامن دولت کا سایا ہوہی جاتا ہے
اسی در پر تو پہل ملتا ہے نخل خاکساری کا ... جو قدمون پر جہکا اُسکا سر اونچا ہوہی جاتا ہے
دل آئینہ ہے اور اُسمین خواص جام خسرو ہے ... کسیکا راز دل ہو آشکارا ہوہی جاتا ہے
سبق دیتے ہین لقمان کو فلاطون زمان ہوکر ... ہوا جو بندہ بیدام دانا ہوہی جاتا ہے
زہے تیر افگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے ... دل حساد مین خون تمنا ہوہی جاتا ہے
کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو ... شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہوہی جاتا ہے
خدا رکہے جہان دو گل کہلائے طبع رنگین نے ... گلستان بوستان کا رنگ پہیکا ہوہی جاتا ہے
زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے ... بیان پر بلبل شیراز شیدا ہوہی جاتا ہے
قلق کو داغ آتش کو جلن جاتی کو بیہوشی ... صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہوہی جاتا ہے
بجا ہے سامعین کا شغل تہی نعرہ زن ہونا ... کہ اک اک شعر موزون سحر رعنا ہوہی جاتا ہے
زمین سخت مین بہی معنی روشن نکلتے ہین ... صدف مین در حجر مین لعل پیدا ہوہی جاتا ہے
بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہے حاجت کیا ... طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہوہی جاتا ہے
دیئے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند کے ٹکڑے ... قمر جب دیکہتا ہے گہٹکے آدہا ہوہی جاتا ہے

نہ کیون روشن ہون سب کے دیدۂ و دل شانہ دون سے
کہ مہر و ماہ سے گہر اُجالا ہو ہی جاتا ہے

مجہے دعوی نہین لیکن ثنا جب شہ کی لکہتا ہون
سخن کو اپنی یکتائی کا دعوی ہو ہی جاتا ہے

کوئی مانے نہ مانے مین تو ہون اس فیض کا قائل
زمین مشکل سے مشکل ہو قصیدا ہو ہی جاتا ہے

جلیل آصف کے حق مین جو دعا دل سے نکلتی ہے
اثر فضل خدا سے اُس مین پیدا ہو ہی جاتا ہے

اشعار منتخبۂ دیوان

ہے لاکہہ لاکہہ شکر خدائے جلیل کا
جس نے دُرِ سخن سے بہرا سینہ جلیل کا

خود فرش خاک پر ہے نظر عرش پاک پر
امد سے حوصلہ ترے عبد ذلیل کا

وله

ناوک اُسکا کبہی خطا نہوا
طائر سدرہ تک نشانہ نہوا

تیرے قدمون سے کیون رہتا
ہائے پامال دل حنا نہ ہوا

دل سے صبر و قرار سب بہاگے
مگر ایک داغ دل جدا نہ ہوا

وله

نہ ملا یار سرو قد افسوس
شجر آرزو ہرا نہ ہوا

وله

مرے جذب دل کا اثر دیکہہ لینا
تم آؤ گے تہامے آوا ادہر دیکہہ لینا

ابہی ہے تڑپنے کا ارمان باقی
ذرا پہر ادا سے ادہر دیکہہ لینا

وله

ابہی باقی ہے آنا قبر پر اس فتنۂ قامت کا
قیامت ہو چکی پہر بہی رہا دہڑکا قیامت کا

فلک اسمین ترپ اسمین الم اسمین ہے سم اسمین
مرے پہلو مین دل کیا ہے خزانہ ہے محبت کا

وله

مرے وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا
سننے والون کو بہی دیوانہ بنایا ہوتا

مرکے بہی روح نہ پینے کو ترستی ساقی
مری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا

وله

پردہ نہ تہا وہ صرف نظر کا قصور تہا
دیکہا تو ذرے ذرے مین اُسکا ظہور تہا

وله

نہ وہ شمع دیکہین نہ پروانہ دیکہین
کوئی ہو اُنہین دل جلانے سے مطلب

وله
آہی جائیگا محبت مین اثر آپ سے آپ
ہو ہی جائیگی انہین میری خبر آپ سے آپ

وله
پہلو سے وہ اُٹہے سو کہا دل نے ہائے دوست
آباد ہوکے لٹ گئی دولت سرائے دوست

وله
اُنسے ملنے کا ہے سوال عبث
جان بچنے کا ہے خیال عبث

وله
چمک کر بولی وہ برق نظر آج
کہ لوٹونگی خرمن دل کی خبر آج
کہو اُنسے بچائین دامن اپنا
کہ ہے شعلہ فگن داغ جگر آج

وله
یون تو بسمل ہے ترا سارا جہان میری طرح
پر تڑپنے لوٹنے والا کہان میری طرح
گل گر بجلی سے چہوٹا آج صرصر لے اُڑی
ہو نہ دشمن کا یارب آشیانہ میری طرح

وله
موسم گل ہے پہول پہولے ہین
دیکہنا باغ کیا ہے سرخا سُرخ

وله
ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جوان ہوکر
ہماری باغ ہستی مین بہار آئی خزان ہوکر

وله
نصیبون سے ہوا کرتا ہے مرنا اچہی صورت پر
خدا شاہد ہمین تو ناز ہے اپنی محبت پر

وله
توکل کا یہہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر
نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر

وله
صیاد کو ہے بلبل ناشاد کی تلاش
بلبل ہین ہم کہ ہے صیاد کی تلاش
قسمت نے دی نجات نہ مجہکو تلاش سے
دلبر ملا تو ہے دل ناشاد کی تلاش
اللہ رے تیری زلف سیہ فام کے خواص
اک مرغ جان حق مین ہین سو دام کے خواص
کیا نصیبے کے زبردست ہین خال عارض
جنکو حاصل ہے شب و روز وصال عارض
کہان ہم اور کہان اب شراب خانۂ عشق
نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانۂ عشق
غلط ہے صاحب دولت کو گر غنی کہئے
غنی وہ ہے جسے ملے خزانۂ عشق
کیا کیا شب غم ہمنے مصیبت نہین دیکہی
اتنی ہے کمی صبح قیامت نہین دیکہی
دیکہے ہین طرحدار جہان آنکہہ سے لاکہون
دل جسکا ہے آئینہ وہ صورت نہین دیکہی

جعفر۔ مرزا جعفر بیگ قزوینی

جعفر تخلص۔ مرزا جعفر بیگ نام۔ آپ بدیع الزمان قزوینی کے خلف الصدق ہین۔ اکبر و جہانگیر کے عہد مین معزز و ممتاز رہا۔ فن شاعری مین استاد کلام تہا مثنوی شیرین خسرو اسکے کلام شیرین کی یادگار ہے۔ اپنے عم بزرگوار کے فوت ہونے کے بعد مخاطب بہ آصف خان ہوا تہا ۱۰۲۲ھ ہجری مین بلدہ دار السرور برہانپور مین فوت ہوا کسی شاعر نے تاریخ وفات اس فقرہ سے نکالی ہے صد حیف از آصف خان۔

من اشعاره

دربادِ صبا بوئے کسے ہست کہ یعقوب
چشمے کہ ندارد برہ قافلہ وارد

ہزار بلبل شوریدہ خاک شد جعفر
ہنوز رسم خود آرائی چمن باقیست

درستی ہمہ کس در شکست بیداری
شکست زلف کجا و دل شکستہ کجا

ولہ

ایصبا در شکم اما دل ما این جوش نکنیم
کہ این گلستان نیست نتوان در رو باد بست

شہر گنجائش غمہائے دل ما چو ندشت
آفریدند برائے دل ما صحرا را

زشوق آنچہ آنجا دیدہ فرہاد
مرا اینجا قلم از دست افتاد

حرف الحاء حطی

حفظی۔ نواب حفظ اللہ خان

حفظی تخلص۔ حفظ اللہ خان نام۔ آپ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت ہند مین واقع ہوی سن شعور کے بعد علمائے وقت سے

کتب درسیہ تحصیل کین۔ لائق وفائق ہوئے۔ بادشاہی منصب سے سرفراز تھے آپ خوش خلق وباخیر نیک طینت و نیک صورت تھے۔ علما و شعرا و فقرا سے نہایت اخلاص و محبت رکھتے تھے۔ ماہ ربیع الاول مین میلاد شریف کی مجلس نہایت عظمت وشان سے کرتے تھے۔ ایکہزار سے زیادہ اہل دعوت ہوتے تھے۔ کہانے سے اول و آخر وقت تک خود بذاتہ آفتابہ و سیلابچی ہاتھہ مین لیکر تمام اہل دعوت کے ہاتھہ دہلاتے تھے اس فعل خیر سے ثواب اخروی حاصل کرتے تھے۔ عالمگیری زمانہ مین ٹھٹہ و سیوستان کے صوبہ دار تھے۔ صوبہ داری کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے۔ آپکے زمانہ مین تمام رعایا امن و امان مین تھی۔ آخر ۱۱۲۰ ہجری مین سیوستان مین آخرت کا سفر اختیار کیا۔ جناب میر غلام آزاد بلگرامی نے آپکی وفات کی تاریخ کا مادہ آیہ کریمہ سے پایا فلہم جنات المأوی نزلاً کانوا یعلمون۔ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ آپ موزون الطبع تھے کبھی کبھی رباعی یا غزل موزون کرتے تھے۔ ایکوقت آپکی مجلس مین کسی میر نے ناصر علی سرہندی کی رباعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین پڑہی ؎

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ / ہرچند کہ آخر بظہور آمدہ
اے ختم رسل قرب تو معلومم شد / دیر آمدہ زراہ دور آمدہ

آپ رباعی کو سنکر حسرت کرنے لگے اور فرمایا کاش یہہ رباعی میرا حصہ ہوتی تو بروز قیامت باعث نجات ہوتی۔ پہر فکر کرکے ایک رباعی کہی وہ یہہ ہے ؎

در انجمن دہر نخست آمدہ / زانگونہ کہ شائستہ نشست آمدہ
اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود / دیر آمدہ ولے درست آمدہ ✦ انتہی۔

من اشعارہ الفارسی

اے کہ می گوئی کہ می آئیم نمی آئی چرا	وله	پائے شوقت را مگر رنگ حنا زنجیر پاست
اے آنکہ سراپا ہمہ لطف نمکی		بر برگ گل تازہ چکیدہ نمکی
جز شیرہ ز پستان حلاوت نمکی		ہیغمبر خوبانی و اما نمکی

فائدہ نواب متوسل خان بہادر بندگانعالی حضور آصفجاہ کے داماد اور حسب رضا تر جمہ کے لحت جگر تھے اور ہدایت محی الدین مظفر جنگ بن متوسل خان آپ کے پوتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو دکن سے خاص تعلق تھا۔ اسی تعلق کی وجہ سے دکنی شمار کئے گئے تھے۔ ہم نے بھی ان دونوں بزرگوں کے وجہ سے نواب حفیظ اللہ خان کا ذکرہ اہل دکن میں شامل کیا فتامل ولا تکن من الغافلین۔

ہمیشہ بہار کے مولف نے لکھا کہ حفظ اللہ خان وہی استعداد و کمال دوست تھا علوم عقلی و نقلی میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ عالمگیری عہد میں صوبہ داری لاہور پر مقرر تھا۔ ناظم و ناثر تھا۔ من کلامہ

تر دماغی می کند پروانہ در پرواز شوق ✧ روغن بادام گویا در چراغ عشق کردند انتہی کلامہ

حشمت محتشم علی خان

حشمت تخلص میر محتشم علیخان نام۔ سادات بدخشان سے تھے۔ آپ کے اجداد میں ایک بزرگ وارد ہند ہوئے۔ آپ کے والد میر باقی محمد یار خان صوبہ دار دلی کی رفاقت میں مدت تک رہے صوبہ دار عالمگیری امراء میں تھے۔ میر حشمت کی ولادت دلی میں ہوئی۔ سن شعور کی بعد دلی میں علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کیں۔ پھر آپکو

شعرگوئی کا شوق پیدا ہوا ۔ شعرگوئی شروع کی خوب شعر کہنے لگے ہندی و فارسی دونو زبانون مین کلام موزون کرتے تھے ۔ آپکا کلام دونون زبانون مین پاکیزہ و صاف ہے ۔ ہر ایک شعر کی عبارت سلیس با محاورہ ہے ۔ آپ فن سخنوری مین ممتاز تھے مدت تک میر محمد افضل ثابت و شیخ عبدالرضا متین و مرزا عبدالقادر بیدل و آزاد کے مصاحبت و مجالست مین رہے اکثر یاران معاصر کے ساتھہ مشاعرہ مین شریک ہوتے تھے ۔ ہم طرحی غزلون پر مشاعرہ کا بازار گرم کرتے تھے ۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین واقع ہوئی ۔ علی قلی خان والہ ریاض الشعرا مین لکھتا ہے کہ مین ایکروز حشمت کے دیوان کو دیکھہ رہا تھا کہ یہہ بیت میری نظر سے گذری

نہ ہر ایرانی ہم طرح حشمت می تواند   نہ ہر چینی فروشی ہم سر فغفور می گردد

چون چند کس از مردم ایران بعنوان سوداگری دلی مین چینی فروشی کرتے ہین ہندوستان مین ایرانیون کے لئے دوکانداری کرنا ننگ ہے ۔ اس لئے ہندی نژاد کل ایرانیون پر چینی فروشی کا طعن کرتے ہین ۔ مثلاً کسی ور ہندی نے کہا ہے

ما زبان اہل ایران راہوی بستہ ایم   دست این چینی فروشان راہوی بستہ ایم

ان ابیات کے دیکھنے سے میرے دلمین حمیت و غیرت نے جوش پیدا کیا حشمت کے دیوان کے حاشیہ پر یہہ دو بیتین لکھین اور حشمت کے نزدیک دیوان کو بھیجا ہے

با ستادان ایران ہندی ہم طرح میگردد   بچینی مینرند پہلو سفالین کاسۂ بنگی

حریف نالہ دلہائے زار ما نہ حشمت   مزن انگشت بر لب چینی فغفور ما را

پس حشمت صاحب ترجمہ ابیات کو دیکھکر پشیمان ہوا معذرت کی انتہی کلامہ ۔

آپ صاحب دیوان ہین تقریباً سات ہزار اشعار ہین ۔

من کلامہ

کشته شمع را چو سحر اهل بزم گفت	وله	این روز بود اول شب در نظر مرا
رونق از دیوانه کشور سودا گرفت	وله	وحشت ز ما بود که مجنون دو روزی جا گرفت
گر چنین شهر بسودای تو دیوانه شود	وله	همچو زنجیر ز هر کوچه فغان برخیزد
با رقیبان نکنم سجده خاک در دوست	وله	این نمازیست که بی شرط جماعت باشد
سرابهر نقش هستی عقده کار دل من شد	وله	خط پیشانیم چون قفل ابجد مشکل من شد
نگاه گرم چه سان در بغل کشد تنگش	وله	که از فروغ در آغوش خود پرد رنگش
صبر و بیطاقتی آنروز که قسمت شد	وله	بیقراری بمن و صبر باتو برسید
جان بقربان کمان تو که زد آخر کار	وله	تیر صافی که بدا و دل ما خوب رسید
پیر گردیدم و سر می گردد	وله	آسیا وقت سحر میگردد
از رنگ لاله و داغش عیان است	وله	که حسن و عشق باهم توامان است
قشقه از بالای ابروی تو آفت می شود	وله	آفتاب از قبله سر زد قیامت می شود
بیا کز اشک سوزانیم باهم بلبل و گل را	وله	تو گل را کن خجل در حسن و من در عشق بلبل را
زین پیش که دل ناله و آهی میکرد	وله	چشمش بمن التفات گاهی میکرد
گریان گریان ز دور میدارم داد		خندان خندان بمن نگاهی میکرد

مستزاد

آئینه بزم دلکشا شور بساز • انجا نگاه	هم شانه زلف مشکسا شور بساز • یار اگر چه گناه
ما خاک شویم و سر منظور قدش • داغیم ز نیک	دل خون نشود و حنا بپا شور بساز • سبحان الله

میر دردنے نکات الشعرا میں لکھا ہے کہ حشمت شعرائے ہندوستان سے ہے۔ سید صحیح النسب سپاہی عمدہ تھا فارسی ہندی میں سخن گوئی کرتا تھا۔ خوش اخلاق و خاکسار تھا

ہر ایک سے نہایت عاجزی و انکساری سے ملتا تھا۔ عزیز دل شہر دلّی مین سکونت پذیر تھا آپکی بڑے بھائی میر ولایت اللہ خان تھے حشمت مدت سے خانہ نشین تھے ریختہ مین صحیح الفکر ذکی الطبع تھا۔ یہ دو بیت میر کے تذکرہ سے نقل کیجاتی ہے

نکہت گل نے جگایا کسنے زندان کے بیچ
پھر کر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ

بہار آئی دیوانے کی خبر لو
اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

گلشن بیخار کا مولف لکھتا ہے کہ میر محتشم علی خان حشمت خلف میر باقی بدخشانی دہلوی المولد ہے۔ فارسی زبان مین رنگین خیال و شیرین مقال تھا۔ میر محمد افضل ثابت و شیخ عبد الرضا متین کا ہم صحبت و ہم طرح تھا۔ سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین بمرگ مفاجات فوت ہوا۔

حقیر مہا سنگھ اورنگ آبادی

حقیر تخلص۔ مہا سنگھ نام کتھال عرف ہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد ہے۔ منشی جواہر قلم و دبیر عطارد رقم تھے مضمون نگاری و انشا پردازی مین بلند پرواز۔ ایجاد معانی و سخن سازی مین سحر پرداز تھے۔ طبع نقاد و ذہن وقاد سے لآلی آبدار اشعار کو رشتہ نظم مین پروتے تھے۔ تحریر و تقریر مین زبان و قلم سے موتی رولتے تھے۔ خوش وضع و خوش مزاج تھے۔ نیک رفتار و پسندیدہ اطوار تھے۔ باوجود لیاقت و استعداد کسر نفسی سے ہر ایک کے مقابلہ مین اپنے کو حقیر و ناچیز سمجھتے تھے۔ سراج دکنی و آزاد بلگرامی کی ہم صحبت تھے۔ جناب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے دار الانشا مین ملازم تھے۔ سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

ازبہار سبزات سر سبز بخت باغبان
در چمن از حال بلبل ہیچکہ آگاہ نیست
تا تماشای نگاہ چشم آن گلرو کند
از ہوائے قامت شمشاد ترشکش شد حقیر

ورلب چون غنچہات گلرنگ رخت باغبان
خارہا دارم بدل از طبع سخت باغبان
نرگستان گشتہ در گلشن درخت باغبان
در زمین سر بلندی سبز بخت باغبان

ولہ

چون از زلف درازش یافتم سر رشتہ مطلب
سخن آراستہ گفتم برلب لعلش نگہ کردم
حقیر این مصرع موزون زشہر دولتم آمد

دعای ازدیاد عمر او در نیم شب کردم
باین حسن طلب زان پستہ لب مطلب کرم دم
جلوہ ریز آمدم در آن معنی را طلب کردم

حامد محمد خان المخاطب بحامد علیخان دولت آبادی

حامد تخلص - محمد خان نام - حامد علیخان خطاب ہے - آپ دولت آبادی ہین - شیخ ابوبکر الہ آبادی چشتی کے شاگرد و مرید تھے - حنفی مذہب صوفی مشرب حریفان ہم مشرب کی یاور رنگین مزاجان ہمدم کے دوستدار تھے - شعرگوئی و شعرفہمی مین قابل و لائق تھے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے ہم صحبت و مشاعرہ تھے - اکثر اوقات نواب شہید کی ترغیب سے غزلین کہی ہین - تعریف و تحسین کے مورد ہوئے ہین - پیری کی وصیت سے شعر کم کہتے تھے کبھی کبھی فارسی زبان مین موزون کرتے تھے - علوم ادبیہ مین مستعد و کامل تھے گاہے ماہے عربی مین کہتے تھے - بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تھے ایکروز ایک نوجوان لڑکا خوش لباس آپ کے سامنے آیا - آپنے اسیوقت یہہ شعر موزون فرمایا

جامہ سبز و چہرہ گلنار
داد صد رنگ خوشدلی بدلم

ایک وقت نواب آصفجاہ نظام الملک بہادر کے جشن سالگرہ و روز مبارک کے بیان مین لکھا

از بہر نثار این خداوند جہان | لعل و گہر آمدہ ز کان عمان
بارو ئے جہان فروز در روز ن | خورشید در آمدہ سراج منیران

ان صنمی کان فی الجلباب کنت رایتہٗ | بل ھو شمس شفقت نظرت فی المطر

ان دو تین اشعار کے سوا ہمکو آپکا کلام نہین ملا۔ شاید تلف ہو گیا ہو۔ تحفۃ الشعرا مین مرزا افضل ثابت قندہاری نے جو آپکا معاصر ہے یہی اشعار لکھے ہین۔ شاید میان حاجی پیر عنایت کی وجہ سے اشعار کی حفاظت نکرتے ہون۔

حفیظ۔ شیخ حفیظ دہلوی

حفیظ تخلص شیخ حفیظ نام آپکا اصلی وطن دلی ہے۔ آپکی بزرگ سپاہ پیشہ تھے سپاہ گری کے پیشہ مین زندگی بسر کرتے رہے۔ مگر آپ سن شعور کے بعد عالم شباب مین طالب علم ہوئے۔ چند مدت مین علما و فضلا کی خدمت مین ضروری لیاقت حاصل کر کے فن شاعری کے طرف متوجہ ہوئے۔ آپکی طبیعت تیزی مین شعلۂ جوالہ تھی طبع والا و فکر رسا سے شعر موزون کرنے لگے۔ کلام شیرین و رنگین ہونے لگا معاصرین دیکھکر تعجب کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپ درجہ استادی کو پہنچ گئے سب شعرا معاصرین آپکی استادی کے قائل ہوئے۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین کہتے ہین۔ دونو زبانون مین آپکا کلام سنجیدہ و با محاورہ ہوتا ہے۔ پاکیزہ و شستہ آپ ہند سے اورنگ آباد دکن مین آئے۔ راجہ جیت رام کے خدمت مین باریاب ہوئے راجہ صاحب آپکی لیاقت و قابلیت دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور آپکو نہایت اکرام

واعزاز سے اپنے پاس کہا۔ اور آپکے لئے معقول تنخواہ بھی مقرر کردی۔ چند مدت راجہ صاحب کے مصاحب رہے۔ جب راجہ صاحب کا کام درہم و برہم ہوگیا۔ تب سبب راجہ سے علیحدہ ہوئے۔ آپ بھی مجبوراً وہان سے حیدرآباد آئے۔ اور راجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر سے ملے ایک قصیدہ بھی پیش کیا۔ مہاراج بہادر نقاد سخن تھے اسی وقت آپکو خلعت اور ہزار روپیہ ماہوار سے سرفراز فرمایا۔ پھر آپ حیدرآباد مین ملک الشعرائی کے درجہ کو پہنچے۔ اور مہاراجہ بہادر کے مصاحب ہوئے۔ آپنے اپنی خوش کلامی وجادو بیانی سے مہاراجہ کو مسخر کر لیا تھا۔ مہاراجہ بہادر آپکے کلام پر فریفتہ وشیفتہ تھے آپ خوش اخلاق و نیک طینت تھے۔ نازک دماغ و پاکیزہ خیال تھے۔ ہر روز دربار مین تازہ و نیا لباس پہنکر آتے تھے۔ باوجود جاہ و حشمت فقرا دوست وغربا پرور تھے۔ مہمان نواز و فیض گستر۔ کلمۂ خیر مین بڑے جوانمرد تھے۔ ہر ایک کی سفارش کرتے۔ آپکے نزدیک آشنا و بیگانہ مساوی تھے۔ آپکی بدولت ہزارہا غربا و فقرا مہاراجہ بہادر کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ اور صدہا آدمی سلسلۂ ملازمت مین شریک ہوئے۔ ایک عالم آپکا ممنون منت تھا۔ آخر آپ ۱۲۴۷ھ ہجری مین جنت کو روانہ ہوئے۔ اور حیدرآباد مین مدفون ہوئے۔

من اشعاره الهندی

لب جانان سے جی اداس آیا
ہمکو آب بقا نہ راس آیا

مین وہ شمع مزار بیکس ہون
کہ پتنگا نہ جس کے پاس آیا

ولہ

ہم اسے بادۂ گلرنگ پلادیتے ہین
خانہ باغ آئینۂ رخ کو بنا دیتے ہین

ولہ

ہمارے دل مین بہ درد و الم کا جوش رہا
کہ سینہ داغون سے دوکان گل فروش رہا

خیال کاکل مشکین یہ مجھکو دوش رہا
کہ مثل کعبہ مرا دل سیاہ پوش رہا

ہزار نالہ محشر نما نہ لب سے تھے
کسیکا پاس ادب تھا خموش رہا

ولہ

خط مین کچھ جس طلب تھا نہ سوا اسکے جسمے
نامہ بخیر و سلامت بشما کہتے ہین

تپ تشہیر کیا قاتل بیچارے کو
آپ فرمائیے قبلہ اسے کیا کہتے ہین

ولہ

چاک سینہ ہو گیا دل سے صدا آنے لگی
کھلتے ہی اس کی جنت کی ہوا آنے لگی

لڑکون نے لیکے مارے جون ہی سینے سنگ
دیوانگون کی خون سے ہوا رستے رنگ

آپ نے ایک رباعی حضور سکندر جاہ نور اللہ مرقدہ کی نذر کی تھی - **رباعی**

کوئی نام خدا لے کے حرم تک پہنچا
کوئی پوچتے ہی دیر صنم تک پہنچا
خوش طالعی میری ہے کہ لیکر مین نذر
تجھ سے سکندر کے قدم تک پہنچا

ولہ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکھاتی ہے
اگر یکدم ہنساتی ہے تو پھر برسون رلاتی ہے

روبرو غیرون کے شکوہ کیا کرون مین آپکا
ہو رہینگی پھر کرو باتین ہماری آپکی

حنا - مہدی حسین خان لکھنوی

حنا تخلص - مہدی حسین خان نام - آپ محمد حسین خان لکھنوی کے فرزند ہین - آپکی ولادت شہر لکھنؤ مین ہوئی - تعلیم و تربیت بھی اسی شہر مین پائی - استعداد علمی کے بعد شعرگوئی شروع کی - مومن خان مومن دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۶۸ ہجری کی خدمت مین سخن کی مشق کی - استاد کی توجہ کی بدولت لائق و ممتاز ہوئے - دس گیارہ برس سے حیدرآباد دکن مین کسی سرکاری خدمت پر مامور ہین - چست و چالاک ہوشیار بیباک ہین خوش سیرت نیک عادت ہین صحبت و دوستی کے لائق ہین شگفتہ جبین و خوشخو ہین

بارک اللہ فی بقائہ

من اشعارہ

قلم ہے کیا جو ہے عرض مدعا کے لئے
زبان ہی نہین صرف التجا کے لئے

تمہارے لب جو کریں دعویٰ مسیحائی | مرض ملے نہ کہیں نام کو دوا کے لئے

حبیب ۔ محمد کاظم صاحب کنتوری

حبیب تخلص ۔ محمد کاظم نام ۔ آپکا مولد و منشا قصبۂ کنتور ضلع لکھنؤ ہے آپکے نسب کا سلسلہ جناب سید حمزہ بن حضرت امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے ۔ آپکے بزرگ سادات نیشاپور سے تھے ۔ زمانۂ سلف میں وطن اصلی سے ہندمیں وارد ہوئے ملک اودہ قصبۂ کنتور ناگور میں فروکش ہوئے ۔ اسوقت کنتور میں فضلاء والا سکونت پذیر تھے ۔ آپکے جد اعلیٰ نے بھی وہیں سکونت اختیار کرلی ۔ آپکے بزرگوں میں اکثر علما گذرے ہیں ۔ علوم عقلی و نقلی میں بے نظیر ہوے ہیں ۔ زمانۂ حال تک بھی اسی موروثی علم کا خاندان میں اثر باقی ہے ۔ آپنے ابتداء شعور میں کسیقدر فارسی و عربی کتب پڑہیں تہیں ۔ زمانہ طالب علمی میں آپکو شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوگیا آپکی طبیعت کا میلان شعرگوئی کے طرف رجوع ہوا ۔ اور طالب علمی حالت میں خلل واقع ہوا ۔ آپ تحصیل علوم کسب فنون سے محروم رہے ۔ مگر شاعری میں استادی کے مرتبہ کو پہنچ گئے ۔ آپنے سخن کی مشق جناب سید لطف اللہ قادر مرحوم سے جو آپکے ماموں تھے کی ۔ آپکا کلام نزاکت لطافت میں ڈوبا ہوا ہے ۔ آپ خوش وضع و خوش فکر ہیں ۔ فی الحال آپکی عمر قریباً سینتالیس برس کی ہے ۔ چند سال سے اس ریاست میں ملازم ہیں معتمد مدار المہام سرکار عالی نظام کے میر منشی ہیں ۔

من اشعارہ الہندی

دلسوز کون تہا ہمیں روتا جو بعد مرگ | ہاں بیکسی کا رکہتی ہے شمع مزار غم

ولہ
اسیری میں بلا نازاں ہوئی وحشت کے پر نکلے — چلے صحرا سے زنداں کو گریباں پھاڑ کر نکلے
ہمارے ساتھ جاتے ہیں عالم کو حسرت و ارماں — یہ حسن اتفاق اسوقت جیسے ہم سفر نکلے

ولہ
لے چلی ہیں دلکو سوئے کوئے قاتل حسرتیں — کس زمین میں ہے مہر کاروان شام و سحر
عرش پر ہوگا دماغ رہروان کوئے عشق — آسمان پر ہے غبار کاروان شام و سحر

ولہ
عکس روئے یار ہے تصویر پشت آئینہ — دیکھئے چمکی ہے کیا تقدیر پشت آئینہ
خط تقدیر ہے پھر جسے سمجھے ہیں سب جوہر — تنگئے ہیں غم سے ہم تصویر پشت آئینہ

حشمت میر حشمت علی حیدرآبادی

حشمت تخلص حشمت تخلص۔ میر حشمت علی نام۔ آپکا مولد و منشا حیدرآباد دکن ہے۔ آپ میر حیدر علی مرحوم کے فرزند ہیں۔ مرحوم لیہ سرکار عالی نظام کے صدر ثبتہ خانہ کے میر منشی تھے۔ آپنے سن تمیز کے بعد علما رحیدرآباد سے کتب فارسیہ کی تحصیل کی۔ انشاپردازی و عبارت نویسی میں خوب مہارت پیدا کی۔ مزاج میں سخن سنجی و شعرگوئی کا ولولہ تھا۔ اور طبیعت بھی سنجیدہ تھی شعرگوئی کے میدان میں سبقت کرکے خوب جولانی کرنے لگے۔ حیدر حسین خان حیدر المتوفی ۱۲۸۵ سنہ ہجری سے کلام کی اصلاح لیتے رہے۔ کلام سے نزاکت و ملاحت نمود ہوتی ہے۔ آپکی عمر تخمینا پچاس برس کی ہوگی۔ متوسط قد۔ گندمی رنگ مائل بہ سیاہی۔ خدا تعالے آپکو دیر گاہ زندہ رکھے

من اشعارہ الہندی

مرگ عاشق پر بھی اسطرح غم کھاتے نہیں — صبر کی جا ہے مریکے ساتھ مرجاتے نہیں
ہوگئے ہیں جاکے شاید کوئے جاناں میں مقیم — حضرت دل آج پہلو میں نظر آتے نہیں

بخشش حیدر کا دربار معلّا عام ہے	وله	اس جگہ حشمت سخنداں فیض کرب پا نہیں
گورے ہاتھوں سے جو دفناؤ گے جنت ہوگی		گور تیرہ میں پھر شمع کی حاجت ہوگی
چیختا شور مچانا سر مدفن کیسا		روح عاشق پہ اجی ورد قیامت ہوگی

حبیب - محمد حبیب حیدرآبادی

حبیب تخلص ۔ محمد حبیب نام مشاہیر شعرائے حیدرآباد سے ہے۔ تذکرہ نویسوں نے آپکی پوری کیفیت نہیں لکھی سنہ ولادت و وفات کا بھی کچھ ذکر نہیں کیا۔ کلام معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاعر لائق و فائق تھے۔ مضامین تازہ خوب تلاش کرتے تھے۔ خوش فکر و خوش خیال تھے۔ تقریباً آپکا بھی انتقال ۱۳۰۵ھ ہجری میں واقع ہوا ہے۔

من اشعارہ الہندی

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر		رہ گئی صرف یہی یار کی نشانی آخر
ہنس پڑا باغ میں بینائی بلبل کی دیکھ		کھل گئی یار تری غنچہ دہانی آخر
مونڈ کر آنکھ کو کیا ذوق سے سویا تھا حبیب		نہ سنی حیف مری ہیچ کہانی آخر
دل بیدل کی یک تسلی کو	وله	کچھ تو اپنی نشانی دو جانان
گلبدن پھول کی مت توڑ توڑ ڈالی آری		دیکھیو یہی شور کریں بلبل مالی آری

حسن - امیر حسن دہلوی

حسن تخلص ۔ امیر حسن نام نجم الدین لقب ہے۔ آپ میر علا سنجری کے فرزند ہیں۔ آپکا مسقط الراس شہر دہلی ہے۔ آپکی نشو و نما و تربیت و تعلیم بھی وہان کی آب و ہوا میں

ہوئی۔ عالم شباب کے ابتدا مین علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ شعر و شاعری کے میدان مین سبقت کرنے لگے۔ آپکی طبیعت مین سخن سنجی کی قوت خداداد تھی۔ آپکا کلام تصوف و تجرد و وحدت الوجود اور دنیاوی اسباب کی بے ثباتی پر شامل ہوتا ہے۔ صاحبان حال کامل و بزرگان صاحب دل آپکے کلام کے سننے سے وجد کرتے ہین اور نیم بسمل کی طرح تڑپتے ہین۔ دنیا و ما فیہا سے بیخبر و مست ہوتے ہین و مقام الست و بربی کے طرف رجوع ہوتے ہین۔ آپ فطرۃً زندمشرب فقر طلب تھے۔ مرات الخیال کے مولف نے "تاریخ ہند" سے نقل کیا کہ آپ مکارم اخلاق و لطافت و ظرافت و استقامت عقل مین بے نظیر تھے۔ اور روش صوفیہ و تجرید و تفرید و بے تعلقی دنیا مین بے مثل تھے۔ رندانہ مستغنیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپکی توبہ کا سبب یہہ لکھا کہ آپ ایکروز ایک نانبائی کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اُسروز قدوۃ السالکین حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ مع مریدین بازار سے گذر رہے تھے اور امیر خسرو بھی ہمراہ تھے۔ یکایک امیر کی نظر فقیر یعنے حسن صاحب ترجمہ پر پڑی۔ امیر نے دیکھا کہ صورت زیبا لائق و قابل سلوک ہے آگے بڑہ کے خواجہ حسن صاحب ترجمہ سے سوال کیا کہ نان و کلچہ کسطرح بیچتا ہے۔ حسن نے جوابدیا کہ روٹی کو ترازو کے پلڑے مین رکہتا ہون اور خریدار سے کہتا ہون کہ دوسرے پلڑے مین زر قیمت رکہے۔ جب خریدار پلڑے مین زر رکہتا ہے اُسوقت اُسکو روٹی دیکر روانہ کرتا ہون۔ امیر قدس سرہ نے کہا اگر خریدار مفلس ہو تو کیا صورت ہوگی۔ حسن نے جواب دیا کہ اُس سے درد و نیاز قیمت لیتا ہون۔ امیر قدس سرہ آپکے جواب سے متعجب ہوئے۔ واقعہ کی پوری کیفیت حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت مین گزارش کی۔ شیخ قدس سرہ نے کچہہ جواب نہین دیا۔ لیکن حضرت کی توجہ باطن نے حسن کے دل پر اثر کیا کہ

اسیوقت حسن کا حال متغیر ہوا۔ اور درد طلب و امنگیر ہوا۔ فوراً نان بائی کی دوکان سے اوٹھکر حضرت کی خانقاہ مین آیا اور توبہ کی اور حضرت کی بیعت سے سرفراز ہوا۔ دیکھو حضرت کی توجہ تیر بہدف تھی۔ بزرگان دین و اہل اللہ کی نظر بے اثر نہین ہوتی ہے پیر ہون تو ایسے ہون۔ خدائے تعالیٰ ہمکو ایسے بزرگون سے ملائے کہ ہم دنیا و ما فیہا سے سبکدوش ہوجائین۔ فی زمانا پیری مریدی کی نسبت اگر گویم مشکل و گر نگویم مشکل بامر لاچاری شق ثانی کو اختیار کرتا ہون۔ اور دم بخود رہتا ہون خدا ہم تمام کو نیک ہدایت کرے۔ بزرگان دین کی توجہ موثرہ کی بابت کسی شاعر نے کہا ہے ؎

آنرا کہ بدا نیم کہ او قابل عشق ست ۔۔۔ رمزے بنمائیم و دلش را بربائیم

آپ امیر خسرو کے معاصر ہین گویا دونون بزرگ سخنوری مین برادران توام ہین۔ اور دونون بمصداق ازان ساحران فن شاعری مین جادوگر ہین۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکہا کہ امیر خسرو و امیر حسن مین باہم الفت و محبت بدرانہ تھی۔ دونون شاہزادے سلطان محمد بن غیاث الدین بلبن کی ملازمت مین ملتان گئے۔ امیر خسرو شاہزادے کی مصحف داری پر خواجہ حسن دوات داری پر مامور تھے۔ شاہزادے کی شہادت کے بعد دہلی مین آئے۔ ملازمت کے زمانہ مین دونون ہم نوالہ و ہم پیالہ رہتے تھے۔ لیکن امیر حسن امیر خسرو پر تقدم رکہتا تہا۔ تقدم کے مختلف اسباب ہین۔ امیر حسن کے قطعات و قصائد سلطان غیاث الدین بلبن کی مدح مین زائد ہین۔ اور امیر خسرو کے قصائد سلطان کی مدح مین کم ہین۔

اور مولف مذکور نے یہہ بہی لکہا کہ خواجہ بعمر ۵۶ سالہ حوض شمسی کے کنارے شراب و کباب مین مصروف تہا کہ یکایک اسطرف حضرت شیخ نظام الدین اولیا کا گذر ہوا

خواجہ حسن نے آپکو دیکھکے یہہ دو بیتین پڑہین ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم　　گر ز صحبت ہا اثر بودے کجاست

زہد تان فسق از دل ما دور نکرد　　فسق ما یان بہتر از زہد شماست

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا صحبت موثر ہے۔ اگر حسن نہیب سے ہو۔ کامیابی کا وقت پہنچ گیا تہا۔ فوراً شیخ کے قدمون پر گرا اور تمام گناہون سے توبہ کی۔ اور حضرت کے حلقۂ ارادت مین داخل ہوا۔ اور ایک غزل کہی اسکا مطلع یہہ ہے ؎

یک سرِ موئے دولت سفید نشد　　ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند

اے حسن توبہ انگہی کردی　　کہ ترا قوت گناہ نماند

آپ کی غزلین و قصائد درد آمیز و شور انگیز ہوتے ہین فصاحت و بلاغت کی خوبیان مضامین و معانی کی موشگافیان کلام سے ظاہر ہوتی ہین آپ صاحب دیوان ہین۔ آپنے ایک کتاب مسمی فوائد الفواد جو حضرت شیخ کے حال و اقوال پر شامل ہے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے لکہی ہے۔ رسالہ متانت الفاظ و لطافت معانی سے مرکب و مرتب ہے۔ نقل کرتے ہین کہ امیر خسرو رسالہ کی نسبت فرماتے تہے کاشکے اگر میری تمام تصانیف حسن کے نام ہوتین اور یہہ کتاب میرے نام پر ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اور مین اس سعادت ابدی سے مشرف ہوتا۔ اور دارین مین اس سعادت پر فخر کرتا۔ امیر خسرو کا یہہ کلام صحبت و اتحاد کی وجہ سے ہے۔ خواجہ حسن صاحب ترجمہ شعر گوئی و روش شاعری مین سعدی شیرازی کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ خود کہتا ہے ؎

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردست　　کہ اہل معنی گل چین از ان گلستانند

سعدی شیرازی کی پیروی کرنے سے آپکو سعدی ہندوستان کہتے تہے ملا عبدالرحمن جامی نے

بہارستان مین لکہا کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی مین طرز خاص اختیار کیا ہے۔ اکثر قوافی
تنگ اور ردیفین نادر اختیار کین۔ آپکے کلام کی حالت مجتمعہ اگرچہ ظاہرا نظر مین آسان
معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا کلام کہنے مین دشوار و مشکل ہوتا ہے۔ بنائً علیہ آپکے کلام کو
سہل ممتنع کہتے ہین۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کہتا تہا۔ امیر حسن آن نے وارد کہ عاشق آن نوا شنید
گو امیر خسرو یوسف زمان بود چنانچہ خود میفرماید ؎

اے حسن بر آستین نظم خود نو کن طراز — خاصہ این ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

انتہی کلامہ۔ لطائف اشرفی کے مولف نے لکہا کہ آپ ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے۔
آپ جب مجلس احباب مین جلوہ افروز ہوتے تہے تب احباب کا جلسہ آپکے وجود سے درونق پذیر
ہوتا تہا۔ آپکے لطائف و ظرائف سے احباب کو لطف فزہ حاصل ہوتا تہا۔ بحسب اتفاق
خواجہ حسن کو بیماری لاحق ہوئی۔ عارضہ کی شدت سے بیہوش ہوگئے۔ چند احباب مثلاً
امیر خسرو و منصور وغیرہم عیادت کے گئے اور آپکو آواز دیے کہ خواجہ صاحب کی مارا می شناسید
ما کیانیم کہ و آخر گفتند ما چہ کسانیم۔ خواجہ نے آنکہہ کہولکر کہا کہ کہ ما بندہ سخن اولیئم کہ
تمام آپکے کلام ظرافت انجام سے محظوظ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ایسے وقت مین بہی ظرافت
کو ترک نہین کیا۔ تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے لکہا کہ مین نے لطیف المزاج و سلیم الطبع
و خوش اخلاق مثل خواجہ حسن کسیکو نہین دیکہا۔ لطافت مزاج و خوش خلقی مین بے نظیر تہا
سلاطین و امرا آپکے ساتہہ خاص توجہ رکہتے تہے یعنے آپکے کمال و حسن لیاقت کے خریدار
ہوتے تہے۔ آخر عمر مین جب سلطان محمد تغلق شاہ نے دہلی کو خراب کرکے دیوگڈہ دکن کو
دار السلطنت بناکے دولت آباد نام سے موسوم کیا تب تمام باشندگان دہلی حسب الحکم
دیوگڈہ مین آئے۔ آپ بہی تمام کے ساتہہ آئے۔ چند روز کے بعد خلد برین کو روانہ ہو

مخدوم اولیا کی تاریخ رحلت ہے - بحساب سنہ سات سو اڑتیس ہوتے ہین - اخبار الاصفیا کے مولف نے لکہا کہ سنہ ٧٣٧ ہجری - اور مرات الخیال کے مولف نے سنہ ٧٣٨ ہجری لکہا سنہ رحلت بقول مرات الخیال صحیح معلوم ہوتا ہے - والعلم عند اللہ -

روضہ خلد آباد مین قریب مقبرۂ شاہ برہان الدین غریب بخیر ہم مدفون ہوئے - دکن مین حسن شیر نام سے مشہور ہین - یہہ خرابی و تصحیف حسن شاعر کی ہے - آپ صاحب دیوان تہے آپکا دیوان ہند و دکن و عرب عجم کے کتبخانون مین موجود ہے - اب مین آپکے گلزار ہمیشہ بہار دیوان سے گلہائے رنگین و شگوفہائے شیرین انتخاب کرکے بطور گلدستہ ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون تاکہ اسکی خوشبو سے دل و دماغ کو معطر و تازہ کرین

ھو ھذہ

باز دل سوئے سفری بینم آن دلدار را
نیست زیار یکہ تنہا می گزارد یار را

گر بہم شبے تا کہ طالع نشوی چون مہ
بگذر چو نسیم گل وقت سحرے بر پا

باز در زنجیر زلف دلبران آویختم
چون کنم جائے نمی یابم دل دیوانہ را

صبر من بیگانہ تر شد چون تو برگشتی ز من
آشنا ہر گہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را

خوبان اگر بدست رقیبان گرو بیند
گر در چمن برائے چہ بندند خارہا

طرّہ از رویت نمیگردد جدا
کافران را نیست از آتش نجات

جرعہ کز دست افتاد بر زمین
خون او ہفت آسمان را خونبہاست

یارب منجّمے برسان تا بپرسمش
کان آفتاب شب رو ہم ز آسمان گذشت

زلف تو شفیع محشرم باد
ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است

ساقی بزم صبح مشکبار است
غائب نشوی کہ با تو کار است

چشمت سوئے من نمی شود باز | وله | جانان مگر از منت غبار است

باری باری کند اگر خواهد | وله | قصهٔ من هنوز بر اگرست

ببوسم نامهٔ خود روز محشر | وله | کہ از خط سیاہش یادگارست

عشقبازان دیگرند و عیش سازان دیگرند | وله | آنچه در فرہاد می بینم در پرویز نیست

از خط خونریز و از رخسار خویش گویا | وله | محضر ظالم به پیش بادشاه عادل است

سنگ را بہر روئے خوردن آتشے در زر خویش | | اے حسن این گشت دیوانگان غافل است

روئے گل بین صفت روئے کسے با او هست | وله | بوئے حلقهٔ گیسوئے باو هست

دوش چشم همه کس در مه تو حیران بود | | چاشنئی خم ابروی کسے باو هست

گفتم ز باغ وصل تو بوئے بمن رسد | وله | آواز از در تو برآمد که بار نیست

خال تو بر رخ جہان افروز | وله | ہندوی آمد آفتاب پرست

آب مژهٔ ما گذران شد ز سر ما | وله | نیکو مثل است نیکه بهم ز ماست که بر ماست

خط کشیدی من شدم عاشق | وله | راستی مشک و عشق پنهان نیست

مرا بنده ور گرفتی برحمت بگذار | وله | که بادشاه بسے صید را گرفت و گذاشت

یار آواره کی همی خواهد | وله | رفتن چه بهانه افتاده است

بیشتم خواهم شنوم کان لفت تا بی دو هم | وله | زان مثل نرسیم که در باب بستن آمده است

ما گناہے نکرده ایم | وله | خوئے بد را بهانه بسیار است

دلم بردی و نتواختی هزار افسوس | وله | چنانکه دلبریت هست دلنوازی نیست

مگر بتو نرسیده است کان بزرگ چه گفت | وله | میان ما و شما عشق هست و بازی نیست

فائدہ اس بیت میں شیخ فریدالدین کے کلام کی طرف تلمیح ہے یعنی ایکوقت

شیخ بہاء الدین کے طرف سے شیخ فرید الدین کی خدمت مین ایسی بات پہنچائی گئی کہ شیخ فرید الدین کے موافق نہ تہی - بعد مین شیخ بہاء الدین نے آپکی خدمت مین ایک معذرت نامہ بہیجا - اسمین یہہ ایک فقرہ تہا کہ میان ما و شما عشق بازی ہست کہ شیخ فرید الدین نے جواب مین لکہا کہ میان ما و شما عشق ہست بازی نیست الخ

گر روی در بہشت بود خط چہ میکشی	وله	اے ظلم پیشہ خار منہ بر در بہشت
سروری کہ سایہ کرم از من دریغ داشت	وله	صبح سعادتیست دم از من دریغ داشت
یارب ہمیشہ بر سر من پایدار باد		آن ابر رحمتی کہ نم از من دریغ داشت
گشتم ز فرق تا بقدم حلقہ چون رکاب		زان شہسوار من قدم از من دریغ داشت
گر شبے خوانی سگ کوئے خودم	وله	وا شد آن شب کہ روز نیاز از من است
دلم گم شد درین مجلس کجا رفت	وله	لبش گیرم کہ پنہان کردہ اوست
روزم تو بر فروز شبم را تو نور بخش	وله	این کار نیست کار مہ و آفتاب نیست
گیتی ترا چہ سود و چہ سودست از ورع سماع		این آن سوالہاست کہ آنرا جواب نیست
شب آمد و شنید کلام حسن ز دور	وله	گفتم پری نگر بفسون آمدن گرفت
تا رگ با خندہ شیرین تو لافی زند	وله	در دہانش باز نگذاریم و ندانی درست
چشم بر ناظر منظور رہی کور کردہ اند	وله	تو نیاے کہ گرگ گرد رہ میشان بس بود
جان پیش کشم چو تو در آئی	وله	در خلوت دوست جان نگنجد
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ ہمیکنی بلب	وله	چشم تو جور میکند لعل تو داد میدہد
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما		اندک تری نوازد و بسیار می کشد
حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج		ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کنند

شیرین لبان کشند و نوازند یار ما | وله | اندک نوازد و بسیار می کشد
دل از نسیم زلف تو مدهوش آورد | وله | جان از شمائل تو به بیهوشی آورد
لعل تو اے نگار چه معجون حکمت است | | گرچه خوانده ایم فراموشی آورد
گفتی چرا سخن نکنی چون بمن رسی | | حیران جمال تو مدهوشی آورد
دل ربودی دگر چه خواهد شد | وله | راضی ام من بهر چه خواهد شد
دل نشد جان بسوخت این کم شد | | شاد نی شد دگر چه خواهد شد
بخت برگشت یار برگردید | | اے حسن زین بتر چه خواهد شد
سیم من بر زمین باشد همیشه پیش روان | وله | مگر آنروز معذورم که زر بر زمین باشد
تحفهٔ هر دو جهان بر در او می آرند | وله | از من خسته سلامی و دعا هم برسد
اے چو گل خاستهٔ خار بے لبت بکام مرساد | وله | قرة العین منی عین کمالت مرساد
اے خضر یکبار دگر محمل بسوئے روم کن | وله | روح اسکندر را بگو کان آب حیوان میرود
بمکتبے که ازو میروی همه طفلان | وله | بغیر سورهٔ یوسف دگر نمی خوانند
مصلحت نیست که بنمایم هی انچه حکیم | وله | هر کسے مصلحت خویش نکو میداند
خواهم که بهم با تو چندان که دارم دست رس | وله | اے صبح دولت یکدمے با دوستان شو همنفس
فراق روشن و بسیار شد چه چاره کنم | وله | مگر لباس حیائے که هست پاره کنم
گرفتم اینکه به اندازه دهن زنالیدن | | طپیدن دل بیچاره را چه چاره کنم
اگر گوئی بمیر اندر غم من | وله | عجب نبود که از شادی بمیرم
لب شیرین و غمزهٔ شوخت | وله | نسخهٔ صلح و جنگ می بینیم
صلح کردم ببوسه و دشنت | | جنگم و وقت تنگ می بینیم

چگونه آدمی حیران نماند | وله | پری پیدا شده از نسل آدم

گفتم بقا خنده که چه می نالی اینچنین | وله | گفتا که درس عشق تو تکرار می کنم

ای از شب گیسوی تو هر شب مرا قدری دگر | وله | پرده ز رخ بگسو فگن روز مرا نوری کن

جان نخواهم جز بخاک کوی تو | وله | جان من نشنیده حب وطن

خون شد دل دیوانه ام لب بیا زینچنین | وله | آخر رسید افسانه ام شب بدرازی ہجران

بسیار خوانده ام صفت دوزخ و بهشت | وله | دوزخ فراق تست بهشتم وصال تو

کباب گشت جگر بے مے جگر گویم | وله | مرا جگر بده آن باده جگرگون ده

گفتی بداغ خاص بکرم کنم ترا | وله | این وعده را امید وفاست گر کنی

داغ گشتم از دیر رفتن تو | وله | داغ دیگر که دیر می آئی

سگ تو باشم و خاک در تو شوم حکیم | وله | غلام حکم توام تا چه حکم فرمائی

بیا که بر همه خوبان شهنشاه توئی | وله | چو غنچه در صف گل صاحب کلاه توئی

ز دست تو بکه نالم ز نام حکم تو است | ز تو سوی که گریزم گریزگاه توئی

امیر حسن صاحب نے جسے ایک مختصر مثنوی سلطان علاء الدین کی مدح میں لکھی تھی

من ٢٠ ابیاته

بیا ای گهر جوی دریای غیب | ز در هر چه داری برون کن ز جیب

چو آئی درین بندگی بنده وش | ز هر در چه باشد ترا پیشکش

طبق از ورق در از نظم خواه | درے در طبق نه بیا پیش شاه

زهے گلشن ملک را نونهال | برآورده حضرت ذوالجلال

روان کرده از بهر میدان خویش | روان کرده از بهر احسان خویش

زخورشید برآسمان گوئے زرد　　ز از ریختن ورزمین جوئے زر
برائے وہ ایت برافراشتن　　ترا ختم شد مملکت داشتن
توئی بر خلافت بحق مستیاب　　یمین الخلافہ ازان شد خطاب
فریدون اگر کین کشید از دو مار　　تو از صد فریدون برآری دمار

حاکم - حکیم بیگ خان لاہوری

حاکم تخلص - حکیم بیگ خان نام ہے۔ آپ شادمان خان اوزبک کے فرزند ہیں - قاضی میر یوسف ہراتی کے دختر زادے - شادمان خان عالمگیری زمانہ میں بلخ سے ہند میں آئے۔ بادشاہی منصبداروں کے زمرہ میں شریک کئے گئے منصب ہفتصدی سے پنجہزاری تک ترقی کی - فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے عہد میں منصب پنجہزاری ونوبت ونقارہ سے سربلند وممتاز تھے - اور لاہور میں سکونت پذیر تھے حکیم بیگ خان بھی فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے ابتدائے عہد میں منصب وخانی سے ممتاز ہوئے آخر آپ تارک الدنیا ہوئے اور فقیری کا دامن تھام لیا کشمیر ودہلی میں سیاحی کی - اور حرمین شریفین کی زیارت کا مصمم ارادہ کیا - اولاً خود صاحب ترجمہ وشیخ نور العین واقف بٹالوی باہم ملکے دکن روانہ ہوئے - ۲۹ تاریخ ماہ رجب سنہ ۱۱۴۷ ہجری میں اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پاس فروکش ہوئے - آزاد آپکی تشریف آوری سے بہت خوش ہوئے - مہمانداری بطور شناسندہ ادا کی - ایک ہفتہ تک دونوں عزیز آزاد کے پاس مہمان رہے - ایک ہفتہ کے بعد دونوں بزرگ بندر سورت روانہ ہوئے - واقف بندر سورت میں بسبب بیماری لاحقہ

سکونت پذیر ہوا۔ اور حاکم صاحب بتہ جمعہ جہاز مین سوار ہوکے روانہ ہو گیا مع الخیر والعافیہ حرمین شریفین مین پہنچ کے حج و زیارت سے فائز المرام ہوکے سورت مین مراجعت کی پہر بتاریخ ۵ جمادی الاولی سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین حاکم و اقف اورنگ آباد مین داخل ہوئے آزاد دونون اعزہ کے ملنے سے بہت خوش ہوئے۔ اُسوقت حاکم نے ایک مختصر تذکرہ شعرا لکہا۔ اور اس تذکرہ مین اُن شعرا کو درج کیا جنکو دیکہا " تذکرہ کا نام تحفۃ المجالس تجویز کیا۔ آزاد بلگرامی نے کہا کہ اس کا نام مردم دیدہ رکہنا چاہئے " تاکہ اسم بامسمی ہو جائے۔ اور اسمین ایہام بہی ہے حاکم نے پسند کیا۔ اور یہی نام قرارداد ہوا۔ حاکم نے تکملہ نسخہ مین یہہ قطعہ منظوم کیا۔

نسخہ " تازہ کردہ ام تالیف | کہ ازو تازہ شد روان سخن
نام او کرد مردم دیدہ | آنکہ بودہ است رازدان سخن
اسم سامی او غلام علی است | سرو آزاد بوستان سخن
نیست او دیگرے بملک دکن | نیست باللہ قدردان سخن
او بود داد معنی و لفظم | او بود رمزدان سخن

جب حاکم تارک الدنیا ہوا تب سے شاہ عبد الحکیم ملقب ہوا۔ بتاریخ ۹ شوال سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین اورنگ آباد سے بطریق سیر حیدرآباد گیا۔ سیر کرکے ۱۹ تاریخ ماہ صفر کو اورنگ آباد پہنچا۔ دوسری تاریخ ربیع الاول سنہ ۱۱۷۶ ہجری مین حاکم وواقف ہند کو روانہ ہوئے۔ چونکہ مالوہ کا راستہ خوفناک تہا۔ احتیاطاً برار وچندیری کا راستہ اختیار کیا۔ اتفاقاً راستہ مین ایک واقعہ پیش آیا اورنگ آباد و بالاپور کے درمیان رہزنون نے دونون اعزہ کا مال و اسباب لوٹ لئے۔ خیر گذری کہ

جان سلامت لے ہی۔ آخر دونوں اعزہ بمصیبت تمام بالاپور برار مین پہنچے۔ وہان سے
ایک خط قاصد کے ہاتہہ سے آزاد بلگرامی کے پاس بہیجا اور اپنا تمام واقعہ لکہا۔
آزاد نے تہوڑا روپیہ بذریعہ ہنڈوی روانہ کیا۔ لیکن خرچ کافی نہین تہا۔ بالاپور سے
کہولاپور پہنچ گئے۔ پہر آزاد کے پاس ایک آدمی بہیجا۔ آزاد نے اسوقت خرچ
کافی بہیجدیا۔ دونوں کہولاپور سے منازل قطع کرتے ہوئے مع الخیر و العافیہ
وطن مالوفہ پہنچے۔ حاکم نے خانپور ضلع ہوشیارپور توابع لاہور سے ایک خط آزاد کی خدمت
مین بہیجا۔ اور لکہا کہ ہم بتاریخ دوم شوال سنہ حال مع الخیر وطن مالوفہ پہنچے۔
اعزہ و اقارب و عیال و اطفال کو مع الخیر و العافیہ پائے۔ تمام کے دیکہنے سے دل کو سرور
اور دیدہ کو نور حاصل ہوا۔ اسیطرح اعزہ نے بہی ہمارے دیکہنے کی بہت خوشی منائی۔ اور حضرت
واقف بہی بخیر و خوبی کیساتہہ اپنے وطن مالوفہ بٹالہ مین پہنچ گئے۔ تمّ کلامہ۔

حاکم کو تلمذ شاہ آفرین لاہوری سے تہا۔ خود شاگردی کا اظہار کرتا ہے سے

حاکم بداشتم سر و سامان فکر و شعر ۔۔۔ از فیض آفرین بسخن آشنا شدم

حاکم خوش طبع و خوش مزاج و ظریف تہا۔ ملا حامد لاہوری کے لڑکے کی ختنہ کی
تاریخ کہی۔ ع ختنۂ ملا زادہ کے گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ حاکم نے مجہہ سے
مکرر ذکر کیا کہ مین اپنا دیوان سراج الدین علیخان آرزو کے پاس اس غرض سے لیگیا
کہ نظر اصلاح سے مطالعہ کرین اور کلام کے حسن و قبح سے مطلع فرمائین۔ اولاً انکار
فرمایا لیکن میرے اصرار سے نگہداشت کیا۔ اور دو مہینے کے بعد واپس بہیجا۔ جو
کچہہ خیال مین آیا حاشیہ پر لکہدیا۔ وارستہ سیالکوٹی نے اعتراضات کو دیکہا تو ایک
رسالہ مسمی بہ جواب شافی لکہا۔ آرزو کے اعتراضات فضول تہے۔ آرزو و حاکم کی

خوش اخلاصی تحسین و آفرین کے لائق ہے۔ باوجود مناقشۂ شاعری دونون مین بدستور اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم تھا۔ آرزو مجمع النفائس مین حاکم کی تعریف کرتا ہے اور حاکم بھی مردم دیدہ مین آرزو کو نیکی کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ شعرا مین اس قسم کا خلوص کم دیکھا گیا۔ متقدمین علما و فضلا مین بھی باہم مسائل حکمیہ و فقہیہ مین مناظرے و مباحثے ہوتے تھے بایکدیگر بحث و تکرار لساناً و قلماً کرتے تھے۔ لیکن ان کے قلوب کدورت و کینہ سے صاف و پاک ہوتے تھے باہم برادرانہ تعلق رکھتے تھے کبھی ایک دوسرے کی مذمت نہین کرتا تھا۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی۔ و علامہ سعد الدین تفتازانی امیر تیمور گورگان کے پاس تھے ایکروز دونون بتقریب شکار بادشاہ کے ہمرکاب ہوئے۔ سید کا عالم شباب تھا۔ اور تفتازانی کا عالم پیری و ضعیفی بادشاہ نے سید کے لئے گھوڑا تیز و چالاک و پیر بزرگ کے لئے لاغر و ضعیف تجویز کیا القصہ امیر و دونون بزرگ گھوڑون پر سوار ہوکے سمرقند کے میدان پر فضا و صحرائے راحت افزا مین جولانی کرنے لگے۔ سید کا بادپا آگے بڑھتا تھا نہایت خوشی سے اچھلتا کودتا تھا۔ اور بلائے ضعیف کا سست قدم آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا تھا۔ پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ تیمور کبھی گھوڑا دوڑاتے ہوئے سید کے پاس جاتا تھا کبھی عقب مین تفتازانی کے پاس آتا تھا۔ تیمور نے امتحاناً کہ دونون بزرگون مین باہم خلوص ہے یا کینہ کم اولاً تفتازانی سے آہستہ کہا دیکھو کہ جرجانی کسقدر غرور و تکبر سے گھوڑا دوڑا رہا ہے۔ تقدم و تاخر مین پاس ادب نہین کرتا ہے۔ تفتازانی نے امیر سے کہا غرور ہے نہ تکبر۔ سید جرجانی عالم و فاضل و ہنر ہے۔ فی زماننا جسکا نظیر نادر ہے گھوڑا خوش ہو رہا ہے جوش خوشی سے کود رہا ہے کہ مجھپر ایسا عالم فاضل جسکا مثل معدوم ہے

سوار ہے۔ اسے بادشاہ گھوڑا جسقدر فخر کرے اسکا فخر بجا ہے۔ پھر میر تیمور سید کے پاس آیا۔ اور آہستہ سے کہا دیکھیے تفتازانی سُست قدم و پست دم یابو پر آہستہ آہستہ بروبا با بروبا با کہتے ہوے آرہا ہے۔ سید نے فرمایا اے بادشاہ علّامہ کا یابو سست قدم نہیں ہے نہ علّامہ سست ہیں۔ اس آہستگی و سستی کا اور ہی سبب ہے امیر نے کہا وہ کیا ہے سید نے کہا علّامہ جامع العلوم والفنون حاوی الحواشی والمتون ہے۔ علوم و فضائل کے ذخائر سے علّامہ کی ذات گران بار ہو گئی ہے گران باری ایسی کہ اسپ قوی ہی متحمل نہیں ہو سکتا ہے بناءً علیہ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ امیر تیمور دونوں فاضلوں کے خلوص صفائے قلب سے واقف ہو کے بہت خوش ہوا۔ دونوں کو خلعت انعام سے سرفراز فرمایا۔ اور خدا کا شکریہ نہایت عاجزی و نیازمندی سے ادا کیا۔ کہ میرے زمانہ میں ایسے علما باصفا ہیں۔ فی زماننا علما و مشائخ کی جو حالت ہے اظہر من الشمس ہے گزارش کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک انا و لاغیری کا دم بھرتا ہے۔ اور مدعی بنکے دوسروں کو ذلیل کرتا ہے۔ اور اپنی نمائش کا علم بلند کرتا ہے۔ اور اپنی گرم بازاری چاہتا ہے۔ میرے نزدیک علما کی یہہ حالت کس وجہ سے ہو رہی ہے؟ وجہ یہہ ہے کہ ہر ایک ناقص العلم ہوتا ہے اگر کامل العلم ہوتا تو کبھی نمائش کی پیروی نکرتا۔ اور انا و لاغیری کا مدعی نہ بنتا اللہ جل شانہ ہم تمام کو اخلاص اخلاق کے رستہ پر لائے۔

اب میں جواب شافی سے دو ایک مثالیں گزارش کرتا ہوں

مثال اول۔ حاکم کہتا ہے ؎

غلط ساز ند ہر دم بعد از این روزن گلخن ‌‌‌ ‌ ‌ چنین گر ہم شوم ز چشم حیران دود میخیزد

خان آرزو اعتراض کرتا ہے از روزن گلخن سے اگر روزنہ گلخن مراد ہے تو گلخن دروازہ

کو چاک کہتی ہے اسکو روزن نہین کہہ سکتے۔ اگر اس سے دودکش ہندی مراد ہے تو وہ بھی بمعنی روزن گلخن نہین آیا ہے۔

وارستہ جواب دیتا ہے کہ اہل زبان کے محاورہ مین آیا ہے چنانچہ طاہر وحید کا قول شاہد حال ہے ؎

چو لالہ روزن گلخن بود گریبانم	ازین چہ سود کہ در باغ گشتہ اندمرا

دودکش کو محاورہ ہند کہنا۔ زبان دانی پر خاک ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظ فارسی ہے۔ طاہر نصیرآبادی جو کبھی ہند مین نہین آیا۔ اُس نے اپنی نثر مسمیٰ خواب و خیال مین لکھا ہے "از دود عود دماغش پریشان می شد؛ در دودکش حمام منفافش وام" صاحب ابراہیم شاہی نے لکھا کہ دودکش۔ باورچیخانہ و حمام کے روزن کو کہتے ہین

مثال ثانی حاکم ؎

گل کردہ تا زمشرق دل مطلع گہر	خورشید شد ز شرم برنگ سہا گرہ

خان آرزو کہتا ہے۔ خورشید گرہ شد۔ غیر مانوس ہے۔ وارستہ جواب دیتا ہے کہ مانوس ہے اس لئے کہ میرزا صائب کہتا ہے ؎

طوفان گرہ شدہ است مرا در دل غیور	تا مہر شرم بر لب اظہار ماندہ است

طوفان را گرہ زدہ کہنا غیر مانوس نہین ہے۔ گل رعنا کے مولف نے اس مقام مین دو شعر دیوان صائب سے نظیراً پیش کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے گرہ زدن آفتاب مانوس ہے ؎

آہ سردے از لب ہر کس کہ می گردد بلند	آفتابے در تہ دل چون سحر دارد گرہ

اسی طرح کے متعدد اعتراضات مع جوابات مذکور ہین۔ ہم نے طوالت کی وجہ سے اسی قدر پر اکتفا کیا۔

شاہ عبدالحکیم حاکم صاحب ترجمہ آزاد سے بہت محبت و اتحاد رکھتا تہا۔ مرثیہ میں آزاد کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

زسد سخت و غربت نمود آزادم ورز غلام علی شد مرا علی قاپی

علی قاپی صفاہان میں دولتخانہ صوفیہ کے سامنے ایک دروازہ کا نام ہے۔ قاپ ترکی میں دروازہ کو کہتے ہیں۔ یہہ دروازہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے نام پر بنوایا گیا۔ اور قرارداد ہوا تہا کہ جو کوئی اس دروازہ سے داخل ہو جائے آزاد و مامون ہوتا ہے۔ اگرچہ گناہگار واجب القتل ہو۔ گویا یہہ دروازہ دارالامن تہا۔ دروازہ مذکورہ کو کعبہ کا حکم دئے۔ گل رعنا کے مولف لچھمی نرائن نے لکہا کہ نورالعین واقف لاہوری کا خط بنام آزاد مورخہ اوائل محرم ۱۱۸۲ھ ہجری ملتان سے آیا اس سے معلوم ہوا کہ حاکم و واقف کشمیر میں نواب سربلند خان بہادر صوبہ کے پاس گئے مراجعت کیوقت مقام تہہ میں حاکم بعارضہ ہیچش فوت ہوئے وہان دفن کیا گیا یہہ واقعہ ۱۱۷۵ھ ہجری میں واقع ہوا۔ اب آپکے بوارق طبع گزارش کئے جاتے ہیں۔

من اشعارہ

بابروی نماید ترک چشمش کج کلاہیہا		کہ می نازند دائم بر بروت خود سپاہیہا
ہر کہ با دیوانگان پیوست ایمن از بلاست	ولہ	نیست بیم وزد ہرگز خانۂ زنجیر را
نمایم گر باسکندر کتاب سینۂ خود را	ولہ	شمار و فرد باطل صفحۂ آئینۂ خود را
بود در فقر لب بستن ز حرف مدعا واجب	ولہ	کنم از موے چینی خرقۂ پشمینۂ خود را
بر نامہ ہان بنازند از حرص نقد جانرا	ولہ	دو نا سزان شمارند بینند چو سنان را
صاحب سخن نہ بیند بہرہ ز صرف کثرت		افزونی نقطہ شد آسے زیان بیان را

کار من تنها ز درد دل نمی سوزد همان گذشت
درد اگر این است می باید مرا از جان گذشت

نیست معلوم که جا داد و زما دل شدگان
اینقدر هست که در کوی تو غوغائی هست

مجنون چو مرد چاک گریبان بگل گذاشت
داغ عشق بلاله دامن صحرا بما رسید

شد نقد عمر صرف در بند آن شکرفروش
در کیسه زر نماند چه سودا بما رسید

نی بخار آتش و نی باد خزان کرد بگل
آنچه با بلبل من حسرت بیباکی کرد

به گلستان ما هم گوشه زندانی را
مکن ز دام برای خدا مرا آزاد

ملائمت کند ار سختی فلک با من
زری که آب شود کی تحمل محک دارد

تا نگردد کهنه داغ عشق کی بخشد فروغ
شمع کم پرتو دهد چون تازه روشن میشود

بی تعلق تر بود چالاک تر در راه دوست
پا برهنه هر که گردید است بهتر می دود

نه بدرد آشنائی نه بعشق راه دارد
بچکار آید این دل که کسی نگاه دارد

ز من باشد بعالم خاندان کفر و دین روشن
دلم شمعی است کاندر کعبه و بتخانه می سوزد

زنده در گور بیتو می سوزم
همچو اخگر بزیر خاکستر

ناقه لیلی بصحرا رفت هان ای گردباد
می بری گر مشت خاک ما هم از پی زود باش

خاکم نساخت سوختگان را هوای ابر
حالم بیک نسیم دگرگون شود چو شمع

هلاک چشم تو با منکر و نکیر از ناز
دهد بگوشه ابرو جواب در ته خاک

اهل دولت نیز اظهار پریشانی کنند
با وجود زر لباس پاره در بر دارد گل

در دل خیال چشم تو دائم بگردشی است
مانند آن مریض که جا می کند بدل

در شادی و غم همدم تو با تو شریک است
که خنده بیک لب کنی و گریه بیک چشم

بتان نه شکر بوسی نه زهر دشنامی
هزار شکر که شرمنده شما شدم

سوخت برق جلوۂ آن شمع قد تا پیکرم — چشم قمری می شود آئینہ ز خاکسترم
دل دیوانہ ام شاید بتقریبے بیاساید — بیا ز زلف و شبہا بخود افسانہ دارم
بزیر خون مرا یا ز دام کن آزاد — بیا برائے خدا کن ازین دو کار یکے
ظہور کون ز نیرنگ وحدت ذات است — ہزار رنگ برآید گل و بہار یکے

حیاتی - کاشی مرزا حیاتی

حیاتی تخلص - مرزا حیاتی نام کاشانی الاصل تہا - میر غلام آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ مین لکہا کہ شاعر شیرین ابیات و میر آب چشمۂ حیات ہے - ابتدا مین سقائی تخلص کرتا تہا - الحاد و زندقہ کیطرف مائل رہتا تہا ملاحدہ و زنادیق کی مصاحبت مین ایسی ترقی کی تہی کہ ملاحدہ کا افسر مانا جاتا تہا - عاشقانہ مزاج رکہتا تہا - ایک صراف کے لڑکے حسین پر فریفتہ ہوکے اُسکے ہمراہ کاشان سے قزوین کو گیا - مدت دراز تک وہان ملاحدہ کے ساتہہ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا - اہل کاشان نے اس فرقہ کی ایک جماعت کو مع چند ارباب زندقہ و الحاد شاہ طہماسپ صفوی کے حضور مین لیگئے - تمام حسب الحکم شاہی معذّب و مقیّد ہوئے - تقریباً دو سال تک شکنجہ حبس و عذاب مین گرفتار رہے - حیاتی بہی انکے ساتہہ رنج و بلا مین مبتلا رہا - دو سال کے بعد شکنجۂ قید سے رہائی پاکے شیراز گیا دو سال تک وہان بسر کیا - پہر سنہ ۹۸۶ نوسو چہیاسی ہجری مین اپنے وطن مالوفہ کاشان مین پہنچا - الحاد و زندقہ سے توبہ کی - دین نبوی کا حلقہ بگوش بنا - تہوڑے زمانہ کے بعد کاشان سے بطریق سیر دکن مین آیا - اور احمد نگر مین نظام بحری کی ملازمت مین رہا - خوشی و خرمی سے زندگی بسر کر رہا تہا کہ کسی مقرب و مصاحب نے جہانگیر بادشاہ ہند کے

حضور مین حیاتی کی تعریف کی۔ بادشاہ اسکے دیدار کا مشتاق ہوا۔ اور اسکی طلبی کا حکم صادر فرمایا۔ حیاتی احمدنگر سے حسب الحکم درگاہ بادشاہ مین حاضر ہوا۔ شاہانہ عواطف سے سرفراز۔ و خلعت و انعام سے سربلند۔ ۱۰۱۹ھ سنہ ہجری مین تغلق نامہ مولفہ امیر خسرو بادشاہ کی خدمت مین پیش ہوا۔ بادشاہ مثنوی مذکور کے دیکھنے سے بہت محظوظ ہوا۔ لیکن کتاب ناقص تہی ایک داستان اسمین سے مفقود تہا۔ بادشاہی شعرا اس داستان مفقود کے نظم کرنے پر مامور کئے گئے۔ ہر ایک نے اپنے نتائج طبع کو پیش کیا۔ اُن تمام سے حیاتی کی نظم زیادہ مقبول ہوئی۔ بادشاہی حکم ہوا کہ حیاتی کو زر سرخ و سفید مین وزن کرین۔ حیاتی تولا گیا وزن و سنگ مین چہہ خریطہ ترازو کے پلڑے مین آئے ہر ایک خریطہ ہزار اشرفی و روپیہ پر شامل تہا۔ یہ تمام زر سفید و سرخ حیاتی کو دیا گیا۔ حیاتی مالامال ہو گیا سعیدائے گیلانی نے اس واقعہ کی تاریخ کہی ہو ہذہ

چون حیاتی را بزر سنجید شاہنشاہ عصر	بادشاہ عادل گستر شاہ گردون اقتدار
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ	آفتاب ہفت کشور سایۂ پروردگار
بہر تاریخش بروئے کفۂ میزان چرخ	شاعر سنجیدۂ شاہی رقم زد روزگار

کسی تذکرہ مین آپکا سنہ وفات کا ذکر نہین دیکہا گیا۔ تقریباً آپکا انتقال ۱۰۵۳ھ سنہ ہجری مین ہوا۔ والعلم بحقیقۃ الحال عنداللہ۔

من بوارق طبعہ

فغان کہ رنجش جانان بآن مقام رسید	کہ ہر کہ گرد گنہ از من انتقام کشید
خاک کوئے تو از سیل قطرہ پر نم کردیم	تا غبار رہ تو از رہگذر ما نرسد
در بلائے عاشقی دل یاری من میکند	جان فدائے او کہ جانب داری من میکند

در دل من درد افزودی بیگوئی منال | آتشے در جانم افکندی می گوئی مسوز
می نمایم شاد خود را گرچہ می میرم ز جور | تا نیاید رحم در خاطر جفا کار مرا
بہر شوخی گو ندا ند دوستی در اصل حقیقت | خلق را با خود جدائی از چہ دشمن کردہ
بے لعل تو گر خون رود از چشم تر من | شادم کہ نیاید دگرے در نظر من
ترسم کہ شود یار نجیبن غیر شود شاد | اے باد مکن جانب آن کو خبر من

حافظ خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی

تمہید ذکر خواجہ حافظ

چونکہ خواجہ حافظ شیرازی حسب الطلب محمود شاہ بہمنی دکن میں آنیکے لئے مستعد ہوئے تھے بہمنی نے
زاد و راحلہ کے لئے دس ہزار ہُن جو مساوی پینتیس ہزار روپیہ سکۂ انگریزی ہوتے ہیں بھیجدیا تھا
اور آپ جہاز پر سوار ہوئے کہ یکایک باد مخالف شروع ہوئی آپ بندر ہرمز میں جہاز سے
اُترکے بہ بہانہ ملاقات یاران مقام لار میں چلے گئے۔ اور دکن کا ارادہ فسخ کردیا اور ایک
غزل لکھکے میر فضل اللہ انجو کے پاس بھیجدی۔ چنانچہ تمام واقعہ ذیل میں مذکور کیا جاتا ہے
بناءً علیہ ایسا ہی مولانا جلال الدین دوّانی و مولانا عبدالرحمن جامی کو بھی خواجہ محمود گاوان نے
مدرسۂ بیدر کی تدریس کے لئے طلب کیا تھا لیکن یہہ بزرگ بسبب ضعیفی و فاصلہ بعیدہ
نہیں آئے۔ معذرت نامہ بھیجدیا اور خواجہ سے مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ دوّانی نے
ہیاکل النور کی شرح لکہی اور اسکا دیباچہ خواجہ کے نام سے معنون کیا۔ اگرچہ علمائے ثلاثہ
دکن میں نہیں آئے لیکن آنے کے لئے مستعد ہوگئے تھے۔ موانع ایسے ہوئے کہ آنے سے معذور رہگئے

دکن کے سلاطین سے انکا تعلق رہا۔ بنائے علیہ انکا ذکر تذکرہ شعرائے دکن مین کرنا واجب ہوا

ھوھذا

حافظ تخلص ۔ خواجہ حافظ نام شمس الدین لقب ہے۔ آپکے والد خواجہ بہاءالدین
تاجر پیشہ تہے۔ تاجرون مین بزرگ تاجر شمار کئے جاتے تہے۔ آپکے والد نے جب اس
دار فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ تب کئے فرزند لڑکے اور لڑکیان وارث چہوڑ گئے
بعد ازان تمام مال و اسباب باہم وارثون مین تقسیم ہوگیا۔ جو کچھہ مال و اسباب و زین کو ملا تہا
تہوڑی ہی مدت مین خورد و برد ہوگیا۔ اور تمام اعزہ پراگندہ ہوگئے۔ صرف خواجہ صاحب کی
والدہ رہگئی۔ اور خواجہ صاحب بوجہ خوردسالی مان کے سایہ آغوش مین رہگئے۔ جو کچھہ ذخیرہ
موروثی پاس تہا اُس سے گذر اوقات کرتے رہے۔ چند روز مین پاس کا سرمایہ صرف ہوگیا
درجۂ مفلسی کو پہنچ گئے۔ فاقون کی نوبت آئی۔ مان نے آپ کو کسی صاحب بال کے پاس
رکہدیا کہ وہ آپسے اپنا کام لیتا رہے اور آپکو کہانا و پارچہ دیتا رہے۔ آپ چند روز کے بعد
وہان سے ترک تعلق کرکے کسی نان بائی کے پاس خمیر بنانے وغیرہ کامون پر مقرر ہوئے
رات کو خمیر بنانیکا کام کرتے تہے صبح اپنی اجرت لیکے چلتے ہوتے تہے۔ آپ سن شعور کو
پہنچ گئے تہے کہ آپکے دل مین پڑہنے لکہنے کا شوق پیدا ہوا۔ مدرسہ مین داخل ہوکے
پڑہنے لگے۔ آپ کو جو کچھہ اجرت ملتی تہی اُسکے تین حصے کرتے تہے۔ ایک حصہ والدہ کو
دوسرا اُستاد کو تیسرا فقرا کو دیتے تہے۔ چند مدت مین کتب عربیہ و فارسیہ سے فراغت
حاصل کی۔ اور قرآن شریف کو بہی حفظ کرلیا۔ آپکی طبیعت فطرۃً موزون تہی سخنسنجی
سے مناسبت واقع ہوی تہی۔ جوش طبیعت سے کلام موزون کرنے لگے۔ مگر آپکے
اشعار بعض درست و بعض نادرست ہوتے تہے۔ آپ لیرانہ مشاعرون مین جاتے تہے بیدہڑک

اپنے کلام کو سناتے تھے۔ ارباب مجلس سنجیدہ کی داد دیتے اور غیر سنجیدہ پر قہقہہ لگاتے تھے۔ آپ کچھہ پروا نہین کرتے تھے۔ لوگ آپکو جلسون مین بلاتے خوش طبعی و دل لگی سے لطف و مزہ اٹھاتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپ کی لیاقت و استعداد ایسی بڑہ گئی کہ لوگ آپکے کلام کو سنکے حیران ہوتے تھے۔ پھر آپکی شاعری و سخن سنجی کا تذکرہ اطراف آفاق مین پھیل گیا۔ امرا و سلاطین آپ کی ملاقات و دیدار کے مشتاق ہوئے اور خطوط طلب بھیجنے لگے اسوقت شاہ ابواسحق انجو شیراز مین حکمرانی کرتا تھا۔ عالم فاضل تھا۔ علما و شعرا کا بڑا قدردان تھا۔ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ آپ بھی اسکے احسان مند تھے۔ اکثر اشعار مین اسکی مدح سرائی فرماتے ہین۔ اسیطرح اور بھی بادشاہ یکے بعد دیگرے آپ کی قدر کرتے رہے۔ جب تیمور نے سلطان منصور حاکم شیراز پر فتح پائی۔ اور منصور قتل ہو گیا تو اسوقت تیمور نے خواجہ حافظ صاحب ترجمہ کو بلایا۔ اور کہا کہ مین نے سمرقند و بخارا کو بزور شمشیر مسخر کیا۔ اور ہزارہا بنی آدم کو تسخیر کے معرکون مین تہ تیغ کیا۔ آپ میرے ملک مفتوحہ معمورہ کو معشوق کے خال سیاہ کو عطا کرتے ہین۔ آپنے فوراً جواب مین کہا کہ نہین بیجا و فضول اخراجات کی وجہ سے تہیدست و مفلس ہو گیا ہون فقر و فاقہ مین بسر کرتا ہون تیمور آپ کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور آپکو شاہانہ عطا سے سرفراز فرمایا۔ سلطان احمد بن اویس جو جامع کمالات تھا آپکو بغداد مین بلایا آپکو شیراز کی سیرابی و شادابی نے شیراز سے نکلنے نہین دیا۔ آپ سیرگاہ مصلی و رکن آباد کی پر فضا میدانون پر فریفتہ تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎ ۔ نمی دہند اجازت مرا بسیر و سفر * نسیم باد مصلی و آب رکناباد

آخر آپ بغداد نہین گئے۔ ایک غزل سلطان کے پاس بھیجدی جسکا مطلع یہہ ہے

؎ احمد اللہ علی معدلۃ السلطان * احمد شیخ اویس حسن ایلخانی الخ

اسیطرح سلطان محمود شاہ بہمنی جو دکن مین حکمرانی کررہا تہا۔ عالم فاضل تہا۔ شعر و شاعری کا فریفتہ۔ شعرائے عرب و عجم کے لئے مزد قدم و شست بحر حسب دستور بہمنیہ مقرر کیا تہا کہ جو شاعر عرب یا عجم سے آئے ایک ہزار ہن دیا جائے۔ ہفت اقلیم وغیرہ تذکرہ نویسون نے لکہا کہ آپکو بہی دکن کی سیر کا شوق ہوا۔ مگر یہہ شوق خیالی تہا۔ میر فضل اللہ انجو شاگرد علامہ سعد الدین تفتازانی کو جو محمود کے دربار کا صدر تہا آپکے خیال کی خبر پہنچی تو میر نے ایک ہزار ہن آپکے لئے زاد و راحلہ بہیجکر آپ کو تشریف آوری کے بابت لکہا آپنے زر مرسلہ سے کچہہ رقم ادائے قرض مین صرف کی۔ اور کچہہ اعزہ و اقربا کو دی۔ اور باقی رقم سے زاد و راحلہ کا سامان مہیا کرکے شیراز سے نکلے۔ اور مقام لاہور مین پہنچے۔ وہان ایک دوست سے ملاقات ہوئی جسکا مال و اسباب رہزنون نے لوٹ لیا تہا۔ آپنے بقیہ زاد و راحلہ اسکو دیدیا۔ اور خود تہیدست ہوگئے۔ اور متردد ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ وہان اتفاقاً خواجہ زین العابدین ہمدانی و خواجہ محمد گازرونی تاجرون سے ملاقات ہوئی۔ دونون ہندوستان آرہے تہے۔ دونون از روئے ہمدردی آپکے اخراجات کے کفیل ہوئے آپ محمود شاہی جہاز پر جو ہرمز مین آیا تہا سوار ہوئے۔ سوء اتفاق سے طوفانی ہوا چلنے لگی۔ آپ گہبرائے۔ اور جہاز سے اتر گئے۔ اور اہل جہاز سے کہا کہ مین ذرا بعض احباب سے ملکر آتا ہون۔ چلدئے۔ اور یہہ غزل لکہکے شاہ فضل اللہ انجو کے پاس بہیجدی۔ غزل یہہ ہے ؎

دمے با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد ۔۔۔ بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است ۔۔۔ کلاہ دلکش است اما بدرد سر نمی ارزد
بکوئے میفروشانش بجامے در نمی گیرند ۔۔۔ زہے سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غم دریا بہ بوے زر　　غلط کردم کہ یک موجش بصد من زر نمی ارزد

فضل اللہ نے آپکی یہہ غزل محمود شاہ کی خدمت مین پیش کی اور تمام واقعہ مذکورۃ الصدر کا ماجرا بیان کیا ۔ بہمنی نے سنکے فرمایا کہ اگرچہ حضرت یہان تشریف نہین لائے لیکن دکن کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہو چکے تہے موانع کی وجہ سے نہین آئے ہم کو حضرت کی خدمت کرنی چاہئیے ۔ حکم دیا کہ ایک ہزار تنکہ نقد و دیگر مصنوعات ہند خرید کے ملا محمد قاسم مشہدی کے ہمراہ روانہ کرین حسب الحکم میر فضل اللہ انجو نے ملا مشہدی کو مع زر نقد و تحفہائے ہندی حضرت خواجہ کی خدمت مین روانہ فرمایا ۔ سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر حاکم بنگالہ نے بہی خواجہ صاحب کو بلایا تہا اور ایک مصرع طرح کا بہیجا تہا ۔ وہ یہہ ہے ؎ ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود
آپ نے اسطرح پر غزل لکہکے بہیجی ۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود　　وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند　　زین قند پارسی کہ بنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث الدین　　غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

خواجہ صاحب نے سنہ ٧٩٣ ہجری مین اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی ۔ آپکو زندگی مین مصلی و رکن آباد کی آب ہوا و میدان پر فضا مرغوب محبوب تہا ۔ اسلئے مصلی کے ایک ٹیلہ پر دفن کئے گئے ۔ اور کسی ادیب مورخ نے آپ کی وفات کی تاریخ خاک مصلی ٧٩٢ کہی اسمین از روئے حساب جمل ایک عدد کی کمی ہے ۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ میرزا محمد معمائی صدر بابری نے آپکا مقبرہ بنوادیا ۔ اور اسپر بیشمار زر خرچ کیا ۔ چنانچہ ابتک موجود ہے شیراز و ہیتک آپکے مقبرہ کی وجہ سے اس مقام کا نام حافظیہ مشہور ہوگیا ہے

ہفتہ مین بروز پنجشنبہ لوگ زیارت و سیر کے لئے وہان جاتے ہین۔ آپکی زیارت کرتے ہین قبر پر حسن اعتقاد سے چادر و پھول چڑھاتے ہین۔ عمدہ عمدہ کہانے پکاتے ہین۔ کہاتے پیتے ہین اور غربا کو بہی کہلاتے پلاتے ہین۔ دن تمام وہان بسر کرتے ہین ہمیشہ ہر پنجشنبہ کو آپکے مرقد مقدس پر خلائق کا ہجوم ہوتا ہے۔ ارباب حاجت حسن ارادت سے استعانت کرتے ہین۔ آپ کو خدا تعالی نے حیات و ممات مین قبولیت عامہ نصیب کی۔ مشائخ برہانپور کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ آپ صاحب اولاد تہے۔ آپکے صاحبزادے شاہ نعمان بہاء الدین ہندوستان آئے۔ اور مقام برہانپور و اسیر مین سکونت پذیر رہے آخر مقام برہانپور مین فوت ہوئے۔ مقام تعلیچہ جو اسیر و برہانپور کے درمیان واقع ہے مدفون ہوئے۔ خواجہ ہاشم مجددی نقشبندی آپکا مرید تہا۔ آپ جب کبھی آگرہ یا دہلی جاتے تہے تب خواجہ کو اپنا جانشین کرکے جاتے تہے۔ انتہی کلامہ

آپ کی علمی لیاقت کی کیفیت اگرچہ تذکرہ نویسون نے مفصل نہین لکہی۔ لیکن آپکے کلام بلاغت نظام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عالم فاضل ادیب کامل تہے۔ نظم و نثر عربی و فارسی لکہنے پر قدرت کاملہ و ملکہ تامہ رکہتے تہے۔ دیوان مین اکثر اشعار عربی موجود ہین اور جا بجا عربی جملے مذکور ہین۔ حافظ قرآن تہے۔ اور قرآن کو خوب سمجہتے تہے۔ عربی و فارسی کے محاورات سے خوب واقف تہے۔ آزادانہ رہتے تہے۔ زہد مشرب تہے دنیا و مافیہا سے دور و متوکل علی اللہ تہے اور ما حضر و ماحصل پر قانع و صابر تہے۔ آز پرست و فقر فروش نہین تہے۔ تونگرانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ سرو سہی کی طرح آزاد رہتے تہے سلاطین و امرا سے کم ملتے تہے۔ لیکن امرا و سلاطین آپسے حسن عقیدت رکہتے تہے اور آپکی ملازمت و خدمت کے مستدعی ہوتے تہے۔ چنانچہ محمود شاہ بہمنی وغیرہ کی استدعائے قدوم کا ذکر

صدر مین مذکور ہو چکا ہے اب اعادہ کی ضرورت نہین۔ آپ غزل گوئی مین استاد مانے جاتے ہین۔ بیشک آپکی غزلین سوز و گداز۔ و فراق و وصال اور معشوق کے خد و خال۔ و شراب و کباب و نغمہ رباب اور حسن و عشق و مستی و رندی و دنیا کی بیوفائی اور زمانہ کی بے اعتباری وغیرہا مضامین پر شامل ہوتی ہین۔ اور آپ ان مضامین کو غزلون مین ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب و ترکیب دیتے ہین کہ سامعین وجد کرتے ہین۔ اور حال سے بیحال و خود ہی سے بیخود ہو جاتے ہین۔

آپ حسن اخلاق و خوش اشفاق تھے۔ ظریف الطبع و سلیم المزاج رند مشرب و صوفی منش تھے۔ صلح کل کے طریقہ پر ثابت قدم تھے۔ شراب محبت کی نشہ مین ہمیشہ مست رہتے تھے مدت العمر کسی حاکم یا رئیس کی نوکری اختیار نہین کی ہمیشہ آزادانہ بے نیازانہ رہے سلاطین وقت آپکی خدمت مین ہزارہا روپئے اعانتہً بھیجتے تھے۔ آپ تمام نامے نوشتن مین صرف کر دیتے تھے۔ فقرا و احباب و اعزہ کو بھی عطا فرماتے تھے۔ چونکہ آپکا کلام جامع اسرار ہے۔ لوگ اکثر آپ کے کلام سے فال لیتے ہین۔ حسب اتفاق و موقع فال مین ایسا شعر بر آمد ہو جاتا ہے کہ صاحب فال کو شعر کے مضمون سے تسلی ہوتی ہے۔ غالباً صاحب فال کو کامیابی حسب خواہش ہو جاتی ہے۔ بنائے علیہ آپکا لقب لسان الغیب مشہور ہوا۔ خزانہ عامرہ و بہارستان سخن وغیرہ مین بھی وجہ تسمیہ بتلایا گیا ہے۔

آپکا دیوان متداول ہے۔ ہر ایک جوان و پیر و نو آموزان صغیر و کبیر واقف ہین یہان زیادہ اشعار کے بیان کی ضرورت نہین ہے۔ مگر دیوان و تذکرون سے چند اشعار بطور نمونہ گذارش کرتا ہون۔ تاکہ یہ تذکرہ کلام سراسر الہام سے محروم نہو جائے۔

من اشعاره الفارسی

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را　　دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا
ده روز مهر گردون افسانه است و افسون　　نیکی بجائے یاران فرصت شمار یارا
ایصاحب کرامت شکرانهٔ سلامت　　روزے تفقدی کن درویش بینوا را
در کوئے نیکنامی ما را گذر ندادند　　گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را
آئینه سکندر جام جم ست بنگر　　تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا
گر مطرب حریفان این پارسی بخواند　　در رقص حالت آرد پیران پارسا را
هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی　　کاین کیمیائے هستی قارون کند گدا را
خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند　　ساقی بده بشارت پیران پارسا را

ولہ

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را　　بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را
بده ساقی مئی باقی که در جنت نخواهی یافت　　کنار آب رکناباد و گلگشت مصلا را
حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو　　که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانان که از جان دوستتر دارند　　جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی　　جواب تلخ میزیبد لب لعل شکرخا را
غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ　　که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

ولہ

شب از مطرب که دل خوش باد وی را　　شنیدم ناله جانسوز نے را
چنان در جان من سوزش اثر کرد　　که بے رقت ندیدم هیچ شے را
حریفے بد مرا ساقی که هر دم　　ز زلف و رخ نمودی شمس و دی را
حماک الله من شر النوائب　　جزاک الله فی دارین خیرا

واہتمام عمدہ طرح سے کرتے تھے۔ ملک کی بہبودی میں سعی و کوشش فرماتے رہے سرکاری کام دیانت و امانت سے ادا کرتے رہے۔ آخر بندگان حضور آصفجاہ نے قدردانی و جوہر شناسی سے آپکو برار کی صوبہ داری پر مقرر فرمایا۔ مدت تک برار میں رہے۔ آپ شجاع و بہادر تھے۔ مستقل مزاج و ثابت قدم و تجربہ کار خوش کردار خوش رفتار۔ اور ارباب دوست نواز تھے۔ رقص و سرود و مجلس سماع کے شائق تھے۔ مجلس سرود و رقص میں کثرت رقت و درد سے از خود رفتہ ہوتے تھے بعد ازان عالم سکوت میں مستغرق ہوتے تھے نواب صمصام الدولہ بہادر و حضور زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ آپ اسلاف کے یادگار ہیں آخر آپ نے خدمت ملازمت ترک کی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ آپکی زندگی کا آخر حصہ بخیر ہوا۔ آپ موزون الطبع و ذہین و فہیم تھے۔ شعر فارسی میں کبھی کبھی فکر کرتے تھے کلام بلاغت و فصاحت سے خالی نہیں ہے ہم اشعار ذیل ہدیہ سامعین کرتے ہیں۔

من اشعارہ

دل می طپید از ذوق ندانم خبری کیست ‌ ‌ رنگم پرید از چہرہ درین رہگذری کیست
بد نظر سپہر کنان قبلہ نما گشت ‌ ‌ پرواز نگہ از اثر بال و پری کیست

وله

بسوخت ز آتش شوق تو جان تن باقیست ‌ ‌ بسان شمع بسوزند و پیرہن باقیست
ہلاک گشتن مجنون ہزار سال گذشت ‌ ‌ ہنوز در کفنش بوی سوختن باقیست
چراغ راہ ندارم بہ بزم سوختگان ‌ ‌ باہم پرتو حسنت در انجمن باقیست
سپید تیر نگاہت بدل نشانک شد ‌ ‌ ہزار ریختہ کردند و خستن باقیست
بناز بر سر مقتول خود بیا ظالم ہمین ‌ ‌ کہ یکنفس ز آہ زیستن باقیست

وله

ز شبنم نگہم دادہ آب بر رخ گل ‌ ‌ بہار گشتم و در برگ گل چو بو رفتم

گہرفشان شدہ اشکم ز چشم بہر نثار	ولہ	بپائے بوس تو ہر دم بآبرو رفتم
ز گرمئ نگہت چون خویش آب شدم		برائے آن لب لعل تو در سبو رفتم
صدائے قلقل مینا شنیدہ مست شدند	ولہ	کسے چگونہ چشند قطرۂ ایاغ ترا
ز بیمروی زمانہ مرا درد سر شدہ	ولہ	صندل موافقت بسر من نمی کند

آخر آپنے سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین اس دار ناپائدار سے عالم بقا مین رحلت کی اور شہر اورنگ آباد مین مدفون ہوئے۔

خاکی۔ حیدر بیگ بدخشانی الاصل

خاکی تخلص۔ حیدر بیگ نام بدخشانی الاصل ہے۔ آپکے بزرگ بدخشان سے عالمگیری زمانہ مین وارد ہند ہوئے۔ بادشاہی لشکر مین ملازم ہوئے۔ خاکی کی ولادت ہند مین واقع ہوئی نشو نما بھی ہند کی آب ہوا مین پایا۔ بقدر ضرورت فارسی عربی مین استعداد حاصل کرنیکے بعد شعر گوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ سپاہ پیشہ تھے ہند سے نواب نظام علیخان آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دکن مین وارد ہوکے معتمد وفادار خان داروغہ باورچیخانہ سرکار فیض آثار بخشی بیگم صاحبہ کی خدمت مین ملازم ہوئے۔ داروغہ صاحب کے فرمانے سے ملکہ علیمہ النسا بادشاہ زادی مصر کا قصہ جو فارسی مین تھا اوسکو اردو زبان مین نظم کیا۔ قصہ مذکور ہمکو سنہ ۱۲۱۶ ہجری کا لکھا ہوا دستخطی سید عبد الغنی خان مرتبہ خان دکنی ملا ہے۔ ہم اسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ خاکی کا انتقال سنہ ۱۲۵۷ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ

ہم عشق بہی سیکہین اگر اُستاد ہو کوئی ۔ دل تو ہی بتا دے مجھے گر ہو کوئی

من قصہ علیم النسا

الٰہی ترا مجھکو کون دیدار دے ۔ مجھے دین اسلام کا پیار دے
تری ذات عالی ہے حی قدیم ۔ جو تیری کرے یاد ہے مستقیم
محمد نبی صاحب تخت و تاج ۔ رکہا اُنکے سر پر شفاعت کا تاج
نبی و علی دونون ہین پاک ذات ۔ اُنہی کی شفاعت سے سبکی نجات
یہ قصہ جو تہا فارسی مین سب ۔ لکہا فارسی کو مین ہندی ہین اب
اگر کوئی پڑھیگا یہہ قصہ کو لا ۔ وہے ایک ہے عرض سب سے مرا
تو کچھہ نا کہے اُسکو خامی پرجا ۔ بہر حال خاکی کو دیوے دعا

اس قصہ مین ایکسو سوال ہے ۔ سوالات عالم عناصر وغیرہ اشیا کی حقائق کی نسبت ہین ایک فاضل عبد العلیم ہندی کے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے قصہ عجیب و غریب ہے رسالہ ہزار مسائل کی طرح ہے مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے ۔

خلیل اصالت خان حیدرآبادی

خلیل تخلص ۔ اصالت خان نام ۔ آپ سید مظفر یار زندرا کے جو ابو الحسن بادشاہ والی دکن کے وزیر تہے فرزند ہین ۔ آپکی ولادت باسعادت حیدرآباد دکن مین ہوی ۔ اور نشو و نما بہی دکن ہی کی زمین مین ہوا ۔ سن شعور کے بعد علما و فضلا کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل کین ۔ جامع فضائل و فواضل ہوئے ۔ ہمعصرون مین لائق و فائق شمار کئے گئے ۔ سرکاری خدمات پر مقرر تہے ۔ مدت تک والد ماجد کے سایہ عاطفت مین

سرکاری کاموں کو اچھی طرح سے انجام دیتے رہے۔ آخر ۱۰۹۳ھ ہجری میں والد ماجد کے ہمراہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہی منصبداروں میں شریک ہوئے۔ موزون الطبع خوش فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ سنہ وفات کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔ لیکن آپ کی رحلت ۱۱۱۵ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ خدا تعالیٰ رحمت کرے۔ آپ کے نتائج طبع سے صرف ایک شعر ملا لکھا گیا۔

من اشعاره

قطرہ خورشید را حکم چکیدن نہ دہم	تشنہ لب عشق را ذوق چشیدن نہ دہم

خان۔ محمدی خان دکنی

خان تخلص۔ محمدی خان نام۔ آپکا اصلی وطن و مولد حیدرآباد دکن ہے۔ آپ عالم شباب میں فارسی میں بقدر ضرورت لیاقت حاصل کرکے شہر میں کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ وطن سے دل برخاستہ ہوکر دلی میں گئے۔ سپاہ پیشہ تھے وہاں کسی محکمہ میں ملازم ہوگئے۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور دلی ہی میں سکونت اختیار کرلی۔ شعرگوئی کا شوق تھا وہاں نواب سعادت یار خان رنگین المتوفی ۱۲۵۱ھ ہجری کے شاگرد ہوئے۔ شعر خوب کہنے لگے۔ کلام درست صاف با محاورہ ہوتا ہے۔ آپکے انتقال کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھی۔ مگر تقریباً ۱۲۶۵ھ میں راہی عالم ہوئے

من اشعاره

یاد جسوقت تری آتی ہے	مجھکو ہچکی وہیں لگ جاتی ہے

خاص۔ شاہ خاص حیدرآبادی

خاص تخلص - شاہ خاص نام - آپ حیدرآبادی المولد ہین آپکے والد شاہ خاموش صاحب اوّل جو آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین اندرون شہر چادرگھاٹ کے متصل سکونت پذیر تھے - درویش فانی و فقیر حقّانی تھے - متوکل علی اللہ و قانع آپ بھی بدستور قدیم بزرگان سلف کے طریقہ پر قائم تھے۔ والد ماجد کے مرید و خلیفہ - آپ کی شکل و صورت درویشانہ تھی - جبّہ و دستار مشائخانہ پہنتے تھے خوش مزاج و پاکیزہ طینت تھے - مزاج مین محبت الٰہی کا جوش اور دلمین شعر گوئی کا خروش تھا - شعر عمدہ کہتے تھے - نازک مزاج و عالی دماغ تھے - آپ سنہ ۱۲۴ ہجری کے قریب فوت ہوئے - آپکے دوسرے بھائی مسمی طہٰ شاہ بھی شاعر تھے - ہجو گوئی مین کمال رکھتے تھے - مہاراجہ بہادر نے دو روپیہ یومیہ مقرر کردیا تھا

من اشعارہ

گلاب سے تازہ گال اُسکے کلی نازک دہن گلابی	تمام قد نو نہال رنگین قبا سراپا چمن گلابی

ردیف الدال

درگاہ - درگاہ قلیخان سالار جنگ

درگاہ تخلص - درگاہ قلیخان سالار جنگ نام - آپکے آبا نیشاپور الوس مشہدی سے تھے - آپکے جد اعلیٰ خاندان قلیخان شاہ صفی کے زمانہ مین علی مردان خان گورنر قندہار کے ہمراہ تھے - علی مردان خان نے شاہ صفی کی ناقدردانی کی وجہ سے نوکری ترک کرکے شاہجہان بادشاہ ہند کی خدمت مین آنیکا ارادہ کیا - تشریف آوری سے پہلے خاندان قلیخان کو درگاہ بادشاہ مین بھیجا - خاندان قلیخان غرہ جمادی الآخر

۱۱۴۸ھ ہجری مین درگاہ بادشاہی مین آیا علی مردان خان کی عرضداشت پیش کی
خلعت و انعام ہزار روپیہ سے سرفراز ہوا۔ علی مردان خان چہاردہ تاریخ رجب سنہ مذکور
کو بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوا۔ بادشاہ نے نہایت قدردانی سے صوبہ داری
کشمیر پر مقرر فرمایا۔ اور خاندان قلیخان کو اپنے پاس رکھا۔ خاندان قلیخان کے انتقال
کے بعد اُن کے خلف الصدق درگاہ قلیخان کو بذریعہ علی مردان خان منصب و جاگیر
ضلع ٹھٹھہ مین مقرر فرمایا۔ سرکار علی مردان خان کی میر سامانی بھی منصب جاگیر کا
ضمیمہ ہوئی۔ علی مردان خان کے بعد درگاہ قلیخان شاہزادہ اورنگ زیب کے
منصبدارون مین شریک کیا گیا۔ شاہزادہ کے ہمراہ دکن مین آیا۔ پھر چندروز کے بعد
ہند مین مراجعت کی اور وہان فوت ہوا۔ پھر اُنکا خلف الصدق نوروز قلیخان
وارد وار ضلع بیجاپور کی قلعداری پر سرفراز ہوا۔ مدت تک قلعداری کا اہتمام
کرتا رہا۔ پھر وہین فوت ہوا آپکا خلف الصدق خاندان قلیخان ثانی منصب و جاگیر
سے سرفراز ہوکر منصبداران متعینہ اورنگ آباد مین شریک ہوا۔ شاہ عالم خلد منزل
کے زمانہ مین سنگمنیر کی وقایع نگاری اور اضلاع کی فوجداری پر سربلند ہوا۔
نواب آصفجاہ نے اپنے زمانہ مین اپنی خاص سرکاری خدمات پر مامور فرمایا۔ نظام آباد
بالائے کتل فردا پور جو اورنگ آباد سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اُسکی تعمیر آبادی
آپکے اہتمام سے ہوئی۔ آپ اُسوقت میر عمارت تھے۔ آپکے خلف الصدق نواب
درگاہ قلیخان ثانی سالار جنگ صاحب جمعہ کی ولادت انتیسوین تاریخ رجب ۱۱۲۲ ہجری
سنگمنیر مین واقع ہوئی چنانچہ خود سالار جنگ تاریخ تولد مین کہتا ہے ؎

شد سال ولادتش زروئے الہام — درگاہ قلی زخاندان والا

نشو نما کے بعد جب آپنے چودوین سال مین قدم رکہا سرکار آصفجاہ نے منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا بیس برس کی عمر مین اپنا ہمرکاب کیا اکثر حضوری خدمتین آپکے تفویض تہین۔ آپ خدمات کا اہتمام نہایت دیانت و امانت سے فرماتے رہے جب تک زندہ رہے حضور آصفجاہ کی عنایات و مراحم سے خوشحال و سرفراز رہے حضور کے سفر دلی مین جو ہنگامہ نادرشاہی مین ہوا تہا آپ ہمرکاب تہے۔ بعدہ بعہد سرکاری خدمات و آقا کی تابعداری مین جانفشانی و عرق ریزی کرتے رہے۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے عہد مین بہی ممتاز اقران و محسود جہان تہے نواب امیر الممالک صلابت جنگ کے زمانہ مین منصب شش ہزاری اور موتمن الدولہ خطاب اورنگ آباد کی صوبہ داری سے سربلند و نامور ہوئے۔ خوب انتظام و بندوبست کرتے رہے۔ جب ریاست دکن کا انتظام نواب آصفجاہ ثانی کے متعلق ہوا اسوقت آپ ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب و موتمن الملک خطاب سے معزز ہوئے۔ اور سواری عماری ہاتی و جہالر کی اجازت ملی۔ اسوقت حضور کی دستور تہا کہ کوئی امیر بغیر اجازت حضور عماری پر سوار نہین ہو سکتا تہا۔ اب بہی دکن مین وہی دستور جاری ہے چند مدت کے بعد حسن خدمات کے صلہ مین خاندوران خطاب سے مخاطب ہوئے آصفجاہ ثانی آپکو بہت چاہتے تہے۔ اور نہایت عزیز رکہتے تہے جس زمانہ مین کہ راجہ بہادر دریائے گنگا کے کنارے مقتول ہوا آصفجاہ ثانی اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ اور چہاونی کے لئے خجستہ بنیاد ہی کو تجویز فرمایا۔ حضور بہی شہر مین مقیم ہوئے۔ بندگان عالی کثرت عنایت و رحمت سے آپکے محلات مین رونق افروز ہوئے۔ چند روز رہے۔ آپنے آقائے نامدار کی نہایت شایان

وشوکت سے بہانداری کی ہر روز جشن نوروز تہا۔ سامان عیش جلوہ افروز تہا۔
علی ہذالقیاس رات کی بہی یہی کیفیت ہتی نہی رات کیا تہی شب برات تہی
جب حضور بندگانعالی رخصت ہوئے۔ اکثر تحائف بے بہا نذر گذرانے
حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔

بعدازان گردش تقدیر سے کوئی ایسا سبب پیدا ہوا کہ آپ غرہ رجب ۱۱۷۹ ہجری
مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ عزیز خلائق تہے آپکی معزولی
سے عام شہر مین رنج والم تہا گہر گہر شور وماتم تہا۔ اس حالت مین عام کا آپکے ساتھ
ہمدردی وافسوس کرنا اسبات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ بانتہا دیانت دار اور امانت
ومنصف تہے اور یہہ قبولیت عام اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آپ خلق مجسم وصلح کل
تہے۔ نہین تو ایسی حالت معزولی مین عرف عام برواج کے موافق کوئی ہمدردی نہین کرتا
بلکہ لعن وطعن کرتے ہین۔ آپ بہ پنجم ذیحجہ سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نظام آباد
جاگیر مین تجمل وشان کے ساتہہ روانہ ہوئے۔ روانگی کیوقت مجمع عام تہا
عمائد شہر ومشائخ وفضلا بیرون شہر تک ہمراہ آئے آپکو نہایت حسرت و رنج
سے رخصت فرمایا۔ فقرا وغربا کا ہجوم تہا شور وغل تہا۔ آپکے احسانات یاد کرتے
تہے اور کہتے تہے کہ شہر سے اگر ہزار آدمی چلے جائین تو کچہہ غم نہین ہوتا اور نہ شہر کی
آبادی مین بہی کمی ہوتی مگر اس مربی داتا کے جانے سے شہر ویران نظر آتا ہے
آپ خوش مزاج وخوش خلق تہے منصف وعادل۔ کریم بادل تہے شگفتہ طبع
وزندہ دل۔ دلاوری مین دلیر وبیدل تہے۔ رعیت پروری وغربا نوازی مین بینظیر
تہے۔ ملکی ومالی تدابیر مین روشن ضمیر تہے۔ طلاقت بیانی وسخندانی مین بے مثل

انشاپردازی تاریخ دانی مین بے بدل - آپکی حاضرجوابی اور بداہتہ بیانی مشہور
تھی - طبیعت کی تیزی نورٌ علی نور تھی - آپ وقت کے پابند تھے آپکا وقت کاموں سے
معمور رہتا تھا - وقت کی بڑی قدر کرتے تھے - آپکی ظاہری شان وشوکت وحشمت کی
شان بھی قابل دید تھی اور آپکی سواری بڑی تکلف وتجمّل سے نکلتی تھی - دو تین سو
سوار حبشی وعرب دکنی جلو مین ہمرکاب ہوتے تھے - سواری کے آگے چند عرب
ویچھے الغوزہ بجاتے ہوئے گاتے تھے - اچھلتے کودتے تھے - سواری کے دیکھنے سے
دل لطف آتا تھا - امارت وریاست کا تماشا نظر آتا تھا - اور رعایا کے دلون مین رعب
وخوف ہوتا تھا - کوئی مفسد وباغی فساد وبغاوت نہین کرنے پاتا تھا -

آپ لطیفہ گوئی وبذلہ سنجی مین یکتا تھے - آپکے لطائف وظرائف اکثر مشہور ہین
منجملہ ہم چند لطیفے شائقین کے مطالعہ کے لئے لکھتے ہین کہ اون کے دیکھنے سے
لطف اُٹھائین - کہتے ہین کہ جناب شاہ علی صاحب کے صاحبزادہ کی شادی تھی مجلس
منعقد مین شہر کے تمام امرا ومشائخ حاضر تھے - اور اُس مجمع مین جناب میر غلام علی
آزاد بلگرامی وشاہ محمود صاحب ونواب خاندوران صاحب جمہ ونواب اشجع الدولہ
مجتمع تھے - اُسوقت حسب دستور طرفین یعنی داماد وعروس کے وکلا قاضی صاحب کے سامنے
آئے - خواجہ دکہو نامی بنات فروش عروس کے طرف سے وکیل ہوکر آیا - خاندوران کا قلیخان
نے کہا - آج ہمکو معلوم ہوا کہ آپ بنات فروش ہین - حاضرین مجلس اس لطیفہ سے
بہت ہی محظوظ ہوئے - لفظ بنات جمع بنت یعنی بیٹی - وبمعنی پارچہ پشمی -
لطیفہ دیگر ایک روز شاہ علی صاحب نے نواب صاحب سے کہا کہ ہم غیرون کیلئے
فقط دنیا کی دعا کرتے ہین مگر آپکے لئے دین ودنیا دونون کی دعا چاہتے ہین -

دین کی دعا کا محل مسجد مقرر کیا ہون اور دنیا کی دعا کا مقام بیت الخلا۔ کیونکہ وہ مقام قضاء حاجت ہے۔ نواب نے کہا آپ مسجد مین کئے مرتبہ جاتے ہین۔ شاہ صاحب نے فرمایا پانچ وقت۔ اور بیت الخلا مین کئے بار شاہ صاحب نے کہا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ نواب صاحب نے کہا مین جناب الٰہی مین دعا کرتا ہون کہ حضرت کو پیچش ہو تاکہ آپ بیت الخلا مین بار بار جائین اور دنیا کی دعا بہت کرین شاہ صاحب و حاضرین قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔

لطیفہ دیگر چند نوملازمین کی درخواستین نوابصاحب کی خدمت مین پیش ہوئین نواب صاحب نے ہر ایک شخص کو بالمشافہ بلا کر اُسکی حیثیت کے لائق تنخواہ مقرر کر کے دستخط فرماتے تھے۔ اونمین دو لڑکے کم سن تھے۔ نوابصاحب نے ایک کی درخواست پر لفظ ساموز دلکھا اور دوسرے کی درخواست پر لفظ دیگر لکھا۔ وہ دونون کمسن لڑکے پچھی نمرائین پیشکار کی خدمت مین گئے۔ پیشکار نے دونون درخواستونکا نقلنے لکھوایا۔ اور نوابصاحب کی خدمت مین دونون کو پیش کیا۔ فرمایا کہ کل یہہ دونون منظور ہوئے۔ پیشکار نے عرض کیا جسکی فرد پر آموز دستخط تہا وہ آج سیکھکر آیا ہے۔ اور دوسرا جسکی فرد پر دیگر ہے مین نہین سمجھتا ہون کہ دیگر سے وقت مراد ہے یا کوئی دوسرا شخص۔ نواب صاحب نے پیشکار کی تقریر سے تبسم فرمایا اور دونون کو نوکر رکھہ لیا۔

لطیفہ دیگر دلی مین آپ نواب آصفجاہ کے ہمراہ تھے۔ دربار مین نادرشاہ نے محمد شاہ سے کہا کہ ہم کل جائینگے اُسوقت آپ نے یعنی درگاہ قلیخان نے آہستہ نواب کے کان مین کہا کہ النادر کالمعدوم۔ نواب آصفجاہ بہادر آپکے

لطیفۂ نادر سے بہت خوش ہوئے۔

آپ شعرا دوست و علما پرست تھے۔ قدردان و جوہر شناس۔ ہر مہینہ مین دو تین عام جلسے اپنے باغ دلکشا مین منعقد فرماتے تھے۔ اور اُن بزرگون کو جو لائق صحبت ہوتے تھے بلاتے تھے۔ اور ہر روز آپکے دولتخانہ پر ہم مشربان خاص کا جلسہ رہتا تھا۔ اور آپکی مجلس مین تکلف نہین ہوتا تھا۔ آپ حاضرین مجلس سے خندہ رو وشگفتہ جبین ملتے تھے۔ آپ تعمیر عمارات و آبادی قصبات و دیہات کے شائق تھے اورنگ آباد مین اکثر عمارات آپکی یادگار ہین۔ باغ دلکشا اورنگ آباد مین جنوبی جانب آپکا بنایا ہوا ہے سنہ ۱۱۶۶ ہجری مین ایک نہر کہدوائے اور باغ مین لائے۔ اور باغ مین ایک کشادہ حوض بنوایا۔ حوض کی وجہ سے باغ سیراب و تازہ رہتا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اُسکی تاریخ لکہی۔

تاریخ بنائے نہر

خاندوران میر عالیجاہ ‌ ‌ مورد عاطفات ربانی
نہر آب حیات جاری کرد ‌ ‌ خضر آنرا کند نگہبانی
کامیاب زلال احسانش ‌ ‌ مردم شہر و بیابانی
کرد این نہر را روان در باغ ‌ ‌ تازہ شد آب و رنگ بستانی
کند حوض وسیع در بستان ‌ ‌ کہ توان گفت کوثر ثانی
این عمل انتہا ز خاصی یافت ‌ ‌ از قبول جناب سبحانی
سال تاریخ او طلب کردم ‌ ‌ گفت دل نہر خان دورانی
۱۱۶۶

آپ موزون الطبع تھے۔ سخن فہم و سخندان تھے۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے

اور ہندی مین مراثی حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے مرثیے بہت ہی خوب کہتے تھے۔ چند اشعار مندرجۂ ذیل آپکے طبعزاد ہین۔ ایکروز میر آزاد بلگرامی نے خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر ٭ صبا بلطف بگو آن غزال رعنارا ٭ کہ سر بکوہ وبیابان تو دادہ مارا ٭ طرح کی اور فرمایا ؎

صبا پیام رسا آن بہار رعنارا	کہ داد بوئے تو سرمایۂ جنون مارا

اسیوقت نواب جہاندوران خان بہادر نے بھی فی الفور فرمایا ؎

صبا پیام رسا آن جنون تمنارا	بہار آمد و سرسبز کرد صحرا را

لچھمی نرائن مولف گل رعنا نے بھی حسب خواہش نواب صاحب موزون کیا ؎

فزود جلوۂ او سیل گریۂ مارا	طلوع ماہ کند بیش آب دریا را

نوابصاحب بہت خوش ہوئے اور تحسین و تعریف کی۔ آپکی بحالی کا سامان موجود ہوگیا تھا۔ یکایک آپ ۱۸ جمادی الاول ۱۱۸۰ھ مین مرض سرسام سے نظام آباد مین فوت ہوئے۔ وہان سے نعش مبارک کو اورنگ آباد مین لائے آپکے والد ماجد کے مقبرہ مین جو شہر کے جنوبی جانب ہے دفن کئے۔ دفن کیوقت عمائد شہر ومشائخ وفقرا جمع ہوئے۔ شور وغوغا برپا تھا قیامت تھی۔ میر علی رنشد؟ جنھون نے مادۂ تاریخ مین ایک مصرع لکھا ؎ اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ ٭ اور کسی دوسرے شاعر نے ایک مصرع مین تاریخ صوری ومعنوی لکھی ؎

یکہزار و یکصد و ہشتاد سال

۱۱۸۰ ہجری

مین آپ کی اولاد و شجرۂ خاندان کو گزارش کرتا ہون

اولاد نواب موصوف

خنیف الدین خان بانی سرائے اورنگ آباد کی لڑکی کے بطن سے

ایک دختر
بنکاح محمد صفدر خان
غیور جنگ بن شیر جنگ
تھی

دو فرزند

امام قلیخان موتمن الدولہ
سالار جنگ جاگیردار
برار و خجستہ بنیاد

وصی قلیخان مخاطب
بہ درگاہ قلیخان
جاگیردار برار

شجرۂ نسب

مستعفی بہ نیت بیت ۱۱۱۵ ہجری

خاندان قلیخان ذوالقدر از ترکان بور بور الوس خانان سیاہ خیمہ نواحی مشہد مقدس

درگاہ قلی خان اول

نوروز قلیخان قلعدار دھاروار بیجاپور (مستعفی)

خاندان قلیخان دوم نظام آباد کی تعمیر آپ کے اہتمام سے ہوئی

درگاہ قلیخان ثانی المتولد ۱۱۲۲ ہجری بمقام سنگمنیر دکن

دختر

دو پسر

نواب سالار جنگ مرحوم اول کی ننھیال کا سلسلہ آپ سے منتہی ہوتا ہے۔

جب ۱۱۴۶ھ ہجری مین وزارت خان اورنگ آبادی کو غفران پناہ عالیجناب آصفجاہ اول نے دوبارہ دیوانی سے سرفراز فرمایا۔ احباب نے جوش خوشی سے تاریخین کہین۔ آپ نے بھی دو بیتین تاریخی موزون کی۔ ہر ایک مصرع سے سنہ سرفرازی دیوانی برآمد ہوتا ہے لیکن مصرع آخرین ایک عدد زائد ہے۔ **ھو ھذا**

شد بحکم نو بزم نورانی ‏ ‏ با صباحت فضل یزدانی
از برای صلاح خلق اللہ ۱۱۴۶ ‏ ‏ باز رونق گرفت دیوانی ۱۱۴۶

گل رعنا کے مولف نے آپکے اوصاف حمیدہ اسطرح لکھے واقعی آپ جامع الصفات والکمالات تھے مولف کا قول مبالغہ سے مبرا ہے خوشامد و تملق کے دہبے سے معرا ہے

ھو ھذا درگاہ قلیخان بہادر مخاطب بہ مؤتمن الدولہ خاندوران سالار جنگ امیرے بود عالیجاہ دانش نگاہ متصف باوصاف حمیدہ و متخلق باخلاق پسندیدہ غنچۂ تصویر را در محفل رنگینش ہوائے شگفتگی در سر و طوطی خوش صفیر را از بیان شیرینش منقار در شکر بلبل ہزار دستان مستفید طلاوت زبانش۔ و گل شگفتہ جبین دریوزہ گر چہرۂ خندانش۔ چرب نرمی او دل سنگ را موم می ساخت۔ و تالیف قلوب او احبا و اعدا را در دام می انداخت۔ ضمیر منیرش در بدیہہ بیانی بازار آئینہ می شکست و ذات والا صفاتش در بزم فروزی بالادست شمع می نشست۔ صولتش نیزہ را آب می نمود۔ و شجاعتش گوئے سبقت از رستم و دستان می ربود الخ انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شرک محض ست گمان من و تو ‏ ‏ مرد و حیرت ببیان من و تو
ما سر اند سوال بدو ستمان داریم ‏ ‏ برا ... اینہا این ہوا چہ بخوا ہد

نگاهش دیده صهبا آفریدند — قدش دیدند طوبی آفریدند
بعالم ریخت اشکم رنگ طوفان — ز جیب قطره دریا آفریدند

وله

می چکد رنگ بهار از خامه‌ام — وصف رخسار که انشا می کنند
حکم آصف این غزل را تازه کرد — کارها را کارفرما می کنند

وله

کسی که در صدد وصف آن دهن باشد — چو شخص هیچ مدان در پی سخن باشد

وله

بآغوشش آید آن دلدار هواخواهی چنین باشد — خدا اگر راست آرد دولت جاهی چنین باشد
چه منتهاست بر دل از صبا گر نکهت زلفش — حیات تازه می بخشد هواهای چنین باشد
مصفا ساختم هر قدومش حضرت دل را — برای شاه والاجاه درگاهی چنین باشد

وله

سوای حیدر کرار شاه مردان کیست — که ذوالفقار باو داد حق نبی دختر

وله

دلم را فرقت آن نامسلمان ساخت سی پاره — نمود از هم جدا اجزای قرآنی که من دارم

وله

گردیم شنا بچه طاقت — ای صبر بما چه کار داری
با کی بود ز تیغ اعدا — گر صاحب ذوالفقار داری

وله

نوروز که روز سعد عشرت افزاست — مولای جهان تخت خلافت آراست
از مقدم گل نماند آثار خزان — سالی که نکوست از بهارش پیداست

وله

کونین شد ایجاد برای ایشان — حاشا که کسی رسد بجای ایشان
اسرار نبوت اند اولاد علی — درگاه فلک است خاکپای ایشان

دانش میر رضی مشهدی

دانش تخلص، میر رضی رضوی نام ہے۔ آپ میر ابوتراب مشہدی کے فرزند ہیں

آپکے والد عالم فاضل تھے۔ دانش بھی بمصداق الولد سر لابیہ ہوشیار و ہونہار تھا کتب ابتدائی والد ماجد سے پڑہین اور باقی کتب مختلف اساتذہ سے تمام کین تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد حرمین شریفین کی زیارت و حج کا ارادہ کیا جب حرمین پہنچا تو ایک مثنوی کعبہ کی تعریف مین لکہی۔ من ۲ اشعارہ

زخوبی کعبہ معشوق جہانست — نشاط دلربائی در جہانست
بروئے تو نیازان در کشادہ — چہ معشوقانہ خود را جلوہ دادہ
جمالش عذر خواہ زحمت دشت — بگرد آن توا ضع میتوان گشت

ایسا ہی روضۂ منورہ کی صفت مین بہی کہتا ہے۔

ہمایون قبہ سرکوب افلاک — بہشت بے گمان عالم خاک
زحق بیگانگان را آشنا ساز — چو ابرو طاق محرابش خدا ساز
ز دیوارش فلک را دست کوتاہ — نمایان تا بعرش از سایہ اش راہ

حج و زیارت سے مشرف ہوکے مشہد مین آیا۔ ہندوستان مین باپ سے ملنے کا شوق دل مین شعلہ زن تھا۔ چنانچہ ہند کے شوق مین کہتا ہے ؎

راہ دور ہند پا بست وطن در اودہرا — چون حنا شد بے میان رفتن بہندوستان خوشست

آخر مقامات متبرکات کی زیارت سے فارغ ہوتے ہی ایران و ہند کے جانے مین تردد کا فیصلہ کیا کہ سفر ہند کو ایران پر ترجیح دی چنانچہ کہتا ہے ؎

پریشان خاطرے باہم بگل داشت — میان ہند و ایرانم زدل داشت
جگر را در بغل پنہان کشیدم — در آن آئینہ روئے کار دیدم
جلا چون از سوادش دیدہ دادم — سیہ رنگی ہند آمد بیادم

پدر کز من روانش تازہ بادا | دران گلشن بلند آوازہ بادا
نشاط آباد غربت بود جائش | فضائے ہند باغ دلکشایش
شد از تحریک آن سر گشتہ بلبل | سواد ہند بر من سایۂ گل
حقیقت را بلند آوازہ کردم | نمک با لعل سبزان تازہ کردم
نگہ را حسن گندم گون نصیبت | چو طوطی سبز در ایران غریبت
گہر را قدر در خاک عراقش | محک بخت آزمایان را سوادش
سوادے دیدنش سرمایۂ نور | بمردم پروری چون دیدہ مشہور
ز بس سبزیست نخل بوستانش | پر طوطی بود برگ خزانش
رسیدم فصل خوبہائے ایام | ہوا بر داز ہمدم فکر سرانجام

پھر دانش صاحب ترجمہ شاہجہان کے عہد مین وارد ہند ہوا - اور پدر بزرگوار کی ملازمت سے کامیاب - سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکھتے ہین کہ در عہد شاہجہان با والد خود عازم ہند گردید الخ اور خزانۂ عامرہ مین لکھتے ہین کہ در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان بہند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید الخ تحریر اول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہند مین باپکے ہمراہ آیا - تحریر دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہانی عہد مین آیا - اور باپ سے ملا یعنی اسکا باپ پہلے سے ہند مین موجود تھا - تحریر ثانی درست و صحیح - تحریر اول مین تردد ہوتا ہے - شاید سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی - والا میر صاحب سے ایسا تضاد واقع نہین ہوتا والعلم عند اللہ - ماہ شعبان سنہ ۱۰۶۵ ہجری مین ایک قصیدہ مدحیہ بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا دو ہزار روپیہ صلہ پایا - قصیدہ کا مطلع یہہ ہے ؎

خطے کہ از کف دست مبارکش پیداست	بخوان بلند کہ تفسیر آیۂ کرم ست

چندے روز شاہزادہ داراشکوہ کی ملازمت مین رہا۔ شاہزادہ کی عنایت و الطاف سے مخصوص ہوا۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شاہزادے نے میر رضی کو غزل کے ایک شعر کا صلہ ایک لاکہہ روپیہ عطا کیا۔ وہ شعر یہہ ہے ؎

قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود	تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار

اور شعر کے مضمون سے بہت ہی خوش ہوا۔ اور غزل مذکور یہہ ہے ؎

نکہت گل از پئے شور جنون در سر شود	موسم آن کہ ابر تر چمن پرور شود
قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود	تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار
بیدماغم کاش ازین یک پردہ نازکتر شود	نالۂ بلبل نہان در پردۂ برگ گل است
مے بدہ ساقی بقدر آنکہ چشمی تر شود	تا بذوق گریۂ مستی درین بزم آمدیم
در میان انجمن پروانہ خاکستر شود	راز پوشیدن نیاید دانش از بیتاب عشق

دار الخلافہ مین جب اس غزل کی شہرت ہوئی تب شعرائے وقت نے اسکے جواب مین موزون کئے۔ شاہزادہ داراشکوہ نے یہہ بیت موزون کی ؎

قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود	سلطنت سہل ست خود را آشنائی فقر کن

انتہی کلامہ۔ میر دانش صاحب ترجمہ چند مدت بنگالہ مین شاہزادہ شجاع بن شاہجہان کے ساتھہ رہا۔ اور وہان سے ابتدائے جلوس عالمگیری حیدرآباد دکن مین آیا۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی خدمت مین اعزاز و اکرام سے باریاب ہوا۔ قطب شاہ کے نزدیک معتبر و معتمد علیہ ہوا۔ قطب شاہ آپکے ملنے سے بہت خوش ہوتا تھا۔ آپکی تقریر و تحریر کو پسند کرتا تھا۔ آپ دربار قطب شاہی کے

از بہارستان سخن

رونق تہے - تذکرہ نویسون کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے والد ماجد میر ابوتراب فطرت تخلص جو حیدرآباد مین سکونت پذیر تہے - اور قطب شاہی سلاطین کے سایہ پرورده تہے ۱۰۶۰ ہجری مین فوت ہوئے اور میر مومن استرآبادی کے دائرہ مین دفن کئے گئے - آپکی لوح مزار پر یہہ رباعی جو مرحوم نے رحلت کیوقت موزون کی تہی لکہی ہوی ہے - خود مولف فقیر نے بہی ۱۲۸۶ ہجری مین لکہا تہا

رباعی فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد	ننواخت بمہر و خارج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمی درو می گنجد	اکنون زنزد و نفس تنگی کرد

اور اسی رباعی کے تحت مین میر رضی دانش کی رباعی جو والد ماجد کے فراق مین کہی مرقوم ہے ؎

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز	کاید بزمان کم بسر عمر دراز
گیرم کہ چو عیسی بفلک بر شدہ	آید بچہ کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے میر رضی دانش صاحب کو اپنے طرف سے نائب مقرر کرکے ۱۰۶۲ ہجری مین مشہد مقدس کو روانہ کیا - تاکہ روضہ رضویہ مین بادشاہ کے طرف سے زیارت کے مراسم ادا کرے اور اس کے لئے سالانہ دو ہزار تبریزی وظیفہ مقرر کردیا تا بزندگی سلطان اسکو پہنچتا رہا - فقیر مولف نے تقرر سالیانہ کا فرمان عبد العلی طالقانی میرمنشی قطب شاہ کی انشا طالقانی مین جو میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تہی دیکہا تہا - افسوس صد افسوس کہ وہ انشا موسنی ندی حیدرآباد کی طغیانی واقع ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب ندر سیلاب ہوی کاش اگر موجود ہوتی تو بجنسہ یہان فرمان کو نقل کرتا - آخر میر رضی دانش نے ۱۰۷۶ ہجری مین

رحلت کی۔ اب مین متفرق تذکرون سے آپکے بوارق طبع کو گزارش کرتا ہون
تاکہ ناظرین ملاحظہ کرین ھو ھذہ

زبسکہ مشق سخن ساخت ناتوان ما را ۔۔۔ گداخت ہمچو قلم مغز استخوان ما را

نشد کہ بوسہ بپائے ہدف چو تیر دہیم ۔۔۔ گذشت عمر بخمیازۂ کمان ما را

ولہ
ذخیرۂ بدل از چشم اشکبار نماند ۔۔۔ شکست شیشۂ سیماب در کنار مرا

ولہ
غنیمت دان بہشت روئے گندم گون در محشر ۔۔۔ کہ فرد طاعت محراب بروہید ما را

ولہ
بوئے گل شد فیض بخش آہوش قت و بیخود است ۔۔۔ یکنفس بگذار در سیر چمن تنہا مرا

ولہ
چون سر زلفش بدستم افتد از خود میرم ۔۔۔ ہمچو طفلان اول است و خواب می آید مرا

ولہ
لب تشنۂ تیغم بگو قاتل ما را ۔۔۔ کو آب کہ شیرینی جان زد دل ما را

ولہ
وعدہ ہم صحبتان رفتہ روز محشر است ۔۔۔ دیر می آید قیامت گشت تنہائی مرا

فصل گل ست جوش بہار سخن مرا ۔۔۔ گل کرد ہمچو غنچہ زبان در دہن مرا

تا رسا زد درین بزم نسبتے داریم ۔۔۔ خوش اند اہل نشاط از ضعیف نالیہا

عینکے باید مرا از شیشۂ می ساختن ۔۔۔ تا توانم خواند در پیری خط پیمانہ را

در راہ انتظار چو مژگان نشستہ ایم ۔۔۔ بر آستان خانۂ ما جائے پا بس است

بر دیدۂ آلودہ بخون شد صف مژگان ۔۔۔ چون حلقۂ ماتم بر دور شہید است

گر ز ابرو جبین کشاید در دم بسمل بس است ۔۔۔ خون بہائے کشتۂ ما خندۂ قاتل بس است

دست گلچین قتل عام لالہ و گل میکند ۔۔۔ باغبان در پائے گلچین ست خواب افتادہ است

مردم رنجور را روز وصل ۔۔۔ گریۂ شادی عرق صحت است

وصل یاران چون رہائے ولشکر می بدنما ست ۔۔۔ گریۂ شادی کم از باران روز عید نیست

مرا که خندهٔ گل سر بدر دمی آرد	وله	دماغ گریهٔ بلبل درین بهار کجاست
آبروی دودمان تاک هم برباد رفت	وله	دختر رز را عسس صد بار با مستان گرفت
تا به بلبل عرض چاک سینه میکردیم دوش	وله	ناز پرورد گلستان زخم خاری هم نداشت
صفحهٔ دشت بامداد رفیقان سطر کند	وله	چون قلم بی دوسه یاری بسفر نتوان رفت
گشاده روی خوبان در آخر حسن است	وله	در چمن همه جا موسم خزان باز است
سینه صافان را غم صحبت کشان بیش از خود است	وله	آب می بالد از آن بازی که بر دوش پل است
هر روز کامیاب ز روی چو ماه دوست	وله	آئینه عذر نامهٔ چرخ نگاه اوست
گر سرمه لاف نسبت مژگان زند بجاست	وله	از خاک برگرفتهٔ چشم سیاه اوست
در بزم کنم سیر که جائی دگرم نیست	وله	از حلقه برون چون قدح می سفرم نیست
رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت	وله	روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت
چسان بینم که می از محتسب بر خاک میریزد	وله	که می لرزد دلم بر برگی اگر از تاک میریزد
در آن وادی که من باشم آبادی نمی باشد	وله	سیاهی میکند از دور کاهی چشم آهوئی
بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت	وله	دولت تیزی که می گویند شمشیر تو بود
کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمیخواهد	وله	خورم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آمد
نوبهارست هوا مایهٔ عشرت دارد	وله	مفت رندی ست که می دارد و فرصت دارد
ای هما از سر ما خاک نشینان بگذر		سایهٔ بال تو بدنامی دولت دارد
چسان از قدر این صیاد آزادی هوس باشد	وله	که پرواز بلندم تا لب بام قفس باشد
پرده بر عیب خود از دامن صحرا پوشد	وله	هر که از سلسلهٔ اهل جنون رسوا شد
دولت فصل خزان گر خار را جوش گل آرد	وله	بگیر آئینه در کف تا بهار رفته برگردد

چگونه بار بمنزل برد مسافر اشک — وله — که رهزنی بکمین همچو آستین باشد

تا به پیغام زبانی از تو حرفی نشنود — وله — مهر بالب بر لب قاصد بجائے نامه زد

درد دلے بکاغذ ابری رقم زنیم — شاید که پی بدیدهٔ گریان ما برد

نمیدانم چه صیادی که زیر تیغت آهو را — وله — چو چشم دلبران در زیر ابرو خوابی آید

دل از حسن جوانی داشت آرامی ندانستم — وله — که این یوسف چو پیری کهنه گرگے در کمین دارد

مرد را تا به هنر زبدهٔ اقران گردد — وله — میوهٔ رنگین چو شد از برگ نمایان گردد

نیستم ایمن اگر ز حشمت مرا دل میدهد — صید را صیاد آبے وقت بسمل میدهد

دگر ز زلف سیاهش در پی تاراج ایمان شد — بفکر رهزنی افتد سپاهی چون پریشان شد

شاخ رنگینی ز گلبن بر زمین افتاده است — بلبلان شیون بگیرد کشته گلچین کنید

گرد ره ندارم بجگر شکر که از من — بر دامن آئینه غبارے ننشیند

بے تکلف فیض بخش از خاکساران بگذرد — گو بتعظیم نسیم گل غبارے بر نخیز

میتوان در پرتو روشندلانم یافتن — جلوه گاه من چو عکس آئینه آبست و بس

بس از وفات که یادت کند بجز غم خویش — چو خون مرده سیه پوش شو بماتم خویش

تنگ بر بی هنران دور فلک کے گردد — از قفس زود شود بلبل خاموش خلاص

باغبان پیدا چو شد خاطر پریشان می شوم — جا اگر یابم چو بو در غنچه پنهان میشوم

صبح دیدم شبنمے بر برگ گل غلطان بناز — یادم آمد طفلی و دامان مادر سوختنم

ز ساقی باده میگیرم بپائے تاک میریزم — ندارم فکر خود میخانه را آباد می سازم

در کفم از باد دستی زر نمیگیرد قرار — جامه در نیکنامی پاره چون گل میکنم

قلم سنبل شود گر حرف گیسوئے تو بنویسم — خطم صورت کند پیدا اگر روی تو بنویسم

غم و شادی مساوی دان ما گردون و مدارا کن
نمی کم از قدح عادت بدرد و صاف مینا کن

نشان آبحیاتم چه مید هی اے خضر
کجاست سرمهٔ زدید ہا نہان گشتن

سیه بختم از مژگان سیاهان
ندیدم راستی زین کج کلاهان

بامید وصالت در شب هجر
نمی خواهم چو خون بیگناهان

ایکه میخواهی مرادت از چمن حاصل شود
بلبلی را از قفس در جوش گل آزاد کن

درین رنگین چمن چون لاله زاره
غریبم درمیان همنشینان

بگذار تا بعکس تو عکس آشنا کنم
گلگشت باغ آئینه تنها چه می کنی

دانش ۔ میر دلاور علی

دانش تخلص ۔ میر دلاور علی نام ۔ آپ آقا سید علی رشتی کے خلف الصدق ہین۔ آپکے والد ماجد علم و فضل کے زیور سے آراستہ۔ خوش اخلاقی کے پیرایہ سے پیراستہ تھے۔ شعر و شاعری کے میدان مین بھی سابق قدم۔ سید تخلص فرماتے تھے عجم سے مہاراجہ چندولال کے عہد وزارت مین حیدرآباد دکن وارد ہوئے۔ مہاراج کے شعرائے دربار مین ملازم ہوگئے۔ نواب سراج الملک بہادر مرحوم کی دیوانی تک شعرا کے زمرے مین منصب مناسب پاتے رہے۔ نواب مرحوم نے آپکو بلحاظ لیاقت و فضیلت اپنے برادرزادے یعنی نواب سالار جنگ مرحوم اول کی تعلیم و تکلم فارسی کیلیے مقرر فرمایا۔ علاوہ منصب حسن سلوک بیحد فرماتے تھے۔ پس دانش صاحب ترجمہ کے والد نواب کے دولتخانہ پر مدۃ العمر وابستہ رہے۔ نواب مختار الملک بہادر بھی استاد کا بہت اعزاز کرتے تھے۔ آخر ۱۲۸۵ھ ہجری مین کربلائے معلی گئے۔ چندروز کے بعد وہان سے

بہشت برین روانہ ہوئے۔ دانش صاحب جمہ حیدرآبادی المولد ہے اُنکی ولادت ۱۲۴۴ ہجری مین ہوئی۔ لیکن آپ نے تربیت و تعلیم والد ماجد کی توجہ و سرپرستی سے پائی۔ بمصداق الولد سرلابیہ۔ آپکی فارسی زبان و لہجہ و تکلم مثل اہل زبان ہے۔ سیرت و صورت سے شان اہل زبان عیان ہے۔ آپ منشی ذی استعداد ہین۔ انشا پردازی مین ملکہ کاملہ رکھتے ہین ناظم و ناثر ہین۔ شعر و شاعری سے فریفتہ۔ آپکو تلمذ جناب ناجی صاحب سے ہے آپکا کلام شستہ و شائستہ ہوتا ہے۔ لطافت و حلاوت سے بھرا ہوا۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین کلام موزون فرماتے ہین۔ جو کچھہ آپکا طبع زاد ہوتا ہے لطف و مزہ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ ان فضائل کے سوا آپ خطاط و شمشیرباز ہین۔ خط نستعلیق و شفیعائی مین جواہر رقم و عطارد قلم ہین۔ خوب لکھتے ہین اور خطاطی کے فن کو علماً و عملاً جانتے ہین۔ شمشیربازی یعنے بنوٹ مین بھی مشہور ہین اس فن مین آپ کو محمد وزارت علی صاحب بن محمد مراد علی شاہ سے تلمذ ہے۔ فی زماننا شہر مین اُستاد کے قائم مقام ہین۔ اکثر شائقین فن آپسے مستفید ہوتے ہین۔ آپ سرکار عالی نظام الملک خلد اللہ ملکہ کے منصبدارون مین اکیسوتین روپیہ ماہوار پاتے ہین۔ نواب سالار جنگ بہادر حال کے ادب موزون مین شمار کیے جاتے ہین۔ اور کتبخانہ سالار جنگی کی نگرانی بھی آپ ہی کے متعلق ہے۔ آپنے کتبخانہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے رکھا ہے۔ اور کتبخانہ کی فہرست بھی مرتب کی ہے غرض موصوف الیہ کتبخانہ کی درستی و نگرانی عمدہ طرح سے کرتے ہین۔ فقیر مولف کو آپ کی خدمت مین نیاز ہے۔ نہایت محبت و اخلاص سے ملتے ہین خدائے تعالی آپکو خوش و خرم رکھے۔ اب مین آپکے نتائج طبع ہفت بند نعتیہ و قصیدہ مدحیہ اردو سے چند اشعار ناظرین کے ملاحظے کے لئے لکھتا ہون۔

السلام اے بارگاہت مہبط روح الامین — خسرو کون و مکان محبوب العالمین
بانی بنیاد عرفان وار حکمت شہر علم — قبلۂ ارباب ایمان کعبۂ اہل یقین
چیست خور آسمان و کیست خورائے جہان — آن ز مہر تو مبین واین ز مہر تو حسین
ہر سر انگشت تو ا برده از ید بیضا سبق — چه خورشید داری گوئیا در آستین
لب کشا یا چون به نعت دلکشت روح القدس — آیدش از پردۂ قدرت صدائے آفرین

وله

ہمایون دولت و اقبال ہو اے ظل سبحانی — جہان کی ہے بنا جبتک رہے قائم جہانبانی
نظام الملک محبوب علیخان آصف دوران — رئیس خسرو ملک دکن اسکندر ثانی
امیرونکا سر تسلیم جھک جاتا ہے یہان دائم — ادب سے آکے رگڑتے ہین در اقدس پہ پیشانی
ہوا وہ سرور دوران جسے حضرت نے دی عزت — بنا وہ ہمسر شاہان عطا کی جسکو دیوانی
امیری کبیری کا تفاخر ملگیا اسکو — دیا ہے جس کو آپنے حکم مگس رانی

داغ - نواب مرزا خان دہلوی

داغ تخلص - مرزا خان نام - آپ نواب شمس الدینخان برادر نواب ضیاء الدین بہادر والی لوہارو کے خلف الصدق ہین - آپ کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی - ابھی آپ خورد سال تھے کہ ۱۲۵۲ھ ہجری مین والد کا انتقال ہوگیا - آپ یتیم ہوگئے چونکہ آپکی والدہ صاحبہ کو صاحب عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر ولی عہد بادشاہ دہلی کی ہم آغوشی کا شرف حاصل تھا - اس لئے آپکی والدہ صاحبہ بادشاہی محل مین رہتی تھین - اور آپ بھی والدہ کے ساتھہ محل مین پرورش پاتے تھے - رسم تسمیہ کے بعد

والدہ نے آپکی تعلیم شروع کرائی۔ دس بارہ برس کی عمر مین بقدر ضرورت فارسی و اردو مین استعداد حاصل کرلی۔ عالم شباب کا ابتدا تہا۔ طبیعت مین جستی و چالاکی موجزن تہی شعر و شاعری کے ساتہہ دلچسپی تہی آپ شاعری کے میدان مین بڑہنے لگے جناب محمد ابراہیم ذوق کی خدمت مین اصلاح سخن کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ولیعہد بہادر نے دیکہا کہ لڑکا شاعری کے طرف زیادہ مائل ہے اور ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ جناب ذوق سے آپکی سفارش کی۔ ولیعہد کی سفارش کی وجہ سے ذوق شوق سے آپکے کلام کی اصلاح فرماتے تہے۔ استاد کی اصلاح سے روز بروز آپ ترقی کرنے لگے۔ چند ہی روز مین استاد کے تلامذہ مین ممتاز ہوئے۔ دہلی کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے اہل مشاعرہ مثلاً شیفتہ و غالب و صہبائی و صابر وغیرہم سے داد سخن و تحسین پاتے تہے ولیعہد بہادر کے فوت ہونیکے بعد آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی پریشانی کے زمانہ مین ہند کے غدر کا ہنگامہ شروع ہوا۔ آپ دلی سے رام پور آئے۔ نواب یوسف علیخان والی رام پور کے پاس رہے۔ نواب آپکے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے۔ نواب کے فوت ہونیکے بعد نواب کلب علیخان بہادر نے بہی آپکے ساتہہ والد مرحوم کی طرح حسن سلوک جاری رکہا اور آپکو کارخانجات کا معتمد و مہتمم کیا۔ آپ تا بزندگی نواب کی خدمت مین نہایت آرام و آسائش سے بسر کرتے رہے۔ آپ نواب صاحب کی زندگی مین حرمین شریفین کی زیارت و حج سے بہی مشرف ہوکر آئے اور وطن مالوفہ گئے۔ پہر وہان رام پور واپس آئے۔ نواب صاحب بہی اس زمانہ مین عالم فانی سے ملک جاودانی کیطرف روانہ ہوئے۔ آپ وہان سے برداشتہ خاطر ہوکے دلی آئے۔ پہر ۱۳۰۵ہجری مین حیدرآباد دکن آئے۔ بذریعہ راجہ گردھاری پرشاد باقی تخلص حضور مین باریاب ہوئے۔ آپنے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا۔ اعلیحضرت بندگانعالی

خلد اللہ ملکہ سنکے بہت خوش ہوئے۔ چند روز امیدوارانہ گوشہ مین پڑے رہے۔ بلحاظ
ضرورت چند روز کے لئے دہلی چلے گئے تھے۔ غیبت کے زمانہ مین اعلیحضرت نے یاد فرمایا۔
نواب داور الملک کے ذریعہ سے آپکو اطلاع ہوئی آپ فوراً حیدرآباد آئے۔ اور استقلال کے
ساتھہ سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً تین سال کے بعد ۱۳۰۸ہجری مین ایک فرمان واجب الاذعان
مع ایک غزل مہر شدہ آپکے پاس پہنچا۔ آپنے اُسیوقت غزل کو دیکھہ کے
واپس بھیجدی اور حسب الطلب دربار مین حاضر ہوکے نذر دی۔ اعلیحضرت نے آپکی
بڑی قدر و منزلت کی۔ اور آپکی عظمت و شان زیادہ رتبہ بلند فرمایا۔ اور آپکے لئے
۱۳۰۹ہجری مین چارسو پچاس روپیہ ماہوار بلا خدمت بصیغۂ منصب مقرر فرمایا
اور ساتھہ ہی حکم بھی صادر فرمایا کہ آپ کو ابتدائے تشریف آوری سے آج تک کی
کل تنخواہ دیجائے۔ دو تین سال کی کل تنخواہ بحساب چارسو پچاس روپیہ ماہانہ دو چھکڑون
پر لدی ہوئی داغ کے مکان پر پہنچی۔ حضرت داغ رقم کے دیکھتے ہی فارغ البال
ہوئے۔ پھر ۱۳۱۱ہجری مین جشن سالگرہ کی تقریب مین خانی و بہادری و جنگ
و دولہ و ملک کے خطابات یعنے ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بلبل ہندوستان
و منصب چار ہزاری و سہ ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۱۲ہجری
مین ایکہزار روپیہ وظیفہ ماہانہ مقرر ہوا۔ علاوہ تنخواہ آپکو وقتاً فوقتاً صلات
و انعامات ملتے رہے ہین۔ آخر آپنے ۱۳۲۰ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی
مین رحلت کی۔ آپکی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ اعضا قوی درست تھے۔ صورت
و شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ چہل سالہ ہین۔ آپکا کلام روزمرہ کی بول چال ہے
مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کا چشمۂ زلال ہے۔ سامعین کو سننے سے لطف و مزہ

آپکی عمر متوسط تھی لیکن طبیعت مین جوانی کا ولولہ موجود تھا۔ زندہ دل و پاکیزہ منزل تھے۔ کلمۃ الخیر کے گویا۔ صلح کے جویا تھے۔ درویش دوست غریب پرور آپ کی تصانیف متعدد دواوین ہین۔ گلزار داغ۔ آفتاب داغ۔ فریاد داغ یہہ تینون مطبوع ہوچکے ہین۔ آپکے یہان ہزار ہا شاگرد ہین۔ اکثر آپکے چشمۂ فیض سے سیراب فیضیاب ہوئے ہین اب مین چند ہی اشعار آپکے دواوین سے گزارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الہندی

تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

ولہ

ناوک بھی ہے شست مین صیاد کے مگر
اٹھتے ہین انگلیان وہ نشانہ اڑا دیا

ولہ

ہے سارا خون کے چھینٹون سے یہ مین گلزار
ترے شہید کا لاشہ بہار سے اٹھا

ولہ

غضب ہے جسپہ دل آیا کہین انجان وہ بنکر
کہان آیا کدھر آیا کیون آیا یہہ کب آیا

ولہ

یون آنکھہ انکی کرکے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہوکے کچھہ ارشاد رہگیا

ولہ

کبھی فلک کو پڑا دل جلون سے کام نہین
اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین

ولہ

داغ کو چین ہی نہین آتا
جب تک اس سے برا بھلا نہ سنے

ولہ

یہہ بھی طرز خرام ہوتی ہے
ساری دنیا تمام ہوتی ہے

دم آخر تو کچھہ مری سنلو
آج صحبت تمام ہوتی ہے

ملانے ہو اسکو خاک مین جو دل سے ملتا ہے
مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

دنیا مین ایسے لوگ مصیبت زدہ کہان
ہم آج خوب روئے گلے ملکے داغ سے

پھیری فریاد دوسرا نہ سنے
تم سنواسے تو خدا نہ سنے

دوستی کیا اُسیکو کہتے ہین	آشنا کی جو آشنا نہ سُنے

دولت ۔ میر دولت علی آسیری

دولت تخلص ۔ میر دولت علی نام ۔ منظہر علیشاہ خطاب ۔ آپکا مسقط الراس آسیر ہے بمقتضائے آب و خورش سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین شہر اورنگ آباد وارد ہوا ۔ مدت تک شہر مین سکونت پذیر رہا ۔ شعرا و علما سے ملتا رہا ۔ بچہمی نرائن صاحب تخلص اورنگ آباد سے بہی نہایت ربط و اتحاد پیدا کیا تہا ۔ اکثر اوقات اپنی فرودگاہ سے صاحب کے دولتخانہ پر آمد و رفت کرتا تہا ۔ ریختہ مین اکثر صاحب کا تتبع کرتا ہے ۔ چنانچہ ایک مقام مین کہتا ہے ؎ نقش ہے ولپہ میرے مصرعہ صاحب ✽ کیا ہوا بات ہماری جو نہ مانے بہزاد ✽ پہر اورنگ آباد سے برہانپور مین آیا ۔ رخصت کیوقت بداہتہً صاحب کے حق مین ایک مصرعہ موزون کیا ؎ دولت کو دل سے اپنے صاحب نہ بہول جانا وطن مین پہنچکر مدت تک زندہ رہا آخر سنہ ۱۲۱ ہجری مین فوت ہوا ۔

شاعر ذہین و خوش فکر تہا ۔ نازک خیال و رنگین مزاج تہا ۔ احباب کے ساتھہ خوش صحبت و خوش خلاق تہا ۔ آپکا کلام ریختہ صاف و شستہ ہے ۔ ایہام و تلازم شعریہ سے پاک ۔ سیدہا سادہ کلام ہے ۔

من اشعارہ الہندی

ہر آن گریہ کرنا ہر دم آہ بہرنا	ولہ	گر صبح ہے تو یہہ ہے اور شام ہے تو یہہ ہے
سب بلبلون سے اول ہمکو تو ذبح کرنا		صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہہ ہے
یارو قسم ہے تمکو کہین جستجو کرو		قاتل مرے کو مجہہ سے ذرہ روبرو کرو

چاہو نماز حضرت گل کی ادا کرو ۔ اے بلبلو تم اشک سے اول وضو کرو
اُس چشم مے پرست کا مارا گیا ہے جو ۔ لازم ہے اُسکو خاک سے خم یا سبو کرو

وله

ہمکو ہمارے یار کے جلوہ سے کام ہے ۔ اے زاہدو بہشت کی تم آرزو کرو

وله

لب ورخسار اور قد و قامت ۔ دیکہہ سب غنچے مسکراتے ہین
مجلس مین نہ جا بہا سے تجہ رخ کی تجلی ۔ ہوئیگی شمع پانی جل جائیگا پروانہ
اسلام سے نہین مقصد اور کفر سے نہین مطلب ۔ منظور ہمارے دلکو ہے جلوہ جانانہ
سوتا تہا مست ناز اُسے کوئی جگا دیا ۔ کیا عالم بہار خدا نے دکہا دیا
خوف ہے مجکو مبادا کہ دیوانے ہوئے ۔ صورت اُسکی نہ زلیخا کو دکہانا بہزاد
جائے نامی کی مین اُس بت کی یقین بہیجونگا ۔ کہینچ تصویر کو دولت کے لیے آنا بہزاد
اس غم کی کشمکش مین روتے ہی عمر گذری ۔ کیا یاد مین کرونگا خوبی سے اس جہان کو

دانا نصیر الدین خان

دانا تخلص ۔ نصیر الدین خان نام ۔ آپ جمال الدین کے بہائی ہین ۔ بہادر بادشاہ کے زمانہ مین آپ منعم خان خانخانان کے مصاحب تہے ۔ صبح الغیب تہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد تہا ۔ آپ فضائل و فواضل سے آراستہ تہے ۔ کتب درسیہ سے فارغ التحصیل تہے ۔ شعر گوئی کا شوق تہا ۔ خوب مرغوب فرماتے تہے ۔ اشعار کے دیکہنے سے آپکی لیاقت و استعداد معلوم ہوتی ہے ۔ آپکا کلام آپکی لیاقت و استعداد کا محضر ہے ۔ آپکو سرکار سے صوبہ برار مین تہوڑی جاگیر تہی ۔ آپ جاگیر کے تعلق کی وجہ سے بلدہ ایلچپور برار مین سکونت پذیر ہوئے ۔ اور جاگیر سے جو کچہہ حاصل

اُس مین زندگی بسر کرتے تھے۔ افسوس کہ کسی تذکرہ نویس نے آپکی نسب و خاندان کا حال اور آپکی ولادت و وفات کی بھی تاریخ نہین لکھی۔

من اشعارہ

صراحی سجدہ ام ساغر پرستم تا چہ پیش آید
بہر سو میروم از خویش ہستم تا چہ پیش آید

وله

حسن نشاط کرد گل ہیچو بہار ہر طرف
چون گل سہر میدہد شیشہ و جام و نای و دف

وله

حیرت برق حسن یار بسکہ ز گریہ جوش زد
قطرۂ اشک شدہ بر مژہ چون در نجف

پیر مغان باعتقاد میکدہ را چو در کشاد
ساغر می بکف نہاد و گفت بنوش و لا تخف

ورنہ تو کسے کہ نیست نیست نقاش جاودان
غیر تو ہر کہ ہست ہست بمعرض تلف

با تو ہر است آرزو خواب فراموش خود
سینہ بسینہ و بردو بدست دست کف بکف

آصف عہد اے نصیر یافت ز روح خواقیض
طالع اگر مدد کند وانش آرم بکف

نمیرسد بجد انشہ بجائے شراب
چہ جائے تنباکو چہ افیون شراب وائے شراب

آپکا انتقال بھی تقریباً ۱۱۸۵ سنہ ہجری مین ہوا۔

درسی - سید محمد درویش برارہی

درسی تخلص - سید محمد درویش نام۔ آپکا اصلی وطن سورجی انجن گانون ضلع برار ہے۔ آپکے اشعار شاہد حال ہین۔ سے مکانست من عرصہ سورجی ؛ کہ ہرگز ندانم طریقہ کجی۔ دیارست موزون بصوبہ برار ؛ چو آب و ہوایش طراوت دیار ؛ بہشت است ثانی بآب و ہوا ؛ ہوا روز در روز خوش مینوا ؛ آپ سید صحیح النسب والحسب تھے آپکا نشو و نما برار کی آب و ہوا مین ہوا۔ تربیت و پرورش ہین کی غذا سے ہوئی آپنے

نشو و نما کے بعد وہان کے علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ تحصیل کے بعد شعرگوئی و عبارت نویسی کا شوق ہوا۔ طبیعت کی تیزی چالاکی سے انشا پردازی و سخن طرازی شروع کی۔ رفتہ رفتہ دونون فن مین کامل ہوئے۔ ہمعصرن مین منشئی بیمثل و شاعر بیبدل شمار کئے گئے۔ آپ فارسی کی نظم و نثر لکھنے مین اسقدر قدرت رکھتے تھے۔ بغیر سوچے سمجھے مضامین تازہ موزون کرتے تھے۔ آپ بادشاہی منصب پر ممتاز تھے۔ نواب عوض خان بہادر عضد الدولہ صوبہ برار کے مصاحب تھے اور گلندار خان اسد خانی کے مقرب۔ آپ عالمگیری زمانہ مین زندہ تھے۔ آپنے ایک کتاب مسمی نادر پسند نواب صاحب ممدوح کے فرمانے سے لکھی۔ کتاب مین وزیرزادہ اور شاہزادی ملکہ کا عشق و محبت بیان کیا ہے۔ کتاب عجیب و غریب ہے تالیف کتاب کی تاریخ ۱۱۳۲ ہجری ہے ؎

بہ سن یکہزار و صد و سہ سی	ہمایون درآن روزہائے بسے
مرتب شد این نامۂ نامور	چنین کاخ پرداختم در دہر

آپ صاحب دیوان ہین دیوان مختصر ہے۔ کلام بامحاورہ و سلیس ہے۔ عبارت صاف و شستہ ہے۔ استعارہ و کنایہ سے خالی ہے۔ خط و خال و حسن جمال کے بیان مین مبالغہ و تشبیہ کا استعمال کیا ہے۔ کلام مین تشبیہ مبالغہ کا ہونا ضرور ہے۔ یہہ کلام کا نمک ہے کسی شاعر کا کلام اس نمک سے خالی نہین ہوتا ہے۔ نواب صاحب ممدوح اور خانصاحب آپکے حال پر زیادہ مہربان تھے۔ اور ہمیشہ حسن سلوک سے دستگیری کرتے تھے۔ آپ خوشحال و فارغ البال تھے۔ آپ اکثر اوقات نواب صاحب اور خانصاحب کی مدح مین صرف فرماتے تھے۔ چنانچہ آپنے دونون کی تعریف مین دو غزلین لکھی وہ ہم

ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ آخر آپکا انتقال ۱۲۸۵ھ ہجری میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ بمدح نواب عیوض خان بہادر

خدا شناس رحیم دل نواب عیوض خان
ہمیشہ بد نظر بر صواب عیوض خان

دلیل شرح حدیث ہدیرہ انصاف
مراد حاجتیان از جناب عیوض خان

امیر نورتبہ دارد جلوس چون خورشید
منیر روز ازل شد شہاب عیوض خان

کہ فیض بخش ہمہ فریاد رس ستم بابان
خدا نگہبان باشد بآن عیوض خان

سخن کاہی ز آگاہ دل بگو درسی
کہ برتر ست بجہان جناب عیوض خان

بمدح گلذار خان

از کمال بندگی مطلوب شد گلزار خان
شد رقم روز ازل طالع اسد گلزار خان

در سخن ہائے کہن دارد بلاغت بیگمان
در طریقے و دین شناسی میرسد گلزار خان

زین شمیم پاکیزہ ہا مقبول دردار ین شد
حسن خوبی خو بعالم می کند گلزار خان

از سحاب ابر الطاف الٰہی سبز تر
این نہال تازہ دائم بشگفد گلزار خان

عالی ہمت جہان چون ثانی حاتم زمان
بیکس و محتاج را ملجائے شد گلزار خان

یا الٰہی در دو عالم نام آوازش بلند
برتر از اوصاف کن بدا ابد گلزار خان

از دعائے جملہ یاران ہم بحق آن رسول
اسم در ہر دو جہان بالا شود گلزار خان

در سیا شیرین سخن در ہمگنان آگاہ دل
اے بزواز غیب استما باشد مدد گلزار خان

من اشعارہ الفارسی

ساغرم پر نور کن ساقی بیا ساقی بیا
پر ہدوہ را دور کن ساقی بیا ساقی بیا

کشورے شیرین سخن آباد کن در سیا
در سخن منصور کن ساقی بیا ساقی بیا

بردیم دل تمام براہ خیال دوست | حاصل شود بہ تنیم خاصۂ کمال دوست
اہلہا عیش نمایند نثار زر دارند | ہم غذا اہل دلان غم بفکر می بینم
ساقی بیار جام پر از بادۂ ہستی | بادۂ ہستی تو بدہ بادۂ ہستی

داؤد۔ میرزا داؤد اورنگ آبادی

داؤد تخلص۔ میرزا داؤد نام۔ آپکے بزرگ عالمگیری زمانہ مین بلخ سے اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے۔ بادشاہی منصب سے معزز و مکرم ہوئے۔ آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ اسی سرزمین مین نشو و نما پایا۔ علما و فضلا کی صحبت مین لیاقت و قابلیت پیدا کی۔ شعرگوئی کے میدان مین قدم رکہا۔ چند ہی روز مین ہمعصرون سے بڑہ گیا ریختہ مین ولی کا تتبع کرتا ہے۔ آپکے کلام سے شکربیانی و نازک خیالی ظاہر ہے آپ غزل کو مشاعرہ مین خوش الحانی سے پڑہتے تہے۔ آپکی لحن داؤدی سے مشاعرہ مین ایک لطف و مزہ ہوتا تہا یاران ہم صحبت کو سرور ہوتا تہا۔ آپ ولی کی کرامت کے قائل تہے اور اسکو اپنا استاد سمجہتے تہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

سند یوں بس ہے تجہے مصرع ولی داؤد | کہ تجکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

اور دوسرے مقام مین لکہتا ہے ؎

کہتے ہین سب اہل سخن اس شعر کو سنکر | تجہ طبع مین داؤد کا اثر آیا

لچہمی نراین صاحب اورنگ آبادی تذکرہ چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ مجکو آپکے صاحبزادہ میرزا جمال اللہ عشق تخلص سے معلوم ہوا کہ آپکی وفات ۱۱۶۸ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ فقیر نے آپکی تاریخ لکہی ؎ بلبل گلزار معنی طوطی رنگین زبان

ازغم آباد جہان بگذشت چون تیر ازکمان + مصرع تاریخ فوتش گفت بامن ہاتفے - گو برفتہ میرزا داؤد فانی ازجہان - انتہی کلامہ آپ صاحب دیوان ہین آپکی دیوان ہین کم و بیش تخمیناً پانسو اشعار ہین - ہم آپ کے چند اشعار آبدار ذیل مین لکہے ہین -

جناب میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا مین لکہا کہ میرزا داؤد تخلص شاگرد سید یعنی مولوی سید عبد العلی عزلت - اور صرف ایک شعر آپکا طبعزاد لکہا باقی حال کی نسبت فرمایا کہ تحقیقاً معلوم نہین ہوا - میر صاحب نے جسقدر لکہا یہ بہی پایۂ تحقیق سے دور ہے - داؤد عزلت کا شاگرد نہین تہا - اور صاحب گلشن بیخار نے لکہا کہ داؤد شعرا متقدمین سے ہے - مین خیال کرتا ہون کہ تذکرہ نویس سن سابق مین تحقیقات کی طرف توجہ نہین کرتے تہے جو کچہہ سنتے تہے اُسکو لکہہ دیتے تہے - اسی بے توجہی کی وجہ سے اکثر غلطیان کرتے ہین - اور تذکرہ مین صرف شاعر کے نام یا محض تخلص پر اکتفا کرتے ہین - ولادت و وفات اور اُن کی طرز معاشرت کی نسبت ایک فقرہ بہی نہین لکہتے - واقع مین انہین چیزون کی ضرورت ہے - ہم نے حتی الامکان اپنے اس تذکرہ مین انہین باتون پر زیادہ زور دیا ہے - کتب قدیمہ اور بیاضہائے دیرینہ سے ان باتون کو جمع کیا ہے اور ہر ایک شاعر کے حال مین لکہا ہے - فانظروا انصفوا لاتکن من المکابرین -

من اشعارہ الہندی

عزیزان خواب مین دیکہا ہون آج اس سرو قامت کو	وله	ہوا معلوم وقت آیا ہے میری سرفرازی کا
سند ہے اہل دل کو بساط زمین کا فرش	وله	ہے بے ریا کو بوسے ریا نقش بوریا
سمجہے طومار لکہنا ہے وہ زلف عنبرین مو کا	وله	قلم کیون نا کرون اے باغبان شاخ سنبو کا

قانون شفا نطق مین ہے یار کے موجود ولہ ایدل نہو محتاج طبیبان کی دوا کا

ہوا ہے ابر گریان دیکہہ میری چشم گریان کو ولہ پڑا ہے شور دریا مین مرا اشک جاری کا

لالہ رو کو دیکہکر لالہ کا پہول ولہ داغ دل کے ہات دکہلانے لگا

عاقبت اُس سنگدل کے جور سے دل کا مینا پر شکست آنے لگا

ہجر مین دلبر کے ابر چشم آج اشک کا برسات برسانے لگا

تجہ خیال زلف کے ہو پیچ مین مو بمو دل آج بل کہانے لگا

سرمہ لگانے مین کہتا ہے یون وہ دلبر ولہ عشاق بچہطا پر اب تو تنہا کرونگا

مجہ بزم مین رقیب عبث سرکشی نکر ولہ شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجہ سوز آہ کا

جس بوستان مین وہ گل رخسار ہوئیگا ولہ بلبل بہار گل سنتی بیزار ہوئیگا

بجا ہے محتسب کے سر اُپر آج ولہ مجہے اب پہوڑنا پہر ہیگا مٹکا

اُس صنم کے خیال ابرو نی ولہ ناتوان مجکو جیون ہلال کیا

یہ جام چشم مست جسے دکہاؤگے ولہ تا حشر اُسکو ہوش سے اُسکے بہلاؤگے

دانہ دکہاکے خال کا جسکو دیو چاٹ آخر کو دام زلف مین اُسکو پہنساؤگے

دیکہہ تجہ چشم کا بکدر ورہ ولہ دل کے شیشہ مین نشہ شراب ہوا

لکہتا ہون جب سے تجہ لب شیرین کی صفت سون تجہہ تا تہہ مین یہان سے قلم نیشکر ہوا

آیا ہے بر مین جب ستی وہ صندلی قبا دائود سون رفع مرا درد سر ہوا

نین سینلا کے داغ تیرے مکہہ پر اے صنم ولہ آئینہ تجہ جمال کا جوہر ہوا

دیکہہ کر خط سبز کو تیرے ولہ تہا شرابی تو سبز پوش ہوا

کاش ہم جوئے خون مین ہوتے غرق ولہ جب حسین علی شہید ہوا

جب سون کیا لباس وہ گل پیرہن ہرا
آتش عشق سون تری جل جل
رنگ گل کا غذ ہوا ہے فاختہ
دیکھہ تیرے لبون پہ رنگ مسی
دل پر خون میرا ہر رنگ حنا
دست رنگین کو دیکھکر تیرے
مرجا ہے ہر گل سون کفن اسکو ہو نصیب
کہتے ہین عاشقان مرا حال دیکھہ کر
کیونکر سیر چاندنی کرنیکو نکلے وہ صنم
مجھ پر سون ہوئے ہیں اگر آوے عجب نہین
کرامت ہے وہ گل جان من عشاق بیکل سے
مرا احوال چشم یار سے پوچھہ
میرے حال پریشان کی حقیقت
میرے ہر یک صدائے آہ کا پیچ
تبسم اسکا اون کے وضو کرنے سے افضل ہے
محمد مصطفی کی یاد ستی
زور دیتا ہے تا وسونے کو
ہوا ہون چار چشم اب عاشقی مین
اے زاہدان اٹھاو جبین کو زمین سے

ولہ یکبارگی دکھا کے جھپ عاشق کا من ہرا
ولہ دل ہوا دل ہوا کباب ہوا
ولہ جب لکھون سرو قد کی تین مکتوب
ولہ چشمہ خضر پر پڑا ظلمات
لیگیا گلبدن ہاتون ہات
رنگ مہندی چھپا ہے پانون پات
جو کوئی ہوا شہید وہ گلگون قبا کے ہات
شاید تو دل دیا ہے کسی بیوفا کے ہات
ولہ دیکھنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہین
ولہ اس چشم پر خمار کو دیکھا ہون خواب مین
ولہ جو اپنی گل سے بیکل ہے اسے کیا کام ہے گل سے
ولہ حقیقت درد کی بیمار سے پوچھہ
صنم کے زلف کے بیمار سے پوچھہ
ولہ سجن کے چہرہ گلدار سے پوچھہ
کیا ہے جن نے حاصل خاکساری کی عبادت کو
مرا دل قلعہ احمد نگر ہے
شوخ زرگر پسر مین کیا فن ہے
مجھے اس چار ابرو کی قسم ہے
جو سر نوشت ہے اُسے کا نٹ مٹاوگے

گلبدن ہنستا ہے مجھ رونیکو دیکھ
خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا

آیا کیون نہ یاد علی مین رہون مدام
روز ازل سے دل ہے مرتضیٰ نگر

شاہ خیبر کشا کی یاد ستی
دل مرا شاہ گڈہ ہوا یارو

یاد کرنے سے گلزعان کے سدا
گلشن آباد دل ہو امیرا

ہے شراب و کباب و فصل بہار
کوئی اسوقت مین پیالا دو

زر گراب مجھسے زر گری مت کر
بہاؤ نہلا شتاب سونے کا

زلف دلبر سے مجکو سودا ہے
لوگ کہتے ہین تجکو سودا ہے

یہہ آخر کا شعر میر تقی میر نے نکات الشعرا مین لکھا ہے۔

دردمند۔ محمد فقیہ اودگیری

دردمند تخلص۔ محمد فقیہ نام۔ آپ شہر فائے اودگیر سے ہین۔ آپکی ولادت سنہ ۱۱۳۶ ہجری مین مقام اودگیر توابع محمد آباد بیدر مین واقع ہوئی۔ آپ صغر سنی مین والد ماجد کے ہمراہ دار الخلافہ شاہجہان آباد مین پہنچے۔ سن شعور کے زمانہ مین علما و فضلا کی خدمت مین کتب متداولہ پڑھنے لگے۔ آپنے شاہ ولی اللہ بیرہ شاہ گل وحدت تخلص سرہندی کے ظل عاطفت مین سکونت اختیار کی۔ اور آپکی خدمت بابرکت مین مستفید ہونے لگے شاہ گل آپ کو ہونہار دیکھکے توجہ و دلدہی سے تعلیم فرماتے تہے۔ و تہذیب اخلاق و صفائے باطن کے طرف بہی راغب کرتے تہے۔ آپ استاد شفیق و پیر رہنما کی برکت سے روز بروز درجۂ اوج پر عروج کر رہے تہے۔ کہ آپکے والد ماجد نے دنیائے سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی۔ آپ کو باپ کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔

حضرت میرزا جان جانان مظہر قدس سرہ نے آپکو اپنے سایۂ عاطفت مین لیا۔ تربیت و تعلیم کرنے لگے۔ آپ حضرت کی عنایت و تربیت سے مجموعہ کمالات ہوئے۔ اور فن سخن مین بھی درجۂ کمال کو پہنچے۔ شعرا و صوفیہ مین مشہور ہوئے۔ چنانچہ میرزا صاحب آپکے حق مین فرماتے ہین ؎

مظہر مباش غافل از احوال دردمند ۔ بعلے سست این کہ درگرہ روزگار نیست

آپ فارسی اردو مین کلام موزون فرماتے ہین آپکا کلام درد آمیز و شوق انگیز ہوتا ہے صاحب دل آپکے کلام کو سنکر وجد و حال مین مست ہوتے ہین۔ آپکا ساقی نامہ ریختہ مین مشہور ہے۔ سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکھتے ہین کہ فقیر و فقیہ درد مند کے درمیان غائبانہ محبت و اتحاد کا سلسلہ قائم ہے۔ باہم مراسلات کا سلسلہ جاری ہے فی الحال بنگالہ تشریف لیگئے ہین۔ ناظم بنگالہ کے پاس رہتے ہین آپکے اشعار فقیر آزاد کو دستیاب ہوئے۔ تم کلامہ۔ تحفۃ الشعرا و گل رعنا کے مولفین کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صاحب دیوان تھے آپکا دیوان فی زماننا نادر الوجود ہے۔ آپکا سنہ وفات تحقیقاً معلوم نہین ہوا۔ آپ تقریباً معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۹۷ ہجری مین فوت ہوئے یا سنہ ۱۲۰۵ ہجری مین۔ مدفن دہلی ہے۔

من اشعارہ الفارسی

بزخم خویش از ان کوہکن نمک پرست	کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز ست
در کوئے می فروش نماند آبروے مرا	لب تشنگی فروخت بدست سبوے مرا
جان یکسانہ دادم و شادم کہ عمرہا	بودہ است برمراد تو مرگ آرزوے مرا
از فیض تو اے شافع روز محشر	ہر روز بود عید غدیر دیگر

رباعی

چون جام بود چشم امیدم در شر — بردست آساقی حوض کوثر
یکچند عتاب و نازہ ظاہر کردی — وین عمر دو روزہ بار خاطر کردی
بعد از مردن رہست بجا کم افتاد — اول بائست انچہ آخر کردی

داغ - لالہ نہالکرن اورنگ آبادی

داغ تخلص - لالہ نہالکرن نام - اورنگ آبادی المولد ہے - لچھمی نراین شفیق چمنستان شعرا مین لکھتے ہین کہ مین لالہ صاحب سے بتوسل محمد ایوب اورنگ آبادی کے ملا خوش مزاج ورنگین طبع پایا - خوش صحبت و خوش اخلاق ہین - ملاقات کے بعد وہ بھی میرے غریب خانہ پر آئے - پہر تو فیما بین مین ربط محبت و اتحاد قائم ہوا - وہ میرے پاس آتے تہے - اور مین ان کے پاس جاتا تہا - لالہ صاحب پہلے رفعت تخلص کرتے تہے - اور ان کے والد کا تخلص لالہ تہا - مین نے ان سے بمناسبت لالہ کہا کہ رفعت تخلص مناسب نہین آپ داغ تخلص اختیار کیجئے - داغ لالہ کے مناسب ہے - میرے کہنے سے داغ تخلص اختیار کیا ہے ع لالہ را لازم کہ او با داغ میروید ز خاک ؛ خاک با دا بر سر عشقی کہ داغ زار نیست - انتہی کلامہ - داغ نازک خیال و شیرین مقال ہے تازہ تازہ مضامین موزون اور نئے نئے معانی ایجاد کرتا ہے سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین زندہ تہا سنہ ۱۲ ہجری مین فوت ہوا - آپکا کلام اکثر ریختہ مین دیکہا گیا - فارسی کلام کہین دستیاب نہین ہوا - شاید آپ کو زیادہ دلچسپی ریختہ سے ہوگی -

من اشعارہ الہندی

دو ٹوٹے تجہہ رہ مین میرے منوالے — دانہ تاک سے پانوں مین پڑے ہین چہالے

انتظاری سے تیری اے پر کیفیت — دیدۂ نرگس فتّان مین بھر ہے ہین جالے

ہم بھی یہی کہتے ہین کہ بجائے پر کیفیت نسرین رخسار اگر کہتا تو خوب ہوتا۔

ہات مت ڈال یہان پائون مین اپنے مہر کے — ناک بیٹھی ہین ہٹائے ہین ہر کے پالے

ولہ

دیکھکر داغ سیہ دست حنائی مین سجن — لالہ رویون کی جہان ہیچ ہوے دل کالے

ولہ

دل موج درد سر سے پژمردہ جیون کلی ہے — شاید سخن کے سر پر دستار صندلی ہے

دارا - خواجہ بہاء الدین حیدرآبادی

دارا تخلص - خواجہ بہاء الدین خان نام - عظام جنگ بہادر خطاب - آپ خواجہ یسین علیخان بہادر مرحوم کے خلف الصدق ہین مشاہیر امراء حیدرآباد دکن سے ہین - سن شعور کے بعد فارسی عربی مین ضروری استعداد و لیاقت حاصل کر کے شعرگوئی کی طرف توجہ کی - خواجہ محمد مرتضی خان بقا لکھنوی سے سخن کی صلاح لینے لگے استاد کی توجہ سے آپکے کلام مین درستی و شستگی آگئی - اور آپکی قوت ناطقہ برجستگی کلام پختہ و شائستہ ہوگیا - سنہ [illegible] ہجری مین استاد کا انتقال ہوگیا - آپکو سخت رنج و ملال ہوا - اسوقت سے آپنے کسی سے اصلاح نہین لی - اصلاح کی ضرورت بھی نہین تھی - خود ہی زور طبیعت و فکر رسا سے کہتے ہین - سنجیدہ و برجستہ کلام ہوتا ہے طرز کلام سے خوبی نمایان ہے - آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مطبوع ہوگیا ہے فقیر مولف کے دیکھنے مین نہین آیا - ہم کو چند اشعار متفرق گلدستون سے ملے ہین ہدیۂ ناظرین کرتا ہون - اسوقت آپکی عمر قریب چالیس ہو گی - شگفتہ جبین و خوش خلق ہین - خاندانی شرافت چہرہ سے عیان ہے - آپ جناب قدر الدولہ

نور الحسنین صاحب مرحوم کے قرابتدارون مین سے ہین - اللہ تعالے آفات آسمانی سے انکو محفوظ رکہے

من اشعارہ الہندی

فراق مین تیرے یہہ حال ہو گیا دل کا
کہ لوگ روتے ہین سن سنکے ماجرا دلکا

بہرے ہین سینۂ عاشق مین جسقدر تین کیا کیا
صنم برائے خدا اسنے مدعا دلکا

پہڑک ہی جاتے ہین دلبر شعر دارسے
کلام اسکا بڑہاتا ہے ولولا دلکا

یون کہو کسدن نکالیگا خار اُس پیچ سے
دل ہمارا شانۂ زلف معنبر ہو گیا

تم تو ہو مشہور دارا جہان مین پارسا
دل ہمارا مائل اُس کافر پہ کیونکر ہو گیا

نغمہ سرائی وان تو رہی بزم غیر مین
اور یان رہا زبان پہ نالا تمام شب

شب جان پر بنی رہی گیسو کی یاد مین
چہاتی پہ لوٹتا رہا کالا تمام شب

دبیر - لالہ دولہ رائے برہانپوری

دبیر تخلص - دولہ رائے نام - وطن اصلی برہانپور ہے - لالہ خوشحال چند تخلص فرحت کا برادرزادہ ہے - دفتر انشا پردازی کا فرید فرید - وجریدۂ سخن دانی کا دبیر بے نظیر تہا - ناظم و ناثر شاعر خوش کلام تہا - تاریخ دانی مین استاد - تاریخ آصفی بہت عمدہ تالیف کی - خاندان آصفیہ و امراء عالیہ کا احوال شرح و بسط کے ساتہہ لکہا ہے - صاحب گل رعنا مین لکہتا ہے کہ فی الحال یعنی سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین وطن سے اورنگ آباد مین آیا ہے - مجہہ سے ملاقات کی لائق و خوش اخلاق ہے - تم کلامہ -

آخر سنہ ۱۲۳۵ ہجری مین وطن مالوفہ برہانپور مین فوت ہوا -

من اشعارہ الفارسی

نہ ہر انسان ہنر دارد ندارد
میانش را نشانی نیست پیدا
وقت جولان جنون ست بیابان مددے
می طپد از خمی تیر نگہش بر سر خاک
سینہ ام سوختہ داغ تپ دوری دوست

ولہ

نہ ہر دریا گہر دارد ندارد
کہ می گوید کمر دارد ندارد
نہ فلک تنگ بود وسعت امکان مددے
تیغ ابرو مددے خنجر مژگان مددے
آہ سرد مددے دیدہ گریان مددے

دوست سید خواجہ حیدرآبادی

دوست تخلص۔ سید خواجہ نام۔ آپ سید حیات حیدرآبادی کے فرزند ہیں۔ زیرک وذکی الطبع ہیں خلیق و شفیق خوش باش و اہل معاش ہیں۔ شعر و شاعری کے میدان میں چست و چالاک ہیں۔ شیخ فدا حسین مشہور لکہنوی کے شاگرد۔ آپکی عمر تقریبًا پینتالیس برس کی ہوگی۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپکا دیوان مسمی گلزار حیات مطبوع ہوگیا ہے۔ آپکا کلام مطبوع خاص و عام ہے۔ سلیس و با محاورہ ہے اللہ تعالی آپ کو صحیح و سالم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

خال مشکین نہیں اس ابروئے خمدار کے پاس
قبلہ سے کبھی قبلہ نما ہٹ نہیں سکتا
ناصح سنی ہوئیں ہیں جفا کی حکایتیں
منعم عبث ہے دولت دنیا پہ بہت مغرور

ڈھال بھی کہی ہے سفاک نے تلوار کے پاس
پھرتی ہے ادہر آنکہہ پھرتے ہیں جدہر آپ
جاتا ہے کون کوچۂ جانان کو چھوڑ کر
جاتا ہے ایکدن سر و سامان کو چھوڑ کر

خوب رخسار و لب لعلین کا نظارہ رہا | ہم حلب ہوتے ہوئے آئے بدخشاں کی طرف

ردیف ذال

ذکا۔ میر اولاد محمد خان

ذکا تخلص۔ میر اولاد محمد خان نام۔ میر غلام امام برادر میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت ۲۷ رجب ۱۱۵۱ھ ہجری مین بلگرام مین واقع ہوئی۔ خود ذکا نے عالم جوانی مین اپنی تاریخ ولادت کہی ؎

روزے کہ نمود بندہ رخ ایجاد | اولاد محمد پدرم نام نہاد
گفتم تاریخ خویشتن را من خود | در ماہ رجب تولد ما رو داد

نشو و نما و ابتدائے تعلیم کے بعد عالم شباب مین سنہ ۱۱۷۳ھ ہجری مین بلگرام سے اورنگ آباد مین جناب میر غلام علی آزاد کی خدمت مین آئے۔ جس روز آپ اورنگ آباد مین پہنچے اُس روز غرۂ شعبان سنہ مذکور تہا۔ پانچ برس کامل میر صاحب کے سایۂ عاطفت مین رہے علوم عربیہ فنون ادبیہ مین کمال استعداد حاصل کرکے عازم بلگرام ہوئے بلگرام مین دو برس گذرے پہر حسب الطلب میر آزاد مع سید امیر حیدر بن میر نور الحسنین بن میر آزاد اورنگ آباد مین آئے۔ نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی خدمت مین باریاب ہوئے منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوئے ۱۱۷۸ھ ہجری مین گلزمین دکن مین رونق افزا تہے۔ اور میر آزاد کی خدمت مین رہتے تہے۔ چنانچہ ایک مقطع مین فرماتے ہین ؎

باشد جناب حضرت آزاد اے ذکا | استاد ما و قبلۂ ما افتخار ما

جناب میر آزاد نے آپکی خواہش سے تذکرہ خزانۂ عامرہ تالیف کیا پچیس تا پنج
ماہ محرم سنہ ۱۱۸۲ ہجری مین بتقریب سیر عازم حیدر آباد ہوئے۔ لچھمی نرائن شفیق
اورنگ آبادی جو حیدر آباد مین تہے اون کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے۔
لچھمی نرائن گل رعنا مین لکہتے ہین کہ میر ذکا و میر عزلت و فقیر وغیرہ شعرا کا باہم خوب جلسہ
رہتا تہا سب یاران ہمصحبت خوشی و خرمی سے باہم ملتے تہے۔ ایکروز میر عبد الولی
عزلت نے آپکے نام پر اعتراض کیا کہ لفظ اولاد کا اطلاق ایکس ذات پہ درست نہین ہے
اولاد محمد کی جگہہ ولد محمد ہونا چاہئے۔ مین نے ایک عرضی میر صاحب کی جناب مین بہیجی
اور آپسے اس امر کی تحقیق طلب کی میر صاحب نے اسکے جواب مین لکہا کہ علم بدیع
مین ایک صنعت جسکا نام الحاق الجزئی بالکلی ہے۔ اور یہہ صنعت شرح بدیعیہ ابن حجہ
اور انوار الربیع فی انواع البدیع مولفہ سید علی المدنی مین مذکور ہے صنعت کا
مطلب یہہ ہے کہ کل کا اطلاق جزء پر تعظیماً کرتے ہین اسی قسم سے ہے۔ آیہ کریمہ
اِنَّ اِبْرٰاهِیمَ كَانَ اُمَّةً اس آیہ مین مفسرین کہتے ہین کہ ابراہیم اکیلا تہا۔ مگر
امت کا اطلاق اسوجہ سے ہے کہ وہ جملہ صفات خیر پر جامع تہا۔ اور متنبی
شاعر ایک شعر مین ممدوح کو باعتبار اوصاف کثیرہ اَنْتَ الْخَلائِقُ کہتا ہے۔ اور فارسی
مین بہی ضرب المثل ہے۔ یک آشنائے با مزہ یک عالم آشنا ہے۔ ایسا ہی اولاد محمد
کے نام مین کہ ایک لڑکا بمنزلہ اولاد کثیرہ ہے انتہی کلامہ۔ میان عزلت حضرت
کا جواب سنکے اعتراض سے باز آئے۔
جناب ذکا شاعر خوش فکر و باریک نظر تہے مجلس سخن کے جلوہ افروز تہے
آپکے مضامین رنگین دل فروز تہے آپ حسن خلق کے گلستان شہیر بیکو کے

بوستان تھے۔ جوان صالح خوش وضع و خوش طبع مزاج مین خاکساری زیادہ تھی۔ ملنے والون سے نہایت انکساری و عاجزی اور حسن اخلاق سے ملتے تھے۔ عقیل و فہیم تھے۔ سخن فہمی نیز ذہنی مین مشہور تھے۔ تاریخ گوئی مین بے نظیر تھے۔ آخر آپ کی رحلت سنہ بارہ سو ہجری کے اوائل مین باختلاف روایات سنہ ۱۲۰۵ یا سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین ہوئی۔

قدرت اللہ خان قدرت نے نتائج الافکار مین لکھا کہ میر کا سنہ ۱۲ ہجری کے اوائل مین فوت ہوئے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ الفارسی

نامِ عالم آفرین سرِ حلقۂ عنوانِ ما	ولہ	تا بسم اللہ خطِ پیشانیٔ دیوانِ ما
دیدہ چون زاہدِ صد سالہ و بستانِ ترا	"	دل و جان کرد فدا خواندنِ قرآنِ ترا
خواست از شیوۂ بیداد دہد باد مرا	"	خبرِ قتلِ کسے گفتہ فرستاد مرا
طفلِ صبا دکہ استاد فنِ خود شدہ است		رشتۂ بستہ بپائے گذارد مرا
چون خورد کہ ہیچ نیاید بکار گل	ولہ	مالِ بخیل سود نہ بخشد بخیل را
دارند ضامنی بفلان نوبہا ازبان		من ہم ز دل باو گذرانم کفیل را
نہی گرد و میسر روسفیدی سیاہان را	ولہ	کہ از سرخی نیالاید کسے کلکِ سیاہی را
تمنا می کند اقلیمِ دل فرمانروایان را	ولہ	تسلیم باو بارہا این ولایت میرزا یا ترا
اگر شمشیرِ خون آشامِ او بسمل نفرماید		کہ سازد در دو عالم سرخرو ہستیِ و یا یا ترا
رقم بر تربتِ فرہاد شیرین کرد یعنی		کہ آفت میرسد از دستِ چو ورنہ آزما یا ترا
تمنا خاطرِ مجنونِ ہندوستان ہمین دارد	ولہ	کہ لیلائے عرب آباد سازد محملِ ما را

میبید در بزم خود هرگاه یار آئینه را	وله	دور نتواند نمودن از کنار آئینه را
معلوم شد که حسن بود مهربان عشق	وله	هر ذره را بنور کشد در بر آفتاب
پنجه از شوخی بدامانت زدن مقدور نیست	وله	ورنه دست ما ضعیفان اینقدر رنجور نیست
بر شکست دل کمر بستن نمی‌زیبد ترا	وله	جام من ظرف سفال و چینی فغفور نیست
سایهٔ زلف بتان یارب نصیب او مباد		گل زمین هند را هر کس گوید خوب نیست
وادی عشق ز اشک و آه هم	وله	طرفه خوش آب و هوا افتاده است
دیده رفتن پروانه میان آتش	وله	حال واسوخته محتاج بیان این همه نیست
در طراوت ز دل بفلک شور میرود	وله	آواز نالهای شب دور میرود
ز جلاد از برای عبرت بدخواه میبرد	وله	بقربانگاه خونم فی سبیل الله میبرد
الهی اتفاق او و امشب هم افتد	وله	فدای زلف مشکین دل شود سر قدم افتد
کار دل مجروح سر انجام توان کرد	وله	قابل وسمه خم دگر انعام توان کرد
همین خیال بدل بار بار می آید	وله	که بی تو زندگی من چکار می آید
چو آن نسیم که از لاله زار می آید	وله	نفس برون ز دل داغدار می آید
از پی برون دل آمده یکدم بباش	وله	باز تقریب چنین کار کجا می افتد
بر سر تربتم از دست مبارک جانان	وله	گل فشاندن چون میسر نشود خاکی چند
بدست کج کلاهان چون زمام ما افتد	وله	هزار طشت خرابی ز بام ما افتد
ز لطف طبع ذکا شاد میشوی بالله	وله	بسهو گر گذری از تو بر کلام ما افتد
چه قدر خانهٔ چشم و دلم بلند افتاده	وله	مباد طفل سرشکم ازین دو منزل افتد
نگاه نرگس مخمور اعتباری نیست	وله	چو رفت نشئه ز سر این گرم نخواهد ماند

وله
نمی گویم کہ شمعے با چراغ زیر دامان بر — بجائے ہر دو خارے بر مزارم زیبایان در

وله
کشید آخر مرا ہم جذبۂ گل جانب گلشن — صبا این مژدہ دلخواہ سوئے عندلیبان بر

وله
خیال یار بلبل رنج می کشد صد رنگ — فراخ حوصلہ عاجز بود ز خانۂ تنگ

وله
چنین کہ کشور دل فتح کردہ می آید — مسلم است بدانش خطاب نصرت جنگ

وله
گرفت موے سیاہ مرا سفید بہا — رسید بر سر ہندوستان سپاہ فرنگ

وله
بما ز عیسی نفسان ز ناتوانم بر درشت — بہ کہ از مرگ کنم چارۂ بیماری دل

وله
گر رسی تیغ بکف از سر جانان برخیزم — پیش پائے نشینم ز جہان برخیزم

وله
نہ من اوج فلک از عالم ایجاد میخواہم — فضائے پشت بامم ز جہان آباد میخواہم
چو قفل بستہ کز نوک سوزن باز میگردد — کشاد کار دل از نشتر فصاد میخواہم
حریف وحشیم چون گردباد در صحرا — غبار ہستی موہوم را برباد میخواہم

وله
شبے کہ یاد تو اے شوخ ماہ پارہ کنم — برون ز دیدہ گریبان خود ستارہ کنم

وله
سپہر سلطنت و ظل ہما بقدر رسیدانم — ز بینے گر بسر می شود در سایۂ تاکم

وله
نسیم جانفزا از جانب آن گل نمی آید — نمیدانم چرا از خاطر عاطر فراموشم

وله
چہ ضرور بندہ پرور برقیب ناز کردن — لب خود ز شکوۂ من شب و روز باز کردن

وله
تا دیدہ آب بگل تشنگ روان من و تو — بلبل خلاص ضرور است میان من و تو

وله
تا بسوزد دل کشتہ خود را بداغ تازہ — بر مزار عنبر افزودہ چراغ تازہ

وله
محبت در دل و کرد جا آہستہ آہستہ — نشست آخر بسی کار ما آہستہ آہستہ
زبان تیشۂ فرہاد شیرین کار میگوید — توان برکند از جا کوہ را آہستہ آہستہ
چو زلف از تمنا از خدائے خود ہمین دارم — کہ طالع در شب تارم شود صبح بناگوشی

کجا آن طفل با خیل کبوتر سر کند بازی
وله
که بیرحمانه با مرغ دل بی پر کند بازی

بآیینے که بیزد گرد بر بالائے خود فیلے
سینه مست جنون با خاک راهش سر کند بازی

من اشعاره الهندی

یاقوت لب سے ہر گھڑی موج تبسم مین نمایان
بسملونکا خون ہے یا رنگ پان سچ کہہ

وله
جنون کے ہات کیا مین کہون دل سخت حیران ہے
گریبان کر چکا ہون ٹکڑے اب یہ دامان ہے

تجھے اب جانا عرس مین اپنی شہیدون کے
سنا ہون مین کہ انکا آج صندل کل چراغان ہے

رہا گر آستان پر کے مین عقیدت سے
تکلف بر طرف سرکار کا کیا ہمین نقصان ہے

لگے کیونکہ نہ دل کنج قفس مین عندلیبونکا
جہان مین آج کل آباد گر کچھ ہے تو زندان ہے

نہین لازم ہے دینا ہات سے شیوہ ترحم کا
ہوئی واقع دکا سے کچھ اگر تقصیر انسان ہے

وله
کہیو آہستہ صبا جاکے تو اب کان کے بیچ
بسمل ناز گرفتا ہے کوئی آن کے بیچ

وله
نہ کچھ بے طاقتی پر دل کی ظالم صبح و شام آیا
خدا جانے اسے منظور کیا تہا جو بدام آیا

وله
فغان سے ایکدم تو باغ مین خاموش رہ بلبل
نہین سنتی کہا کیا زور آیا ہے خرابی کا

وله
صحبت بیچ بچا دل ہر کسو کے
کہ ہے یہ آشنا سب ہر رو کے

وله
رہا بر رنگ نگین قید نام مین پابند
جہان مین گیا ہو عنقا وا اگر نشان سے گیا

وله
ضرر پہنچے اوسکو بہطرح کا آہ بلبل سے
کہو جا گل کو اب ہنسنے کے سے باز آوے

غم اب تمہارے دل چہوڑ دیوے خواہ بیجاوے
برا اتنا چاہتا ہون پہر خدا یہ دن نہ دکھلاوے

نرم ہو جاویگا آخر ابرونکا پیچ و تاب
ٹہرسکے آتش سے برہمن کمانونکو نہ چہیڑ

کام آوینگے کسی دن صدقے جاوینگے ترے
خانہ دولت سے اپنے جانون کو نہ چہیڑ

کیون نہ لیوے طالع شہرت خدا تجکو ذکا
عالم ایجاد مین جون کیمیا نایاب ہون

جہان کے میکدے مین اکدن ہم سے ساقی ہو
ٹہرنیکا نہین دل مرا ہے بارے خمون کے
خدا کے واسطے مت چوکنا دلکی نشانی پر
مبادا دوست دشمن کچھ زبان سے اپنی کہہ بیٹھے
کھلے بندون نکل آیا تہا گھر سے آج کہتے ہین
مجھے اُس سایہ گستر کی تواضع یاد آتی ہے
بطرح گل کے جگر کو چاک کرتی ہے شبنم

ولہ
زبان پر اُسکے نکلے آبلے جن نے کہ مٹی پی ہو
جو کچھہ کل اُسکے حق مین حکم فرمایا ہے آج ہی ہو
ولہ
بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑی ہے کمان تو نے
ولہ
نہین ہے خوشنما بہت مین ہندوستان کی
نہ تہا مین مزہ ہوتا دیکھہ خوبی قد موزون کی
جہان ہم دیکھتا ہو مین چمن مین بید مجنون کی
کہنچتا ہے کس قدر تمسک بی زر کے سات

من چمنستان شعرا

دیوانہ ہو چلا ہون شہر سے صحرا کو اے لڑکو
دل ہے بد مجھہ سے دو تنخواہ فرمان کے سات
چاہتا ہون نہ کہ دیکھو جیون شمع حال اپنی تہین
رو پتھر جسکے لگتے پھوٹ جا شہر نکل آوے
خدا کیواسطے مت چوکنا دل کی نشانی کو
ذکا فرما نہ ہرگی امیر مین بعیدار بندہ ہے

کبھی ہرگز نہ کرنا جسکو جو تدبیر آتی ہو
حیف ہے آقا نہو خوش جان نثارون کے سات
بہبہی کچھہ ہے زندگی گذری ہے ورنہ سر کے سات
نہان کہا ہو میرے حق مین سنگ آستان تو نے
بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑے ہے کمان تو نے
مگر اس سخن کا کر لیا ہے امتحان تو نے

ذکا - دوارکا پرشاد فتحپوری

ذکا تخلص - دوارکا پرشاد نام - آپکا وطن فتح پور ہسوہ ہے - آپکے آبا و اجداد سرکار انگریزی مین خدمات لائقہ پر ممتاز رہے ہین - آپ انگریزی فارسی مین لائق ہین - ذکی الطبع اور خوش فکر ہین - مزاج مین بردباری خاکساری ہے - ہر خاص و عام سے

نہایت نرمی و فروتنی سے ملتے ہین۔ ملنے والون کو آپکی ملاقات سے حظ و لطف آتا ہے۔ انسانیت و آدمیت کی مصداق ہین۔ فی الحال آپکی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی۔ آپ سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین ہند سے حیدر آباد دکن مین وارد ہوئے مطبع ہزار داستان کے اڈیٹر ہوئے۔ جبتک آپ مطبع مین رہے اخبار رونق پر تہا۔ عمدہ عمدہ مضامین آپکے طبعزاد مطبوع ہوتے تہے۔ ناظرین حظ و لطف اُٹہاتے تہے۔ پہر کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ آپ مطبع سے علیحدہ ہوگئے۔ آپکے جدا ہونے کے بعد اخبار بہی موقوف ہوگیا۔ گویا آپ اخبار کی زندگی کا باعث تہے۔ اب ہمکو معلوم نہین کہ آپ یہان ہین یا وطن مالوفہ گئے۔ آدمی لائق ہین جہان ہین اللہ تعالی اُن کو خوش رکہے۔ آپ شاعری مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین۔ آپکا کلام رنگین و شیرین ہے۔

من اشعارہ الہندی

بے رنگ گل ہے رشک گلستان کو دیکھکر		سکتے مین ہمرہے قد جانانکو دیکھکر
یہہ جارون بہار کے مین پڑہی حیران		اترا نہ عندلیب گلستان کو دیکھکر
سکتا اگر ہمین ہے تو اسکا عجب نہین		حیران ہے آئینہ رخ جانان کو دیکھکر
گہبراتے کیون ہو دلمین جو کرتا ہون بند مین		یوسف کو خوف کچہہ نہو زندان کو دیکھکر
وہان تو غیر سے شغل شراب ہوتا ہے	ولہ	تب الم سے یہان دل کباب ہوتا ہے
شب وصال بہی پائی نہین ہے لذت وصل		ادہر حجاب ادہر اضطراب ہوتا ہے

ذکا محمد حبیب اللہ مدراسی

ذکا تخلص محمد حبیب اللہ نام۔ آپ مدراسی الاصل ہین۔ آپکا مسقط الراس مدراس ہے

آپکی ولادت سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین ہوئی۔ نشو و نما کے زمانہ مین اعزہ و اقارب آپ کی صورت و سیرت کو دیکھکے کہتے کہ یہہ لڑکا ہونہار ہے۔ آپکے چہرے مہرے سے ہوشمندی و چستی بیباکی و چالاکی عیان ہوتی تہی۔ واقع مین جسطرح آپکو قیافہ سے گمان کرتے تہے۔ اُسیطرح بر آمد ہوئے۔ اعزہ کا گمان یقین کے مرتبہ کو پہنچا۔ آپ نے سن شعور کے زمانہ مین مدارس کے علما سے فارسی عربی مین کتب متداولہ ختم کین عربی مین بقدر ضرورت استعداد رکہتے تہے۔ فارسی کے منشی بیمثل تہے۔ آپکی فارسی اہل زبان کی طرح بامحاورہ تہی۔ تلفظ و لہجہ مین خاص اہل پارس معلوم ہوتے تہے۔ آپکی تحریر فاضلانہ بامحاورہ ہوتی تہی۔ نظم و نثر خوب لکہتے تہے۔ شاعری مین استاد سخن مانے جاتے تہے۔ ابتدائے شاعری مین سید مہدی ثاقب سے اصلاح لیتے تہے۔ ثاقب کے بعد اپنا کلام سید مرتضی بینش کو دکہلاتے تہے۔ جب حیدر آباد مین آئے حافظ میر شمس الدین فیض سے مشورہ لیتے رہے۔ آخر مین میرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی کی خدمت مین اپنا کلام بہیجتے تہے۔ اور اصلاح کلام کے مستدعی ہوتے تہے۔ غالب آپکی لیاقت شاعری کی تعریف کرتا تہا۔ آپکے کلام دلاویز و نزاکت آمیز کو دیکہکے بہی پیتا تہا۔ آپ پرگو تہے۔ ہجو کہنے مین فرد فرید تہے۔ جب کسی امیر یا فقیر سے ناخوش ہوتے تو فوراً اُسکی ہجو کہدیتے۔ کسی سے خوف و خطر نہین کرتے تہے۔ آپ ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے۔ محفل احباب مین آفتاب کی طرح جلوہ افروز رہتے تہے آپ کی ذات سے محفل کو رونق ہوتی تہی۔ آپکا کلام بامحاورہ ہے۔ قدما کے کلام سے مساوی ہوتا ہے۔ آپکی لیاقت و استعداد کا اندازہ کلام سے ہوتا ہے۔ آپکی نظم و نثر اگر دیکہنا مطلوب ہے تو خاتم و حاشیہ مین دیکہو۔ اسی کتاب کی تقریظ خود غالب نے

لکھی ہے۔ آپکا کلام سامعین کے دلون پر جادو کا اثر کرتا ہے۔ آپ ۱۲۷۳ سنہ ہجری مین
مدراس سے شہر حیدرآباد مین آئے۔ تلاش معاش مین ہمہ تن مصروف ہوئے۔ منشی خانہ مین
مددگار ہوئے۔ پھر صدر محاسب کی خدمت مین میر منشی ہوئے۔ بعدازان نواب سالار جنگ بہادر
کی جاگیرات مین عامل ہوئے۔ آخر عمر مین ناگر کرنول کے سوم تعلقدار ہو گئے۔
اسیطرح درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ آخر آپنے ۱۲۹۱ سنہ ہجری مین اس دار ناپائدار سے
عالم بقا رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکی ظرافت و خوش طبعی و بذلہ سنجی
و ہجوگوئی دکن مین مشہور ہے۔ آپکے اشعار ہجویہ اکثر زبان زد عوام و خواص مین
مین اس قسم کے اشعار کو بلحاظ ادب و تہذیب کتاب مین نقل کرنا پسند نہین کرتا ہون
اور اپنی زبان کو فضول و لغویات سے آلودہ کرنا مکروہ جانتا ہون۔ آپکے دو صاحبزادے
یادگار پدر بزرگوار ہین۔ ایک مولوی محمد میران صاحب دوم مولوی محمد اسد اللہ صاحب
دونون بزرگ لائق و فائق ہین۔ ہر ایک عربی و فارسی مین مہارت کاملہ رکھتا ہے
اور ہر ایک کی طبیعت شعر و شاعری موزونی کے ساتھ مناسب ہے کبھی کبھی موزون
فرماتے ہین۔ دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہوتا ہے۔ جناب مولوی محمد میران صاحب سے
مجکو نیاز حاصل ہے۔ خوش خلق و محبت پرور ہین۔ اکثر اوقات غریب خانہ پر تشریف لاتے
تھے اور ملاقات سے مسرور کرتے تھے۔ زمانہ دراز گذرا کہ ملاقات نہین ہوئی۔ دونون بھائی
صدر دفتر محاسبی مین ملازم ہین۔ مین نے سنا کہ مولوی میران صاحب ملازمت سے الگ ہو گئے
ہین اور وظیفہ پا رہے ہین۔ دونو بھائی نکو کار خدمت گزار سرکار ہین۔
اب مین حضرت ذکا کے بوارق طبع کو بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ اسوقت میرے پاس
آپکا دیوان موجود نہین ہے لیکن گلدستون و مختصر تذکرون سے ماخوذ کرکے نقل کرتا ہون

تاکہ میرا تذکرہ صاحب ترجمہ کے کلام سے خالی نہ رہے۔

من اشعارہ الفارسی

زکوے او ہمت قاصد انشانی چند | ہمی تپیند بہر گوشہ نیم جانی چند
نشستہ اند بکویت بلاکشانی چند | کہ می کشند بجائے نفس فغانی چند
دماغ کار ندارم بعشق ورنہ زکا | زدود دل بکنم طرح آسمانی چند

ولہ

دل برد کہ برد دستان برد | دل بود از آن او از ان برد
ہجران تو طاقت و توان برد | فریاد کہ تاب نعان برد
دست تو زہر کہ خواست جان برد | از دست تو جان نمی توان برد
صبر و دل و دین کہ جمع کردیم | عشقت آمد یگان یگان برد
دل در خور نقد بوسہ اش بود | صد حیف کہ این نداد و آن برد

ولہ

غم نیست گر زدیدہ دشمن فتادہ ام | گوئی کہ من بقصد فتادن فتادہ ام
برخاستن بچشم ہم آسان نبودہ است | با این فتادنے کہ ز کا من فتادہ ام

ولہ

نہ پائے آن کہ بکویت سفر توان کردن | نہ رائے اینکہ ازان در گذر توان کردن
خدا نکردہ خدا گر شوی چہ خواہی کرد | نہ آن نیے کہ ز قہرت حذر توان کردن

ولہ

میخورم سیلی دربان کسے | می برم نالہ بہ ایوان کسے

ذہنی - ملا حیدر کاشانی

ذہنی تخلص - ملا حیدر نام - کاشانی الاصل ہے - سید شریف النسب جامع علم و ادب شاعر خوش فکر و شیریں کلام تھا - وطن مالوف سے بطور سیر ہندوستان میں

بیجاپور دکن میں علی عادل شاہ کے زمانہ میں آیا بادشاہ کی قدردانی سے اہل مناصب میں مقرر ہوا۔ مدت العمر عادل شاہ کی ملازمت میں رہا۔ بیجاپور کو وطن بنا لیا تھا ہمیشہ بادشاہ کے دربار سے انعام و اکرام پاتا رہا۔ قماربازی میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا تمام اپنے ذاتی سرمایہ کو اسی قماربازی میں برباد کر دیا۔ باوجود منصب آمدنی انعام و صلہ مفلس و تہیدست رہتا تھا۔ آخر بیجاپور ہی میں فوت ہوا۔ کسی تذکرہ نویس نے سنہ وفات نہیں لکھا۔ ہرچند کہ تذکروں میں تلاش کیا گیا پتا نہیں ملا۔

اب چند اشعار جو دستیاب ہوئے ہیں گزارش کرتا ہوں۔ **ھو ھذہ**

غم چہ شد سایہ فلک سایہ نشین ہیں ہمدم دست در داماں شوق نے زن گریبانی بدرہ	ہرکجا پائے ستم رفتہ زمین میں بودم خجلت عشق ست بے جاک گریباں بسین

ذہین ۔ روپ نرائن

ذہین تخلص ۔ روپ نرائن نام۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی کا حقیقی بھائی ہے۔ چوتھی تاریخ جمادی الاولی سنہ ۱۱۹۲ ہجری شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوا۔ نشو و نما کے بعد شہر میں علما و فضلا کی صحبت میں تعلیم پائی۔ فارسی عربی میں لیاقت پیدا کی موزون الطبع تھا شاعری کا شوق دل میں پرجوش تھا۔ شعر کی مشق شروع کی حضرت آزاد و میر دکا سے اصلاح لینے لگا۔ رفتہ رفتہ ترقی کی۔ امیر الممالک آصف الدولہ مرحوم نے منصب سے سرفراز فرمایا۔ صیغہ منصب میں دولے چنا نام سے مشہور ہوا آخر سنہ ۱۲۲۳ ہجری میں فوت ہوا۔ **من اشعارہ**

چو دستش کند رنگین حنا آہستہ آہستہ	کند پرواز رنگ از روئے ما آہستہ آہستہ

خداوندا اگر بیمار شد از دوری این ره
ہیچو قمری در جہان شاد یم ما
یاد ما تصویر جانان می کشد
چہرۂ زیبائے یار خویش شب دیدم بخواب
اشتیاق دیدن روییت جگر خون کرد و مست
انتظارت میکشد امشب ہمین از حد فزون
افسوس از دولت دیدار تو دورم

ولہ

گر از کوئش رسد باد صبا آہستہ آہستہ
با وجود طوق آزادیم ما
عشق می داند کہ بہزادیم ما

ولہ

صبحدم چون چشم وا کردم بر آمد آفتاب
اے بقربانت روم یکدم برون آ از نقاب
گر تو فرمائی کرم بہتر بود اے ماہتاب
تقدیر چنین بود قضا را چہ کند کس

حرف الراء المہملہ

رازی میر عسکری المخاطب بعاقل خان خوافی

رازی تخلص۔ میر عسکری نام عاقل خان خطاب۔ سادات خواف و عالمگیری امراسے ہین بادشاہی عنایت سے دلّی کی صوبہ داری پر منفرد و ممتاز تہا۔ دیر تک خدمت صوبہ داری پر مامور رہا۔ عمدہ طرح سے انتظام کرتا تہا۔ خوش مزاج و خلیق تہا۔ امیر دادگستر و رعیت پرور تہا۔ صوفی المشرب و زندہ دل تہا۔ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ مرزا بیدل نے رازی کی صحبت مین تمام سامان تصوف حاصل کیا۔ مرزا جب شعر پڑہتا تہا تب رازی احسنت و تحسین کرتا تہا۔ مرزا اٹہکر تسلیم بجالاتا تہا۔ یہہ تسلیم ازروئے بزرگی تہی نہ بوجہ ارادت رازی انتہی کلامہ۔

رازی برہانپور مین آیا اور حضرت شیخ برہان الدین شطاری راز الٰہی برہانپوری المتوفی ۱۵ ماہ شعبان ۱۰۸۳ سنہ ہجری کا مرید ہوا۔ مرشد کے نام کی مناسبت سے رازی تخلص

اختیار کیا۔ موزون الطبع وخوش فکر وخوش خیال وصاحب تصانیف تھا۔ ثمرات الحیات ملفوظات شیخ کو جمع کیا۔ مثنوی مہر وماہ ہم وزن مثنوی مولا روم۔ ورسالہ امواج خوبی وقصہ راجہ رتن سین پدماوت مسمی شمع وپروانہ ومثنوی عشق راجہ منوہر۔ آخر ۱۱۰۸ھ ہجری دہلی میں فوت ہوا۔ میرزا بیدل نے ایک غزل اس کے مرثیہ میں لکھی غزل کے ہر ایک مصرع سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ بہارستان کے مولف نے تاریخ وفات ۱۱۲۰ھ ہجری لکھی۔ اول روایت صحیح ہے ثانی کو سہو کاتب پر محمول سمجھنا چاہیے۔

وائے پیوند سخن سنجان نماند	تکیہ گاہ صاحب عرفان نماند
مجمع استاد بے شیرازہ ماند	مہد سے جمجاہ عاقلخان نماند

من اشعارہ الفارسی از مثنوی شمع پروانہ

رازہا درجہان بروے زمین	نے رتن ماند وئے علاء الدین
نی پدم ماند نے جمال پدم	برد با خود رتن خیال پدم
لیکن از عشق داستانے ماند	زان وفا پیشگان نشانے چند
اے بسا چون رتن بہندوستان	آمد و رفت نیست نام ونشان
ہشتصد سال شد زعشق رتن	لیکن این دوستان نگشت کہن
در ہمہ حال نغمہ عشاق	سخت پیچیدہ است در نہ طاق
بلکہ نہ طاق پردہ عشق ست	زانکہ بنیاد کردہ عشق است

من مثنوی عشق منوہر

زان کردم من این ہنگامہ بنیاد	کہ دل شاگرد بود وعشق استاد
زلوح ہندوی این نسخہ راز	بنقش فارسی شد جلوہ پرداز

شنیدم نالهٔ چند از دل ریش — بود در عہدهٔ ہندی کم و بیش
نباشد این مثل پوشیده از عقل — که کفرے نیست ہرگز کفر را نقل
اگر نیک و بد آورده فراہم — زده گلبن گل و خارست باہم
گلم ور دست یاران باد دستہ — بجانم باد خارم شکستہ
ز طبعم راست گر خارست و گر گل — بباغ خویش گویا نم چو بلبل

وله

تنہا نشستہ ایم و طلبگار چون خودیم — مکتوب اشتیاق بعنقا نوشتہ ایم

گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ رازی صاحب ترجمہ کے اشعار پر کلمات الشعرا کا مولف افضل خان اکثر اعتراضات کرتا ہے۔ بلکہ بعض اشعار مین کمی بیشی کر کے درست کر دیتا ہے چنانچہ رازی کے شعر کو ؎ عشق کہ آسان نمود آه چہ دشوار بود ٭ ہجر کہ دشوار بود آه چہ آسان گرفت ٭ مرخوش اسطرح درست کرتا ہے ؎ عشق کہ آسان نمود آه چہ دشوار بود ہجر کہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت ٭ انتہی کلامہ

شمع انجمن کے مولف نے لکہا کہ میر عسکری سادات خواف و عمدهٔ خوانین عالمگیری سے تہا۔ عالمگیر کے شاہزادگی کے زمانہ مین ایک خاص پرستار فوت ہوئی تہی۔ متوفیہ کی جدائی کا شاہزاده کے دل پر سخت صدمہ گذر رہا تہا۔ پس شاہزاده اسی غم و گداز مین دوسرے دن شکار کے لئے برآمد ہوا۔ رازی صاحب ترجمہ نے خلوت مین عرض کیا کہ با وجود رنج و ملال شکار کو جانا کیا حکمت ہے۔ شاہزاده نے اس بیت کی طرف اشاره کیا ؎
نالہاے خانگی دل را تسلی بخش نیست — در بیابان می توان فریاد خاطر خواه کرد
اسیوقت عاقل خان نے اپنی طبع زاد یہہ بیت پڑہی۔
عشق چہ آسان نمود آه چہ دشوار بود — ہجر تو دشوار بود یار چہ آسان گرفت

بیت کے سننے سے بادشاہ کے دل مین بہت رقت ہوئی۔ چند مرتبہ بیت کو پڑھوا کے سنا اور یاد کر لیا۔ اور پوچھا کہ یہہ کسکی طبع زاد ہے۔ عرض کیا کہ یہہ ایسے شخص کی ہے کہ وہ حضور کے سامنے شاعری کے نام سے مشہور ہونا پسند نہین کرتا ہے۔ مسکرایا۔ اور رازی کی تربیت و ترقی کو مد نظر رکھا چند ہی روز مین منصب چار ہزاری کو پہنچا دیا۔ سفر دکن کے وقت صوبہ داری شاہجہان آباد پر مامور فرمایا۔

آپکا دیوان شگوفہائے معانی دلنشین و گلہائے مضامین رنگین سے نمونہ گلزار پر بہار ہے ہر ایک شعر لطافت و نزاکت سے خالی نہین ہے۔ فصاحت و بلاغت مین ڈوبا ہوا ہے کہین عاشق کا سوز و گداز ہے۔ کہین معشوق کا ناز و انداز ہے۔ کہین صوفیائے کرام کا وجد و حال ہے۔ کہین وحدت الوجود و ماہیت ہویت کی قیل و قال ہے۔ آپکے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صوفی المشرب تھے۔ آپکو خاص فن تصوف سے دلچسپی تھی۔ درویشون و فقرا دوست تھے۔ اکثر طلبہ آپکے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے تھے۔ آپ طلبہ کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے۔ آپکو شعر و شاعری و مذاکرہ علمی سے دلاویزی تھی۔ بنائے علیہ آپکے پاس علما و شعرا کا مجمع ہوتا تھا۔ آپ شعرا و علما کے انجمن کے آفتاب روشن تھے۔ اور تمام شعرا و علما بھی آپکی محفل کی رونق تھے۔ آپکے اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ اسقدر بیشمار ہین کہ زبان قلم و قلم زبان سے ادا کرنا محال ہے۔ اب مین آپکے بوارق طبع کو بطور نمونہ گذارش کرتا ہون تاکہ ناظرین مطالعہ معنوی سے محروم نرہین

من اشعاره الفارسی

خشک کنم ز سوز دل دیدهٔ اشکبار را
چند در آب افکنم آئینهٔ نگار را

قبلهٔ مست میکند خانهٔ میفروش را
آنکه بکعبه می برد سالک هوشیار را

وله
چند غم جهان خوری دل چه نهی بدین چمن ۔ باد خزان در پی ست جلوهٔ این بهار را
بست گره ز خون دل نافهٔ آهوی یمن ۔ تا بگشاد آن غزال طرهٔ مشکبار را

وله
سرمست جام نیست دل جرعه نوش ما ۔ مستی ماست از نگه می فروش ما

وله
سر چو کشیدم ز جیب عشق گرفت ۔ پا چو کشادم ز بند راه بیابان گرفت
هر که بکف جام دید دولت جمشید یافت ۔ هر که ز دنیا گذشت ملک سلیمان گرفت

وله
سالها شد کہ دلم معتکف کوی تو بود ۔ روی چون قبله نما از همه سو سوی تو بود
در جهان هیچ دل از وسوسه آزاد نماند ۔ مگر آن دل که اسیر خم گیسوی تو بود
هر گل تازه که بشگفت سحر رنگ تو داشت ۔ غنچهٔ نافه چو بشگفت پر از بوی تو بود
سامری کیست که جان در تن گوساله دهد ۔ ساحری چیست همه فتنهٔ جادوی تو بود
کشتهٔ غمزهٔ تو نیست همین راز و بس ۔ بس مسلمان ببینم کشتهٔ هندوی تو بود

وله
ای حسن ترا هر دم صد جلوه نقاب اندر ۔ صد موج زند دریا هر لحظه حباب اندر
درد تو مرا در سر چون روح بود در تن ۔ سوز تو در اشک من چون بوی گلاب اندر
تا زلف ترا دیدم در دست صبا پیچان ۔ می پیچم و می کاهم چون رشتهٔ تاب اندر
احوال دل رازی گفتند درین مصرع ۔ در کار من و بیکارم چون مه بحجاب اندر

وله
عشق از معموره میخواند بویرانی مرا ۔ عاشق ویرانه کرد این گنج پنهانی مرا
من همی سازم بتو هر چند میسوزی دلم ۔ دل همی رنجد ز تو هر چند رنجانی مرا
از نظر پنهانی و درد تو در دل آشکار ۔ آشکارا می کند این درد پنهانی مرا

راز - میر میران اصفہانی اورنگ آبادی

راز تخلص - میر میران نام - آپ علی مردان خان اصفہانی کے خلف الصدق ہیں

سلطان حسین مرزا شاہ ایران کے طرف سے فرخ سیر والی ہند کی خدمت مین ایلچی ہوکر آئے۔ مراتب اعلیٰ پر پہنچے۔ چند روز دلی مین رہے پھر نواب آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت مین دکن مین وارد ہوئے۔ نواب صاحب نے آپکی بڑی قدردانی کی۔ منصب و خطاب سے سرفراز فرمایا آپ نواب صاحب کے سایۂ عاطفت مین زندگی نہایت خوشحالی و فارغبالی سے بسر کرتے رہے۔ دکن کے امرا مین معزز و مکرم تھے۔ پھر تمام شہر اورنگ آباد کے داروغہ ہوئے۔ تازندگی نواب صاحب بدستور کام پر مامور فرماتے رہے۔ نواب آصفجاہ کی وفات کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ عاقبۃ الامر نواب سراج الدولہ بہادر حاکم ارکاٹ نے آپکو بلایا۔ آپ انکار کرتے رہے مگر نواب کے اصرار سے ارکاٹ کی طرف عازم ہوئے۔ یکایک اجل پہنچ گئی چھبیس [۲۶] تاریخ ربیع الاول ۱۱۸۰ھ مچھلی بندر مین جہان فانی سے عالم بقا کیطرف روانہ ہوئے آپ کی نعش مچھلی بندر سے اورنگ آباد لائے۔ بیرون شہر آپکے باغ خاص مین دفن کئے لچھمی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے ؎

نوازش خان را زآن نکتہ پرداز ۔۔۔ چو نام خود ازین عالم نہان شد

طلب کردم ز ہاتف سال تاریخ ۔۔۔ ندا آمد گلگشت جہان رفت

گل رعنا مین لچھمی نرائن لکھتے ہین کہ آپ سخن سنج و شعر فہم تھے۔ آپنے ایکروز غائبانہ نواب خاندوران خان بہادر سالار جنگ کی مجلس مین فقیر کی اس بیت پر ؎

رسید بادکشان را نوید خوشحالی ۔۔۔ کہ آمد ابر سیہ مد ظلہ العالی

اعتراض کیا کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے بلکہ ابر سفید ترشح کرتا ہے۔ شعرا بجوار ابر سفید کو چاہتے ہین کہ اس سے ترشح ہوتا ہے اور یہی انکا مقصود ہے۔ پس لفظ ابر سیہ شراب خوارون کی خواہش کے مخالف ہے۔ اور ابر سیاہ کی سند چاہی۔ قدما کے

کلام سے۔ انتہی کلامہ۔ جب اس اعتراض کی خبر مجکو معلوم ہوئی۔ مین نے جواب مین لکہا۔ ابر کو لفظ سیہ سے مقید کرنا بلحاظ رعایت مناسبت خلل ہے۔ اور جو لوگ اسبات کے قائل ہین کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے محض غلط ہے۔ دیکہو سکندرنامہ مین نظامی گنجوی لکہتا ہے ؎ بہنگام سختی مشو ناامید۔ کہ ابر سیہ بارد آب سفید۔ از مرزا صائب

طاعت کند رشک ندامت گناہ را ریزش سفید می کند ابر سیاہ را

صائب کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابر سفید نہین برستا ہے ؎

گرچہ می گویند باران نیست در ابر سفید از طراوت می چکد از پرتو مہتاب آب

یہہ بات کیونکر ثابت ہوتی ہے کہ ابر سیاہ شعراے [illegible]رون کے خلاف مزاج ہے۔ بلکہ شعراے [illegible] مطلق ابر کے خواہان ہوتے ہین سفید ہو یا سیاہ + انتہی ما فی گلرعنا۔

آپ خوش مزاج ولائق تہے۔ اشعار موزون کرتے تہے مگر اصلاح طلب ہوتے تہے۔ لیاقت سے زیادہ کے مدعی تہے تا بزندگی اصلاح نہین لی۔ میر آزاد بلگرامی کے دوستون مین سے تہے راز کے فوت ہونیکے بعد چند اجزا جنمین راز کے اشعار تہے میر صاحب کو ملے میر صاحب نے اکثر اشعار کو قلم اصلاح سے درست کردیئے۔ مرحوم کی محبت و آشنائی کا حق مرنیکے بعد ادا فرمایا۔ اور ریختہ مین کہتے تہے۔ ریختہ مین تخلص یکہ کرتے تہے۔ مگر بہت ہی کم کہتے تہے

من اشعارہ الفارسی

صفحہ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگہا	بسکہ می بارد رخ او از نزاکت رنگہا
آرد اگر بآئینہ رو خود پرست	داند درست حال دل پر شکست ما
زخاک کربلا پوشان لباس فاخری یارب	برنگ رشتہ تسبیح چشم ناتوانم را
اے عزیزان نقد جان حاضر کنید	یوسفی در کاروان داریم ما

ولہ
اگر آید برون از کان حیا امشب — که چون آئینه لبریز است از حیرت هوا امشب

ولہ
بدانکه روز و شب بجهان دارسیده است — فانوس آسمان چو تو شمعی ندیده است

ولہ
باد صبا شمرده بکویش قدم گزار — انجا ز طبع گل دل هر خار نازک است

ولہ
اگرچه روز مرا تیره ساخت گیسویت — تمام عمر خودش همچو من پریشان است
عقیق دل چو مرا گشت مهر نام علی — هزار بار به از خاتم سلیمان است

ولہ
صبح بی گل رو شنواست ای داغ گل سرخ — خار گردید بچشم همه باغ گل سرخ
فصل گل شد بچمن چشم تو بلبل روشن — که برافروخته شد باز چراغ گل سرخ

ولہ
بکوی یار ندانم چسان رسیده شود — نگر چو اشک برهش ز سر دویده شود
زگریه های بافراط خویش می ترسم — مبادا نقش داغ تو آب دیده شود

ولہ
اگر از پرده آن شور قیامت سر برون آرد — ز محشر بیشتر هنگامه محشر برون آرد

ولہ
زغفلت عمرها باشد که با غفلت هم آغوشم — بیا ای غم که گرد و بستر راحت فراموشم

ولہ
از سوز نوای شمع بتان سوخت داغم — برگیر ز خاکستر پروانه سراغم

ولہ
چون کمان رفته ام بقربانت — وقت پیری جوانی کردم

ولہ
تا خیال قامت آن سرو رعنا کرده ایم — عالم بالا بزیر پا تماشا کرده ایم
غیر نرگس کی برون آید گلی از خاک ما — بسکه یاد ساغران چشم شهلا بوده ایم
بسکه برداشت لاله داغ زمن — گشت هر لاله باغ باغ زمن
چنین که روز من از داغ هجر تیره تر است — بحیرتم گذرد شام من چسان بی تو
سحر بان شوق را ابروی طاقت قبله گاه — دیده قربانیان را سوی نازت عیدگاه
کیم من توان صیدی بدام غم گرفتاری — بدر رود داغ شادی حیات خویش هزاری

خواہد بہ بزم یار اگر جا کند کسے ‏ رباعی ‏ مانند شمع گریہ شبہا کند کسے
آنرا کہ خیال زلف خوبان باشد ‏ روز شب و ہمیشہ یکسان باشد
آشفتگیش چو مو بود عین مراد ‏ از جمع شدن دلش پریشان باشد

لچھمی نراین صاحب اورنگ آبادی چمنستان شعرا مین لکھتے ہین کہ جناب نواب میر میران المخاطب بنوازش خان۔ فارسی ہندی دونون زبان مین شعرگوئی کرتے ہین۔ میر تقی میر نے لکھا کہ آپکا تخلص بہید ہے۔ اور فتح علیخان نے اپنے تذکرہ مین لکھا کہ آپکا تخلص میر میران ہے۔ فقیر کو شک واقع ہوا۔ رفع شک کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین ایک رقعہ بھیجا۔ اور نواب صاحب نے جواب بھیجا۔

جواب رقعہ۔ کہ اینجانب را صاحب سخنان خواہی نخواہی داخل ریختہ گویان نمودہ و حالانکہ این بے بہرہ را اصلاً بہرہ درین فن نیست۔ دست روز بالا نام این گمنام سید عبد الحسین است والد مرحوم نظر بر ادب نام ملقب بمیر میران نمودہ۔ تخلص فارسی چون راز قرار یافتہ۔ لہذا دو سہ بیتے کہ بعنوان ریختہ موزون شدہ بود در تخلص ہیبد ترقیم یافت و میر تقی ہمین دو بیت کہ نوشتہ اند از صحبت آ۔ خود نوشتہ اند کہ تذکرہ را چمنستان شعرا موسوم نمودہ ام انصاف باید نمود کہ کار خار در چمنستان ہست یا نہ اگر ہست اشعار مرا باید داخل نمود۔ و اگر نیست خیر انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

دیکھی صبا نے شاہد گلرو کا مسکرانا ‏ ولہ ‏ سیکھی ہے ان لبان سے گل کی کلی کھلانا
دیکھا ہے دل نے جب سے بادام سی نین کا ‏ ولہ ‏ ہر صبح و شام کرنا شکرانہ کا دوگانا
کوئی گر زلف تیری خواب مین یک شب دیکھے ‏ ولہ ‏ اُس بیچارہ کی سبھی عمر پریشان گذری

ولہ

ملاحت جب سخن کی تیجہ لب شور سین ٹپکی   بجائے می نمک سر دانۂ انگور سے ٹپکی
لگے تیجہ شعلہ جو کا تیر کاری جسکو اے ظالم   بجائی خون شرر اس زخم کے ناسور سین ٹپکی

ولہ

از سر کو تو جانا سمجھے جانا مشکل   جاؤن تو خود سے مگر جان پہر نا مشکل
چڑھنا کس مرتبہ پر حکمین منصور   یہہ ملک عشق کی سرداریان ہین
سر کٹکنا بجلی کا تم یہ نہ سمجھو   جنون کی شوق کے گلکاریان ہین
تمامی عمر دل بیکل رہا ہے   یہ بیچارہ دُکھون مین پل رہا ہے
پہری اس داغ دلکو دیکھہ لالہ   دل و پروانہ وسے کر جل رہا ہے
آہ گر باغ مین وہ سرو خرامان گذرے   اشک قمری کا گلستان مین طوفان گذرے
شب آتش غم تیز دروںی مین مرے   ناوک ناز تیرا دلستی سوزان گذرے

رنگین ۔ نورالدین علیخان

رنگین تخلص ۔ نورالدین علیخان نام ۔ آپ ضیاءالدین حسین خان صاحب الصدر دکن کے صاحبزادہ تہے ۔ او رقاضی کریم الدینخان قاضی بلدہ اورنگ آباد کے داماد تہے آپکے والد باجد کو صدارت کے سوائے سرکار بندگان عالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خانسامانی کی خدمت بہی تہی ۔ آپ نہایت لائق و مستعد تہے ۔ والد کے فوت ہونیکے بعد اضافہ منصب اور خطاب ضیاءالدین حسین خانی سے سرفراز و ممتاز تہے شاعر رنگین طبع ظریف المزاج تہے ۔ نہایت ستودہ عادت تہے ۔ حریفان ہم مشرب یاران ہم مذہب سے خوش اخلاقی و نرمی سے ملتے تہے ۔ عزیز دل تہے ۔ ذکی الطبع و تیز فہم تہے ۔ شعر گوئی مین عمدہ مہارت و لیاقت رکہتے تہے ۔ آپکے

اشعار رنگین سے تازہ تازہ مضامین عیان نظر آتے ہین۔ دیکھنے اور سننے سے لطف آتا ہے آپکا انتقال ۱۱۷۲ سنہ ہجری مین ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چہ شد دورم خبرہائے توفی ہا صد رسید اینجا ۔۔۔ تو با آئینہ گشتی گرم صحبت دل طپید اینجا

وله

زما مپرس حال گریبان و آستین ۔۔۔ داریم ہمچو دیدہ گریان و آستین
کم کردہ ام بیاد خطش دست و پای خویش ۔۔۔ داریم گل شگفتہ بدامان و آستین
ہم رعشہ دست رہ ہوش گشت و ہم نفس ۔۔۔ سیرانیم این مگس مگس از حجیب و آستین
افشان بخون دل شدہ رنگین قبائی ما ۔۔۔ از ما مپرس حال گریبان و آستین

بچھمی نرائن چمنستان شعرا مین لکھتا ہے کہ رنگین کی طبیعت غزل گوئی کے ساتھہ مناسب نہین تہی۔ مثنوی مین صاحب کمال تہا۔ روضۃ الشہدا کو بطور وقایع نظم کرنے نہین پایا کہ عین عالم شباب مین ۱۱۷۲ سنہ ہجری مین فوت ہوا۔ میر عبد الرشید مہربان اورنگ آبادی نے تاریخ وفات لکھی ہے ؎

ازجہان رفت خان رنگینی ۔۔۔ نتوان یافت مرزائی چنین
سال فوتش شنیدم از ہاتف ۔۔۔ با اجل رفت از جہان رنگین
۱۱۷۲

غرابت تاریخ مرحوم

یہہ بات مسلم ہے کہ کوئی شخص بے اجل نہین مرتا۔ لیکن مرحوم کی رحلت کی تاریخ کے حدوث مین اتفاقاً یہہ ضرورت واقع ہوئی کہ ایکروز سب یاران ہمشرب مجلس مین مجتمع تہے۔ یکایک رنگین کے مرنیکی خبر معلوم ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ کسی نے زہر دیا ہے۔ نہین تو ایسے جوان کا ایک بیک فوت ہونا تعجبات سے ہے۔ اس مجلس مین

مہربانان حاضر تھے۔ ایک مصرع فی البدیہہ کہا ؎ باجل رفت از جہان رنگین
جب مصرع کے عدد نکالے تو بے کم و کاست پوری تاریخ برآمد ہوئی۔ پھر مہربان نے
ایک قطعہ مرتب کیا۔ چنانچہ صدر مین مذکور ہو چکا ہے۔ اور یحیی برائن لکھتا ہے کہ
تذکرۂ چمنستان شعرا کے اتمام کے بعد رنگین کے خادمون کی زبانی معلوم ہوا کہ رنگین
۲۴ جمادی الآخر سنہ الہجری مین روز جمعہ بلدۂ ایلچپور مین فوت ہوا ہے۔ تو
فقیر نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے ؎

سخن سنج معنی گزین خان رنگین	چو شد بہر گلگشت گلزار عقبے
ندا داد ہاتف پئے سال فوتش	بمرگ مفاجات او شد ز دنیا

۱۱۷۰

من اشعار الہندی

نہین ہے آواز سے خالی یہہ نیستان میرا	کرتا ہے سدا یہہ سلسلۂ نالان میرا
سستی نہین جو تیرا موسم خط میرے پر	دام مین مور کے نہین ہے یہہ سلیمان میرا
رشتۂ عمر کے نزدیک ہے مقراض اجل	بے سبب چاک نہین ہے یہہ گریبان میرا

مناظرہ رنگین و مہربان

میر عبد القادر مہربان قاضی دولت آباد ابتدا مین رنگین تخلص کرتے تھے
ایک روز مجلس مشاعرہ مین ایک غزل پڑھی جسکا مطلع یہہ ہے ؎

خمارم بر نیاید منت صہبا کشیدنہا	ز فیض چشم نازم سرخوش بیخود طپیدنہا

یاران ہم مشرب نے غزل مذکور میر ضیاء الدین حسین خان رنگین سے سنی تھی۔ مہربان کو
سرقہ سے منسوب کیا۔ مہربان مع مجموعہ یاران رنگین کے مکان پر گیا دفع سرقہ کے لئے
مباحثہ شروع ہوا۔ رنگین نے فرمایا کہ مین نے اس غزل کو اپنے طرف منسوب کرکے

نہین پڑہا۔ اس فساد کا منشا اشتراک تخلص کے سبب تہا۔ مجلس برخاست ہونیکا خان رنگین نے مہربان کی خدمت مین رنگین تخلص ترک کرنیکی نسبت ایک قطعہ منظوم لکہا وہ یہ ہے

برادر از تو چشم عنایتی دارم	ز بارگاه تو امید راحتی دارم
که یک تخلص رنگین من بمن بگذار	ز اشتراک تخلص دل امنست فگار
ترا که قدرت چندین هزار مضمون است	ز آب و تاب کلام تو جمله مشحون است
اگر تو خواسته باشی تخلصت بسیار	که لفظها بجناب تو می دهند هزار
شنیده ام که در ایام سابق استادان	نموده اند عنایت تمامی دیوان
عجیب نیست ز اشفاق عام انعامم	که از تخلص من برکشی تو دست لزوم
همین بس است مرا از رحمت و الطاف	دل مرا مکن ازین وعده صاف

مہربان نے خان رنگین کی خاطر سے رنگین تخلص ترک کیا۔ اور ایثار اختیار کیا۔ غزلون کے مقاطع کی تبدیل و تحریف مین سخت محنت پڑی۔ پہر میر آزاد بلگرامی نے براہ مہربانی مہربان تخلص عنایت فرمایا۔ بعض غزلون مین تخلص مہربان کی گنجایش نہین ہوتی ہے تو ایثار کو اختیار کرتے ہین۔

روشن۔ قاضی محمد صالح

روشن تخلص۔ محمد صالح نام۔ تحفۃ الشعرا کے مولف نے لکہا کہ آپکے بزرگان سلف سلاطین گجرات کے عہد سے قصبہ جمبوسر متعلقہ بہڑوچ مین سکونت پذیر تہے۔ اور بہت خدمت قضا پر مامور تہے۔ آپکی ولادت اسی قصبہ مین ہوئی۔ اور وہین کی آب ہوا مین پرورش پائی۔ نشو و نما کے بعد عالم شعور مین آپنے طالب علمی شروع کی۔ چند مدت مین

کتب درسیہ سے فارغ ہو کے فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں بندر سورت کی قضا پر مامور ہوئے۔ آپ نہایت ہی لائق و ہوشیار متقی و پرہیزگار تھے۔ چند سال اسی خدمت پر مامور رہے۔ قضاء کا کام عمدہ طرح سے انتظام فرماتے رہے۔ بہارستان کے مولف نے لکھا کہ آپ نواب آصفجاہ اول کے آخر عہد میں بنادر مذکور سے حیدرآباد دکن میں آئے اور حضور کی ملازمت میں باریاب ہوئے۔ امیدوار تھے کہ کوئی خدمت بزرگ پر مامور ہو جائیں لیکن اجل موعود نے فرصت و مہلت نہ دی کہ کامیاب ہو جائیں آخر آپ نے سنہ ۱۱۴۷ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکو شعر و شاعری سے دلچسپی تھی۔ کبھی کبھی شعر موزون فرماتے تھے۔ آپکا کلام نہایت متین و شستہ ہوتا تھا

من اشعاره الفارسی

نیارد دید رنج ہمنشین دل البتہ صحبت — اگر بر دف زنی دستے بتو آرد جلاجل را

ولہ

بہر کجے آئینہ اعتبار روئے واد — بغیر خویش کسے در میان نمی بیند

ولہ

راحت ہیچ اسیرا ہر رنج بود — پائے چون خوابیدہ صاحب بستر

بادہ چون جان بہ مینا شیشہ بزن ریختہ — محتسب بگذارید کہ خون ریختہ

احتیاج ہیچ را علت در تسخیر ما — وحشی حرفیم و خاموشی بود زنجیر ما

چہ بیخودی چکد از شب سرشک از چشم گریانم — مگر کج کردہ پیمانہ لبریز ہجان را

ز سیر گلشن حسرت کشیدہ دامانم — چو بوئے گل بہوائے کسے پریشانم

رسا۔ جان مرزا حیدرآبادی

رسا تخلص۔ جان مرزا نام۔ مرزا خان حسینی خطاب تھا۔ سادات حسینی ہمدان سے ہیں

آپکے نسب کا سلسلہ سید علی ہمدانی سے پہنچتا ہے۔ آپکے اجداد مین میر شاہ طاہر اکبر بادشاہ کے زمانہ مین وارد ہوئے۔ بادشاہ ہند نے آپکی بڑی قدر و منزلت کی چند مدت کے بعد دکن مین آئے۔ سلاطین دکن نے بھی آپکی تشریف آوری کو نعمت عظمیٰ و غنیمت کبریٰ جانکر بڑی عزت و آبرو کی۔ آپکی آل و اولاد گجرات احمدآباد مین متوطن ہوئے اور ارباب فضل و کمال کے مرجع ہوئے۔ مشائخ کے طریقہ پر قائم تھے۔ اکبر بادشاہ نے چند مواضع جاگیر مقرر کر دئے تھے۔ اُسکی آمدنی کو مایحتاج مین صرف کرتے تھے۔ بادشاہ اسلام کی دعاگوئی اور خلائق کی ہدایت مین زندگی بسر کرتے تھے۔

آپکے والد ماجد سید میر جان عالمگیری زمانہ مین ارباب مناصب کے زمرہ مین تھے۔ خدمات عمدہ پر ممتاز و سرفراز۔ علوم متعارفہ و فنون عربیہ ادبیہ سے واقف ماہر تھے۔ مرزا جان کا مولد حیدرآباد دکن ہے۔ اور نشو و نما نواب آصفجاہ بہادر کے لشکر مین پایا۔ کتب درسیہ کی تحصیل اور علم ادب کی تکمیل والد ماجد کی خدمت مین کی تھی۔ عالم فاضل و ادیب کامل تھے۔ افضل فاقشال تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ ابتدا مین نواب شجاعت خان بہادر صوبہ دار برار کی ہمرکاب تھے۔ نواب کی عالی ہمتی سے اُس مقام برار مین زندگی فراغت و آبرو سے بسر کرتے تھے۔ آصفجاہ بہادر کے آخر عہد مین دارالانشا مین موسوی خان جرات کی جگہہ میرمنشی ہوئے۔ حضور آصفجاہ کے خاص مقربے مین داخل ہوئے۔ دلّی کے سفر مین حضور آصفجاہ کے ہمرکاب تھے۔ اکابر مشاہیر دلّی سے مستفید ہوئے۔ اور شعرا کی صحبت سے بھی فیضیاب۔ میر آزاد بلگرامی سے نہایت خلوص و محبت رکھتے تھے۔ اکثر اوقات علمی مباحثے و مناظرے باہم ہوا کرتے تھے ایکروز میرزا نے میر صاحب کے اس شعر مین سے آزاد از سواد سخن سرسری مرو

صد بار گر نگہ زدہ باز کن لحاظ * اعتراض کیا کہ نگہ زدن نہین سنا یا گیا۔ سند چاہیے میر صاحب نے فی الفور نظامی کا شعر شیرین خسرو سے پیش کیا ؎

نگہ چون بر جمال نازنین زد — گلہ بر آسمان سر بر زمین زد

فرمایا آج یہہ فائدہ مجکو آپکی برکت سے حاصل ہوا۔ کیا منصف مزاج و حق پسند تھے کہ سنتے ہی تسلیم کیا اور اپنی لاعلمی کے مقر و معترف ہوئے۔ فی زماننا کے ملاؤن سے ہوتے تو کبھی تسلیم کرتے۔ بیفائدہ شور و غل مچاتے۔ مقابل کے قول حق کی تسلیم کو کسر شان سے سمجھتے۔ حالانکہ واقع مین تسلیم حق کی شان ایسی بلند ہے کہ آسمان ہفتم سے برتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خوش سلیقہ و خوش طریقہ ہے سخندان سنجیدہ و شاعر پسندیدہ۔ مودب مہذب رنگین صحبت و ستودہ سیرت ناظم و ناثر تھے۔ نثر خوب لکھتے تھے۔ نثر کیا لکھتے تھے گویا موتی رولتے تھے۔ و نظم بھی خوب کہتے تھے۔ آپکے اشعار لالی آبدار ہین۔ سخن گوئی و شعر فہمی مین یگانہ زمانہ تھے۔ آپ آخر عمر مین دار الانشا سے محکمہ کروڑگیری بلدہ حیدرآباد مین منتقل ہوئے۔ آپ اس عہدہ پر زمانہ وفات تک مامور رہے۔ آپ خلق مجسم تھے۔ اسوجہ سے اہل شہر آپکو عزیز دل سمجھتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھہ نیک خلق و لطف سے ملتے تھے۔ عوام کی تالیف قلوب مین بہت ہی مستعد و سرگرم رہتے تھے۔ آخر آپ ۱۱۷۴ھ ہجری مین شہر حیدرآباد مین فوت ہوئے۔ میر آزاد نے رحلت کی تاریخ کہی ؎

شیرازۂ نظم میرزا خان	ہم شہرہ بفکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت	پیوست برحمت الٰہی
	۱۱۷۴ھ

من اشعاره الفارسی

تا جلوهٔ تو بد نظر می شود مرا		تار نگاه سالک گہر می شود مرا
یار از نظر رفته زمین گیر می شوم		روز و داغ درد گہر می شود مرا
ممنون ناله ام که درین بزم بیکسی		گاہے رفیق دیدهٔ تر می شود مرا
ما را رسا ز خاک محبت سرشته اند		بر جان و دل شکست اثر می شود مرا
خون چکاند از دیده ام نظاره بیت حیا	ولہ	آن کف پا به پرورش باید بگلگشت حنا
جرات پابوسم آخر انتقام خود کشید	ولہ	رنگ یا نگرفت پایش را بنشست حنا
از غم ہر کس بدل فریاد می آید مرا	ولہ	شیشه بر جا شکند دل یاد می آید مرا
رحم کن اے باغبان تقصیر در گلشن	ولہ	که مارا از رگ گل کرده زنجیر در گلشن
زبیم نازکیها بس قلم چون بید میلرزد		مصور گر کشد بر برگ گل تصویر در گلشن
چه لازم عندلیبان شکوه سنج باغبان بود		بسر بردا این بهار آخر بهر تقدیر در گلشن
در رقص آمد آن قیامت ایجاد	ولہ	چون شعله بلندش ز دلها فریاد
می آید و میرود خدا خیر کند		این برق بخرمن که خوا بد افتاد
در گلشن دہر بسکه تا بے انجم	ولہ	چون لاله رسیده پیچ و تابے انجم
کیفیت حال من تماشا دارد		چون مصرع شمع انتخابے انجم
چشمت سیاه مستی ما را ندیده است	ولہ	زلفت در از دستی ما ندیده است
بسیار بلا خطه پیمانه می دہد		ساقی ہنوز مستی ما را ندیده است

از گل رعنا و سرو آزاد

خود را از تنگی قفس آزاد میکنم		این مشت پر تو اضع صیاد می کنم

درسراپردهٔ دل هر نفس آوازے هست — که درین خانهٔ نهان خانه برانداز هست

ولہ

ترسم اگر به بزمش ز هجوم نارسائی — بنجیال آستانش من و مشق جبهه سائی

ولہ

کر برد پیام ما را بحریم خوش نگاهان — رقمی نموده آہم دو سه مصرع هوائی

بگلشن دل پر داغ سیرها دارم — معاشران چمن انتظار من مبرید

نمی توان بفلک طرح اختلاط انداخت — مرا ز صحبت این سفله ننگ می آید

خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است — بلبل ما در قفس کم میکند یاد وطن

روشن ۔ محمد روشن خان حیدرآبادی

روشن تخلص ۔ محمد روشن خان نام ۔ آپکا وطن اصلی حیدرآباد دکن ہے ۔ ذہی استعداد و لائق تھے ۔ طبیعت مین چستی و چالاکی تھی ۔ جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین اقران و امثال سے شائق و فائق تھے ۔ کلام سے متانت و لطافت نمایان ہے ۔ ہر ایک شعر و مصرع سے ملاحت و عذوبت عیان ہے ہمکو آپکے دیوان کے دو ایک ورق متفرق ملگئے ۔ اُسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین ۔ آپ سنہ ۱۳ تیرہ سو ہجری کی ابتدا مین زندہ تھے سنہ ۱۳ ہجری کے قریب آپکا انتقال ہوا ۔ ہمکو آپ کی تاریخ مین شک ہے ۔ اور آپکا حال بہی پوری طور سے معلوم نہین ہوا ۔ مگر آپکا اسقدر حال و تخلص کا نشان دینا آپکے اُسی دیوان کے دو ورق سے جسقدر معلوم ہوا گزارش کیا گیا ۔ چونکہ آپکا نام روشن ہے اُسی کی برکت سے آپنے اُس دیوان کے دو ورق سے یہہ روشنی دکہلائی ۔ **ھو ھٰذا**

صلح کو یکدم مین پہر کرتا ہے جنگ — وہ گل رعنا عجائب ہے دو رنگ

اُس کے آگے بلہوس چھوڑے ہوس
دیکھکر سختی تری روش اُوپر

خدا کیواسطے آے گل باغ شباب دل
اگر کوئی طفل نوخط اُسکو لے بار یہ تو ہے بر جا
نکوئی رمساز رکہتا ہے نکوئی ہمزر رکہتا ہے
دل سنگین پہ اُسکے جا اثر کرچکہ جدا ہے اُڈر
جلایا تلملایا تڑپھڑایا ہات کیا آیا
دیکھو غماز نترکان کے دیکھو ضن ساز چشمان کے
گریبان چاک کر روشن ہوا تا ہو کہان جاو

برنگ گل گریبان چاک ہے دل
پتنگا ہو گیا اُس شمع رو کا
بُرا ہے یا بھلا ہے کچھ تو ہے گا
سدا سرشار ہے مست ولا اُبالی
علاج اُسکا اے روشن کیا کرون مین

گر مجکو لب نہال رسے نو نہال مل
خط دار لب کو دیکھکے یاقوت رنگ ہے
ہے چلبل مین آج مرا دل الہ سے چنچل
اتنا نہ کم نما ہو کسیکا کبھی گر
روشن سکے رہتے کو بڑہ مین شمع رو اگر

ولہ
بزرنگ ظالم کی ہے تیغ فرنگ
ہو گیا رقت سے پارہ پارہ سنگ

ولہ
لے آیا ہون تیری خاطر شراب و کباب دل
چلا ہون آج مکتب کو بغل مین لیے کتاب دل
خطاب دل جواب دل جواب دل خطاب دل
ستم کرتا ہے مجھہ کیا آتا ہے اضطراب دل
قیامت مین اے ظالم تو کیا دیگا جواب دل
یہی ہے انتخاب دل یہی ہے انتخاب دل
جگر زنجیر مین جو کہتا ہے اُسکو پیچ و تاب دل

ولہ
جیون شبنم دیدۂ نمناک ہے دل
کہ جی دینے مین کیا چالاک ہے دل
میرے پیو کے قدم کا خاک ہے دل
سراپا بیخود و بیباک ہے دل
کبھو خوش ہے کبھو غمناک ہے دل

ولہ
اپنا غلام تو جدا ایصاحب جمال مل
کیا خوشنما ہوا ہے زمرد سے لعل دل
ہین دلبری مین روز ترے خط و خال مین
یک لحظہ میرے ساتھ لے ابرو ہلال مل
عشاق جیون پتنگ کرین جلد و خال مل

بتون کے گھر طرف تاد کو لانیکا کیا حاصل　　**وله**　　مسلمانون کو بتخانے مین لیجانیکا کیا حاصل

دل حیران حقیقت کو دل حیران کی کیا جانے　　اے جان آئینہ کو آئینہ دکھلانیکا کیا حاصل

لیجا تو جوہر معنی کو کوئی جوہر شناس کے آگے　　ارے روشن آئینہ نابینے کو دکھانیکا کیا حاصل

پاس پاتے ہین ترے پہلو نہین ہم　　**وله**　　پھو جنتے ہین ان کو مقبولون مین ہم

اب رقیبون کے اوپر لا حول ہیچ　　دیکھ نہین سکتے تجھے بھولو نہین ہم

عاقبت ہوتا ہے صحبت کا اثر　　بھول گئے ہین بیٹھکر بھولو نہین ہم

ہاتھ سے مژگان کے جا سکتے نہین　　کیا کرین اب سول مین سولون مین ہم

تاکہ ہووین نقش پا اُس شوخ کے　　روشن اب مل جائنگے دھولو نہین ہم

پیار نہین پاتے ہین اب پیارون مین ہم　　**وله**　　یاریان نہین دیکھتے یارون مین ہم

ملی خلافت عشق کی فرہاد سے　　تکیہ بانہا ہاتھم کے کوہسارون مین ہم

غنچۂ دل کیون نہووے باغ باغ　　دلبری دیکھین ہین دلدارون مین ہم

اب خدا جانے بچین یا نین بچین　　ہین ترے آنکھون کے بیمارون مین ہم

کہین نظر آوے بت جادو فروش　　ڈھونڈتے پھرتے ہین بازارون مین ہم

رفیقی آملی

رفیقی تخلص - آپکا اصلی وطن شہر آمل ہے - مستعد و لائق طالب علم تہا - فارسی انشا پردازی و فن معما و تاریخ مین مہارت کامل رکہتا تہا - وطن سے حج و زیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوا - حج و زیارت سے فارغ ہوکر اکبری زمانہ مین ملک دکن مین آیا چند مدت حیدرآباد و بیجاپور مین بسر کیا - قطبشاہیہ و عادلشاہیہ سلاطین کی مدائح مین

قصائد لکھے پھر اکبری دربار میں پہنچا۔ بارگاہ اکبری میں ملازم ہوا کسی تذکرہ نویس نے سنہ وفات کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔

من اشعارہ

بستم برخت پردہ چشم نگران را	تا چشم بروئے تو نیفتد دگران را
زخم شمشیر جفائے تو بمرہم بستم	تا ازو چاشنی درد تو بیرون نرود

رونق۔ عارف اللہ خان برہانپوری

رونق تخلص۔ عارف اللہ خان نام۔ آپ حافظ محمد معروف برہانپوری کے فرزند ہیں حافظ صاحب صوف نواب والا جاہ کے عہد میں برہانپور سے مدراس میں آئے۔ اور سکونت پذیر ہوئے۔ نواب کی سرکار میں ملازم ہو گئے۔ سنہ ۱۱۹۲ ہجری میں رونق مدراس میں پیدا ہوئے۔ اوائل سن شعور میں کتب درسیہ عربیہ مولوی محمد اسمعیل صاحب و مولوی حاجی محمد نقیم صاحب کی خدمت میں تمام کیں۔ کتب متداولہ فارسیہ غلام محی الدین المتخلص بہ حیرت سے پڑہیں۔ طبع موزون فکر رسا رکھتے تھے۔ سخن کی اصلاح مولانا آگاہ سے لیتے تھے۔ مدت تک میرزا محمد صادق شیرازی المتخلص بکوکب کے ہم صحبت رہے۔ آپ کو محاورات فارسی کی تحقیقات میں نہایت ہی دلچسپی تھی رات دن اسی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔ بیس برس کی عمر میں نواب عمدۃ الامرا بہادر کے ملازم ہوئے۔ امیر الملک تاج الامرا کی خدمت میں متعین ہوئے۔ عمدۃ الامرا کے انتقال کے بعد مدراس سے کڑپا کرنول میں پہنچے۔ مدت تک سر طامسن گورنر مدراس کی سرکار میں منشی گری کی خدمت پر مامور رہے پھر بسبب کشش آب و دانہ حیدرآباد دکن میں آئے۔ زمانہ دراز تک شہر میں رہے حیدرآباد سے

بدراس مین آمد و رفت فرماتے تھے۔ آخر ۱۲۶۶ھ ہجری مین عزم جزم کیا کہ غربت کی شام سے جدا ہو کر صبح وطن مین آرام لینا چاہئے۔ پس مشاعرہ اعظم مین شریک ہوئے اقسام سخن مین خوب استعداد رکھتے تھے۔ اکثر محافل مین شعر فی البدیہہ کہتے تھے آخر بسبب ضعیفی و کم طاقتی گوشہ نشینی اختیار کی۔ ذکر الٰہی مین مشغول ہوئے مزاج مین آزادی تھی زندانہ روش مین زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر حیدرآباد مین فوت ہوئے سنہ وفات گو کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔ ہم بھی مجبوراً انہین تذکرہ نویسوں کی پیروی کرتے ہین هو هذا

طبع آزادان شود وارستہ از بند خطر
در گذشتن آتش و آب ست یکسان سایہ را

در بیابان ہمسری با کوہ دارد حیرت است
برلب دریا نسیمے کرد لرزان سایہ را

بعد قتلم آن ستمگر بیوفائی سنگدل
پا نہد بر سینہ و گوید کہ دشمن زیر پا

نیست کس در جا نگدازی مثل آن ثابت قدم
شمع میداند کہ آخر ہست مدفن زیر پا

رخ تو در نظر آئینہ دار می آید
بسادگی چہ قدر از تو کار می آید

ستم آرا سرے فرصت ندارم
کہ آغاز مرا انجام کردند

کریما نرا عجب تسخیر دلہاست
خطوط دست احسان دام کردند

با آتشین نفسان نتوان ہمزبان شدن
کم می کند تجلی خود ماہ در سحر

متاع سود و زیان بار خاطرست اینجا
چو گرد قافلہ کاروان ہم برخیز

ہوس سرو قدت بعد فنا ہم نرود
قمری می کنم ایجاد ز خاکستر خویش

کے باسانی دہم از دست دامان فراق
بعد ازین دست من و چاک گریبان فراق

شد بکوی او وطن ما را ز فیض چشم زار
بار منت ہا بسر داریم از گرداب اشک

گرہ شود چو طباشیر اشک در مژہ ام
ربطی چو گوہرست مرا با گریستن
شوخی مکن نسیم بزلف نگار من

اگر بفرقت آن نے سوار گریہ کنم
ہستی من چو شاب بود تا گریستن
فہمیدہ نہ قدم بشب تار اندکے

رائے۔ کنول کشن

رائے تخلص۔ رائے کنول کشن نام۔ قوم کایستہ۔ آپکا اصلی وطن پنجاب ہے آپکے والد بہرہ مندخان عالمگیری کے دولتخانہ مین عمدہ خدمت پر مامور تھے۔ آپ پنجاب سے دکن مین آئے۔ نواب آصفجاہ مرحوم کی سرکار مین خانسامان کے پیشکار رہے تھے مدت تک سرکار موصوف کی خدمت مین سرفراز رہے سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین معروف حسین خان بہادر خانسامان آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیشکاری پر مامور ہوئے۔ صاحب مردم دیدہ اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین جبتک فقیر اورنگ آباد و دکن مین رہا تب تک معز الیہ فقیر سے صحبت و اخلاص کے ساتھ ملتے تھے۔ صاحب دانش و خوش خلق و متدین تھے کبھی کبھی شعر کی فکر کرتے ہین۔ باوجود کم فرصتی جو کچھ کہتے ہین خوب کہتے ہین۔ نواب نظام علیخان بہادر آصفجاہ ثانی نے ماہ شوال سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین قلعہ ملدرگ کو فتح کیا۔ آپنے اسکی تاریخ کہی

آورد ہاتف مژدہ از فتح ملدرگ سترگ   دو دہ بود با ہفت و یک از ماہ شوال بزرگ

ثانی مصرع مین سنہ ۱۱۷۵ ہجری برآمد ہوتے ہین۔ انتہی کلامہ۔ سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین آپکی وفات واقع ہوئی۔ آپکا کلام سوائے اس تاریخ کے ہمکو نہین ملا اسوجہ سے صرف اسی تاریخ پر اکتفا کیا گیا۔

رضا۔ محمد رضا بیگ اورنگ آبادی

رضا تخلص محمد رضا بیگ نام۔ قوم مغل چغتائی برلاس سے تھے۔ آپکے جد بزرگوار بدخشان سے ہند مین آئے۔ آپکے والد دلّی مین پیدا ہوئے تھے۔ جد بزرگوار کا انتقال دلّی مین ہوا۔ والد با جد عالمگیر کے آخر عہد مین وارد دکن ہوئے۔ بادشاہی ملازم ہوئے شہر اورنگ آباد مین متعین تھے۔ محمد رضا کی ولادت شہر مذکور مین واقع ہوئی۔ اور اسی شہر مین تعلیم و تربیت بہی پائی۔ کتب درسیۂ فارسیہ فضلا و علما کے خدمت مین نہایت تحقیق سے حاصل کین۔ مستعد طالب علم ہوئے۔ طبع موزون و فکر رسا سے موصوف تھے۔ شعرگوئی شروع کی۔ شاہ سراج اورنگ آبادی سے کلام کی مشق کرتے تھے آپکا کلام شیرین و رنگین ہے۔ تجّہی نرائن چمنستان مین لکھتے ہین کہ مین نے تالیف کتاب کے وقت ایک رقعہ اشعار کی طلب مین آپکی خدمت مین بہیجا۔ آپنے رقعہ کا جواب نظم مین لکھکر بہیجا ہے۔ یار کا جور و ستم کیون نہین برداشت کرون ٭ اُس سے آیندہ مجھے چشم کرم باقی ہے ٭ بعد مرنے کے رہونگا مین کفن مین بیتاب ٭ بسکہ سینے مین رضا یار کا غم باقی ہے ٭ انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

ہے کسقدر بیرا خود نما و دو رنگ | آئینہ اُس کے سامنے آکر ہوا دورنگ
چھپا و مت دو رخ بے نقاب پردے مین | نہین رہا ہے کہین آفتاب پردے مین
رکہا ہون الفت ساقی کو اسطرح سے نہان | کہ جسطرح سے ہے کوئی شراب پردے مین
کار دنیا کیجئے یا فکر عقبیٰ کیجئے | عمر کا عرصہ نپٹ تنگ اسمین کیا کیجئے
گرچہ ہمکو جلوۂ دیدار کی طاقت نہین | ایکدم جو کچھہ کہ ہونا ہو تماشا کیجئے
اے رضا نہین تمنا وصل سے یار کی اٹھا | عشق کی راہ مین تسلیم و رضا لازم ہے

رنگین - لعل چند اورنگ آبادی

رنگین تخلص - لعل چند نام - قوم کایتہ - اورنگ آبادی المولد ہے - رنگین مزاج و خوش گفتار تہا - شروع جوانی مین لہو و لعب عیش طرب مین مشغول رہتا تہا - آزادانہ زندگی بسر کرتا تہا - آخر سنبہل گیا - اور اپنی گذشتہ حالت پر افسوس کرنے لگا - معاش و قوت بسری کی فکر پیدا ہوئی - پڑہنے لکہنے کا شوق پیدا ہوا - شاہ سامی اورنگ آبادی کے خدمت مین حاضر ہونے لگا - چندروز استفادہ کیا - طبع موزون و فکر رسا رکہتا تہا - ریختہ مین شعر گوئی شروع کی - اور شاہ سامی سے اصلاح لینے لگا - تہوڑے ہی زمانہ مین شاعر یکتا ہوگیا - لچہمی نرائن شفیق کا معاصر ہے - آپکا انتقال ۱۱۹۵ھ ہجری مین ہوا -

من اشعارہ الہندی

آج وہ شوخ رنگیلا جو چمن مین آوے
ناصحون کی بہی نصیحت نہین اب اسکو قبول
زاغ کو کبک کی رفتار نہین آنے کی
جسکے نین ہوےگی خواہش سخن رنگین کی
عشق مین کوئی نہین آج میرے آگے گا
کام مین اپنے ہون سرگرم نہین کسکے کام

سرو چلنے کو لگے غنچہ سخن مین آوے
بات کرتا ہے وہی سکے جو من مین آوے
بوالہوس کو نہو عشق کے فن مین آوے
ہند سے نہین ہے عجب گروہ دکن مین آوے
کہ گرفتار ہون مین سلسلہ تمکین کا
رنجو سے دق نہین مشتاق نہین تحسین کا

راز - نوازش خان اورنگ آبادی

راز تخلص - نوازش خان نام - ایرانی الاصل ہین - آپکے والد جد علی مردان خان محمد فرخ سیر کے

زمانہ مین شاہ ایران کیطرف سے سفیر ہو کر آئے تھے۔ شاہ جہان آباد مین چند روز رہے پھر دلی سے دکن مین رونق افزا ہوئے۔ بندگان آصفجاہ کی خدمت مین پہنچے۔ عنایت و رحمت شاہی سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ پھر بعارضہ طبعی فوت ہوئے۔ آپکے خلف الصدق میان رازنوازش خان کا خطاب پاکر تمام بلدہ اورنگ آباد کی خدمت داروغگی پر مامور ہوئے۔ جوان صالح متقی و پرہیزگار تھے۔ موزون الطبع و شعر فہم تھے۔ زور طبیعت سے شعر کی فکر کرتے تھے۔ آپکا کلام بامزہ ہے۔ تازہ تازہ مضامین سے شگفتہ و خندان ہے۔ کم گو تھے۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ تمام اشعار کا مجموعہ ہوگیا۔ ایک مختصر دیوان بنگیا۔ صاحب دیوان مشہور ہین۔ آپکا انتقال سنہ ۱۱۸۷ ہجری مین ہوا۔

من اشعار الفارسی

دربزم تو تا ز پا نشستم — چون نقش بد عا نشستم
چون کرد بشوق پابوسی — در کوئے تو جا بجا نشستم
از بہارش گلے نچید رقیب — خار شد آن چنان کہ می باید

ربط۔ بالا پرشاد حیدرآبادی

ربط تخلص۔ بالا پرشاد نام۔ آپکے بزرگ مشاہیر لکھنو سے تھے۔ آپکی ولادت بھی شہر لکھنؤ مین واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد کتب فارسیہ استادون سے تمام کین تحریر و تقریر مین عمدہ لیاقت حاصل کی۔ شعرگوئی کا نہایت ہی شوق تھا طبیعت چستی و چالاکی مین جولانی کر رہی تھی۔ دماغ مین نازک خیالی جوش مار رہی تھی کہ

شعر کہنا شروع کیا۔ آپکے اشعار اوائل ہی مین سنجیدہ و برجستہ ہونے لگے چند روز کی مشق مین پختگی و شستگی نظر آنے لگی۔ آپ وطن سے حیدر آباد دکن مین آگئے۔ راجہ خوشحال چند بہادر کی دختر نیک اختر سے منسوب ہوئے۔ راجہ صاحب کی وجہ منصب مناسب سے بہی مفتخر ہوگئے۔ آپ شعر و سخن کے شیفتہ تہے۔ حیدر آباد سے بغرض ملاقات شعراء ہند لکہنو روانہ ہوئے۔ وہان شعراء معاصرین سے ملے مشاعرہ مین شریک ہوتے۔ شعرا کی طرح پر غزلین موزون کئے۔ مجمع شعرا مین اپنا کلام پڑہا اور سبکو سنایا۔ سب نے پسند اور آپکو مواہب سے وثیقہ سہاۃ کا مرحمت کیا کہ آپ سن شباب مین فرید زمانہ ہین۔ اور آپکے اشعار فرائد ہین۔ آپ خوش کلام جادو بیان تہے۔ آپکے اشعار مین مضامین دلگداز ہوتے ہین۔ آپ خوش اخلاق صاحب مروت و سخاوت تہے آخر سنہ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپ حیدر آباد مین ایسے جیسے کہ مر کر اٹہے۔

من اشعارہ الہندی

تاب و توان و صبر گئے دل کے ساتھ ساتھ		محفل اٹہی ہے صاحب محفل کے ساتھ ساتھ
تب تجھکو یار کتنے تہے مرنا سہج نہین		کچھ دن پہرا تو کیجئے قاتل کے ساتھ ساتھ
قاتل سے اب کوئی نہین کہتا کہ دو قدم		تو بہی تو چل جنازہ بسمل کے ساتھ ساتھ
سر سے کفن لپیٹے ہوئے پہرتے ہین ربط		مر نکلے اشتیاق مین قاتل کے ساتھ ساتھ
گر نخل تمنا کو ہمارے ثمر آوے	وله	شمشیر کا پہل پہول سپر کا نظر آوے
تصویر اگر شمع رسالت کی لکہون مین		خامہ سے نکل جلوہ شق القمر آوے
طوفان ہے اشکون کا اگر پہر پرا آوے		گردون ہمین نوح کی کشتی نظر آوے

یون تو یونہی صحیح منکر ہین مرے قتل سے آپ	سرخی پنجۂ نازک کو حنا کہتے ہین
وہ جو خنجر مرے مژگان کیطرح ہے پرخون	یہہ جو دامن پہ ہین چھینٹے اسے کیا کہتے ہین

رضا۔ محمد رضا خان بمدراسی

رضا تخلص۔ محمد رضا خان نام۔ آپ نواب حسین دوست خان رئیس و جاگیردار قلعہ او لکنڈہ مدراس کے فرزند ہین آپکے جد بزرگ نواب شمشیر الدولہ مبارز جنگ چندا صاحب کے فرزند تھے۔ چندا صاحب کرناٹک کے والی و رئیس تھے۔ آپ فن شعرگوئی مین مرزا دبیر لکھنوی کے شاگرد ہین۔ آپ فارسی و اردو دونون زبان مین شعر کہتے ہین۔ اور آپ شاعری کی طرح مرثیہ گوئی مین بھی بے نظیر ہین۔ آپکا اکثر کلام گلدستون اور اخبارات مین مطبوع ہوتا ہے۔ مشہور و معروف ہے آپکی عمر بیالیس برس کی ہوگی۔ نیک طینت و پسندیدہ سیرت ہین۔ خاندانی شرافت و نجابت کے یادگار ہین۔ طال شد بقاہ۔ ہم کو یہ بات نہین معلوم ہوئی کہ آپ مدراس مین سکونت پذیر ہین یا لکھنو مین۔

من اشعارہ الہندی

دوست دشمن عدو یگانہ ہوا		منقلب کسقدر زمانہ ہوا
ہم اُسی بیوفا پہ مرتے ہین		جسکا وعدہ کبھی وفا نہ ہوا
سفاک کی گلی مین تھا خون تا کمر دان	وله	تقدیر نے دکھائی نئی کربلا مجھے

من اشعارہ الفارسی

شورش محشر فتد گر شبے غوغا کنم	تازہ قیامت شود صبح چو نالا کنم

شرب من اگر و شرب مجنون اگر	نیست جنونم چنان خواہش لیلا کنم

راز۔ مولوی احسان الحق دہلوی

راز تخلص۔ مولوی احسان الحق نام۔ دہلوی الاصل ہین۔ مدت سے حیدرآباد دکن مین متوطن ہین۔ سرکار عالی نظام سے یومیہ مناسب پاتے ہین۔ عالم فاضل ہین شعرگوئی مین بہی ہوشیار و چالاک ہین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین۔ شعر خوب کہتے ہین۔ کلام سنجیدہ ہوتا ہے۔ آپ خوش طبع و خوش فکر ہین۔ پاکیزہ طبیعت و پسندیدہ سیرت ہین۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند خدا و رسول کے اوامر و نواہی پر کاربند ہین۔ خدا تعالی آپکو خوش خرم رکہے۔

من اشعارہ الہندی

بلبلو سایہ پڑا کس کے گل رخسار کا	رنگ آتا ہے نظر بدلا ہوا گلزار کا
کیا اطبا دم بخود کیونہون نہ عیسٰی بہی یہان	ہو نہ جب ممکن علاج اس عشق کے بیمار کا
گر گئے بازار یوسف کی کہان تہی اسقدر	اک جہان دل دیکہے طالب ہے ترے دیدار کا
یہ صدا پازیب کی جہنکار سے آتی ہے صاف	فتنہ محشر ہی بندہ ہے تری رفتار کا

رسا۔ محمد وجیہ الدین خان حیدرآبادی

رسا تخلص۔ محمد وجیہ الدین نام۔ آپ محمد بہار الدین خان حیدرآبادی کے فرزند ہین۔ فارسی نوشت خواند مین ہوشیار و سنجیدہ ہین۔ ذہین و فطین ہین سخن سنجی و شعرگوئی مین خوش کلام و شیرین بیان ہین۔ آپ نے ڈاکٹر احمد حسین صاحب

مائل ہے مشق کی ہے۔ مزاج مین شاعرانہ شوخی و ظرافت ہے۔ شگفتہ جبین خندان رو ہین۔ یاران ہم مشرب کی مجلس کے رونق ہین بارک اللہ فی عمرہ۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً چھتیس برس کی ہوگی۔ معلوم نہین آپ کس محکمہ مین ملازم ہین

من اشعارہ الہندی

گر تجھکو رسا یار کے دیدار کا ہے شوق
وقت آرائش نگہ پڑتے ہی مضطر ہو گیا
ہان جواب وصل کی تکرار دیتی ہے مزا
ذرہ ہائے خاک بھی زنجیر جوہر بن گئے

ولہ

آنکھون مین عینک خضر رشید و قمر ہے آج
خود تڑپ کر عکس آئینہ سے باہر ہو گیا
آپکا انکار بھی قند مکرر ہو گیا
نقش پائے یار مرآت سکندر ہو گیا

رشید۔ محمد شکر اللہ خان لکھنوی

رشید تخلص محمد شکر اللہ نام۔ آپ لکھنؤ کے مشاہیر شرفا سے ہین۔ ابا عن جد [illegible] ہین علم و فضل سے آراستہ لیاقت و قابلیت سے پیراستہ ہین۔ شاعر خوش بیان و شیرین زبان ہین۔ آپکو مرزا دبیر مرحوم سے تلمذ ہے۔ آپ استاد کے ہمقدم ہین مرثیہ و سلام نہایت ہی خوب کہتے ہین۔ اور ایسی خوبی سے پڑھتے ہین کہ سننے والے نہایت محظوظ ہوتے ہین۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً ساٹھ برس کی ہوگی۔ آپ کسی زبردست توسل و ذریعہ کی وجہ سے مدارالمہام کے معتمد کے حکم سے بلائے گئے۔ آپ لکھنؤ سے حیدرآباد مین آئے۔ اور اورنگ آباد صوبہ دکن مین تحصیلداری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ معلوم نہین فی الحال کس ضلع اور تعلقہ مین ہین جہان ہون خدا تعالی اُن کو خوش حال رکھے۔

من اشعارہ الہندی

کیجئے نہ امتحان مرا غیرون کے سامنے | فرمائیے تو رکہدون کلیجہ نکال کے
مارا ہے تیغ ناز نے اک شوخ چشم کے | بہائے ہون زخم دلپہ بان غزال کے
رفتار ناز سے کہین محشر بپا نہو | اوہتر کے رکہہ زمین پہ قدم دیکہہ بہال کے

ولہ

بوئے وفا کچہہ آتی ہے اے غیرت چمن | دل ہے کسیکا یا گل تصویر ہاتہہ مین
ساقی کے فیض عام سے ہے دور آفتاب | جام سوال لے فلک پیر ہاتہہ مین
تصویر یار نے مجہے عامل بنا دیا | الفت کا نقش ہے پئے تسخیر ہاتہہ مین

رضا حسین رضا لکہنوی

رضا تخلص - رضا حسین نام - آپ شیخ مہدی علی لکہنوی کے خلف الصدق ہین آپکے بزرگ شاہان دلی کے زمانہ مین معزز و مکرم تہے - عہدہائے جلیلہ پر مامور تہے اور لکہنو مین بہی نواب شجاع الدولہ کے عہد مین عزت و آبرو سے بسر کرتے تہے - آپ عالم شباب مین مولوی ہادی علی صاحب اشک مرحوم اور مولوی عبد الغفور سے کتب درسیہ تحصیل کین بہت جید و لائق ہین - اور شعر گوئی مین جناب میر لکہنوی کے شاگرد ہین - چند سال سے حیدرآباد مین رونق افزا ہین وکالت کرتے ہین - خوش مزاج و ظریف الطبع ہین - آپکا کلام رنگین و شیرین ہوتا ہے - اسوقت آپکی عمر تخمینا چالیس برس کی ہوگی مجہے اسبات کا پتا نہین بلکہ صاحب ترجمہ حیدرآباد مین کس محکمہ مین ملازم ہین - صرف اسقدر جانتا ہون کہ شاعر لائق ہین اور میرا اسقدر جاننا بہی گلدستون جدیدہ سے معلوم ہوا ہے -

رہی گرمی نہ باقی نام کو خورشید محشر میں
قیامت کی تری تھی میکشوں کے دامن تر میں

خیال عارض جانان نہیں اس دیدۂ تر میں
حمیرہ شعلہ کا پیوند ہے پانی کی چادر میں

وہ مرغ خوشنوا ہون ایک عالم سننے آتا ہے
رہا کرتا ہے جب سے راتدن صیاد کے گھر میں

اُنہیں کے منہ کا لقمہ تو غیر ہوتا ہے
جو مثل آسیا آٹھون پہر پھرتے ہیں چکر میں

رضا اب چادر گل بھی نہیں ہے اُنکی تربت پر
لدے رہتے تھے جو نازک بدن پھولون کی زیور میں

رائق حکیم باقر حسن خان

رائق تخلص۔ باقر حسن خان نام۔ آپکا مسقط الراس قصبہ اودگیر ضلع مدراس ہے۔ آپ معززین نوائط سے ہیں۔ آپ عربی و فارسی میں استعداد کامل رکھتے تھے۔ فارسی کی نظم و نثر لکھنے میں فرد فرید شمار کئے جاتے تھے۔ آپکو تلمذ مولوی باقر آگاہ سے تھا۔ آپکا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ نواب اعظم جاہ بہادر کی مصاحبت تھے۔ نواب صاحب آپکی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ آپ نواب صاحب کے عنایت و کرم سے خوشحال و فارغ البال تھے۔ جب تک زندہ رہے خوش خرم رہے۔ "تذکرہ گلدستہ کرناٹک" آپ کی تالیف ہے۔ شعر و شاعری کے فریفتہ تھے۔ آخر آپ سنہ ۴۷ ہجری میں اس دار فانی سے عالم آخرت میں روانہ ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

بزاری عرض مطلب کن اجابت گر ہوس داری
اثرہا در گرہ باشد دعائے وقت باران را

ہمین ادائے تو تنہا نہ آفت جان ست
بہ پردہ چشم تو فتنہ ہائے پنہان ست

از تماشائے جہالت چہ بلا جوشد اشک
حشر طفلان شود آنجا کہ تماشا باشد

کرد بیہوشم مرا گردش چشم شہش	من ازین ساغر سرشار بسے مست شدم

راقم - محمد حسین قادری

راقم تخلص - محمد حسین نام مشہور با قادری - آپ نجم الدین حسن خوشنویس کے صاحبزادے ہین - آپکی ولادت ۱۲۲۲ھ ہجری مین واقع ہوئی - مسقط الراس مدراس ہے - آپ سن شعور کے بعد تحصیل علوم عربیہ کے طرف متوجہ ہوئے - مفتی بدرالدولہ بہادر کی خدمت مین تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوئے - آپکو شاعری کا شوق ہوا مولوی محی الدین واقف و ابوطیب خان والا و شائق کی خدمت مین مشق کلام کی - اساتذہ کی توجہ و اصلاح سے شاعر کامل ہوئے - آپکا کلام شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے لطافت و فصاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے - شائقین کو مطالعہ سے لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - آپکا سنہ وفات معلوم نہین ہوا -

من اشعارہ الفارسی

گداخت شعلۂ رویت و داغ آئینہ را	شکست سستی چشمت ایاغ آئینہ را
زجور چیخ پرستند خوبرویان ہم	نگاہ کن کلف ماہ و داغ آئینہ را
بسان خط شعاعی ز تاب مہر رخت	نگہ بدیدۂ من رعشہ دار میگردد

راحم - لالہ رام پرشاد

راحم تخلص - لالہ رام پرشاد نام - قوم کایتہ سکسینہ - ساکن برہانپور - شاعر خوش فکر و سنجیدہ طبع تہا - کلام صاف و پاکیزہ کہتا تہا - معانی تازہ کو ایجاد کرتا تہا - سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین فوت ہوا - من کلامہ

آہ حسرت می کشد از رشک ما باد صبا	از دم ما غنچۂ تصویر خندان می شود

راغب میر مبارک اللہ خان

راغب تخلص - میر مبارک اللہ خان نام بلخی الاصل ہین - آپکے بزرگان سلف
قصبۂ امام علاقۂ بلخ مین متوطن تہے - آپکے جد امجد سید معصوم خان دادا و سید عبید اللہ خان
وطن مالوفہ سے حضرت آصفجاہ اول کے عہد مین حیدرآباد دکن مین آئے - حضور کی
ملازمت سے مشرف ہوئے - حضور آصفجاہ نے آپکو منصب مناسب سے سرفراز کرکے
اپنی مصاحبت مین رکہا - حضور کی زندگی تک خوش رہے - صاحب ترجمہ کے والد ماجد
سید عاصم خان بہادر مبارز جنگ حیدرآباد سے نواب امیر الہند والاجاہ محمد علیخان
بہادر کی خدمت مین مدراس گئے - نواب نے آپکی بہت خاطرداری و مدارات کی
اور معزز خدمت پر مامور فرمایا - آپکے والد ماجد حسن خدمت کے ذریعہ سے درجہ
مدار المہامی پر پہنچ گئے - بہادری جنگی خطاب سے مخاطب ہوئے - مدراس مین راغب
صاحب ترجمہ کی ولادت سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین واقع ہوئی - آپنے سن شعور کے بعد اساتذہ
بزرگ سے کتب علوم و فنون تحصیل کین - تحصیل و تکمیل کے بعد سخن سنجی و شعرگوئی کے
طرف مائل ہوئے - چند روز کی مشق مین کلام سنجیدہ موزون فرمانے لگے - آپکے
کلام سے نقادان سخن محظوظ ہوتے تہے - آپکا رنگین بیانی و شیرین معانی کی تعریف
کرتے تہے - آپکے کلام سے فصاحت و بلاغت نمایان ہوتی تہی - آپکی سنہ وفات
کی تاریخ معلوم نہین ہوئی - آپکی تالیفات سے ایک ساقی نامہ - دوم فراقنامہ سوم دیوان
ہین - اب مین آپکے چند اشعار گزارش کرتا ہون **ہو ہذا**

وله
چون گل نرگس نمی آید بهم مژگان ما — در تلاش کیست یارب دیدهٔ حیران ما
آتش عشق که یارب شعله زد در جان ما — شعله‌ها دارد کباب آسا دل بریان ما

وله
در چمن کم زدم چو وصف نکهت گفتار او — با زبان لال شد سر در گریبان غنچه را

وله
هلال عید قربان تا ز تیغ ابرویش دیدم — برنگ نیم بسمل میکنم مشق طپیدن‌ها

وله
زبس دارم بسر سودای عشق لاابالی را — رگ برق از طپیدن کرده ام تار نهالی را

وله
چون شاخ گل پیاله بکف باش در بهار — دستے کہ بے می است کم از دست خار نیست

وله
راغب امروزم مجال لب کشائیها نماند — من چگویم فکر زلفش سرمه‌ام در کام ریخت

وله
کس نکند به بیکسی وقفه بپهلوی من آه — ناوک او همه از دلم برق صفت گذار کرد

وله
چسان شهید ترا از طپش امان باشد — تبسم تو نمک پاش زخم جان باشد

وله
حصار عافیت بپسند قالین چه میجوئی — من از عزلت بنقش بوریای خود ره پوشم

وله
آنچه در یک جام صهبا دیده ام در بزم یار — سالها باید که بیند در طلسم جام جم

وله
باقیست کاروبار بهار از غبار من — بیهوده نیست رستن گل از مزار من

وله
ز اضطراب خود آرام یافتم راغب — بسان جنبش گهواره شد طپیدن‌ها

وله
در ره جانگداز عشق چو شمع — گرمی رفتار باش تا باشی

وله
گشت از مضمون خط روشن مرا — گلرخان دارند حسن عارضی

حرف السین المهمله

سراج - سید سراج الدین حسینی اورنگ آبادی

سراج تخلص - سید سراج الدین نام - آپ سادات حسینی خاندان کے مشائخ سے تھے - تربیت و تعلیم اسی شہر فیض بہر میں پائی - آپنے اپنا حال منتخب دواوین کے

دیباچہ مین لکہا۔ ہم اُسکا ترجمہ بجنسہ لکہتے ہین۔ اور اُس منتخب کا نام تاریخی (منتخب دیوان نہال) ہے ۱۱۶۹ھ
یہہ فقیر بارہ برس کی عمر مین جوش جذبہ و غلبہ شوق سے سات برس تک برہنہ تن
و برہنہ سر رہا۔ اکثر اوقات عالم بیخودی مین حضرت شاہ برہان الدین غریب دولت آبادی
کے روضہ کے اطراف مین گہومتا تہا۔ اسی دور و طواف مین راتدن بسر کرتا تہا
اور اسی حالت مستی مین اکثر اشعار فارسی زبان سے بر آمد ہوتے تہے۔ مگر تحریر کے
دائرہ مین نہین آتے تہے۔ اگر اتفاقاً کوئی شائق حاضر ہوتا تہا تو لکہہ لیتا تہا
کاش اگر وہ تمام اشعار موجود ہوتے تو ایک ضخیم و بزرگ دیوان مرتب ہو جاتا۔ اور اُنکے
دیکہنے سے عالم کو تعجب ہوتا۔ اور اُنکو الہامات سے تصور کرتے۔ پہر مدت مذکورہ کے
بعد حضرت خواجہ سید شاہ عبد الرحمن چشتی المتوفی سنہ ۱۱۶۱ ہجری کی خدمت مین
پہنچا۔ حسن ارادت سے مرید ہوا۔ اُن دنون مین بپاس خاطر عزیزی عبد الرسول خان صاحب
جو فقیر کے برادر طریقت تہے اکثر اشعار ریختہ زبان مین لکہے گئے۔ خانصاحب نے
جواہر متفرق کو جو تخمیناً پانچ ہزار اشعار تہے۔ حروف تہجی مین ترتیب دیا۔ اور کامل
دیوان شائقین کی خدمت مین پہنچا۔ شہر مین دیوان کی شہرت ہوئی۔ پہر فقیر نے
بمقتضائے الفقر فخری فقیری اختیار کی۔ اور مرشد کے حکم سے شعرگوئی ترک کی۔
اسوقت ستروان سال ہے کہ ابتک ایک فرد بہی نہین لکہی انتہی کلامہ۔

چمنستان و تحفۃ الشعرا کے مولفین نے لکہا کہ جناب سراج صاحب درگذار فقیر پاک باز
تہے۔ مقبول درگاہ بی نیاز۔ مسافر دوست غریب نواز تہے۔ گوشہ نشین و خلوت گزین
پاکیزہ دل و پاکیزہ دین تہے۔ مزاج مین تواضع و خاکساری اسقدر تہی کہ ہر کس و ناکس
کے سامنے جہکے جاتے تہے۔ بکروح و بنفس یکم تہے۔ بوڑہون مین بوڑہے جوانون مین

جوان بچّوں میں بیچ بنتے تھے۔ نہایت خوشی ہنسی سے ملتے تھے۔ اہلِ دکن کیا امیر کیا
فقیر سب آپکی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ جناب میر صاحب نے نکات الشعرا میں
لکھا کہ سیّد سراج سیّد حمزہ کا شاگرد ہے۔ شاید ہو۔ مگر مشہور ہے کہ آپکی شاعری خداداد
تھی۔ آپنے کسی سے اصلاح نہیں لی آپ خدا کے شاگرد تھے۔ آپنے کلام کو اُس خوبی
و خوش اسلوبی سے ترکیب پایا کہ اُستادانہ کلام معلوم ہوتا ہے مضامین پاکیزہ و معانی
تازہ کو اُس انداز سے بیان کیا ہے کہ دیکھنے سے لطافت مزہ آتا ہے۔ ولی اورنگ آبادی
کے بعد شعر ریختہ کا بازار آپ ہی کی بدولت گرم ہوا۔ اور شعر و سخن کا افسردہ چمن تازہ دم ہوا شاعری
آپ کی سخن کا آوازہ اطرافِ دکن میں عالم بالا کو پہنچا۔ اور کلام کی قبولیت نے وہ رتبہ پایا
کہ خاص و عام کے نزدیک مقبول ہوا۔ اور آپ فارسی شعر گوئی میں بھی شعرا کی مجلس میں
روشن چراغ۔ خوش کلام و عالی دماغ تھے۔ فارسی کلام کی بندش با محاورہ اور
ہر ایک شعر میں لطف خوبی کا ذخیرہ۔ کلام کی چستی و زبان کی درستی نے وہ رنگ
دکھایا کہ اہلِ زبان بول اُٹھے کہ یہ ایرانی الاصل ہے۔ دیکھو کلام بھی زبانِ حال سے
کہہ رہا ہے کہ یہ بزرگ ہندی الاصل نہیں ہے۔ آپ دونوں زبانوں میں صاحبِ دیوان
ہیں۔ فقیر مصنّف کو نہایت تلاش و جستجو سے ہندی دیوان کامل ملا ہے۔ افسوس فارسی
دیوان نہیں ملا مگر منتخب اشعار ملے ہیں لیکن وہ بھی موسیٰ ندی کی طغیانی میں گِل آلودہ ہو
گئے ہیں ہم آپکے احوال کے خاتمہ پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھیں گے۔
آپکا کلام بھی ولی کی طرح ابہام و ذو معانی الفاظ سے پاک و صاف ہے۔ سیدھا سادہ بیان طرزِ کلام
ہے۔ تکلف و بناوٹ کا نشان نہیں۔ اکثر غزلوں میں جذبۂ شوق کے کرشمے معشوق
سے نوچے ہیں۔ خط و خال کے سہرے لب رخسار کے مبالغے ہیں۔ دیکھنے سے گلزار کی

ہیر کا لطف ہوتا ہے۔ اور پڑھنے سے قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ اور بعض اشعار مین توحید و معرفت کا نقشہ اور بعض مین محبوبیت کا تماشا ہے۔ جو عارف ہین اُن کے مطالعہ سے بیتاب و بیخود ہوتے ہین۔ ہوش سے بیہوش ہوتے ہین۔

چمنستان کے مولف نے لکھا کہ سراج دکنی ریختہ گوئی مین ولی کا قائم مقام تھا۔ اس ملک مین استادی کے رتبہ کو پہنچا تھا۔ ولی نے اس مین مین جو کچھ پودے جمائے تھے اور جو کچھ سبزے لگائے تھے۔ سراج نے اُن کو اپنی توجہ کے پانی سے سیراب و شاداب کیا۔ خوب پھولے اور پھلے۔ اہل دکن نے کمال رغبت سے چنے اور اُن سے مزے اُٹھائے۔

ولی کے بعد دکن مین سراج کا چراغ روشن ہوا۔ اسی کی روشنی نے دکن کو گھیر لیا اور خاص و عام کو چمکا دیا۔ اطراف و اقطار مین انہین کے اشعار کی چمک دمک تھی اور کوچہ و بازار مین انہی کی خوشبو لپک رہی تھی۔ شہر مین کوئی محفل ایسی نہ تھی جسمین آپ نہون۔ ہر ایک محفل مین آپ ہی صدر ہوتے تھے۔ مشائخ و علما آپکی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ چشتیہ طریقہ کے پابند تھے۔ ہفتہ مین ایک روز محفل سماع فرماتے تھے۔ اسمین شہر کے اکثر عمائد و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ قوال و گوّیے آپکی غزلین سناتے تھے۔ کبھی سامعین کو رلاتے کبھی لٹاتے تھے۔ کوئی وجد و حال مین تڑپتا تھا۔ کوئی وحدت کی دریا مین ڈوبتا تھا۔ صوفیائے کرام لطف و مزہ پاتے تھے آنکھون سے آنسو بہاتے تھے۔ مجلس مین آپکا وہ رعب و داب تھا کہ سب اہل مجلس با ادب عالم سکوت مین ہوتے تھے۔ سانس لینا ہی خلاف ادب سمجھتے تھے۔ آپکی نظر و توجہ مین وہ جلال و اثر تھا جس پر توجہ کرتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تھا اور جبہہ یا تھہر رکتے لوٹ پوٹ ہو جاتا تھا۔ بڑے صاحب کمال و صاحب نذر و نوال تھے

جو کچھہ پاس ہوتا تہا یا نذرانہ آتا تہا وہ سب قوالون کے نذر ہوتا تہا۔ زندہ دل
خاک سیرت پاک طینت تہے۔ زندگی توکل و قناعت پر بسر کرتے تہے۔ تا بمرگ
کسی سے سائل نہین ہوئے۔ نہ دنیا و مافیہا کے طرف مائل ہوئے۔ اکثر امرا آپ کی
خدمت کرتے تہے۔ آپ کو کسی کی پروا نہ تہی۔ اُسوقت دکن مین آپکے معاصرین مین سے
میر غلام علی آزاد بلگرامی و عبدالوہاب افتخار دولت آبادی و ظفر بیگ ظفر اورنگ آبادی
محمد فقیہ درد منداُد گیری۔ مرزا محمد باقر شہید و جان مرزا رسا۔ و موسوی خان جرات
اورنگ آبادی و عبدالقادر سامی اورنگ آبادی و عارف الدینخان عاجز۔ و موسوی خان
فطرت خافی خان۔ و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی و میر اولاد محمد ذکا بلگرامی وغیرہ
شعرا و علما و مشائخ تہے۔ خوب مشاعرے و جلسے حریفان ہم مشرب کے ہوتے تہے۔ آپ
باوجود گوشہ نشینی بزرگون کے اعراس اور شعرا کے مشاعرون مین ضرور شریک ہوتے تہے
اگرچہ درویشی کے بعد شعرگوئی ترک کردی تہی مگر کبھی کبھی یاران ہم جلسے اصرار سے
کہدیتے تہے۔ شعرا کے کلام کو نہایت شوق سے سنتے تہے۔ غور و فکر کی ترازو
مین خوب تولتے تہے۔ نقاد سخن تہے۔ منصف مزاج و حق پسند تہے۔ سخن سنجیدہ
و کلام پسندہ کی داد دیتے تہے۔ شعرا کے دلون کو باغ باغ کردیتے تہے۔ جناب آزاد
بلگرامی و میر اولاد محمد بلگرامی و لچھمی نرائن اورنگ آبادی سے نہایت محبت رکہتے تہے
آپنے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین اساتذہ کے دواوین فارسی کا منتخب بنایا۔ اُسمین متقدمین
و معاصرین کا کلام جمع کیا۔ کتاب مین شعرا کے نام حروف تہجی پر لکہے اور ردایف کی
رعایت بہی کی ہے اور مجموعہ کا تاریخی نام (منتخب دیوانہا) رکہا۔ مجموعہ ضخیم ہے
اُسمین کئی ہزار اشعار ہین۔ منتخب دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نقاد سخن تہے

معاصرین سے میل جول

کتب تالیف و تصنیف

کھرے اور کھوٹے کو خوب پرکھتے تھے۔ دواوین میں جو اشعار جاندار تھے انتخاب
کئے جو نوادر جواہر تھے چن لئے۔ منتخب میں جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے
میں بھی جو اشعار جاندار تھے انتخاب کئے جو نوادر جواہر تھے چن لئے۔ منتخب میں جو شعر ہے
بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے للہ درہٗ۔ صاحب چمنستان نے لکھا کہ آپنے
۱۲۳۰ ہجری میں ایک مثنوی مسمی بہ بوستان خیال لکھی اسکی ایکہزار ساٹھہ ابیات ہیں
مثنوی ریختہ زبان میں ہے۔ آپنے اسمین جوش طبیعت و شوق دل سے خوب ہی
عرق ریزی کی۔ مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کے جمع کرنے میں نہایت ہی دلسوزی
کی۔ گل و بلبل کا فسانہ ہے۔ گل پہ بلبل دیوانہ ہے۔ ان دونون کا قصہ ہے کہین گل کے
ناز و انداز ہین کہین بلبل کے سوز و گداز ہین۔ کہین نالہ جان خراش کے جولانیان
کہین شب فراق کی طولانیان ہین۔ غرض یہہ قصہ شروع سے آخر تک عاشق
و معشوق کے حالات کا نقشا ہے۔ خزان و بہار و لیل و نہار کا تماشا ہے۔

عقائد
خوش عقیدہ۔ سنن و فرائض کے پابند تھے۔ ائمہ دین کے اقوال و افعال پر کاربند
پیر و مرشد سے نہایت ہی خلوص ارادت رکھتے تھے۔ فنا فی الشیخ کے مرتبہ مین تھے
آپکا شعر شاہد حال ہے

اے سراج اپنی خودی کو بیخودی مین محو کر
یار کا دیدار پا کر اے سراج
شغل جاری کہہ سر ایکدم مین ہو الرحمان کا
شکر رحمان کریگے تو واصل ہوا

تعلی و تفاخر
آپنے بہی تعلی و تفاخر مین غزلون کے مقطعون مین شعراء سلف و خلف کی پیروی
کی ہے ہم دیوان سے چند فخریہ اشعار لکھتے ہین ھوھذا

نہین ہا سخن آبدار کا موتی
سراج طبع کے سبب جوہران کو دل چیرا

وہ شکر ہین لب نے گوش دل سے سن تمام شکر بہ ریختہ کو — کہا یہ میٹھی بچن سے مجکو سراج شیرین کلام سنا

تجھ بنا اے سراج بعد ولی کے — کوئی صاحب سخن نہین دیکھا

اے سراج آرزوئے قند نہین — شعر تیرا ہے جیون نبات لذیذ

شاید کہ بعد مرگ کرین یاد خاص و عام — مشہور ہین سراج کا شیرین سخن ہنوز

سراج از بس کہ ہے تیرے شعار نگین بیان — مثال گل ہر ایک بلبل کو مرغوب آتا ہے

ایکروز آپنے پوچھی نز اس شفیق اورنگ آبادی سے آزاد بلگرامی کے شعر مین سے

سمند رنگ وحشت است پری از آئینہ — دلہا چرا ارادہ تسخیر می کند

رم کردن پری از آئینہ کی سند طلب کی۔ شفیق نے خاقانی کی بیت سند پیش کی سے

ساقی بزم چون پری جام بکف آئینہ — او نرمد جام اگر ز آئینہ می رمد پری

آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا آج ہمکو بہہ فائدہ حاصل ہوا۔

آخر چوتھی تاریخ شوال بروز جمعہ سنہ ۱۱۷۷ گیارہ سے ستہتر ہجری مین آپکی ہستی کا چراغ ہوائے نیستی سے گل ہوا۔ اور چمن بہشت کا رونق افزا ہوا۔ آپکی تجہیز و تکفین کے لئے شہر کے عمائد و مشائخ آئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ مبارک کو اٹھائے بعظمت و شان سے چوک کی مسجد مین لائے۔ جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ جنازہ کی نماز مین دو ڈہائی ہزار آدمی تھے۔ مقبرہ مین دفن کئے گئے۔ شعرا و معاصرین نے آپ کی رحلت کی تاریخین لکھی ہین۔ از انجملہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھی سے

شمع شعرا سراج خوش فکر — در ماتم او سخن سیہ پوش

تاریخ وفات او خرد گفت — ہے ہے مصباح بند خاموش

۱۱۷۷

میر اولاد محمد ذکا بلگرامی نزیل اورنگ آبادی نے کہی سے

ای آنکه بخویشتن گرفتاری تو — وله — بیجاست که در تلاش بیداری تو
کی جلوهٔ مهر بر تو پرتو فکند — تا در کف سایهٔ دیواری تو

تا بوالهوس عشق پریشان شده است — وله — از کردهٔ خویشتن پشیمان شده است
آن شوخ بجز مهرهٔ جمد نخرید — بی سوده لخت دل چه ارزان شده است

مردم و در دل تمنای گل شمشاد ماند — وله — تا قیامت ستم بر گردن صیاد ماند

جوهری دانسته بودم قدر دل نشناختی — وله — آخر لعل گران قیمت بخاک انداختی

ترا که آئینه از مهر جلوه در کار است — وله — دلم هر آئینه مشکل زبان سرکار است
دلم که تازه اسیر غم تو شد رحمی — جوان قابل و تماشش شهر دیار است

من اشعاره الهندی

یاد رکھیو یہ دل خون گشتہ کہ جیوں تخم لعل — وله — جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر ہو

ہوا ہے دست بیعت خاں وادی میں ترے غم کے — وله — رہیگا سلسلہ آنسو کا جاری روز محشر تک

مجھ نگیں داغ دل پر نقش ہے حرف وفا — وله — عشقبازوں کے امت میں ہوں نبوت کی قسم

بہار ساقی ہو بیچ گلشن میں عطر نا چمن بھا — وله — پیالہ گل کا ہے شیشہ شراب اور گل ہے گلابی

شعر رنگیں نے کے غزل کو کیا حسد ناج — وله — رشتہ دام ہے تار نگہ چشم خیال

کافر ہوا ہوں رشتہ زنار کی قسم — وله — تجھ زلف حلقہ دار کے ہر تار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کو بن وصل نہیں علاج — اُسکے ادا کی تیغ بیمار کی قسم
اُس گلبدن کی کاکل پیچ پیچ کا جال — زنار تجھ گلے کا ہوا ہار کی قسم
تیرے لبوں کی باتیں شکر کیا ہیں دل کی — ہے ذوالفقار حیدر کرار کی قسم
دل ہے مثال بلبل و پروانہ شوخ تند — اُس شمع رشک چہرہ گلنار کی قسم

گل بسر دارد و از سیر چمن می آید	وله	چشم بد دور که امروز گلستان شده است
از ابروی کج تو دلم کج ادا نشود	وله	شنیده ام که گوشت ز ناخن جدا نشود
رنگ گل بوی سخن دارد ولیکن شعله خوست	وله	لاله سان در سینه دارم داغ نافرمانیش
نور ایمان نیست شیخ معرفت اظهار را		قشقه کفر است داغ سجده بر پیشانیش
سبزه و صحن چمن خار کف پای من است	وله	سایه پرورد خط پشت لب بام توام
ببینم شب همه وصل و صبح خیالم می کند	وله	شکر پیشه نیستم شرمنده دوست کسی
طرفه باشد در خزان شور تو ای شب خیر باد		دیده در خواب بلبل است گل رشت کسی
سخن کز دهن تنگ تو بیرون آید	وله	نکهت غنچه تصویر عدم میدانم
چون چراغ سحر از جان شسته ام سیر سراج		دامن افشاندن او عین کرم میدانم
سینه صافان تلاش خرج و نمائی نیستند	وله	بیغرض در خانهٔ آئینه می آئیم ما
دل چون یوسف [illegible] تنگ تو می گردد قیصر	وله	زیر مشق از زرق دیده شد تماشا میکرد
نماز عشق او اگر نیست عاشق را	وله	خوشم که دست ز جان شستم و وضو کردم
بیگانه است از زمن چمن با سبزه خزان را	وله	هرکس که همچو غنچه پاس دم آشنا است
هر صید دیده اسیر صیاد دام کنند		صیاد را ز صید بطرز دم آشنا است
جان دادن خوش بین جگران سب شبنمی است	وله	از گوشه ابروت تو ایما شده است
شبیه پای من از خط شعاع روشن	وله	هر سر موی تو چند نامهٔ تصویر که بود
آتشی در دل و در سوختنا فنا و سراج	وله	باز سیماب خاکستر آب چکید
ای آنکه بهار گلشن امکانی	رباعی	در پرده نهان بصورت انسانی
با ذات احد توی صفاست احد		جان را بدنی و هم بدن را جانی

کہ اگر تمام عالم کے اشعار ایک طرف رکھیں اور ساالک کا یہہ شعر مندرجۂ ذیل کو دوسری طرف
اور مجکو جو بہتر قرار دیں تو میں ساالک کے شعر کو تمام پر ترجیح دونگا وہ یہہ ہے ٥

ازبس بدشت کردہ ام آشفتہ نالہا
چون زلف دلبران شدہ شاخ غزالہا

انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شکست شیشۂ خاطر ز ساغرم پیداست — چو لالہ داغ دل از کاسۂ سرم پیداست
جواب نامۂ من غیر ناامیدی نیست — ز دست سود ن بال کبوترم پیداست
در ہوائے عشق پروردم دل دیوانہ را — ولہ — چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
ناخن توفیق نگشاید گرہ از کار ما — ولہ — چون رگ سنگ ست محکم پیکر زنار ما
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود — ولہ — کوزۂ نو یکدو روزی ہمر و ساز د آب را
وحشت جنون کوہ بلا را خریدہ ام — ولہ — مہر ست بر قبالۂ من داغ لالہا
در دور زخت زلف بصد قیمت جانست — ولہ — دیوانہ زبس پر شدہ زنجیر گرانست
ز برق آہ می سوزم سراپا کوہ و صحرا را — ولہ — با شک تلخ می گویم جواب شور دریا را
نوائے نالۂ نے میرسد بشارت ہوش — ولہ — تو برق تازہ ای این نے سوار را دریاب
در خور خرج بود دخل دیوان قضا — ولہ — نرود تا نفسی کے نفسی می آید
زبان ہرزہ درایان توان بہم بستن — ولہ — کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد
از دو عالم گوشۂ چشم بتان ما را بس است — ولہ — تیرہ بختان را چو داغ لالہ یک گل جا بس است
نہ تنہا گرد باد از شوق او بیتاب میگردد — ولہ — کہ مستی می کند بحر و بر گرداب می گردد

خوب رویوں کو نہیں پردے میں ہرگز اعتبار
دُر صدف کے قید سے نکلے پہ پاتا ہے وقار

وله

دیکھئے آتا ہے قاتل کس طرح خنجر بکف
ایک میں ہوں سو تو آوے لے رہا ہوں سر بکف
کس بت طامع سے آخر شید سودا ہے مجھے
ہر سحر دیکھا تو آتا ہے لئے توزر بکف

وله

مجھے تو ہے عبث کیوں نیم بسمل کر دیا قاتل
نہ جیتا ہوں نہ پورا مر چکا یہ کیا قاتل
بچے کس طرح جو دیکھے ابرو کا ہو مارا
کہیں بھی تیغ ابرو کا زخمی جیا قاتل

وله

زیب دیتا ہے زری جوڑا سنہری رنگ پر
شعلہ رویوں سے مناسب ہے رکھے تا س راہ
اس حنائی دست پر دیکھا ہوں الم رستہ
گر لیا ہے پنجہ مرجان سے کیا الماس راہ

سالک مرزا سالک یزدی

سالک تخلص۔ مرزا سالک نام۔ یزدی الاصل ہے۔ شاعر خوش مقال و نازک خیال تھا۔ آزادانہ مشرب تھا درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ مدت تک عراق و فارس میں سفر کرتا رہا۔ اور وہاں سے ہند میں وارد ہوا۔ حیدرآباد دکن میں عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ قطب شاہ نے سالک کی بڑی عزت کی اور منصب مناسب مقرر کر دیا چند مدت تک خوش خرم رہا۔ جب قوم مغل بوجہ فساد حیدرآباد سے نکالی گئی۔ اس وقت بیچارہ سالک بھی متعلقہ اپنی قوم کے ساتھ نکالا گیا۔ وہاں سے نکلا۔ دلی میں آیا شاہجہانی ملازمت میں شریک ہوا۔ مدۃ العمر بادشاہ ہند کی مدح کرتا رہا آخر سنہ ۱۰۸۱ ہجری میں آخرت کا سفر اختیار کیا۔ دہلی میں مدفون ہوا۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی سرو آزاد میں لکھتے ہیں کہ سالک کا کلام شستہ و ہموار ہے لطافت و خوبی سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ بھی نقل کیا کہ حکیم رکنا کاشی کہتا تھا

وملازمت مین تہا۔ راجہ اسکے ساتہہ حسن سلوک کرتا تہا۔ ایکروز سپاہ نے تنخواہ کی بابتہ راجہ سے تکرار کی۔ باہم بحث وتکرار مین تیر وتفنگ کی نوبت پہنچی۔ چنانچہ سبقت کا تیر راجہ کے ہاتہہ پر پہنچا۔ راجہ زخمی ہوا سخت غضبناک ہوا قیامت برپا ہوئی۔ باقی بیگناہان افغان مع پچاس سوار سبقت کا رفیق رہا۔ رفاقت کا حق پورا ادا کیا۔ سبقت نے مع رفقا خوب مقابلہ کیا۔ آخر ضرب تیر سے زمین پر گرا۔ اسیر ودستگیر ہوا۔ راجہ گروہر نے اسکو قتل کیا۔ حکیم چندرت نے اوسکی تاریخ ایکسال کے تفاوت سے کہی سنہ بادی سکہراج زما سبقت کرد؛ اور منشی لچہمی نراین شفیق اورنگ آبادی نے مصرع تاریخ کو درست کیا۔ برابر عدد برآمد ہوتے ہین سنہ کرد بسکہراج زما سبقت ہے اسکا کلیات ضخیم تہا تخمیناً دس ہزار ابیات تہین۔ اسی معرکہ مین تلف ہوگیا۔ تذکرہ خوش گو سے چند ابیات نقل کی جاتی ہین

من اشعاره از جنگ نامہ

کتابی ست رنگین سواد چمن — کہ دارد زنامہ خدا سر سخن
چہ معنی کہ در نسخہ ام حرف نیست — برنگینی حرف شنجرف نیست
کجا شاعری معنی اندیشہ — بتلبیسی حق خرد پیشہ
خرد پیشہ ام حرف حق میزنم — نقابست تحقیق شق میزنم

بیان کرم امیر الامرا

درا قلیم وآفاق افتاد شور — کہ خورشید بر ظلمت آورده زور
سپاه از شمار کواکب فزون — چہ مریخ تیغ آب داده بخون
چہ گویم کہ حیرت شبخون زده ست — بصحرا فلک خیمہ بیرون زده است

مخالف رسے چشم عبرت کشاد — که بنتی در عه دیوار قلعه فتاد
تو گفتی که معراج حق رو نمود — در آسمان بر پیمبر کشود

چونکہ اُس کے نوکر کا نام اسد اللہ تھا۔ بحر میں نہیں آسکتا تھا۔ مگر بسکتہ اس حسن اداسے ادا کیا ہے

بنامش که شمشیر حق از الہی است — اوب سکته معذور اسد اللهی است
چو نوبت بعالم علیجان رسید — ظفر آفرین آفرین خوان رسید
ببالاے قبل آن جوان غیور — نمایان چو رمز تجلی ز طور

از غزلیات

مده تکلیف حق آن دلبر گیسو مسلسل را — که ہیم درد سر شد بر جبین خود صندل را
بیادت از کتاب دل کجا حرفے بود ظالم — لطیفے خوانده بودی این گلستان باب اول را
بفقر آمادگان ہرگز نسازد ننگ رسوائی — بگو با تاج تا پوشد ہمان نا عیب زر گل را
کلفت انجامیم ویرانی چه وتعمیر چیست — ولہ — اگر ہستی گر نباشد خاک را منگیر چیست
عبرتے آخر ز طفلی جز گناہت کاتب نیست — خون مادر خوردۂ اے غافل انجو تقصیر چیست
چه خون در دل قمری نکرده ظالم — ولہ — بباغ رفتی و شمشاد و سرو قد برخاست
ہر که نظاره بران مصحف خساره کند — ولہ — یا دگیرد سبق بوسه و تکرار کند
او بفکر من است و من فارغ — ولہ — بندگی ہم خداے می دارد
چو نقش پا بسر کوی انتظار کسے — ولہ — نشسته ام که شوم خاک رهگذار کسے
مرا چو رشته رگ جان بخویش می پیچد — خدا نکرده که افتد گره بکار کسے
شد از خطوط شعاع این سخن بمن روشن — که ہست در دل خورشید خار خار کسے

ز رنگ باختن یار سخت حیرانم
خدنگ او بدلم تا نشستہ بیرون رفت
بہ بزم وصل بتان بہ کہ شمع سان سفقت
بسکہ محو منعی ہیجا حصل بود اندیشہ ام
چون تصویر از بساط وہم چیدم بزم نیرنگی
خموشی ساز آرام است تا کے ہرزہ نالیہا
ہدایت یکطرف ترسم کہ صحبت ہا اثر دارد
اے از نگہ کرم تو بینا سے داغ
تو چشم زخس پوشی و خس ہم اینجا

برنگ آئینہ شد نگرد و چار کسے
سہی قدان بنشیند در کنار کسے
کنیم نقد دل و جان خود نثار کسے
در دو بدن شد برنگ موج قطع ریشہ ام
فشاندم دامن ہستی بقدر گردش رنگی
شنیدہ ام اینقدر از پردہ گوش کر ہنگی
بود شیخ عصا در دست من سفقت کہن لنگی
دید تو ز کوری لت داد سراغ
میلے ست کہ شد سرمہ کش چشم چراغ

سجّاد - میر سجاد علیخان بہادر حیدرآبادی

سجاد تخلص - میر سجاد علیخان بہادر نام - آپ مشاہیر امرا حیدرآباد سے تھے - شمس الامرا امیر الملک سے آپکی قرابت قریبہ ہے - آپ بیگن پلی کے جاگیرداروں میں سے ہیں - آپنے فارسی میں عمدہ لیاقت و استعداد حاصل کی تھی انشا پردازی و سخن طرازی میں بے مثل تھے شعر خوب کہتے تھے - کلام صاف و شستہ ہوتا تھا - مہاراجہ بہادر چندو لعل نے آپکو بندگانعالی سے سو روپیہ ہوار مقرر کرایا - خانی و بہادری کا خطاب دلوایا - آپ خوش طبع و خوش فکر تھے - صاحب ہمت و سخاوت تھے - مہمان نواز و آشنا پرور تھے - آخر آپ سنہ ۱۲۴ ہجری میں بہشت برین کو روانہ ہوئے - آپ میر عباس علیخان بہادر متخلص کافی کے بہائی حقیقی تھے -

من اشعارہ الہندی

دعوے کرے جو خال لب یار سے مشک
تا حشر منفعل رہے اپنی خطا سے مشک

آوے اگر اُسکے کوچہ گیسوئے باغ مین
ٹپکے بجائے دانۂ شبنم قبا سے مشک

ہے جو مریض خال و خط یار اے مسیح
بہتر ہے اوسکے حق مین تمہاری دوا سے مشک

وله

فقط سرو چمن شکل سنان ہے مجھکو
اژدہا بن ترے ہر نہر روان ہے مجھکو

گر نہوئے تو بہار عین خزان ہے مجھکو
نکہت تختۂ گل موج دخان ہے مجھکو

ساکن کوچہ جانان کو چمن سے کیا کام
باب جنت دہن شیر ژیان ہے مجھکو

ناصحا مغز خراشی تو عبث کرتا ہے
پند سننے کی ترے تاب کہان ہے مجھکو

سوز۔ میان عالم خان

سوز تخلص۔ میان عالم خان نام۔ واقع مین آپکی نسب کا سلسلہ شہیرشاہ سے منتہی ہوتا ہے۔ لیکن مصلحۃً آپ اس نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اور خود کو سوری مشہور کیا۔ عالمگیری زمانہ مین منصب مناسب پر مقرر ہوئے۔ چند مدت کے بعد تارک الدنیا ہو گئے۔ بلدۂ اورنگ آباد مین گوشہ نشینی اختیار کی۔ مدت العمر عبادت الٰہی مین ہمہ تن مصروف رہے۔ گوشہ نشینی کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے۔ امراو سلاطین کی صحبت مین قبولیت کا مرتبہ پایا۔ بہادری دلیری مین مشہور تھے۔ تلاش معاش سے دست بردار ہوکے کسی امیر یا فقیر کے پاس نہین جاتے تھے۔ جب تک زندہ رہے آفتاب عزت و آبرو کے ساتھ رہے۔ چونکہ طبیعت مین شعر و شاعری کا شوق جولانی کر رہا تھا۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے۔ آپکا انتقال سنہ ۱۱۰۹ ہجری مین ہوا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

شہر اورنگ آباد کے مقبرہ مین مدفون ہوئے۔ من اشعارہ

مرا گنجفہ بازی بود نظر بازی — کہ میکند ورق آفتاب آئینہ را

سخن۔ سید محمد خان بہادر اصفہانی

سخن تخلص۔ سید محمد خان نام۔ اصفہانی المولد ہے۔ شاعر خوش کلام و شیرین بیان تہا۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر تہا۔ خلیق و لئیق تہا۔ یاران ہم مشرب کے ساتہہ خوش صحبت تہا۔ اصفہان سے شہر مچھلی بندر مین پہنچا۔ تجارت کرنے لگا۔ شہر مذکور سے مدراس مین آیا نواب امیر الامرا بہادر والی مدراس کی ملازمت مین مشرف ہوا اور خطاب خانی سے ممتاز۔ پہر چند روز کے بعد والا جاہی زمانہ مین دیوانخانہ کا داروغہ ہوا۔ اور بہادری کے خطاب سے سرفراز۔ حیدر آباد دکن مین بطریق سیر آیا ہے۔ صاحب دیوان ہے دیوان مختصر ہے اسمین چند قصائد و غزلین ہین۔ آخر ۱۲۱۱ہجری مین سخن گوئی سے خاموش ہوا یعنی فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

بدل خارے زعشق گلعذار کردہ ام پیدا — ازین خواری بعالم اعتباری کردہ ام پیدا

اشک خونین زسرا پردۂ دل — میرسد موسم گلکاریہاست

در شب ہجر خیال رخ دوست — سرمۂ دیدۂ بیداریہاست

آسمان ہرگز دل اہل وفا را خوش نکرد — کار او در بیوفائی چون دل آزار من

ساقیا فصل گل آمد عشبن بستان خوش است — می کشانرا روی گل با نغمۂ مستان خوش است

حسرت دوریت از دیدۂ من خواب ربود — اینقدر رشد کہ بخمیازہ ہم آغوشم کرد

بلبل آنکہ ترا نغمہ سرا کرد مرا	در چمن قمری آن سرو قبا پوشم کرد
تا ز زار رخصت بیداد و بدہ اے طناز	کز دل سوختہ آہنگ میدن دارد
شکوہ از دست تو ہر جا نتوانم کرد	زاری من بسر کو تو دیدن دارد

سعدی

سعدی تخلص۔ شعراء دکن سے مشہور ہے۔ اُسکی زبان روز مرہ دکن سے آشنا۔ رکھنی لب لہجہ اُسکے کلام سے ظاہر ہے۔ اُسکا مرقد خاندیس میں برہانپور کے قریب جوار میں مشہور ہے۔ صاحب نکات الشعراء نے اُسکے دو تین اشعار لکھے ہیں۔ ان کے سوائے کوئی اور نہیں ملے۔ ہم بھی نکات الشعراء سے انہیں اشعار کو نقل کرتے ہیں۔ بعض تذکرہ نویسوں نے سعدی دکنی کو سعدی شیرازی لکھدیا۔ انہوں نے بڑی غلطی کی

من اشعارہ الہندی

ہمنا تمن کو دل دیا تم نے لیا ہور دکھ دیا	تم یہ کیا ہم وہ کیا ایسی بھلی یہ ریت ہے
دو نین کے گھر میں پھرن رو رو بجو دلکو پھرون	پیش سگ کوئے تو سرن پیا نیچا کو کہیت ہے
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ	در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

سید۔ سید علیخان

سید تخلص۔ سید علیخان نام۔ جواہر رقم خان خطاب۔ سید صحیح النسب ایرانی الاصل تھا فضائل و کمالات سے آراستہ انشا پردازی و نظم و نثر میں بلند پرواز تھا سخن سنجی و شعر گوئی میں نہایت ہی ہوشیار و چالاک تھا۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت سے خالی نہیں ہوتا تھا

خوش نویسی میں اُستاد تہا اکثر خطوط حُسن و خوبی کے ساتہہ لکہتا تہا ۔ عالمگیر ثانی کے زمانہ میں ولایت سے ہند میں وارد ہوا بادشاہ نے کتب خانہ کی داروغگی سے سرفراز فرمایا ۔ اکثر مضامین شاہی اسی بزرگ کے قلم سے لکہائے جاتے تہے ۔ بادشاہ نے خوشخطی کیوجہ جواہر رقم خان کے خطاب سے ممتاز فرمایا تہا ۔ اکثر اوقات بادشاہی مسوّدات کو بیضہ کرتا تہا سنہ ۶۸ ہجری میں فوت ہوا ۔ اورنگ آباد دکن میں دفن ہوا ۔ **من اشعارہ**

من آن مرغم کہ نومیدی ز بستن قفس دارم صفیری می کشم تا نعرہ دارای نفس دارم

سرخوش ۔ محمد علیم الزمان

سرخوش تخلص ۔ محمد علیم الزمان نام ۔ آپ مولوی شیخ وجیہ الزمان مرحوم کے خلف الصدق ہیں ۔ فارسی عربی میں مستعد طالب العلم ہیں تکمیل کی فکر کر رہے تہے کہ شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا تکمیل کتب کی فکر جاتی رہی ۔ بندش و تلاش معانی کی فکر کرنے لگے ۔ آپ امیر احمد امیر لکہنوی سے مشق کرتے رہے ۔ رفتہ رفتہ آپکا کلام پاکیزہ و شستہ ہونے لگا ۔ آپ جو کچہہ کہتے ہیں اُسمیں شستگی و پختگی نظر آتی ہے سنہ ۳۰۳ ہجری میں ہند سے حیدر آباد دکن میں وارد ہوئے تہے ۔ چند مدت تلاش معاش میں متردد رہے آخر عدالت مالگذاری میں صیغہ دار ہوگئے تہے ۔ چند مدت کے بعد عازم ملک بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

من اشعارہ الہندی

قضا ہی ہوگئی مقتل میں مضطرب سرخوش اگر نہ تہا تو ہمیں کچہہ اضطراب نہ تہا
ایک پہلو میں پری ایک وہ حور رہے ایک طرف نار رہے ایکطرف نور رہے

کہین گے دہر ہی مین صنم کو تلاش ہم	لین گے نہ جاکے کعبہ مین احسان خلیل کا

سخی - میر خیرات علیخان حیدر آبادی

سخی تخلص - میر خیرات علیخان نام - آپ میر امیر علیخان حیدر آبادی کے فرزند ہین آپکے بزرگ امراء حیدر آباد سے ہین - نواب روشن الدولہ بہادر مغفور نے آپکو اپنا متبنّی کیا تہا - آپ حضور بندگان عالی کے منصبدارون مین شریک ہین تہوڑی ماہوار با بجتاج پاتے ہین - فارغ البال و خوش حال ہین - آپکی عمر پچاس برس کی ہوگی مرزا مستقیم بیگ منتہی کے شعر گوئی مین شاگرد ہین - خوش مزاج و خوش کلام ہین -

من اشعارہ الہندی

رہے چمن مین نہ بلبل کا نام تک باقی	دیا ہے حکم یہ گلچین نے باغبانون کو
یہہ آہ وہ ہے رکے گی کبہی روکے سے	یہہ تیر وہ ہے کہ توڑے گا آسمانون کو
اب آرزوئے رہائی نہین ہے ہی صیاد	قفس مین بہول گئے اپنے آشیانون کو
اگر وصال نہین تو خط و پیام سہی	برائے صبر دل بیقرار کچہہ تو ہو
مجہے ہے فکر سخن اسلئے سخی دل سے	جہان مین بعد فنا یادگار کچہہ تو ہو

سامی - سید عبد القادر اورنگ آبادی

سامی تخلص - شاہ غلام قادر نام ہے - اورنگ آباد وطن ہے - سادات صحیح النسب سے تہے - آپ کے جد بزرگوار سید فیض اللہ المخاطب بسید ہدایت اللہ خان شاہ جہان کے عہد مین جلیل القدر خدمات پر مامور تہے - اور عالمگیری زمانہ مین آخر عمر مین

اورنگ آباد دکن مین بادشاہی لشکر کے ہمرکاب آئے ۔ محمد اعظم شاہ کی سرکار مین کتب خانہ و جواہر خانہ و خوشبو خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے ۔ آپکے والد ماجد بہی اعظم شاہ کے بعد نوکری چہوڑکر فقیر ہوگئے ۔ نواب مغفرت مآب کے زمانہ مین نہصدی منصب پر سرفراز ہوے آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی ۔ ابہی آپ آغوش مادر مین تہے کہ والد بزرگوار نے رحلت کی ۔ آپکا نشو و نما جد بزرگوار کے سایۂ محبت مین ہوا ۔ اور آپنے بقدر ضرورت تربیت و تعلیم بہی پائی ۔ پہر جد بزرگوار بہی بہشت برین کو روانہ ہوئے ۔ آپ عالم تنہائی مین بیکسی و افسوس و حسرت کے سوائے کوئی یار و غمگسار نہ تہا ۔ خانہ داری و خاندان پرورینکا بار آپکے سر پڑا ۔ بامر مجبوری سر پر لیا جسقدر آفتین اور مصیبتین پیش آئین سہتے رہے زمانہ کی گردشون کو جہیلتے رہے ۔ مگر باوجود ان مصائب و تکالیف آپکو علم کی تحصیل کا شوق تہا ۔ دلمین ولولہ و جوش تہا ۔ ہونہار تہے ۔ جب گہر کے اہتمام سے فرصت ملتی تب علما کی مجلس مین جاتے جہانتک ہوسکتا استفادہ حاصل کرتے ۔ اسیطرح ایک زمانہ تک ملازمت کرتے رہے ۔ رفتہ رفتہ تحصیل کتب سے فارغ ہوکر علما کے سلسلہ مین داخل ہوے سرکاری منصب دار تہے گذراوقات کے لئے کافی ماہوار پاتے تہے ۔ زیادہ کی ہوس نہین کی ۔ قناعت گزین ہوئے ۔ ماحصل پر شاکر و صابر رہے ۔ موزون الطبع تہے جولانی طبیعت سے شعرگوئی کے میدان مین پیش قدمی کی اس میدان مین ایسی چستی و چالاکی سے قدم ڈالے کہ متقدمین سے کئی قدم آگے بڑہ گئے ۔ اور شاعری کو ایسی زیب و زینت دی کہ ہر ایک مجلس مین آپکی شاعری جلوہ افروز تہی ۔ اور آپکے کلام کے چرچے گہر گہر ہونے لگے ۔ نقادان سخن غور و فکر سے پرہنے لگے ۔ سب نے آپکو کہرا پایا ۔ آپکی لیاقت و استعداد کو مان لیا ۔ موجودہ شعرا مین ایسی شہرت پائی کہ استادی کے درجہ کو

اخلاق و عادات

پہنچے۔ اکثر طلبہ آپکی شاگردی کے سلسلہ مین آئے اور درجہ کمال کو پائے۔
آپ شاعر پرگو خوش مزاج ظریف الطبع سلیم الوضع تھے۔ صاحب خلق خندان جبین
شگفتہ رو تھے۔ صلح کل صاحب توکل مستغنی از چیز نا بکل تھے۔ درویش دوست
غریب آشنا حق شناس حق نما تھے۔ آپکو قادریہ طریقہ مین بیعت و اجازت حاصل تھی
پیری مریدی کا طریقہ جاری تہا۔ آپ بافیض تھے۔ خلائق آپکی فیض نعمت سے فیضیاب
ہوتی تہی۔ ایک جہان آپکے چشمہ فیض سے سیراب ہوتی تہی۔ آپکی خانقاہ کیا امیر فقیر کیا
شاہ و گدا سب کا مرجع تہی۔ حصول آرب مقاصد کا مجمع تھے۔ آپ صوفی باصفا تھے
راضی برضا تھے۔ جامع کرامات و حاوی خرق عادات تھے۔ عاشق رسول اللہ صلعم
شائق فنا فی اللہ تھے۔ اہل بیت و اہل اللہ کے مداح تھے۔ خدا کی راہ مین جان نثار اور
اسکی محبت و عشق مین زار و نزار تھے۔ آپکی ہمدردی و رفاہ عام کا عام مین نام تہا۔
خلائق کی حاجت روائی آپکا کام تہا۔ اکثر شہر کے عماید و امرا آپکے مرید و معتقد تھے
جو کچھ آپکی نذر مین آتا تہا سب فقرا و غربا پر تقسیم ہو جاتا تہا۔ شہر مین آپکی خانقاہ
اور شاہ مسافر کا تکیہ مسافرون کی فرودگاہ تہی۔ دونون مقام مین مسافرون کو گھر سے
زیادہ آرام ملتا تہا۔ آپ مہمان نواز و غریب پرور تھے۔ مہمان کی دلداری و غمخواری
کرتے تھے۔ جو مسافر طالب دنیا ہوتا اسکی سعی سفارش کرکے لازم کراتے تھے۔ جو طالب
خدا ہوتا تہا اسکو ہدایت و ارشاد فرماتے تھے۔ نقل مشہور ہے کہ آپ ہمیشہ سفارش کرتے
تھے۔ اور یہی آپکی عادت مستمرہ تہی۔ ایک دن ایک امیر سے کسی مسافر غریب کی سفارش
کی امیر نے اس لحاظ سے کہ آپ آیندہ کسی کی سفارش نکرین عرض کیا کہ حضرت اسوقت
جسقدر سفارش کرنا ہو کیجئے۔ اور اقرار کیجئے کہ آیندہ کسیکے بارہ مین نہین کہون گا

اقرار مع الشرط ہونا چاہیئے۔ آپنے قبول کیا۔ اور یہ شرط ٹھہری کہ آئیندہ جب سفارش کرون تو مجکو شہر بدر کر دینا۔ امیر بھی راضی ہوا۔ دس پانچ جو مسافر تھے اُن کی سفارش کی۔ وہ سب آپکی بدولت نوکر ہو گئے۔ پھر چند روز تک خاموش رہے۔ اسی عرصہ مین چند بزرگ آپکی خدمت مین آئے اور گذارش کی کہ حضرت ہمارے لئے کچھ تدبیر کیجئے۔ خدا و رسول کے لئے سفارش کیجئے ہم غریبونکا کام آپکی عنایت سے حاصل ہوگا۔ آپنے فرمایا اچھا چلو۔ سب کو ساتھ لئے اپنا بستر و بدہنا بھی باندہ لئے۔ امیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ مین اپنے اقرار پر قائم ہون مجھے اُس سے انکار نہین۔ ان غریبون کا نام تنخواہ مین شریک فرما لیجئے اور فقیر کو رخصت کیجئے۔ فقیر سفر کے لئے مستعد و تیار ہے۔ بستر و بدہنا دکہا دیا۔ امیر فقیر ہو کر پڑا۔ اول سے زیادہ معتقد ہوا۔ اور فرمایا۔ آپ یہین رہیئے۔ آج سے آپکو اجازت عام ہے ہر کس و ناکس کی سفارش کرتے رہیئے۔ واہ رے امیر واقعی یسے فقیر دونون آفرین کے لائق ہین۔ اکثر عوام الناس ایسے موقع و محل مین کہتے ہین کہ اولکا زمانہ متبرک تھا۔ اور اہل زمانہ بھی بزرگ تھے۔ عوام کا یہہ قول غلط خیال ہے کیونکہ زمانہ ایک ہی ہے مگر نیکی و بدی سے بلحاظ اہل زمانہ موصوف ہوتا ہے۔ زمانہ ٹھیک و درست ہے۔ اہل زمانہ بھی اچھے ہین ہان اتنا فرق ہے اُسوقت کے لوگ نہایت عمدہ و درست تھے۔ اکثر کیا علما و کیا مشائخ نیک طینت ہوتے تھے۔ اب بھی کمتر مرد نیکو و خوشخو ہین۔ آجکل امرا مین بہ نسبت فقرا ملائکہ خصائل زیادہ نکلین گے۔ ہم اس موقع پر جو ایک واقعہ ہمارے وزیر با تدبیر امیر الامرا نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ مدار المہام سرکار عالی کے پاس گذرا۔ وہ بیان کرتے ہین تہوڑے دن گذرے کہ حیدر آباد مین مشہور ہوا کہ وزارت بدلتی ہے کوئی دوسرا وزیر مقرر ہونا ہے اس ہوائی خبر سے عام کے دلون مین تردد واقع ہوا۔ شہر کے کسی امیر نے کہ نام اُنکا ظاہر کرنا مناسب

بچون کی منصب کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین پیش کی۔ اور نواب صاحب سے کہا کہ
آپ جلد منظور کیجیے۔ نواب صاحب نے درخواست رکھ لی۔ پھر صاحب درخواست نے
عرض کی۔ آپنے کہا اچھا پھر عرض کی نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کیجیے مین کرونگا
آخر بمصداق صاحب الغرض مجنون پھر عرض کیا جلدی نکرون تو کیا کرون نہین معلوم
کل کیا ہوتا ہے شاید آپ نہ ہین۔ نواب صاحب خاموش ہوئے۔ اُس امیر کو کچھ جواب نہین دیا
جو کچھ کام تھا پورا کردیا۔ دیکھئے نواب صاحب کا کیا حلم و کیا رحم ہے کہ کچھ نہین کہا اور
اُس غریب کا کام کردیا۔ فی زماننا بھی ہمارے شہر مین اسی طرح کے بہت سے امرائے قدیم
موجود ہین جنکا خمیر ہمدردی غربا و فقرا ہے فقیر مولف نے ہر ایک کے حالات عادات محبوب المحسنین
تذکرہ امرا و روسائے دکن مین لکھے ہین۔ ابھی یہہ تذکرہ طبع نہین ہوا ہے تذکرہ ہذا کے بعد
طبع ہوگا۔ چمنستان شعرا مین مرقوم ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۱۱۹۶ ہجری مین واقع ہوئی
اور نانک آباد مین مدفون ہوئے۔ آپ صاحب دیوان تھے۔ اور آپ نے ایک قصہ سرو شمشاد
کے بیان مین لکھا۔ اسکے اشعار چند ہزار تھے۔ اب وہ قصہ نادر الوجود ہے۔ پھر از سر نو
کیا وہ بھی نہین اُسکو تیار فرمایا۔ ہم اُسمین سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرین گے
آپ صاحب التالیف و التصنیف تھے آپنے ایک سرو شمشاد کا قصہ لکھا۔ مثنوی کی
طرز پر تھا۔ کئی ہزار اسکے اشعار تھے۔ ایکوقت سوء اتفاق سے قصہ مفقود ہوگیا۔
آپ کو اُسکے تلف ہونیکا بہت رنج ہوا۔ پھر آپنے سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین از سر نو قصہ کو تصنیف
فرمایا۔ آپکا کلام نہایت رنگین ہے۔ ایہام و تکلف سے پاک و صاف ہے استعارہ و کنایہ سے
مملو ہے۔ الفاظ شستہ با معانی برجستہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب دیا ہے
مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے۔ اسیطرح آپکا دیوان بھی مضامین شیرین و معانی رنگین کا

چشمہ ہے۔ غزلہائے نمکین و کتبہائے دلنشین و مخمسات و مستزاد و رباعیات و قطعات و قصائد لائق تحسین و آفرین کا کشکول ہے۔ آپکے اکثر قصائد خدا اور رسول صلعم و اہل اللہ کے فضائل و مدایح مین ہین۔ چمنستان شعرا مین شفیق اورنگ آبادی لکھتے ہین کہ دکن مین اکثر اہل دکن آپکے معتقدین تھے۔ آپ اورنگ آباد و حیدرآباد و بیدر و ارکاٹ و سور و کوکن و برار مین دورہ فرماتے تھے۔ اور فقیر سے محبت دلی رکھتے ہین۔ فیما بین مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ باہم جاری ہے۔ فی الحال یعنی ۱۱۷۵ ہجری اورنگ آباد مین رونق افزا ہین۔ مین اکثر اوقات آپکی خدمت مین آمد و رفت کرتا ہون۔ اور آپ بھی کبھی کبھی میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے ہین۔ انتہی کلامہ

آپ پاکیزہ رو و پاکیزہ دل تھے۔ روشن ضمیر و دستگیر تھے۔ اعانت و ہمدردی مین قصور نہین فرماتے تھے۔ آپکی عنایت بادشاہ و فقیر پر مساوی تھی۔ ہندو و مسلمان سے موافق تھے۔ صلح کل کا طریقہ مرغوب تھا۔ ہر ایک کو خوش رکھنا مطلوب تھا۔ دلجوئی و دلداری آپکا کام تھا۔ دکن کے ہر کوچہ و بازار مین آپکا نام مشہور و معروف ہے۔

گزارش فقیر مولف

مین ناظرین کی خدمت مین نہایت افسوس کے ساتھہ گزارش کرتا ہون کہ آپ کا دیوان و قصہ مہر و شمشاد میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تھا۔ میرا کتبخانہ ۱۳۲۶ ہجری مین موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگیا۔ صاحب ترجمہ کا دیوان و قصہ مہر و شمشاد بھی کتبخانہ کے ساتھہ تہ آب و تلف ہوگئے۔ چونکہ مین نے آپکی سوانح عمری کے خاتمہ پر آپکے اشعار انتخابی نہین لکھے تھے۔ اسوقت اشعار کی بابت

بہت کچھہ پریشان ہوکے کتبخانہ آصفیہ و کتبخانہ مختاریہ مین دیوان و قصہ کو تلاش کیا۔ نہین پایا۔ بامر لاچاری اشعار کے لکھنے سے معذور رہا۔ لیکن دیوان و قصہ کی تلاش مین ہمہ تن مصروف ہون۔ اگر ملجائین گے تو اسمین سے آپکے نتائج طبع کو ضمیمہ مین لکھدون گا۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔

سالک۔ مرزا قربان علی بیگ

سالک تخلص۔ مرزا قربان علی بیگ نام۔ آپ نواب مرزا عالم بیگ کے خلف الصدق ہین۔ آپ مولداً حیدرآبادی مسکناً دہلوی تھے۔ لیکن آپکی تربیت و تعلیم دہلی مین ہوئی۔ تعلیم و تربیت سے فارغ ہونیکے بعد مہاراجہ الور کی ریاست مین خدمت وکالت پر متقرر تھے۔ چند مدت کے بعد الور سے قطع تعلق کرکے حیدرآباد دکن مین آئے صیغہ تعلیمات مین سررشتہ داری کی خدمت پر متعین ہوئے۔

آپکو اولاً تلمذ مومن خان دہلوی کی خدمت مین تھا۔ ثانیاً مرزا غالب کی خدمت مین مستفید ہوئے۔ ابتدا مین بمناسبت نام قربان تخلص کرتے تھے۔ آخر مرزا کی شاگردی مین سالک تخلص اختیار کیا۔ ذکی الطبع و سخن سنج و سخن فہم تھے۔ خوش مزاج و شگفتہ جبین شعر و شاعری کے فنون سے ماہر و محاورات فارسی و ہندی سے واقف۔ فلسفی مشرب۔ ہمدردی و بہتری قوم کے خواہان ہوتے تھے۔ مخزن الفوائد نام کا ایک رسالہ حیدرآباد مین شایع کیا۔ اسمین اکثر مضامین مفید چھپتے تھے۔ اصل مین رسالہ کے موجد و سرپرست مخدومی جناب مولوی سید حسین صاحب المخاطب بہ نواب عماد الملک بہادر ناظم تعلیمات سابق تھے۔ اور ہمارے سالک صاحب جنکو

اس کے طبع و ترتیب کا اہتمام کرتے تھے۔ رسالہ میں اکثر مضامین مفیدہ مطبوع ہوتے تھے۔ اگر وہ رسالہ اب تک جاری رہتا تو ایک عمدہ ذخیرہ تاریخی ہو جاتا افسوس ہماری مصلحین قوم نے اسکے بقا کا لحاظ نہیں کیا حیدرآباد مین ہر ایک چیز کے ایجاد کرتے وقت نہایت جوش کے ساتھہ اہتمام ہوتا ہے لیکن آخر چند ہی روز مین اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فقیر مولف کو بجز اسبات کے کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی ہے۔ موجدین کی غرض ایجاد سے نمائش ہوتی ہے۔ اگر واقع مین نمائش ہے تو اسکا وجود و عدم مساوی ہے ہان موجد کی کسیقدر نمائش و شہرت تو ہو جاتی ہے واقعی ہمدردی جوانمردی وہ ہے جس کام کی ابتدا کرین اسکو خوبی کے ساتھہ درجہ کمال کو پہنچائین۔ تاکہ قوم کے خاص عام اس سے مستفید ہو جائین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہے۔ آپکی رحلت سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکی عمر تخمینا ساٹھہ ہفسٹھہ برس کی تھی۔ باوجود ضعیفی مزاج مین چستی و چالاکی تھی۔ جس کام کا ارادہ فرماتے تھے اسکو پورا کرتے تھے۔ خوش خلاق و بامروت ہر ایک سے خندہ پیشانی و شگفتہ روئی کے ساتھہ ملتے تھے۔ خاص حیدرآباد مین آپکے اکثر تلامذہ موجود ہین۔ آپکا ایک فرزند محمد مرزا متخلص بہ عابد وظیفہ خوار سرکار عالی نظام موجود ہے۔

من اشعارہ الہندی

بتون کی بزم کہ کوئی نہین جہان اپنا	خدا کو کرکے چلا تا ہون نگاہبان اپنا
تم غیر کے ہوئے تو رہا کیا جہان مین	گویا ہمارے واسطے کچھہ بھی بنا تھا
رہے آشنائی فقط نام کی	وہ نام آشنائی زبان رہگیا

میرا ہوا آشیانہ اور آ دہا جلا ہوا ولہ بجہہ ہی گئی تہی آگ تو بجلی کو کیا ہوا

مین نکلتا تری محفل سے اکیلا اے کاش ولہ غم یہہ ہے ساتہہ میرے غیر کا ارمان نکلا

سالک جو کوئی عشق مین مجکو برا کہے ولہ تکتا ہون منہ کو اور یہہ کہتا ہون ہان درست

مایوس نا امید ہین کیا مدعا سے ہم ولہ کہتے ہین اور کہتے ہین کس التجا سے ہم

کاش اے سپہر تجہہ سے ہی کہتے تو سہل تہین وہ خواہشین کہ کہتے ہین اہل وفا سے ہم

فرط نشاط وصل سے ہے ذکر غم شبہا مین ذکر غم فراق ہے چہیڑین بلا سے ہم

تیرے کوچہ کی مجہپر راہ ہے تنگ ولہ کہ آتا ہے نگاہ پاسبان مین

طالب وصل پہ کہتے ہو کہ تکرار نہین ولہ خوش ہون ان دو لفظون مین اثبات ہی انکار نہین

شکر کیجے مگر افسردہ سے ہو کر کیجے ولہ تا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہین

لاغری سے نظر آتا کہین نخچیر نہین ولہ تیر بہکے تو کمان دار کی تقصیر نہین

اعتبار نگہ ناز ہے کیا کیا اون کو قتل کو آتے ہین اور ہاتہہ مین شمشیر نہین

وہ دشمن دوست ہو یا آسمان ہو ولہ اجل تنگ ہی کوئی مہربان ہو

شکر کیجے کہ نہین تاب نکلے تجہکو ولہ ورنہ اسطرح ہی جو چاہو کہو تم مجہکو

اسکو دیکہو کہ وہ ہے مجہسے سوا گر دشمن آسمان سنکے ستانا نہ کہین تم مجہکو

کوئی تو بات ہنسی کی نکلے خندۂ صبح قیامت ہی سہی

جان ہی دیکے عشق مین تازی خبر آگیا کچہہ لیا دیا آ کے

ہون مین وہ صید کہ رہ پاکے دہمپا دے مجہے ہون مین وہ کشتہ کہ پہنا دی ہری جلاد مجہے

آمادہ ستم فلک و یار کینہ جو
پیغام موت کا مجہے اب جابجا سے ہے

گجرات احمد آباد سے اورنگ آباد مین آیا۔ اور یہان متوطن ہوا۔ آخر دوم تاریخ جمادی الاولی روز جمعہ قبل مغرب سنہ ۱۲۷۶ ہجری مین فوت ہوا۔ بروز شنبہ قریب مسجد و خانقاہ مین جو آپکی تعمیر کی ہوئی ہے دفن ہوئے۔ چنانچہ مولف تذکرہ نے مرحوم کی تاریخ کہی ھو ھذہ

سیدی حضرت غلام حسن — درشہود الہ مستغرق
بست رخت سفر ازین عالم — داد بزم بہشت را رونق
وقت تحریر خط بجر دو کلان — بر سرنامہ می نوشت سہر حق
زین سبب سال او شفیق نوشت — عاشق حق بحق شدہ ملحق

من اشعارہ الفارسی

نثار پرواز و ماتم شب کہ سیراب بود — باد بان کشتی می چادر مہتاب بود
گردش چشم تو از بس بفکرم گردہ است — پنبہ بالین خواب چشم سیماب بود
نمی دانم کجا این بادہ آمد در آغوشم — کہ چون ہالہ سراپا حلقہ می گردد بر دو دوشم
کمان ابروی تو رنگین ادائے تا بہ برآید — تمنا جوش یا چون قوس قزح یا عالم آغوشم
بسکہ یاد قدش بیرون شتابی کردہ ام — مصرع سرو گلشن شعر خالی کردہ ام
پیش ازین بود صفا و تازگی بر حسن — شب ببیت پایش نقش قالی کردہ ام
ست شکر ہر دو بالا نشہ جام لبت — بودہ ام از بوسہ کہ پا اعتدالی کردہ ام
است بیا آرام جان جائے ترا مانند خواب — با وجود مردم نہ دیدہ خالی کردہ ام
خوردہ ام سالک فریب عشوہ و رفتار و وصل — سخت کار عشق بود ہم خورد سالی کردہ ام
است لالہ زار از گل داغ تو سینہا — رنگین پر از بہار رہ صفت سفینہا

یکرنگی تو ناشدہ برق دوئی گداز / نگرفتہ رنگ عکس شخص آبگینہ‌ہا

سپہری نظام شاہ بجری

تذکرہ مجمع الفصحا مین لکھا۔ نظام شاہ نام۔ سپہری تخلص۔ منہ

خالت خلیل چہرہ گلستان آتش است / خطت بیا ہے کہ بداماں آتش ست
پیش رخ تو دیدہ سپہرے بہم نزد / آتش پرست ہین کہ حیران آتش است

باب الشین معجمہ

شوریدہ۔ شیخ سلطان الدین برہانپوری

شوریدہ تخلص شیخ سلطان الدین نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ صاحب لیاقت و ذی استعداد تہا۔ خوشنویسی مین استاد خط نستعلیق نہایت ہی خوش لکہتا تہا۔ شعر گوئی و شعر فہمی مین مشہور تہا۔ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین برہانپور سے اورنگ آباد مین آیا۔ چند مدت رہکر پہر وطن مالوفہ کو واپس گیا۔ لچھمی نرائن وغیرہ شعرا کا معاصر تہا اولاً سلطان تخلص کرتا تہا۔ پہر شہیر قرار دیا تہا آخر لچھمی نرائن اورنگ آبادی کے کہنے سے شوریدہ اختیار کیا۔ سنہ ۱۱۹۵ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

تذکرہ خزان و بہار کے مولف نے لکہا کہ آپکی مزاج مین ہمدردی قوم مرکوز تہی۔ اکثر کتب احادیث و صحائف لکہکے مساجد و خوانق مین وقف کرکے رکہتے تہے۔ اور علما و طلبا کی خدمت کو فرض سمجہتے تہے۔ مہمان نوازی مین مشہور تہے۔ نقل ہے کہ ایکروز آپکے گہر ایک مہمان آیا۔ آپنے اسکی مہمان داری کا اہتمام کیا۔ مہمان ایک رات نماز مغرب کے بعد بغیر اطلاع کسی دوست کے ملنے کو گیا۔ دوست نے خاطر داری و مدارات کی

تمام رات دوست کے گھر پر بسر کیا۔ حضرت شوریدہ صاحب ترجمہ حسب عادت عشا کے بعد دسترخوان بچہا کے کہانے کے خوان چُنے ہوئے مہمان کے انتظار مین بیٹھے۔ اور گھر کے تمام متعلقین بہی حضرت کے ساتھ تھے۔ اکثر بہوکے پیاسے سو گئے۔ تمام رات گذر گئی۔ صبح مہمان آیا۔ آپنے کشادہ روئی سے فرمایا۔ آپ شب کہان تھے ہم تمام آپکے انتظار مین دسترخوان بچہائے ہوئے رہے مہمان آپکے قدمون پر گر پڑا اور معافی چاہی حضرت مسکرائے۔ اور مہمان کی تالیف قلوب کرکے فرمایا پروا نہین۔ بزرگان سلف کی تہذیب و ساعدت آفرین ہزار آفرین کے لائق ہے۔ ہمکو سلف کے اخلاق و عادات سے سبق لینا چاہیئے۔ فی زماننا اس قسم کے خلاق و عادات عنقا صفت ہین۔ خدا تعالے ہمکو نیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کی پیروی کرین

من اشعارہ الہندی

یک رنگ مین کئی رنگ بتاتا ہے رنگیلا ہر طرح من کی طرح دکھاتا ہے رنگیلا

تجھ زلف کے دیکھے ستی سنبل کو گیا بھول مین خودی سے بیخود ہوا اپس اکو گیا بھول

رنگین ادا سے جب تو گیا باغ مین سجن ہر نقش پا زمین پہ بنتے گل کے دستے تھے

چشم دریا سے کیون نہووے طوفانی اشک باران ہنوز جاری ہے

شورش۔ مرزا محمد منعم ندرباری

شورش تخلص۔ مرزا محمد منعم نام۔ آپ بدخشانی الاصل ہین۔ مرزا محمد اکبر طپش کے برادرزادہ ہین۔ حضرت شاہ یٰسین صاحب ندرباری قادری کے مرید و متبنٰی تھے۔ زندگی مجردانہ بسر کرتے رہے دنیا و مافیہا سے کچھہ تعلق نہین رکھتے تھے مزاج مین

عجز و انکساری تہی۔ علم موسیقی مین خوب ماہر تہے۔ اس فن مین متقدمین سلف سے بڑہ گئے تہے۔ سنجیدہ طبع و پسندیدہ فکر شعرگوئی پر فریفتہ عم بزرگوار طپش سے مشق کرتے تہے۔ چند ہی روز مین اُستاد سے ایسے بڑہ گئے کہ آخر طپش اپنا کلام شورش کو دکہلاتے تہے۔ آپ راست کردار و وضعدار تہے۔ سن شعور سے تا مرگ لباس سرمئی زیب بدن فرماتے رہے۔ کبہی دوسرے قسم کے لباس کی خواہش نہین کی۔ آپکا کلام نادر الوجود ہے اُسکی وجہہ یہہ ہے کہ آپ جو کچہہ کہتے تہے۔ اُن سب اشعار کو چراغ کی نذر کر دیتے تہے۔ طپش نے جو چند اشعار مخفی رکہہ لئے تہے وہی ہے۔ باقی کا پتا نہین ملا۔ اکثر تذکرون مین یہی چند شعر دائر و سائر مین۔ ہم بہی تذکرون سے نقل کرتے ہین۔ آخر آپ سنہ ۱۲۰۶ ہجری مین فوت ہوئے۔ تجہی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکہی

سن شاعر خوب مرزا منعم	سمت جنت کے جب گیا ہمدم
دل نے تاریخ کو کہا مجھ سے	مر گیا آہ شورش ہمدم

۱۲۰۶ھ

من اشعارہ الہندی

ہمارے پاس یہہ آیا نہ آیا	بہروسہ کیا ہے جی آیا نہ آیا
جب ستی بہرا ہے بین جامہ اجلا و سبز	تب سے پایا گلشنون مین سرو نے ایجاد سبز

شرافت۔ سید شریف الدینخان اورنگ آبادی

شرافت تخلص۔ سید شریف الدینخان نام۔ آپ کے جد سادات موسویہ نیشاپور سے ہین۔ آپکے اجداد مین سے ایک بزرگ ہند مین آئے۔ قصبہ کنتور ملک اودہ مین متوطن ہوئے۔ قاضی محمود کنتوری خلیفہ شاہ بدیع الدین مدار آپکے

اجداد مین تھے۔ آپ کشش آب و دانہ اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے۔ عالم فاضل و ادیب کامل تھے۔ شہر کی خدمت احتساب پر مقرر ہوئے۔ اور حضرت شاہ نظام الدین بکرامی جو دکن کے مشاہیر مشائخ سے تھے۔ اُن کی دختر نیک اختر سے شادی کی۔ اور اس شہر کو اپنا وطن قرار دیا۔ نہایت خوشی و خرمی سے رہنے لگے۔ سرکاری خدمت احتساب کا انتظام عمدہ طرح سے مدت تک کرتے رہے۔ شہر کے مشائخ و امرا آپ سے نہایت ہی رضامند و شکر گزار تھے۔ آپ شریف النفس و کریم الطبع تھے۔ حسن اتفاق مین بےمثل۔ مروت و سخاوت مین بےبدل تھے۔ فقرا دوست و غربا پرور تھے۔ شعر فہمی و انشاپردازی مین یگانہ۔ کبھی کبھی شعر بھی موزون فرماتے تھے۔ ایک کتاب غوث الصمدانی محبوب سبحانی کے مناقب مین لکھی۔ آپ ۱۱۷۵ھ ہجری مین زندہ تھے۔ قریب سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری بہشت برین کو روانہ ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

مین روتا ہی رہا غم نے کیا جاری رواج اپنا
بگولے کو نہین ہے سربلندی خاک بن کر
ہوگئی آنے سے تیری لگی میخانہ مین دھوم
وصل مین بھی نہین ہے ہرگز چین بیتابو نکو نین
ایک تیرے جلوہ حسن آراستی

کہ ہے مدنظر ہر کسکو آخر کام کاج اپنا
سر پر سلطنت کیا چاہیے ہم خاکسارون کو
چشم مین مچتی ہے جیسی کیف کے آئین دھوم
عشق نے ڈالا ہے دیکھو شمع پروانہ مین دھوم
شور کعبہ مین پڑا ہے اور بتخانہ مین دھوم

شہید۔ ملا باقر

شہید تخلص۔ ملا باقر نام۔ بقول مولف گل رعنا آپ طہرانی الاصل قوم ترک سے تھے

وبقول مولف گل عجائب صفہانی الاصل آپکے جد بزرگوار طہران یا اصفہان سے ہندمین وارد ہوکر احمدآباد گجرات مین متوطن ہوئے۔ شہید کی ولادت احمدآباد مین ہوی۔ عالم شباب مین ضروری لیاقت و استعداد حاصل کرنیکے بعد نوکری اختیار کی چندمدت تک سلسلہ ملازمت مین رہا آخر نوکری ترک کرکے شہر اورنگ آباد مین آیا اور گوشہ نشینی اختیار کی چند روز کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اورنگ آباد سے روانہ ہوا۔ اسی سفر مین بندر ٹھٹھہ سندہ مین شیخ محمد علی حزین سے ملا شعرگوئی مین شیخ سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت وحج سے فارغ ہوکر اورنگ آباد مین واپس آیا بدستور خانہ نشین رہا۔ گھر سے کبھی باہر نہین آتا تھا۔

صاحب مردم دیدہ لکھتے ہین فی الواقع مین نے اسکو فقیر پایا۔ ہرچند کہ شیخ محمد علی حزین سے طرز درویشی اختیار کیا تھا۔ لیکن شیخ سے کچھ نسبت نہین رکھتا ہے۔ بزرگ ساختہ نظر آیا۔ عندالملاقات بہت سے اشعار سنائے۔ اور اکثر ایام مین مین اُن کی خدمت مین صرف ایک ساعت بیٹھکر رخصت ہوا۔ انتہی کلامہ۔

لچھمی نرائن گلزار رعنا مین لکھتے ہین کہ شہید سخن مین شیخ علی حزین کا شاگرد تھا۔ اور طریقہ سلوک شیخ سے اخذ کیا۔ چنانچہ ایک غزل مین کہتا ہے ؎

درسخن حزین سوختہ — آب رنگ معنی تصویرہاست

خط نسخ خوب لکھتا تھا۔ اور اورنگ آباد مین خانہ نشین تھا کبھی گھر سے نہین نکلتا تھا۔ آزاد بلگرامی سے محبت کرتا تھا۔ آزاد شاہ محمود کے تکیہ مین رہتے تھے۔ اسوقت شہید نے ایک قطعہ لکھا۔ سر قطعہ یہہ بیت تھی ؎

اے صبا بہر خدا کن گوش فریاد مرا — یعنی از من بندگی گو سرو آزاد مرا

بعد ازان زمانہ دراز گذرا کہ اتفاق ملاقات ہوا۔ پہر بہ بیت آزاد کی خدمت مین بہیجی

ے میان اہل سخن سد آمد و رفت ست ۔ مگر سخن برود پہر باز دید سخن

پہر جناب آزاد شہید کے پاس گئے اور ملے اور باہم خوش ہوئے۔ اور مین بہی ایکوقت

شہید کی ملازمت سے مشرف ہوا انتہی کلامہ

شہید سخنور صاحبدل و درویش کامل تہا۔ تارک الدنیا۔ طالب فقر و فنا تہا۔ خوش گفتار و خوش کردار تہا۔ آخر ۱۱ تاریخ رجب ۱۱۷۸ ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوا۔ اپنے مکان کے صحن مین دفن کیا گیا۔ جناب آزاد بلگرامی نے تاریخ رحلت کہی ہے

ے کرد رحلت مقیم گوشہ فقر ۔ تیز در فن شاعری ماہر

گفت تاریخ فوت او آزاد ۔ گشت نابود مولوی باقر

شہید مغفور صاحب دیوان ہے۔ دیوان ضخیم ہے۔ لچہمی نرائن گل رعنا مین لکہتے ہین کہ آپکے اکثر اشعار اصلاح طلب تہے۔ جناب آزاد نے درست کئے۔ لیکن فقیر مولف نے طوالت کی وجہ سے اشعار اصلاح شدہ و اصلاح طلب کو قلم انداز کیا۔ اگرچہ مولف گل رعنا نے تمثیلاً چند اشعار اصلاح طلب و اصلاح شدہ بہی نقل کئے۔ انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الفارسی

الہی استقامت در شہادت دہ دل ما را		ہمیشہ سرخرو از خون ناکن قاتل ما را
جز صبا نیست درین گلشن ایجاد شہید	ولہ	کہ بیا بہ نفسے بہر ہوا خواہی ما
مرا صحبت مدام آن نرگس بیمار می بخشد	ولہ	چو مژگان برنگردانم زبیمار شفا خود را
سرنگین اگر دم نمی بیند بجز من		مگر گرچہ می بندم بپایش چون حنا خود را
ندارم بہتر از تسبیح دست آویز محشر		بصد رہ میرسانم تا شہید کربلا خود را

ای ماه تابان یک شبی مهمان کن مرا　　چون هاله گردم گرد تو خویش قربان کن مرا

گوید شهید تو همین با ناله و آه حزین　　گر از شهیدان نیستم خاک شهیدان کن مرا

جان محبوس تن بس که تنگ است اینجا　　نمی توان گفت که در قید فرنگ است اینجا

وله

از تو تا دور کرده اند مرا　　زنده در گور کرده اند مرا

با دل سرد گرم می سوزم　　شمع کافور کرده اند مرا

من کجا شوکت سلیمان کو　　کمتر از مور کرده اند مرا

وله

جدا ز آتش لعل تو شد کباب شراب　　بیا که چشم پر آه است از حباب شراب

خم سپهر تهی نیست از می حسرت　　هنوز می چکد از چشم آفتاب شراب

وله

شهید راه رهگذر یار نازک است　　آهسته پا گذار سر راه نازک است

دارم دلی که خود بخود آزرده می شود　　مانند طبع یار چه بسیار نازک است

پژمرده می شود ز نسیم سخن شهید　　از گل زیاده لعل لب یار نازک است

وله

کار دنیا همه ناساخته می باید رفت　　همچو اشک از نظر انداخته می باید رفت

حسرتی بدتر از این باز چه خواهد بودن　　که ره کوی تو نشناخته می باید رفت

وله

هستی و بخت مرا کاکل فتنا توام ریخت　　لب یار رسید چشم سیاهی باقیست

نه اشک بر رخ و نه آه در جگر باقیست　　شاد است زاد سفر آخر و سفر باقیست

وله

بیهوده بسته بر سر خود عمر با ندم　　کاری ز من نیامد و ستم ز کار ماند

وله

در خیالش رفته ام از خود خبردارش کنید　　بخت من عمریست تا خوابیده بیدارش کنید

وله

از شکست دل صدا بیرون نیاید جز خدا　　تا بود ممکن ز خود هرگز دلی را نشکند

وله

حاصل زندگانیم نیست بجز انفعال　　همچو حباب میروم کیسه تهی و چشم تر

دیوانی تہی۔ آپ کو تالیف کا شوق تہا۔ آپ کی تالیف سے ایک کتاب مسمی عشرت کدہ آفاق ہے آپنے کتاب مین اپنے خاندان و ملازمت کا حال لکہا ہے۔ اور چند حکایتین مختلف المضامین بطور پند و نصایح لکہے ہین۔ اور ہر ایک حکایت کے آخر ایک شعر لکہے ہین جس سے حکایت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب مطبوع ہو چکی ہے۔

فقیر مولف نے آپکے حالات کتاب مذکور و دیگر تذکرون و تواریخ سے لکہے ہین۔

آپکے دربار مین مشاہیر شعرا مندرجہ ذیل تہے

شیخ حفیظ دہلوی۔ مولوی ابو تراب مولوی محمد حسین۔ و مولوی غلام حسین۔ و ملا محمد فائض و حاجی محمد علی ساغر و میرزا محمد طاہر نتری۔ و حسین علیخان ایما۔ و حافظ تاج الدین مشتاق۔ و ذو الفقار علیخان صفا و میر عنایت علی و خواجہ ہمت علیخان ہمت و میرزا عابد بیگ خان ظہور۔ و غلام ضامن کرم۔ و میر مفتون و غیرہم تہے۔ گلزار معاصرین مین راجہ بالا پرشاد مخاطب بہ دہراج بن مہاراجہ نے اکثر شعرائے مشاہیر کا تذکرہ لکہا ہے۔ چونکہ فقیر مولف ہر ایک شاعر کا حال کلام اس تذکرہ مین گزارش کرتا ہے لہذا یہان اسما پر اکتفا کیا۔

مہاراجہ بہادر کی تقسیم اوقات مرتبہ سنہ ۱۲۳۴ ہجری

قریب چار بجے خواب راحت سے بیدار ہوکے عبادت الہی تا طلوع آفتاب	عبادت سے فارغ ہونیکے بعد فقرا کو طعام و دام تقسیم فرماتے تہے۔
خیرات سے فارغ ہوکے دربار مین حاضر ہوتے تہے۔	دربار سے مراجعت کرکے ملکی انتظام مین مشغول ہوتے تہے اسیوقت امرا و سپاہ کا سلام و مجرا بہی ہوتا تہا۔

قیلولہ ایک گھنٹہ فرماتے تھے	قیلولہ سے فارغ ہوکے نماز مغرب تک حاجتمندان خاص و عام کی حاجت روائی فرماتے تھے ۔
شام کو وقت ورد و وظائف پڑھ کے نصف شب تک سرکاری امور مین مصروف رہتے تھے ۔	نصف شب سے آخر شب تک مشاعرہ و مذاکرہ علوم و فنون و حل عقد مسائل مشکلہ و سماع و سرود

آخر شب سے صبح کاذب تک آرام فرماتے تھے ۔

سر ہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد جو سنہ ۱۲۲۴ سے سنہ ۱۲۳۳ تک شہر مین تھے

سر ہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد دکن نے اپنے سکونت کے زمانہ (سنہ ۱۲۲۴ سے سنہ ۱۲۳۳ ہجری تک) مین مہاراجہ کی لائف لکھی ہے ۔ فقیر اس سے مختصراً گزارش کرتا ہے ھوھذہ صاحب بہادر لکھتے ہین کہ مہاراجہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے ۔ ذہین فہیم تھے نہایت ہی مستعد و تجربہ کار و ہوشیار تھے ۔ سرکاری کام مین جست و چالاک تھے ۔ محنتی جفاکش تھے ۔ ہر ایک کام کو بذات خود انجام دیتے تھے ۔ صبح سے بارہ بجے رات تک مہمات سلطنت کے انتظام مین مصروف رہتے تھے ۔ بارہ بجے رات کو مہمات سے فارغ ہوکے شعرا و علما کے ساتھ مشاعرہ و مذاکرہ فرماتے تھے ۔ شعرا اشعار شیرین و علما مضامین رنگین سناتے تھے آپ رغبت سے سنتے تھے ہر ایک کی داد دیتے تھے ۔ اسی گفتگو مین دو ڈہائی بج جاتے تھے پھر آپ جلسہ برخاست کر کے خوابگاہ مین آرام فرماتے تھے ۔ آپ سرکارین یعنے سرکار عالی نظام و سرکار انگلشیہ کے خیرخواہ تھے ۔ اور سچے وفادار آپنے ملکی انتظامات مین اپنے عمر کا بڑا حصہ یعنے تیس برس صرف کئے ۔ آپ ہی کے زمانہ مین اہم مہمات کا تصفیہ ہوا مثلاً آپ ہی کے

عہد مین مرہٹے پامال ہوئے۔ اور برار رگہوجی بہونسلہ سے لیا گیا۔ پنڈہارونکا فتنہ دور کیا گیا آپ ہمیشہ اسبات کی کوشش کرتے رہے کہ سرکار انگریزی و سرکار عالی نظام مین باہم اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم و مستحکم رہے اور حکام انگریزی و اہل دکن نے آپکو لائق تحسین مانا انتہی کلامہ۔ واقعی مہاراجہ بہادر کی تعریف جسقدر کی جائے کم ہے۔ مہاراجہ کی ذات جامع الصفات تھی اعظم الصفات یہہ تھی کہ سخی المزاج و فراخ دست تھے آپکی داد و دہش سے فقرا مالا مال تھے۔ اسی صفت کی وجہ سے مہاراجہ بہادر کو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ بعض حکما نے اس صفت مین مبالغتاً کہا ہے کہ یہہ صفت انسان کے لئے ستار العیوب غفار الذنوب ہے۔ اب مین آپکے دیوان فارسی و ہندی سے اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ آپکے دونون دیوان مطبوع ہو چکے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

نہ چون بیدادگرے داد بود پیشۂ ما   کہ پئی دفع ستم کار کند تیشۂ ما
بسکہ رز ناز و نعم جان و دلم پرور دست   تاب ہر رنگ ندارد کہ برو شیشۂ ما
ماکہ در ذکر تو باشیم ہمین فخر اہیم   غیر یادت نبود در اندیشۂ ما
قول سعدی است کہ در بیشہ گمان خالی   نبری شیر بود خفتہ درین بیشۂ ما
شکر شادان بہ چہ عنوان بقلم نظم کند   دائم از لطف تو مملو ہست رگ و ریشۂ ما

وله

درکوئے تو یکدم گذر فتد مارا   بزیر پائے گزارم حصول دنیا را
تمام دولت دنیا نثار روے سازم   اگر بدام من آرد غزال رعنا را
شبے ز لطف ہم آغوشم از شود دلبر   شب برات نمایم تمام صحرا را
ز عشق ولولہ دارم بپائے می پویم   کہ کے بدست آرم وصال لیلی را

ز لطف دولت جاوید عمر شادان　　کجا خیال که نامه برم مسیحا را

وله

قاصد مپرس تا بکجا می فرستمت　　در کوی یار بهر دعا می فرستمت
ابر است و سبزه زار و درین موسم بهار　　ای یار گلعذار قبا می فرستمت
من شرح راز عشق چگونه بیان کنم　　ای پیک خوشخرام پیامی فرستمت
دست تو نازک است و دلم جوش میزند　　بهر نگار دست حنا می فرستمت

وله

چو بهر دل ربودن راه خود سوی وطن گیرد　　مشام عالمی از زلف و بوی ختن گیرد
بزلف تو گرفتارم نمی خواهم رها گشتن　　رقیبم را ببوسش باشد که خود راه من گیرد
ز لطف بی نهایت آنقدر مسرور شادانم　　سبوس از فرحت من خاطر شاده زمن گیرد

وله

آنانکه راه دوست با آشنا کنند　　صد لطف و صد کرامت احسان بما کنند
در راه دوست جان و دل خود فدا کنند　　آنها ز فخر خاک رهش توتیا کنند
سیر چمن نمودم و چون غنچه گل شدم　　هر برگ بهر دست تو رنگ حنا کنند
شادان بدام شاد بود در ثنای او　　امیدوار اینکه مرادم عطا کنند

وله

در چمن دست حریفان که سنبل زد و برد　　هوش مینا ز ظریفان شه قلقل زد و برد
این نسیم از چمن رفت بمن کرد گذر　　پیرهن چاک بدست دگر گل زد و برد

وله

دلبرم دارم زهی صنوبر　　زانرو جانم گداز دارد
دارم هردم خط غلامی　　دانی که دگر ایاز دارد

وله

صنمی اگر بیاید به بهار خواهی آمد　　قدمی اگر گذارد بتماشا خواهی آمد
نه قرار با تو باشد نه شکیب بی تو یکدم　　اگر از کشش نیائی بچکار خواهی آمد

وله

قطره دریاست دلی دور افتاده است　　همچو گرداب تمنای دریا می کرد

موسم بہار است مرا میل بہا   دل درین وقت خیال مئی مینا می کرد
فضل نور سبز شود پا کہ بہر سو نہم   شکر بجا آورم گوہر دل را نثار
وسے کہ نشادان بنوا ز غیب بشارت آمد   فی الحقیقت کرمش بود کہ یما می کرد

وله

دستم کز سر بگردن یار   در چشم رقیب می خلد خار
پروانہ کہ گرد شمع گردد   جانم نشده مبتلائے دلدار

وله

وانی چہ گویم من ترا بیجان جانان در بغل   باشی مدام اندر برم چون پاسبانان در بغل
قربان احسانت شوم کی می توانم شکر تو   شاید بر آن دارم عیان صدگونہ احسان در بغل

وله

بیا در محفل ہی جانان کہ در زیر پا سر اندازیم   اگر آئی پی جلوه برایت گوہر اندازیم
مکان لامکانی را بجز دل جا کجا آرم   ندا از غیب می آید کہ اینجا لنگر اندازیم

وله

آن ماه شد میسر و سیہ بہار ہم   ساقی پیالہ آر و مئی غمگسار ہم
دل را فراغتیست چو سیمابے روز و شب   یارب پیالہ ده بمن و گلعذار ہم

وله

سر من زیر پایت اوفتاده   دلم در ظل رایت ایستاده
زبان را کے بود یارائے وصفت   نگوشادان زیاده بر زیاده

وله

من نخواہم کہ تو با یاد من از یاد روی   بردلم جور روا داری و آزار دروی
ولولہ شوق تو از جاده برون می آرد   نگہے دار تو ایجاد تو ایجاد روی

من اشعاره الہندی

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنے صنم کا   سایہ ہے مرے سر پہ تو اسکے ہی قدم کا
خورشید میں ہے نور تری مہر و عطا سے   یہ وجہ ہے ہر ذرہ جو خورشید سے چمکا
شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام   بندے کو بھروسہ ہے ترے فضل و کرم کا

جب غنچے نے سر اپنا گریبان سے نکالا
صانع نے خط لب جو زمرد سا کیا سبز
صوفی کو عطا جس نے کیا مذہب صافی
چہرہ اسکا کیا کہوں میں ہے وہ شعلہ نور کا
نور تہا یا شعلہ تہا یا برق یا خورشید تہا
صبح کو جو کچہہ دکہتا تہا سراسر لاف تہا
ہر کسی کو کسطرح معلوم ہو کہوٹا کہرا
حسن قامت کا بیان ہو کہ نزاکت اسکی
نہیں دیکہا ہے کہیں اور نہ سنا ہے ہم نے
آفرین اسکو محبت کی جس سے ہوئی
یاد اللہ کی کرتا ہے جہان میں شادان
آتا ہے کس دل سے بت نازنین مرا
اے دوستو میں کیا کہوں کسکی تلاش ہے
مثال لالہ پیروں سے اگر دلدار رہو پیدا
اگر غواص ساحل پر ہے تو ہاتہہ کیا آئے
سخن کی منزلت وہ ہے ملے ہی مرتبہ جس سے
کہتے ہیں کرے ہے ذکر دل سے
ہوتا ہے سرور سو طرح کا
شادان تو سنا یار کو اک مطلع رنگین

وله بلبل نے قدم پہر نہ گلستان سے نکالا
کیا رنگ نیا لعل بدخشان سے نکالا
نخوت کو اسی نے سر نادان سے نکالا
وله میں تو ہوں عاشق اسی معشوق رشک حور کا
کچہہ تو اے موسی کہو کیا تہا وہ جلوہ طور کا
وله کیوں نہ آیا رات کو گر دل میں ہے تم صاف تہا
جس نے پرکہا نقرہ خالص کو وہ صراف تہا
وله ہے گلستان میں بہلا سرو خرامان ایسا
کیوں نہ حیران رہیں دیکہہ کے جانان ایسا
وله کیا پسندیدہ زمانے میں یہ اسلوب ہوا
صوفیوں میں وہ اسیواسطے محبوب ہوا
وله کرتا ہے مہر و ماہ کو خجل مہ جبین مرا
میں ڈہونڈتا ہوں یار ملے یاں کہیں مرا
وله زمین و آسمان سے روشنی اکبار ہو پیدا
ہزاروں کہائے غوطے جب شناور ہوا پیدا
وله مزہ جو کچہہ تہا لے شادان وہ میں نے سخن کہا
وله ہر برگ درخت پر ہے جب
طے ہوتے ہیں سارے مرحلے جب
گر آج کرے تجہسے وہ گفتار محبت

ہے کام یہان عاشق صادق کا وگرنہ ۔ اُٹھتا ہے کسی سے یہہ بہلا بار محبت

ولہ

کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث ۔ ایمان ملا اُسکو یہ قرآن کی باعث

ایمان دیا جان بھی دی کیون نہون ممنون ۔ انسان ہوے ہم ترے احسان کے باعث

ولہ

اگر ہو دیدۂ بینا تو ہر طرف دیکھے ۔ اُسی کا نور چمکتا ہے بحر و بر مین آج

میان عاشق و معشوق کیہہ گیا شادان ۔ پڑا ہے رشتۂ محبت کا جون گہر مین آج

ولہ

دل کو فرصت ہو رنج و غم سے آج ۔ یہ خوشی ہے ملے وہ ہم سے آج

کر رہا ہے جو بات ہم سے آج ۔ دل ہے خوش اُسکے اس کرم سے آج

باغبان خود لٹا رہا ہے دیکھہ ۔ بھرے جہولی کو تو ثمر سے آج

ولہ

جامۂ یار کو کیا جامۂ گل سمجھا ہے ۔ خار کی طرح سے دامن دلدار نہ کہینچ

ہے یہی بات نصیحت کی اگر گوش کرے ۔ رنج تو کہینچ مگر منت اغیار نہ کہینچ

ولہ

جگا دیتی ہے یکسر غافلون کو ۔ بڑا احسان کرتی ہے مگر صبح

نہ دل سے ہو تو صرف مناجات ۔ دعا ہوتی ہے اکثر با اثر صبح

ولہ

کہا ہے مرشد کامل نے گوش دل مین مرے ۔ تو ڈہونڈتا ہے کہان سن مگر مین ہے وہ شوخ

بغل مین بچہ ہے اور شہر مین ڈہنڈورا ہے ۔ نہ ڈہونڈ اُسکو کہ تیرے ہی بر مین ہے وہ شوخ

ولہ

اسے مرے بادشاہ اسکندر ۔ تیری دولت سدا رہے آباد

کیون نہ مداح ہو ترا دل سے ۔ کہ بدولت تری ہے شادان شاد

اُس نے بھیجا ہے مجکو اب کاغذ ۔ لطف سے اپنے بے طلب کاغذ

دلکو جب تک نہ کچھہ علاقہ ہو ۔ کوئی لکھتا ہے بے سبب کاغذ

ولہ

یا آلہی یہ دعا شادان کی ہے شام و سحر ۔ شاہ اسکندر رہے آباد تا دور قمر

بات مین دنی کو وہ اعلی بنائیے مین اب
ہے شہنشاہ دکن کی بات مین ایسا اثر

بہیہ گنہگار سنا نام ترا ہے غفار
وله
حشر مین فاش نہ پردہ ہو کہ تو ہے ستار

نحن اقرب ہے یہ سمجھے کہ عجب بہول پڑی
وله
دلمین تو بستا ہے پر تجکو نہ دیکہا دلدار

تو ہراک شے مین ہے اور پہر ہے منزہ سب سے
کبہو شادان کو دکہاویگا تو اپنا دیدار

منتظر ہون نہین آیا ہے مرا یار ہنوز
وله
کیون نہ خورشید ہوا آج نمودار ہنوز

پردہ غفلت کا مگر آنکہہ مین چہایا ہے ہنوز
تو جو ہوتا ہی نہین خواب سے ہشیار ہنوز

جسے کہ ڈہونڈتے ہو تم وہ ہی تمہارے پاس
وله
تمہارے پاس جو ہے ہے ہی ہمارے پاس

ترے بغیر گزرتی نہین ہماری رات
اگر تو جان ہماری ہے آ ہمارے پاس

مگر دن کیون مین بار بار تلاش
وله
دل کو رہتی ہے تیری یار تلاش

وہ جو پنہان ہے سب کی آنکہون سے
کب ملے ہے کرین ہزار تلاش

کیا کرن ذکر ہے وقت سحر خاص
وله
مگر تجہپر پڑے اسکی نظر خاص

رکہنا نہ زینہار تو اغیار سے غرض
وله
کیا کام دوسرے سے جو ہو یار سے غرض

غفلت نہ دور ہے کام رکہے جہان مین
رکہے غرض نہ غافل و ہشیار سے غرض

کبہو مگر رہے نہ اسکو انسان کی احتیاط
وله
رہتی ہے باغبان کو گلستان کی احتیاط

لازم ہے اسکو ہووے جو دنیا مین ہو شہنشہ
رکہے ہراک خار سے وہ ان کی احتیاط

کیون نہ ہون سنکے ترے نام کو ہر دم محظوظ
وله
ایک مین ہی نہین محظوظ ہے عالم محظوظ

آرزو بس یہی شادان کی ہی کچہہ اور نہین
ہم ہے محظوظ ہو تو تجہسے مین ہم محظوظ

دلکو سمجہہ رہا ہون مین دلدار کی متاع
وله
اپنی جو ہے متاع وہ ہے یار کی متاع

حنظل کا جسطرح سے ثمر کام کا نہین
جاتی ہے رائگان جو ہے بیکار کی متاع

وله

دیکھنے ہین گرچہ ہے خوشتر اجی روے چراغ
مغز کرتی ہے پریشان یار من بوے چراغ

خوبرو معشوق پر شادان کا یون آتا ہے دل
جسطرح جاتے ہینگا دوڑ کر سوے چراغ

وله

شیرین کی طبع آئی جو بیداد کی طرف
جنس عشق تھا نہ کوئی بہی فرہاد کی طرف

شادان وہان بہی کیا ہے حسینونکی انجمن
جاتے ہین لوگ کیون عدم آباد کیطرف

وله

اُس سے اے باد صبا کہیو سلام عاشق
طول دے دیکے بیان کیجیو پیام عاشق

وله

سبکدوش آپکو رکہنا ہے بہتر یار دنیا مین
نہین کوئی اُٹھا سکتا جو پہنچا بار گردن تک

وله

کس طرح سے فدا نہو یہ دل
دل مرا تجھپہ ہو گیا مائل

کیون بھٹکتا ہے دربدر بیجا
ہو ہدایت اگر ملے کامل

وله

ہو کل کی خبر آج کسیکو نہین ممکن
کیا ہو نیکو ہے ہوویگا کیا کچھہ نہین معلوم

نیکی کا کوئی کام بن آیا نہین تجھسے
کیا ہوویگا انجام مرا کچھہ نہین معلوم

شادان طلب یار کچھہ آسان نہین ہے
ہم ڈھونڈہین کہان اُسکو پتا کچھہ نہین معلوم

وله

نہین معلوم تجکو مین کدہر ہون
تجھے دیکھا ہے جیسے بے خبر ہون

تو ہی غفار ہے مجرم ہون تیرا
خطا کیونکر نہو آخر بشر ہون

اجی بچہ بغلمین اور ڈھنڈورا
تجھے مین ڈہونڈتا ادہر ادہر ہون

وله

خداوندا ترا فضل و کرم مجھپر ہمیشا ہو
مرے دلکا جو مطلب ہے تجہی پر یا الہی ہو

خدا نے دی ہے کیا تاثیر وقت صبح صادق کو
اثر رکہتی ہے اکثر جو دعائے صبح صادق ہو

دعا شادان کی ہر دم ہے یہ درگاہ الہی مین
کہ زیبندہ مرے آقا کے سر پر تاج شاہی ہو

وله

کیون نہ دن رات کرے خلق کی مہمانداری
سب ہین مہمان اُسیکی وہ ہے صاحب خانہ

پردہ چشم اُٹہا دیدہ تحقیق سے دیکھہ
جب یگانہ وہ ہوا کوئی نہین بیگانہ

جدھر دیکھو اُدھر جلوہ ترا ہے — نہیں خالی ہر اک شے میں بھرا ہے
موحد ہے تو یکتائی سے مت ٹل — نہ کہہ اپنی زبان سے دوسرا ہے
برائی میں نہ رکھ ہرگز قدم تو — بھلائی کر کہ آخر کو بھلا ہے
ہمیں کیا کام ہے دونون جہان سے — ترا ملنا ہمارا مدعا ہے
سکندر شاد تم دنیا میں دائم — رہو قائم ہماری یہ دعا ہے
ارے شادان نہ ڈر ہرگز کسی سے — کسی کا کوئی ہے تیرا خدا ہے

شاد۔ راجہ کشن پرشاد

شاد تخلص۔ راجہ کشن پرشاد نام۔ راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر جی۔سی۔آئی۔ای۔ یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی خطاب ہے۔ آپ راجہ ہری کشن بہادر کے فرزند اور راجہ نریندر بہادر کے نواسہ ہیں۔ آپکی ولادت سنہ ۱۲۸۱ ہجری میں ہوئی۔ آپکا مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی تربیت و نشو و نما یہان کی ہی آب و ہوا میں ہوئی۔ چونکہ راجہ نریندر بہادر لاولد تھے۔ آپ ہی گویا ان کے فرزند تھے۔ جد بزرگوار نے آپکی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام کر دیا۔ آپنے نانا کی حسن توجہ سے فارسی عربی علمائے ادب سے پڑھی۔ دونون زبان میں لائق ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں انگریزی زبان کی تکمیل کی۔ علاوہ این مرہٹی و تلنگی میں بھی لیاقت حاصل کی۔ خوشنویسی میں بھی ماہر ہوئے۔ جب آپنے عالم شباب میں قدم رکھا اسوقت آپکے دل میں شعرگوئی و سخن سنجی کا ولولہ پیدا ہوا۔ طبیعت میں موزونی و جولانی مرکوز تھی شعلہ جوالہ کیطرح عروج کرنے لگی۔ زور طبیعت و جولانی خداداد سے کلام موزون

کرنے لگے - جو کچھ موزون فرماتے تھے ـ سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا ـ ابتدا مین راے بچو لعل تمکین سے اصلاح لیتے رہے ـ کلام مین روز بروز شستگی و پختگی نظر آنے لگی ـ تھوڑے ہی مدت مین درجہ کمال کو پہنچ گئے ـ آپ شاعری مین متعدد اساتذہ مشاہیر سے مشورہ فرماتے رہے آخر آپ نے اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ کی خدمت مین شاگردی کا شرف اور شاعری مین تکمیل کی سند حاصل کرکے سخن سنجی کے انتہائے درجہ پر جلوہ افروز ہوئے آپکا کلام صوفیانہ توحید و وحدت الوجود کے بیان مین ہوتا ہے آپکے ہر ایک شعر کے مضمون سے صوفیان کرام و مشائخ عظام وجد و حال مین رقص کرتے ہین اور عالم خودی سے بیخود ہوتے ہین - اور اپنی ہستی کو عین نا ہستی سمجھتے ہین ـ آپ صحیح فی المشرب صلح کل مذہب ہین اہل اللہ و اہل کمال کے طالب و یشی و خدا طلبی کے راغب ہین - آپکے نزدیک اہل اسلام و اہل اصنام دونون آنکھون کی طرح مساوی ہین ـ ہر امر مین مساوات کا لحاظ فرماتے ہین ـ خوش خلاقی مین مجسم اخلاق ہین ـ خوش خلاقی کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک ادنی و اعلی آپ سے براہ راست ملسکتا ہے ـ ہفتہ مین ایکروز آپکا دربار بارگاہ عام ہے کسیطرح کی روک ٹوک نہین ہے ـ آپ نہایت اخلاق سے ملتے ہین - حاضرین دربار کی تالیف قلوب فرماتے ہین ـ جو دردمند ہو اسکو دوا سے جو محتاج ہو اسکو دینار و درم سے سرفراز فرماتے ہین - حاجتمند کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے ـ بعض شعرا و مولفین آپکے پاس گئے ـ اور آپ سے درخواست کی کہ سرکار آپ ہمارے دیوان یا رسالہ کی تاریخ کہدیجئے یا تقریظ لکھدیجئے ـ آپ سائل کی درخواست منظور کرکے تاریخ و تقریظ لکھدیتے ہین ـ عذر و بہانہ نہین فرماتے ـ اس امر سے آپکی نیک نیتی و ہمدردی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ آپنے تاریخ و تقریظ لکھنے مین دریغ نہین کیا ـ آپ اس خیال سے

تقریظ و تاریخ لکھدیتے ہین کہ میری تقریظ سے مولف کی تالیف خلائق کی نظر مین معتبر ہوگی۔ بیچارہ غریب کو فائدہ ہوگا۔ آپ علما دوست و فقرا پرست ہین۔ دونون فریق کے بزرگون کو مرشد مانتے ہین آپ انگریزی و فارسی عربی مین استعداد کامل رکھتے ہین۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر ہین۔ اہل زبان کے ساتھہ بے تکلف مکالمہ و مکاتبہ کرتے ہین۔ فقیر مولف نے آپکی فارسی نظم دیکھی ہے۔ نہایت ہی درست و بامحاورہ و رنگین بامزہ ہوتی ہے۔ عربی مین بھی لکھہ پڑھہ سکتے ہین۔ اردو بھی آپکی اہل زبان کیطرح صاف و شستہ ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپ کے دونون دیوان ایک فارسی دوسرا اردو مطبوع ہوچکے ہین۔ فی الحال دواوین فارسی اردو کے علاوہ آپکا ایک دیوان مسمی بہ خمکدۂ رحمت مطبوع ہوچکا ہے۔ یہہ دیوان حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت مین ہے۔ مین نے اسکو شروع سے آخر تک دیکھا۔ آپکا کلام نعتیہ کے دیکھنے اور سننے سے دلمین جوش جمال محمدی صلعم و ولولۂ عشق جلال احمدی موجزن ہوتا ہے۔ اور آتش آرزوئے زیارت مدینہ آتشکدۂ دلمین مشتعل ہوتی ہے۔ بیساختہ دل یہی چاہتا ہے کہ سفر مدینہ کا احرام باندہنا۔ اور ناقۂ شوق پر کجاوہ رکہہ کے سفر کرنا یہہ جوش خروش ثابت کرتا ہے کہ آپکا کلام صدق دل سے ہے۔ اور آواز انسانی بھی صدائے قلبی کا مؤید ہے۔ ضرور ہے کہ مہاراجہ صاحب دل ہین۔ اور رموز باطنی کے عالم عامل ہین ہین ایسی حالت مین مہاراجہ کو موحد کامل سے ملقب کرتا ہون اور مہاراجہ کا شعر تائید مین لکھتا ہون ؎

کافر نکہو شاد کو ہے عارف و صوفی — شیدائے محمد ہے وہ شیدائے مدینہ

میرے نزدیک اگر عارف و صوفی کے مقام مین عارف کامل کہین تو بجا ہوگا۔

آپکے ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہوتے ہین اور ہر ایک فقرہ و لفظ سے
کنوز وحدانیت و معرفت عیان۔ آپکا کلام کیا ہے۔ دریائے معرفت ہے۔ یا بحر مواج
حقیقت ہے۔ آپنے مسائل تصوف و نکات تعرف کو ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے
گویا دریا کو کوزہ مین بھر دیا ہے۔ یا عالم اکبر کو عالم اصغر مین نمود کیا ہے۔ عالم تصوف کا خاکہ
صفحۂ کاغذ پر ایسا کھینچا کہ جام جم کی طرح مسائل و نکات کا نقشہ دکھا دیا۔ ہر ایک طالب
مبتدی و منتہی آسانی سے مسائل مشکلہ کو سمجھہ لیتا ہے۔ ہمارے مہاراجہ کے کلام سے
مترشح ہوتا ہے کہ آپ موحد کامل ہین۔ اور نہ صرف صلح کل کے سالک۔ فقرائے
کملا کے پیرو حکمائے فلاسفہ کے قدم بقدم ہین۔ پیر کامل کے جویا۔ کلام حق کے گرویدہ
رہتے ہین۔ جہان پاتے ہین بمصداق خذ ما صفا اخذ فرماتے ہین۔ آپ قال کو دیکھتے
ہین۔ من قال سے اغماض کرتے ہین۔ آپکے علم و فضل کا دائرہ نہایت وسیع ہے
دائرہ علم مین علوم و فنون کا ذخیرہ بیشمار ہے آپکو متعدد علوم خاص علم تصوف
و تاریخ و شعر و شاعری سے دلچسپی ہے۔ باوجود کثرت مہمات اہل علوم سے مجالست
فرماتے ہین۔ آپکی مجلس مین اکثر علوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپ ہر ایک صاحب علم و فن
سے اُس کے مذاق کے موافق مکالمہ فرماتے ہین۔ مثلاً طبیب سے اسباب و مرض
و شاعر سے قافیہ و ردیف و عیوب شعریہ و محاورات فارسیہ مین اور صوفی با صفا سے
تصوف و تعرف مین گفتگو کرتے ہین۔ فقرائے کملا خواہ اہل اسلام سے متعلق ہون
خواہ اہل اصنام سے ہون ہر ایک فریق کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہین۔ اور حسن سلوک
و خدمت مین دریغ نہین کرتے۔ بعض کوتاہ بین متعصب آپ پر نکتہ چینی کرتے ہین
میرے نزدیک آپکی نسبت نکتہ چینی کرنا فضول ہے۔ بیفائدہ تعصباً ماہ تابان پر

خاک ڈالنا ہے۔ فقیر مولف جو کچھہ لکھتا ہے مشاہدہ ہے نہ خیالی فسانہ ہے۔ اولاً مشاہدہ
سے کام لیتا ہے ثانیاً قرائن حالات سے معانی کیطرف سبقت کرتا ہون جو کچھہ
خیال ناقص مین صورت متخیلہ کو ظاہری صور متشکلہ سے مقابل کرکے میزان عقل مین
خوب تولتا ہون جب دونون مین مطابقت پاتا ہون تب زبان قلم سے بیان کر دیتا ہون
اسیطرح مین نے مہاراجہ کے حالات ظاہری کو آنکہون سے دیکہے اور کانون سے
سنے۔ اور انکی باطنی کیفیات کو کلام بلاغت التیام سے اخذ کیا۔ اور دیدۂ دل
وگوش باطن سے خوب دیکہا سنا۔ مجہے یقیناً ثابت ہوا کہ مہاراجہ صوفی مشرب
و صلح کل مذہب ہین۔ اکثر کوتاہ بین میری تحریر کو تملق و خوشامد پر محمول کرینگے
اور مجکو نشانہ ملامت بنائینگے۔ یہہ نہین کرینگے کہ فقیر کی تحریر کے مطابق مہاراج
کے کلام اور ان کے عادات کو منصفانہ دیکہین اگر عقل و شعور سے کام لین تو مجہپر
کبہی اعتراض نہین کرینگے۔ اور نہ مجکو حقارت سے دیکہینگے۔ مین سچ کہتا ہون
مین تملق و خوشامد سے کوسون دور رہتا ہون۔ گوشۂ گمنامی مین بیٹہکے ذکر کے
بزرگان سلف کو زندہ کرتا رہتا ہون۔ بزرگان کرام و امرائے باخیر کے حالات دیکہہ کے
تازہ دل ہوتا ہون اور ان کے باقیات صالحات کو اسبات کی ترغیب دیتا ہون
کہ بزرگان متقدمین کی پیروی کرین اور ان کے اخلاق و عادات کو اختیار کرین
اگرچہ فقیر مولف نے آپکا تفصیلی حال بابتہ انتظام ملک جلد چہارم محبوب انجمن تذکرہ
امرا و وزرائے دکن مین شرح و بسط کے ساتہہ لکہا ہے۔ لیکن یہان بہی انتظام ملک
کی بابت قدرے از کثیر گزارش کرتا ہون۔ وهو هذا
آپ حسن تدبیر و رائے صائب سے موصوف ہین۔ ملکی انتظام مین ہوشیار و تجربہ کار ہین

چست و چالاک و کارگزار ہین سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین راجہ بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین موروثی خدمت پیشکاری پر مشاہرہ چھہ ہزار روپیہ سکہ محبوب شاہی ممتاز ہوئے۔ اور وزارت فوج کی خدمت سے بہی معزز ہوئے۔ اور سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین بتقریب جشن سالگرہ مبارک جاپان راجہ و مہاراجہ بہادر۔ ہفت ہزاری منصب پنجہزار سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار۔ و چھہ عدد جواہر سے سربلند ہوئے۔ اور آپکو جاگیرات مین دیوانی و فوجداری کا کامل اختیار ملا۔ اور نانا کے تمام جاگیرات پر وراثتہً قابض و متصرف ہوئے۔ نواب سر وقار الامرا مرحوم مدار المہام کے رخصت کے وقت منصرمانہ آپنے وزارت کا کام عمدہ طرح انجام فرمایا تہا۔ چونکہ آپ کی ذات بابرکات مین مالک کی اطاعت و تابعداری فطرۃً متمکن ہے کبہی طاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہین کہا آپ کی تابعداری و اطاعت اعلیحضرت قادر قدرت خلد اللہ ملکہ کے دل مبارک پر موثر مثل نقش کالحجر ہوئی۔ جب سنہ ۱۳۱۹ ہجری مین وقار الامرا بہادر مرحوم نے رخصت لی اعلیحضرت نے آپکو دس تاریخ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین بموجب حکم مندرجہ ذیل منصرم مدار المہام فرمایا۔ پہر آپ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین حسب الحکم اعلیحضرت مستقل وزیر ہوئے۔ آپ منصرمی کے زمانہ مین وزارت کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتے رہے ملک کی سرسبزی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن مصروف رہتے ہین۔ آپنے بموجب حکم اعلیحضرت تابعداری و فرمانبرداری مین سرمو فرق نہین کیا۔ آپ کو مالک کی اطاعت و رعایا کی رعایت کی برکت سے قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ اور آپکے حسن انتظام کی شہرت عالمگیر ہو رہی ہے۔ اللہم زد فزد

نقل احکام سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ

چونکہ نواب وقار الامرا بہادر نے چھ ماہ کی رخصت بلاتنخواہ کی درخواست کی ہے اور خدمت مدار المہامی سے اپنی سبکدوشی چاہی ہے ۔ لہذا بذریعہ ہذا وہ بعد عطائے رخصت شش ماہہ بلاتنخواہ سبکدوش کئے گئے ۔ انکی جگہ پر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر بالفعل با ہوار موجودہ امتحاناً تا حکم ثانی پیشکار و منصرم مدار المہام مقرر کئے گئے ہین چنانچہ مہاراجہ بہادر پندرہ مہینہ تک خدمت مدار المہامی کو منصرمانہ عمدہ طرح سے انتظام دیتے رہے اور اس منصرمی حالت مین حضرت اقدس و اعلیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت مین ذرہ برابر فرق نہین کیا ۔ اور دادگستری و رعایا پروری مین مستعد و سرگرم رہے ۔ وقتاً فوقتاً رعایا کی بہتری و ملک کی آبادی مین دلسوزی و عرق ریزی فرماتے رہے ۔ آپکی عرق ریزی و دلسوزی درجہ مقبولیت کو پہنچی یعنی آپ ۲۶ رجب سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین حسب فرمان واجب الاذعان اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ عہدہ وزارت پر مستقل ہوگئے ۔ چنانچہ اب تک مدار المہامی کی خدمت پر متقرر ہین ۔ مہمات مدار المہامی کو نہایت دیانت و امانت کے ساتھہ انجام دیتے رہے ہین ۔ اعلیحضرت قدر قدرت اسی فرمان استقلال مین فرماتے ہین ۔ جو مجھے کامل اطمینان ہوگیا ہے کہ آیندہ بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بہتر اہم فرائض کو ادا کرکے اپنے کو میری خوشنودی کا مورد بناتے رہین گے لہذا مین آپکو میری ریاست کے عہدہ مدار المہامی پر باضابطہ طور سے مستقل کیا چاہتا ہون اور بالکل یقین کے ساتھہ امید کرتا ہون کہ آپ اسکا شکریہ صدق و وفاداری کے ساتھہ میری ریاست و رعایا کی ترقی و بہبودی کے کامون مین مصروف رہکر ہمیشہ عملاً ادا کرتے رہین گے انتہیٰ خلاصہ احکامات اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی ۔

پھر اعلیحضرت نے آپکو بروز عید الضحی سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین یمین السلطنت خطاب سے سرفراز فرمایا
آپ کو اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے ساتھہ خادمانہ نیازمندی و وفاداری حاصل ہے
آپ ہمیشہ دیانت و امانت کیساتھہ خدمت مدار المہامی کا کام ادا کرنا اور ملک و رعایا کی آبادی
و بہبودی کا خیال رکہنا مد نظر رکہتے ہین۔ علم دوست و ہنر پرور اور غریب پرست
و دادگر ہین۔ اخلاق و سیر مین برامکہ سے کم نہین ہین۔ آباو اجداد کے طریقہ پر قدم بقدم
چلتے ہین۔ آپ مین اکثر صفات مہاراجہ چندو لعل بہادر کے پائے جاتے ہین۔ آپکو
دیکہنے سے مہاراجہ مرحوم یاد آہی جاتے ہین۔ کیون نہون اسی درخت کے پودے
ہین اور اُسی چراغ کی روشنی ہین۔ شاعری مین اگرچہ مہاراجہ مرحوم کے قائم مقام ہین
لیکن آپکے پاس شعرائے مشاہیر کا مجمع نہین ہے۔ مہاراجہ کے دربار مین اکثر شعرائے
نامور مصاحبین کے زمرہ مین داخل تھے مہاراجہ بہادر متوفی کی زرپاشی بیحد و بیشمار تہی
فی زماننا اس زرریزی کا عشر عشیر بہی نہین ہے۔ جو کچھہ ہے غنیمت ہے۔ اب مین
یہان آپکے بوارق طبع و نتائج فکر بطور نمونہ گزارش کرتا ہون

من اشعارہ الہندی

عرش عظیم پر کہ تہ آسمان نہ تہا — یارب ترے حبیب کا جلوہ کہان نہ تہا
معراج مین حضور ہوئے جبکہ باریاب — بس آپ تہے اکیلے کوئی اور وان نہ تہا
احمد کے در پہ اس لئے ہین جبہہ سارہا — سجدے کے لائق اور کوئی آستان نہ تہا
معراج مین حضور جو مدعو خدا کے تہے — خلوت تہی کوئی اور وہان میہمان نہ تہا
حضرت کے دم قدم سے یہ رونق بڑہی ہے سب — اسلام کا جہان مین پہلے نشان نہ تہا

وله

سازگار اپنا زمانا ہو گیا — ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا

دفن یثرب میں ہوا اب شاد جو — اب مسافر کا ٹھکانا ہو گیا

بت پرستی اب کہاں باقی رہی — اسکو چھوٹے اک زمانا ہو گیا

کفر چھوڑا ہی کے سے توحید کی — رنگ شاد اب عاشقانہ ہو گیا

وله

جنکو کہتے ہیں محمد وہ ہیں اپنے سلطان — جسکو کہتے ہیں مدینہ وہ ہے کشور اپنا

کیوں نہیں روضہ اقدس کی زیارت ہوتی — کیوں بگڑ جاتا ہے بن بن کے مقدر اپنا

نعت گوئی کا شرف ہمکو خدا نے بخشا — اوج پہ بخت ہے یاور ہے مقدر اپنا

وله

آپ ہی کے نام ہیں شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ — آپ ہی کا ہے لقب خیر البشر یا مصطفیٰ

کچھ تو بیمار جدائی کو تسلی دیجئے — خواب ہی میں آئیے گر خیر یا مصطفیٰ

یا نبی صل علیٰ صل علیٰ صل علیٰ — درد مہجوری ہی آنکھوں پہ ہے یا مصطفیٰ

شاد ہے اک عمر سے امیدوار پابوس — حال پر اسکے ہو رحمت کی نظر یا مصطفیٰ

وله

میں دور ہوں مدینے سے دیدار یا نصیب — اتنا حضور میں نہ ہوئی بار یا نصیب

تو اور مدینے جا کے رہیں نالے بلند — مقبول شاد تیری ہو فریاد یا نصیب

وله

ہیں جسکی مدح مولا کہ سلطان عرب — ہیں محبوب خدا پیارے نبی جان عرب

لا کہوں مبعوث پیمبر ہوا اس عالم میں — کون حضرت سا ہے ذیشان شہ جان عرب

بلغا مان گئے سارے بلاغت کو تری — اور فاضل ہیں جو سب کے ہیں حیران عرب

ہند کی روم کی کی مدح سب نے شاد — جان و دل سے ہیں مطیع شہ ذیشان عرب

سوئے طیبہ مجھے بلوائیں آپ — یا کبھی خواب ہی میں آئیں آپ

ارنی کہنے کی طاقت نہ رہی — اب تو نظارہ کو نہ ترسائیں آپ

وله

کیا کرے لیکے جو ہو عاشق حضرت جنت — واعظا تیرے لئے ہے یہ غنیمت جنت
کیا کریں لیکے مکان گر نہ ملے ہمکو مکین — کہ نہیں طالب مولیٰ کو یہ دولت جنت
جسکو حاصل ہو مدینے کی زیارت ایدل — اسی طاعت کے عوض ہوگی عنایت جنت
بیٹھکر تماشا کرو گوشے میں اللہ اللہ — مل ہی جائیگی تمہیں روز قیامت جنت

وله

یا نبیا ہمیں نصیب ہو پھر زیارت الغیاث — مہر اوج معرفت ماہ رسالت الغیاث
آپ ہی کا بس وسیلہ تھا ہمیں کیوں کسواسطے — الغیاث اے شافع روز قیامت الغیاث

ق

کہتے ہیں اکثر مسلمان مجھکو کافر یا نبیؐ — مجھپہ تہمت دھرتے ہیں اہل شریعت الغیاث
میرا مسلک اور ہے اور انکا مذہب اور ہے — کیا یہ جانیں گے بھلا رمز طریقت الغیاث

وله

کیا تم سے کہوں راز کہ کیا تھا شب معراج — تھا عرش پہ وحدت کا تماشا شب معراج
کہتے ہیں احد کسکو کسے کہتے ہیں احمدؐ — عالم پہ ہوا حل یہ معما شب معراج
خود ذات ہی تھی احمد و محمود و محمدؐ — آئینۂ عرفان میں جو دیکھا شب معراج
اک قرب نوافل ہے دگر قرب فرائض — یہ دونوں کے دونوں ہو یکجا شب معراج
ارواح کا اجماع تھا افلاک پہ اُس شب — وحدت میں تھا کثرت کا تماشا شب معراج
عاشق مجھے احمد کا نہیں کہتے مسلمان — دے آکے گواہی تو خدارا شب معراج

وله

بطحیٰ کو جانیکے لئے ہے تیری کیا صلاح — اے بیقرار دل تو خدارا بتا صلاح
درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست — واعظ سے جاکے کیا میں بھلا پوچھتا صلاح
سوئے مدینہ کھینچ رہا ہے یہ جذبۂ شوق — ایدل بتا تو کوئی بھی ہے بہر خدا صلاح
پیر مغاں سے چلکے کرو تا مشورہ — مجھکو یقین ہے کہ وہ دیگا بھلا صلاح

وله

احمد کا دربار ہے دربار محمدؐ — اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے سرکار محمدؐ

ہین پہول اسی باغ کے سب گلا فردو مومن
یہ گلشن ایجاد ہے گلزار محمد
جو بندے ہین خاص وہی جانتے ہین کچہہ
ہر کوئی نہین جانتا اسرار محمد

ولہ

رضائے خدا ہے رضائے محمد
ثنائے خدا ہے ثنائے محمد
کہلا عقدہ قرب نوافل کا دلبر
صدائے خدا ہے صدائے محمد
وجود ایک ثابت ہوا جب تو پہر کیا
لقائے خدا ہے لقائے محمد

ولہ

یا محمد ہے غم الفت لذیذ
تیرے سودائی کو ہے وحشت لذیذ
دیکہنے والے جو ہین صورت تری
انکو ہر دم ہے فقط حیرت لذیذ
چاہنے والون کو تیرے یا حبیب
ہو نہ کیونکر عشق کی دولت لذیذ

ولہ

افسوس یہ فقیر ہو شاہ زمن سے دور
بلبل پہ ہے ستم کہ رہے وہ چمن سے دور
عاشق ہے شمع روئے محمد کا دل مرا
پروانہ ہوکے حیف رہے انجمن سے دور
جب مین نے کہدیا کہ تمہارا غلام ہون
ہوجاؤنگا بہلا مین کب اپنے سخن سے دور
پہنچونگا جب مدینے تو مصرع پڑہونگا یہ
نزدیک عاشقان وطن ہے گر ہون کفن سے دور

ولہ

بہوش کو ہے جبین حضرت پہ ناز
تجہے آپکی ہے محبت پہ ناز
تجہے چارہ سازی پہ ہے چارہ ساز
مرے دلکو ہے درد الفت پہ ناز

ولہ

جز عشق اور کیا ہے دل مبتلا کے پاس
رہتی ہے اپنی جان رسول خدا کے پاس
کہتا ہے بار بار یہی مجہہ سے شوق دید
اٹہو چلو مدینے کو اب مصطفے کے پاس
عقدہ نہین کہلا شب معراج کا ہمین
فرمایا کیا خدا نے نبی کو بلا کے پاس

ولہ

دلدادہ ہون مین جسکو ہے دلدار کی تلاش
مشتاق کو ہے احمد مختار کی تلاش
پایا ہے جسکو مین نے اسے جانتا ہون شاد
تہی اک زمانہ سے اسی سرکار کی تلاش

مرے نامے مین ہو یارب اثر خاص
جہان پہونچے وہین بستر جا یا
خیالِ طیبہ مین خود رفتہ ہو نا
نہ کیون ہون ذکر مین مصروف طائر
دلکو ہے روئے پیمبر سے غرض
دولتِ عشقِ نبی درکار ہے
دل کو اپنے یادِ حضرت سے ہے کام
ہجر مین رکھتا ہے دل روز نہان سے ارتباط
گلشنِ طیبہ سے میری روح یون مانوس ہے
یادِ احمد کیون نہ آئے میرے دلمین بار بار
پند تیری سنون مین کیا واعظ
ذکرِ حور و قصور تا بکجا
ہے جو مطلوب منزلِ مقصود
کیا کرے لیکے تیری جنت کو
قصدِ طوفِ مزارِ اقدس ہے
شوقِ پابوس یہ کہتا ہے کہ چل یثرب کو
آپ نے سبکو بلایا نہ کیا یاد مجھے
بیچلے تجھے مرے اعمال سو نا رہے مجھے
نعت کے باغ لگاتا ہین ہزارون استاد

وله
کہ رکھین شاہِ دین مجھپر نظر خاص
فقیرون کا نہین ہے کوئی گھر خاص
یہ ہے عشاقِ احمد کا سفر خاص
کہ سب وقتون مین ہے وقتِ سحر خاص

وله
آئینے کو ہے سکندر سے غرض
مال سے کیا کام کیا زر سے غرض
لب کو اپنے ذکرِ سرور سے غرض

وله
آنکھ رونے سے زبان آہ و فغان سے ارتباط
جیسے ہو بلبل کو اپنے آشیان سے ارتباط
جو مکین ہے اسکو لازم ہے مکان سے ارتباط

وله
ہے محبت مری غذا واعظ
وصفِ محبوب کچھ سنا واعظ
لے مدینہ کا راستا واعظ
درِ محبوب کا گدا واعظ
اسمین ہے رائے تیری کیا واعظ

وله
کیا کرون بس نہین چلتا کہ ہو قسمت مانع
ہوگی اسمین کوئی اللہ کی حکمت مانع
ہو گئی دور سے اللہ کی رحمت مانع
مجکو ہوتی نہ اگر تنگیٔ فرصت مانع

جو حضرت نے محبت کا دیا داغ
خیالِ روئے احمد کا ہے یہ فیض
یہ بوٹے لگا عشق نبی کی
جب آیا ہمکو طیبہ کا چمن یاد
ہے آپکی جو گرمی بازار ہر طرف
کوچہ نبی کا یاد جو آتا ہے بار بار
قیدی تو بیشمار ہیں زنجیر ایک ہے
دیوانہ وار پھرتے ہیں عشاق ناتوان
کبھی تپان ہے کبھی اشکبار ہے عاشق
صبا یہ اُس شہ خوباں سے عرض کر دینا
خدا کرے کہ ہو میری طلب مدینے سے
وہ شہسوار عرب ہیں وہ تاجدار عجم
رنج و غم درد و الم ہم یہ اٹھائیں کب تک
دیکھئے وہ مجھے شکل نبی دکھائیں کب تک
اے فلک روکے تو کیوں چہرہ احمد کے بین
دیتا جو اک تجلی پہ ... کا دل
اے شہسوار عرصۂ طیبہ ہے صدا
پروا نہیں اگر نہیں کوئی شہر کا خیال
ملتی مجھے جو راہ مدینہ کی آج کل

وله
میں سمجھا ہے چراغ مدعا داغ
چمک کر مہر انور بن گیا داغ
رہے یارب سدا پھولا پھلا داغ
ملا ہے شاہ دلکو اک نیا داغ

وله
یوسف کے پھرتے ہیں خریدار ہر طرف
پیش نظر ہے خامہ کا گلزار ہر طرف
زلف رسول کے ہیں گرفتار ہر طرف
پھیلا اثر محبت سرکار ہر طرف

وله
تمہارے واسطے کیا بیقرار ہے عاشق
نگاہ لطف کا امیدوار ہے عاشق
اسی خیال میں لیل و نہار ہے عاشق
خدنگ ناز کا جسکے شکار ہے عاشق

وله
ہجر میں آپکے مشہور رہا ہیں کب تک
میری بگڑی ہوئی قسمت کو بنائیں کب تک
طالب یار میں جنت میں بتائیں کب تک

وله
کرتا خوشی سے میں شہ بطحا پہ نثار دل
جسکے خدنگ ناز کا ہوتا شکار دل
میں تنگ آگیا دل سے ہوا بے اختیار دل
ہوتا نہ اس طرح سے اگر بیقرار دل

فرقت کے صدمے سہہ میں کتنے اٹھائیں ہم — جی میں ٹھنی ہے یہ کہ مدینے کو جائیں ہم
اپنی نظر میں جو ہے نعلین ہے شان ہے — کسطرح اپنے زر کو ظاہر میں لائیں ہم
کحل البصر ہے خاک مدینے کی اے صبا — لا دے ذرا کہ آنکھوں میں اسکو لگائیں ہم
ہو بخت ساز گار تو پھر دیکھیے گا لطف — چلکر مدینے حال سب اپنا سنائیں ہم

ولہ

یا محمد کی ہم اُس در پہ صدا دیتے ہیں — حاضری اپنی انہیں روز سنا دیتے ہیں
ہو کے محتاج جو آتا ہے حضور نبی — دو جہان سے وہ غنی اسکو بنا دیتے ہیں
دستگیری وہ کیا کرتے ہیں مجھ بیکس کی — میری کشتی کو وہی پار لگا دیتے ہیں
بخشواتے ہیں گنہگار کو امت سے وہ — شان یوں اپنی کریمی کی دکھا دیتے ہیں

ولہ

جسکو ہم سب شہ مکی مدنی کہتے ہیں — اہل جنت اُسے پھر جنتی کہتے ہیں
اسکے دھوکے میں نہ آنا نہ لگانا دل کو — اہل دانش اسے دنیائے دنی کہتے ہیں
شاد کو ظفر سے کہتے ہیں مسلمان کافر — [illegible] شان اسے [illegible] کہتے ہیں

ولہ

پیمبروں میں کوئی ایسا آفتاب نہیں — حضور احمد مختار کا جواب نہیں
نبی کے عشق میں جس نے کہ رسوائی ہو — لحد میں اُسکے لئے بخشش ہے عذاب نہیں

ولہ

ہاتھ آ جائے جو محشر میں تمہارا دامن — مجھ گنہگار کو ہو جائے سہارا دامن
پھر دیا دامن امید کو ہمیں نے شاد — رو برو آپ کے جس وقت پسارا دامن

ولہ

پیش جب ہو شفاعت کو نبی احمد مجھکو — میرا اللہ کریگا نہیں رد مجھکو
مشغلہ نعت نبی کا ہے مجھے شکر خدا — بعد مدت کے یہ ہاتھ آیا ہے مقصد مجھکو
ثروت و جاہ و حشمت کی کسے خواہش ہے — یہی کافی ہے کہ ہے الفت احمد مجھکو
خادم غوث بھی ہوں اور غلام خواجہ — میرے مولا نے دیا رتبہ بیحد مجھکو

وله

تری ذات ایک ہے یا خدا تری شان جلّ جلالہ — نہیں تجھسا ہے کوئی دوسرا تری شان جلّ جلالہ

تو کریم بھی تو رحیم بھی تو عزیز ہے تو معز بھی ہے — ترے نام پر دل و جان فدا تری شان جلّ جلالہ

وله

اس دل میں ہے مدت سے تمنائے مدینہ — یارب کبھی مجھکو بھی نظر آئے مدینہ

زاہد کو ہے جنت کی تمنا تو مبارک — ہمکو بھی حسرت ہے کہ ملجائے مدینہ

پتھر پڑیں اس دل پہ وہ پتھر سے ہے بدتر — جس دل میں نہو شوق تمنائے مدینہ

کسطرح سے سرسبز نہو مزرع امید — دیکھوں جو کبھی گنبد خضرائے مدینہ

وله

اپنی خودی کو کھوکے ہے پایا آپ میں — یہ سیر کی ہے آکے عدم سے وجود کی

صلّ علیٰ نکیوں کہیں احمد کے نام پر — پڑھنے کی ہے جگہ تو یہی ہے درود کی

وله

احمد کے سوا عشق کسیکا نکریں گے — ہم عاشق صادق ہیں تو ایسا نکرینگے

دیتا ہے مزہ عشق محمد میں تڑپنا — اس درد کا زنہار مداوا نہ کرینگے

مومن ہمیں کہتے ہیں کہیں لوگ ہیں شاد — کافر بھی کہے کوئی تو پروا نکرینگے

وله

مدینہ پہ خدا او مزار حبیب پہ نور برستی ہے — جہاں ہر وقت و ہر دم تری رحمت برستی ہے

ترے رتبہ میں کسکو خلل ہے کیا کوئی دم مارے — جو محبوب خدا کا رتبہ پائے کسکی ہستی ہے

وله

تاج لولاک ہے شایان رسول عربی — پرتو شان خدا شان رسول عربی

انبیا جتنے ہیں آپ ہی کے شافع ہونگے — کے سب مانینگے احسان رسول عربی

باغ احمد کے ہیں دو پھول حسین اور حسن — یہی دو ہیں گل و ریحان رسول عربی

محمد پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے — ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے

خدا دیدۂ عالم سے جسطرح وا حد — حبیب خدا بھی تو یکتا ہوا ہے

فقط اسلئے کوئی سمائے شاد ہیلو — یہ عزت ملی ہے یہ رتبا ہوا ہے

شہید۔ مولوی غلام امام

شہید تخلص۔ غلام امام نام۔ آپ شاہ غلام محمد مرحوم کے فرزند ہین آپکے والد ماجد
مشاہیر مشائخ سے تھے۔ آپکا وطن اصلی قصبۂ امیٹھی ضلع لکھنؤ ہے۔ آپ سن شعور کے ابتدا
مین کسب علوم کیطرف متوجہ ہوئے۔ کتب متداولہ درسیہ مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی
مولف منتہی الکلام کی خدمت مین تحصیل کین۔ اور زبان فارسی مین بھی استعداد کامل
پیدا کی۔ شعر گوئی مین ابتداءً مرزا قتیل و مصحفی و شیخ غلام مینا ساحر سے اصلاح لیتے رہے
آغا سید اسمعیل مازندرانی سے فن شاعری مین تعلیم کامل پائی۔ آپکی طبیعت برق رخشان
تھی آغا سید محمد اصفہانی و میرزا ناطق مکرانی کے ہم طرح و ہمسر تھے۔ ہر مشاعرہ مین سخنوران
معاصر سے میدان سبقت مین بڑھ جاتے تھے۔ آپ مداح حضرت رسالتمآب و حاجی بیت اللہ
و عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اکثر آپکے قصائد و غزلیات نعت و حمد مین
مشہور و معروف ہین۔ اور رسائل میلاد شریف بھی متداول ہین آپکے قصائد نعتیہ
مضامین شیرین و معانی رنگین مین ڈوبے ہوئے ہین ہر ایک شعر سے خوبی و خوش
اسلوبی مترشح ہوتی ہے اور ہر ایک لفظ و فقرہ سے تازگی و شادابی واضح علاوہ این
آپکا کلام نہایت درد آمیز و رقت انگیز ہوتا ہے کہ عاشقان جمال محمدی اسکے سننے سے
وجد و حال مین نیم بسمل کیطرح پھڑکتے ہین اور ماہی بے آب کی مثل تڑپتے ہین۔ کلام
پر تاثیر شیفتگان محمدی کے قلوب پر موثر ہوتا ہے ہر ایک عالم بیخودی مین بیتابانہ وا محمدا
وا محمدا چلاتا ہے۔ مجلس میلاد مین آپکے قصائد خوانی سے وہ اثر ہوتا ہے کہ سامعین دل سے
بیدل و خودی سے بیخود ہو جاتے ہین۔ آپ الہ آباد مین عہدہ پیشکاری صدر نظامت پر

مامور تھے۔ تقریباً بیس بائیس سال تک خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے ادا کرتے رہے حکام وقت آپ کے کام سے بہت خوش تھے۔ آپکی عزت و آبرو کرتے تھے۔ آپ حالت ملازمت میں بھی اکثر مجلس میلاد منعقد فرماتے تھے۔ اور مجلس میں عمدہ عمدہ کھانے اور اقسام کے حلوے مہیا کرتے تھے۔ بزرگان کرام و فقرا و غربا و احبا کو مدعو فرماتے تھے۔ اور مجلس میں خود قصائد نعتیہ کو نہایت خوش اندازی سے پڑھتے تھے۔ آپکے پڑھنے سے مجلس میں حیرت کا عالم قائم ہو جاتا تھا۔

نواب محی الدولہ بہادر جو شیدائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپکے رسائل میلاد و کلام نعتیہ کو دیکھکر آپکے دیدار کے مشتاق ہوئے۔ ایک ہزار روپیہ زر راہ بھیجکے شہر حیدرآباد دکن میں بلائے۔ آپ حسب طلب نواب صاحب موصوف نوکری ترک کر کے شہر میں آئے۔ معزز و مکرم ہوئے۔ سرکار عالی نظام سے چار سو تیس روپیہ ماہانہ بلا شرط خدمت مقرر ہوا۔ شہر میں نہایت آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب آپ دکن سے حرمین شریفین گئے۔ اسوقت مہاراجہ کشن پرشاد باقی نے زاد و راحلہ اپنے جیب خاص سے عطا فرمایا۔ اور نواب سالار جنگ مرحوم نے بھی پانسو روپیہ اعانت کی۔ آپ حرمین میں پہنچ گئے۔ وہاں مجالس میلاد متعدد مرتبہ مکہ و مدینہ میں منعقد فرمائے۔ لکھنو و آگرہ و مراد آباد و رامپور و الہ آباد و حیدرآباد و شہروں میں آپ کے مریدین تقریباً ہزار سے زیادہ تھے۔ نواب سر سالار جنگ مرحوم و نواب کلب علیخان والی رامپور و سعید عالم خان رئیس سورت آپکی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آخر ۔۔۔ ہجری میں بہشت بریں روانہ ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے رسائل و دیوان نعتیہ متداول و معروف ہیں۔ میں نے نہیں رسائل و دیوان سے چند اشعار تبرکاً ہدیہ

ناظرین کرتا ہون ھو ھذا

نبخشد شکر بکام معانی بیان ما
گویا زبان تو بود اندر دهان ما

بسکه از نقش دوئی گشته تهی سینهٔ ما
عکس ما نیز نگنجد در آئینهٔ ما

چون بوی گل بدوش کسی نیست بار ما
بر دامن صبا نه نشیند غبار ما

وله

نباشد از نزاکت تاب احسان طبع عالی را
حباب از آب دریا پر نسازد جام خالی را

در آغوش تصور میکشم ساق ترا هردم
فروزان می کنم زین شمع فانوس خیالی را

وله

بغیرت عاشقی ببین رشک گر خدائی را
سایه نیا فریده اند آن قد دلربائی را

خسته دلان تو هر طرف منتظر بصد صف
رخصت یک نظاره ده نرگس سرمه سائی را

وله

آن شوخ ستمگار به ما هست و به ما نیست
چون عکس که ز آئینه جدا هست و جدا نیست

گر زنده کند گاه کشد خسته دلان را
طرز نگهش حکم قضا هست و قضا نیست

وله

دل را بیک کرشمهٔ دلکش گرفت و رفت
سرگرم عشوه آمد و آتش گرفت و رفت

شمیم زلف تو در آستین صبا دزدید
تبسم دهنت غنچه در قبا دزدید

چو نافه بود نهان بوی زلف تو بدلم
نسیم صبح نمیدانم از کجا دزدید

حنا بران کف پا بسته بخون جگر
شهید دست تو مضمون بپیش پا دزدید

وله

مرا بگوشهٔ ابرو سلام کرد و نکرد
وزان دو چشم سخنگو کلام کرد و نکرد

مرا بگوشهٔ چشمی ز ناز دید و ندید
به نیم جرعه سیه مست جام کرد و نکرد

پرورش دیدم دل خود را بسوی من ندید

وله

بسکه مصروفش بشغل بوسه چیدن یافتم

وقت پیری شد لقای آن بت سرکش نصیب
چون کمان پابوسی تیر از خمیدن یافتم

جان وقف سر راه کسی کردم و رفتم
همپای بانگ جرسی کردم و رفتم

میرفت سحر قافلۂ بوے بہاران
من نیز چو شبنم ہوسے کردم و رفتم

گلبانگ زدم بر قدم جان چو سپندے
خوش ہمرہے ہم نفسے کردم و رفتم

صد شکر که صید ملک الموت نگشتم
جانرا ہدف تیر کسے کردم و رفتم

ہر جا که از آن لعل شکر خا سخنے رفت
پرواز ببال مگسے کردم و رفتم

شہید ـ میر احمد علیخان دہلوی

شہید تخلص ـ میر احمد علیخان نام ـ آپ سید جعفر علیخان بہادر کے فرزند دلبند ہین ـ آپ کے والد یا جد کے جد بزرگوار سید نوازش علیخان کا حسبی سلسلہ نواب سربلند خان بہادر دلاور جنگ مبارز الدولہ مبارز الملک صوبہ دار گجرات سے منتہی ہوتا ہے محمد شاہی امرا مین تھے ـ جاگیر و انعام سے سربلند ـ میر احمد علیخان کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی ـ اور دہلی کی سرزمین مین تربیت و تعلیم پائی ـ علوم عربیہ مین فراغت حاصل کرکے فن شاعری و انشا پردازی کیطرف متوجہ ہوئے ـ چند ہی مدت مین کامل ہو گئے ـ آپکو حضرت شاہ نصیر دہلوی مغفور سے تلمذ تھا ـ علاوہ علوم عربیہ و شاعری و رمل و عملیات مین بھی مہارت کاملہ رکھتے تھے ـ فارسی مین ناظم و ناثر تھے ـ آپکی نثر منشیانہ فاضلانہ و نظم شاعرانہ شیرین و رنگین ہوتی تھی ـ نقادان سخن کو آپکے کلام بلاغت انجام سے لطف و مزہ حاصل ہوتا تھا ـ اور آپ فارسی و اردو زبان مین بھی کلام موزون فرماتے تھے ـ آپکے اشعار نہایت ہی سنجیدہ و برجستہ ہوتے ہین ہر ایک کا مضمون نازک خیالی شیرین مقالی سے معلوم ہوتا ہے کوئی شعر نزاکت و لطافت سے خالی نہین ـ آپکے جملات و فقرات گویا شکر پارے ہین

ناظرین وسامعین کو دیکھنے وسننے سے حلاوت تازہ ولذت بے اندازہ ہمدست ہوتی ہے
آپ وطن میں امثال واقران میں لائق وفائق مانے جاتے تھے۔ آپ کشش آب وخورش
ہند سے حیدرآباد دکن میں آئے اسوقت نواب سکندرجاہ بہادر کا آخر عہد تھا۔ بارگاہ سکندرجاہی
میں باریاب ہوکے اہل مناسب کے سلسلہ میں منصب مناسب پر مقرر ہوکے غفران منزل
نواب ناصرالدولہ بہادر کی خدمت میں معین ہوئے۔ جب سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں سکندرجاہ
بہادر بہشت بریں روانہ ہوئے۔ اور نواب ناصرالدولہ بہادر مسند نشین ہوئے تو
نواب ناصرالدولہ بہادر نے آپکو خلعت وخطاب میرالشعرا واضافہ منصب سے سرفراز کیا
آپ تا زندگی عہدہ منصبداری پر معزز ومکرم رہے آخر آپنے سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں اس
دار فنا سے عالم بقا کیطرف رحلت کی۔ آپ خوش اخلاق وبزرگان سلف کی طرح وضعداری
وخاکساری کے پابند تھے۔

من اشعاره الفارسی

ساقیا معجزۂ حضرت موسی داری — ساغر بادہ بکف چون ید بیضا داری
ای دل اندیشۂ آن زلف چلیپا داری — در سر خویش ندانم کہ چہ سودا داری
ای دل از داغ چو طاؤس تماشا داری — نہ سر باغ نہ اندیشۂ صحرا داری
نعل در میخ است ز کفش تو ہلال انجم — آسمان دگری زیر کف پا داری
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا و آن نے — چشم بد دور کہ در خود ہمہ یکجا داری
دل من شاد کہ چون تو گل رعنا دارم — وقت تو خوش کہ چو من بلبل شیدا داری
تا ز لب حرف زنی مردہ صد سالہ زید — کس مرا زندہ کہ اعجاز مسیحا داری
بسراغ کمرش نیست نشانت ای دل — گوشہ گیری بجہان شہرت عنقا داری

لب اظہار تو چون غنچہ نہ از ہم وا شد | ایدل غمزدہ آخر چہ تمنا داری

نظر آنجا کہ فتد باز نگردد در چشم | ہمچو آئینہ چہ در جیب سراپا داری

کم ز فردائے قیامت نبود فردایست | کہ بفردا متعلق پس فردا داری

دل صد پارہ ام البتہ گلوگیر تو شد | نہ حمایل بگلو از گل حمرا داری

بخیہ کردی دل مجروح مرا از مژگان | ہنرت بہ کہ بکف سوزن عیسا داری

روئے نو روشن و آویزۂ زر در گوشت | جابۂ حسن مہ و عقد ثریا داری

اے شہید از مے عشق است ترا بیہوشی | نہ غم دین و نہ اندیشۂ دنیا داری

من اشعارہ الہندی

ناگہاں خورشید رو کے خط جو پیدا ہو گیا | دن رہے ظلمات کا موجود رستا ہو گیا

کیا کمال انسان میں تھا عشق کی تاثیر سے | سجدہ گاہ عرشیان ہستی کا پتلا ہو گیا

وله

گدا کو سایۂ بال ہما سے کیا مطلب | درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب

مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب | ہمارے درد کو عیسیٰ کی دوا سے کیا مطلب

وله

وصل ہے زلف و رخ یار میں اب | ربط ہے کافر و دیندار میں اب

وله

جو یہ تکتی ہے صاحب تمہارے آنکھیں | تو باقی کچھ نہیں رہتا ہے جان جانمیں

تو کس لئے مرے در پے ہوا ہے اے صیاد | حصول کیا تجھے اک مشت پر کے پانے میں

وله

پان کہا کر جو شہید دکھلانے لگے | ہیں شہید اور رنگ تم لانے لگے

نہ فکر زر کی نہ پروائے مال و جاہ رہی | فقط نظارۂ یوسف لقا کی چاہ رہی

سیاہ بختی مجنون خوش آئی لیلی کو | بنا کے آپ بھی اک خیمۂ سیاہ رہی

شہید فکر کرو ورنہ آگے مشکل ہے | جو ویسا عشق رہا اور ایسی چاہ رہی

شہیر حکیم محمد عبد اللہ خان صاحب

شہیر تخلص - محمد عبد اللہ خان صاحب نام - آپ حکیم اللہ خان کے خلف الصدق ہیں - آپ کے بزرگ خوانین بھکر سے ہیں ملازمت کی وجہ سے ناگور میں آئے - اور وہان سکونت پذیر ہوئے - آپکے والد یا جد کی ولادت ناگور میں واقع ہوئی تھی اسوجہ سے ناگوری کہلاتے ہیں - ناگور سے برار میں آئے - اور برار میں متوطن ہوئے - اور اسی ملک میں قضاۃ کے خاندان کی لڑکی سے شادی کرلی - آپکی ولادت برار میں واقع ہوئی اور نشو نما بھی اسی ملک کی آب ہوا میں ہوئی - عالم شباب کے قریب آپنے مولانا مولوی عبد اللہ صاحب نبیل مراوتی کی خدمت میں تعلیم پائی کتب درسیہ متعارفہ کچھ ان سے اور دیگر استادوں سے پڑہیں صاحب فضل و کمال ہوے انشا پردازی میں بے نظیر نظم و نثر میں آفتاب منیر ہوئے - طبیعت میں جولانی اور دماغ میں نازکخیالی خداداد تھی - دل میں بینائی و دانائی کا دریا موجزن اور دماغ میں ذکاوت و فطانت برق افگن تھی - زور طبیعت سے شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھا اقران و امثال سے کئی قدم آگے بڑھ گئے - اور سبقت میں بازی لیگئے - جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں کلام سے شستگی و پختگی نمایان نازکخیالی و شگفتہ بیانی عیان ہے - آپ دو نون زبان یعنی فارسی و اردو میں کہتے تھے ہر ایک زبان میں کلام بامحاورہ ہوتا تھا - آپکا ہر ایک شعر لطافت و نزاکت میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے - فصاحت و بلاغت میں تولا ہوا ہوتا ہے آپکے کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے

فصاحت و بلاغت میں تولا ہوا ہوتا ہے آپکی کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے

اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے۔ آپ علم طب میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ آپ کی تشخیص نہایت درست تھی۔ مریض کی بیماری میں خوب غور و فکر کرتے تھے اور تمام حالات جزئیات سے واقف ہو کے سوچ سمجھکر نسخہ تجویز کرتے تھے۔ ادویہ کے اوزان مزاج کے موافق لکھتے تھے۔ آپکا نسخہ سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا تھا۔ جو بیمار آپکی ہدایت کے موافق ادویہ کو استعمال کرتا دنوں میں شفا پاتا تھا۔ آپ دیگر اطبا کی طرح بغیر سوچے سمجھے نسخہ نہیں لکھتے۔ نہ کسیکو دوا دیتے۔ بیمار کے مزاج کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ آپکے پاس اکثر مریض ایسے آئے ہیں جنکو ڈاکٹروں اور اطبا نے نا امیدی کا جواب دیا۔ آپنے نبض و قارورہ ملاحظہ کرکے نسخہ دیا۔ عنایت الٰہی سے تھوڑے دنوں ہی صحت کے آثار معلوم ہونے لگے۔ چند روز کے معالجہ میں صحت کامل پا جاتے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ آپکے ہاتھ میں شفا ہے۔ یہ قبولیت عامہ خداداد تھی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

آپ ملکی انتظام میں عقل کل تھے۔ جب تک سرکاری ملازمت کے صیغہ میں تھے اپنی خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے کبھی آپکے کام پر حرف گیروں کو حرف گیری کا موقع نہیں ملا۔ ہمیشہ پاک و صاف رہے کسی سے کوئی تعلق نہیں فرمایا۔ پیشتر نواب میر عالم علیخان بہادر جاگیردار جامود کے خانہ میں ملازم تھے اور انکی خدمت میں مدت تک رہے۔ آپ سنی اور جاگیردار صاحب امامیہ تھے۔ معاملہ ضدین تھا۔ مگر آپکی لیاقت و قابلیت اس وجہ کی تھی کہ نواب صاحب آپکو عزیزوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ نواب کی رحلت کے بعد چند مدت انگریزی عہد میں برار میں عدالت منصفی میں ہیڈ منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ عدالت برخاست ہونیکے بعد انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ چند مدت تک داروغگی کی خدمت پر مامور رہے

پہر داروغگی سے علیحدہ ہوکر نواب کے داماد میر مہدی علیخان کی خدمت مین بسر کرتے رہے
تمام نواب کی جاگیرات آپکی اختیار مین تہین۔ سفید وسیاہ کے آپ مالک تہے مہدی علیخان
مرحوم کے بعد اُنکی اولاد کے نزدیک بہی رہے۔ اُن کے فرزندون نے آپکی کچہہ قدر نہین
کی اور نہ آپکے کام کی داد دی۔ آپ استعفا دیکر الگ ہوئے۔ نواب مختار الملک اول
کا زمانہ تہا آپنے نواب سے منصب کی درخواست کی۔ نوابصاحب نے قدردانی سے
۶۰ روپئے ماہوار مقرر کردئے۔ آپکی گذر اوقات کا مدار اُسی تنخواہ پر تہا۔

اوائل مین آپکے خیالات فلاسفانہ تہے۔ صوفیانہ طریق کے جویا تہے۔ صلح کل کے پیرو تہے
کیا ہندو کیا مسلمان سب سے ایک ہی طریق سلوک فرماتے تہے۔ آپ سے سب خوش تہے
آپکا کوئی شاکی نہین تہا۔ آپ بزرگان دین و صوفیان یقین کے معتقد ہی۔ اطیعو اللہ
واطیعو الرسول کے متبع ہی۔ آپ متشرع متدین متقی و پرہیزگار تہے۔ پاکیزہ دین و پاکیزہ
دل صوم صلوٰۃ کے پابند۔ قال اللہ و قال الرسول کے کاربند۔ رات دن عبادت الٰہی مین
مصروف تلاوۃ قرآن و وظائف و اذکار مین مشغول رہتے تہے۔

خوش مزاج۔ و خوش خلق ہر ایک سے نہایت کسر نفسی سے ملتے تہے۔ نیک سیرت و پاکیزہ
صورت تہے۔ حلیم الطبع و سلیم الوضع استقلال و وضعداری مین بے بدل زمانہ بدلجائے
مگر وہ اپنی وضع سے نہین بدلین گے۔ ہزار آفتین و گردشین سر پر آجائین وہ استقلال سے
ذرا نہین ہٹین گے۔ آپ متوکل و قانع تہے کسی سے خواہان نہین ہوے۔ کیا امیر کیا فقیر
آپکو کسی سے پروا نہین تہی۔ عزلت گزین تہے۔ گہر سے باہر نہین جاتے تہے۔ فقیر مولف
کے استاد مین اوائل مین کتب فارسیہ اور ابتدائی عربیہ آپسے پڑہین اور مجکو آپ ہی کی فیض
صحبت کی برکت سے طالب علمی کا شوق ہوا۔ اولاً آپ ہی کی ترغیب سے بمبئی گیا اور

اور تحصیل علم کیطرف متوجہ ہوا ایک مدت مین تکمیل کتب سے مشرف ہوا۔ مین آپکی توجہ وعنایت کا مشکور ہون۔ آپ حیدرآباد دکن محلۂ مستعدپورہ مین سکونت پذیر تھے

آپکی رحلت کی کیفیت

آپکا خاتمہ بخیر ہوا۔ ان کے اعمال و افعال اسبات پر دلالت کرتے ہین کہ وہ بہشت برین مین داخل ہوئے ہون گے۔ آپکو تین روز تک سکرات کی شدت رہی۔ تیسرے دن عزیز و اقارب آپکے گرد جمع تھے۔ آپنے حاضرین سے پوچھا اسوقت کیا وقت ہے۔ حاضرین نے جوابدیا کہ ظہر کا وقت ہے۔ آپ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے قریب تھا کہ زمین پر گرین حاضرین نے آپکو تھاما۔ اور عرض کیا کہ آپ کہان جاتے ہین۔ فرمایا ظہر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہون بعد ازان آپ فرش پر بیٹھ گئے۔ تکیہ پر تیمم کیا بسمت قبلہ متوجہ ہوکے تکبیر تحریمہ شروع کی سورۂ فاتحہ و ضم سورہ سے فارغ ہوکے رکوع کرکے سجدہ مین سر زمین پر رکھا۔ فوراً حالت سجدہ مین آپکی روح نے جسم عنصری سے عالم بقا کو پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاضرین نے آہ وزاری کی اور مرحوم کی رحلت پر افسوس و حسرت ظاہر کیا بعد ازان تجہیز و تکفین کرکے آپکو کمر کی گنبد کے قریب دبول پٹہ مین دفن کیا۔ یہ واقعہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۱۰ہجری مین واقع ہوا۔

آپ کی عمر تقریباً اسی سال سے متجاوز تھی۔ آپکی باقیات الصالحات سے تین دختر نیک اختر مین تینون کی شادیان آپکی زندگی مین ہوگئی تھین۔ سرکار عالی نظام کے امتیازی منصبدارون کے صیغہ مین ملازم تھے۔ ساٹھ روپئے وظیفہ پاتے تھے۔ مرحوم کی بیوی صاحبہ کوشش کر رہے تھے کہ مرحوم کی تنخواہ اون کے نام پر منتقل ہوئے اب تک فیصلہ نہین ہوا ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے خدا انکو کامیاب کرے۔ آپکا ذاتی مکان مستعدپورہ مین ہے۔

آپکے جسقدر اشعار میرے پاس تہے۔ وہ تمام موسی ندی کی طغیانی مین تلف و برباد ہوگئے۔ اسوجہ سے صرف حال پر اکتفا کیا گیا اگر ملجائینگے تو آیندہ ضمیمہ مین لکہونگا۔

شفیق لچھمی نرائن اورنگ آبادی

شفیق تخلص۔ قوم کہتری کپور سے ہے۔ اورنگ آبادی المولد۔ آپکے جد بزرگوار بہوانیداس عالمگیری لشکر کے ہمراہ لاہور سے دکن مین آئے۔ اور اورنگ آباد مین متوطن ہوئے۔ نوکر پیشہ تہے۔ زندگی بصیغۂ نوکری بسر کرتے تہے۔ صاحب اولاد ہوئے۔ اُنکا متوسط فرزند رائے منسا رام تہا۔ جب منسا رام دس برس کا ہوا جد مذکور فوت ہوا یتیم مذکور لالہ جسونت رائے ہم قوم کے سایۂ عنایت مین رہا لالہ کی سرپرستی مین تعلیم و تربیت پائی۔ نواب آصف جاہ غفران پناہ کے زمانہ مین چہہ صوبجات دکن کا پیشکار رہا۔ چالیس برس تک خدمت مفوضہ پر مامور رہا۔ امانت و دیانت سے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ جناب آزاد نے نواب صمصام الدولہ بہادر مرحوم سے سفارش کر کے منصب سے سرفراز کرایا۔ اور دکن کے بخشی الممالک کی پیشکاری پر بہی مامور۔ منسا رام دونون خدمتون کو عمدہ طرح سے ادا کرتا تہا۔ محنتی و جفاکش تہا۔ مالک کی تابعداری مین سرمو فرق نہین کرتا تہا۔ دربار آصفی نام کا ایک رسالہ مختصر لکہا ہے۔ اسمین مغفرت مآب آصفجاہ اول کی تعریف اور اُن کے عہد کے قوانین لکہے۔ رسالہ مذکور مطبوع ہو چکا ہے۔ اور ایک دکن کا گوشوارہ بہی لکہا ہے۔ پس دوم صفر ۱۱۵۸ ہجری مین شفیق صاحب ترجمہ کی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابتدا عمر سے حضرت میر غلام علی آزاد کے خدمت مین تربیت و تعلیم پائی۔ آزاد کی توجہ سے صاحب استعداد ہوا۔ سفید و سیاہ سے واقف نواب

صمصام الدولہ کے زمانہ مین منصب خطاب دولی چند سے سرفراز ہوا۔ اور آزاد بلگرامی شفیق کے حال پر نظر شفقت و محبت رکہتے تہے۔ چنانچہ خود شفیق حضرت آزاد کی شان مین لکہتا ہے ؎

لامکان است مقام آزاد — فوق عرش است خرام آزاد

سبحہ گردان ز کواکب شہ پر — فلک رہبر است بنام آزاد

خرمن ہستی اعدا سوزد — برق رخشان حسام آزاد

در گلستان جہان ہر گل و خار — سوزد رحمت عالم آزاد

جدا و ساقی کوثر باشد — آب خضر است بجام آزاد

گل شنود گوش ہمہ تن چمن — کہ برد باد پیام آزاد

پیش آئینہ ضمیر آن طوطی — میکند وصف کلام آزاد

اے خداوند جہان با دوام — ساغر عیش بکام آزاد

صاحب ہر دو جہانست شفیق — ہر کہ گردید غلام آزاد

ابتدا مین شفیق کم کم کلام موزون کرنے لگا۔ اور کلام مین تخلص صاحب کرتا تہا۔ جب آزاد اس تخلص سے واقف ہوئے تو اسکو ۱۱۶۷ ہجری مین شفیق تخلص عطا فرمایا اور آپنے فرمایا کہ میر محمد مسیح صاحب تخلص فارسی مین ایک شاعر گذرا ہے۔ چونکہ شفیق ہندی و فارسی دونون زبان مین کہتا ہے۔ زبان ریختہ مین تخلص صاحب بحال رکہا۔ اور فارسی مین شفیق۔ تاریخ مرحمت تخلص ؎

حضرت فیض بخش آزاد — کرد ندم را تخلص انعام

گفتم تاریخ این عنایت — امداد شفیق شد مرا نام

شفیق صاحب ترجمہ آزاد کے ارشد تلامذہ سے ہے۔ شاعری و سخن سنجی و تاریخ نویسی و تالیف مین فرد کامل تہا۔ اُسکے نتائج طبع نہایت صاف و شستہ و شفاف و برجستہ ہوتے ہین پُرگو ہے آپکا دیوان فارسی و اردو ضخیم ہین۔ ابہی تک مطبوع نہین ہوئے ہین کل امر مرہون باوقاتہا کے انتظار مین گوشہ گمنامی مین پڑے ہین۔ فقیر نے اکثر تذکرون مین اُن کے اشعار چیدہ چیدہ دیکہے ہین۔ انہین منتخبہ سے انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون آپ کی تالیفات سے۔ مآثر آصفی۔ و مآثر حیدری۔ و تذکرہ گل رعنا۔ و تذکرہ شام غریبان و بساط الغنائم۔ و مرات الہند۔ و تحلستان۔ و تذکرہ گرو بابا نانک۔ و چمنستان شعرا وغیرہا مین۔ تذکرہ نویسی مین میر غلام علی آزاد کے قدم بقدم چلتا ہے۔ جو کچہہ لکہتا ہے نہایت تحقیق کے ساتہہ لکہتا ہے جس شخص یا جس چیز کی حالت اگر لکہتا ہے تو پورا پورا اسکا مالہ و ماعلیہ صاف صاف بیان کردیتا ہے شفیق کو یہہ لیاقت آزاد کی توجہ و عنایت کی بدولت حاصل ہوئی تہی۔ دکن مین اگرچہ آزاد کے اکثر تلامذہ صاحب تالیف ہین لیکن شفیق ارشد تلامذہ سے ہے۔

من اشعارہ الفارسی

مصرع ابروے او بسم اللہ عنوان ما
بسکہ از گفتار ما ریزد یاران رنگہا
بردل ما اتفاقی ہست چشم یار را
چشم او بر ما نگاہے گر ندارد عیب نیست
گر خود آرائی ہوس داری شنو عرض شفیق
تعالی اللہ چہ دولت شد میسر ناگہان امشب

ولہ

مصحف رخسارہ او دین و ایمان ما
گرد کہ صورت گران شد صفحۂ دیوان ما
الفتی بسیار با مینا بود میخوار را
می شنود پیہم سفر لازم مردم بیمار را
اند کے تحریف باید چہرۂ گلنار را
کہ آمد بر سر بالین من آن جان جان امشب

ہم آغوش شد بجانان طالع بیدار نازم
غنچہ ہا بشگفت و طفل گلعذارم برگشت
گریہ می آید مرا بر حال خود در فصل گل
ہر کسے را میرسد نوبت بدور آسیا
چہ ستمہا بدل از چشم سیہ مست تو رفت
شکست توبہ ما را بہار شد باعث
خدا گواہ کہ می را بلب نیالودم

اگر در خواب نوشین است چشم آسمان شب
صد گریبان پارہ شد دامن سوارم برگشت
گشت آب فتادم در جو نگارم برگشت
بر مراد خاطر من روزگارم برگشت
شیشہ تحفہ افسوس کہ از دست تو رفت
ہزار بار نوائے ہزار شد باعث
برائے مستی من چشم یار شد باعث

شعلہ۔ میر کاظم علیخان دہلوی

شعلہ تخلص۔ میر کاظم علیخان نام۔ آپ میر محمد علیخان شہید دہلوی کے فرزند رشید ہیں۔ آپکے بزرگان سلف شرفا و امرا کے زمرہ سے تہے۔ چنانچہ مولف فقیر نے خاندانی شرافت حسبی و نسبی کا ذکر شہید کے ترجمہ مین پورا بیان کر دیا ہے۔ اب یہان اعادہ کی ضرورت نہین۔ صاحب ترجمہ کا ذاتی حال لکہتا ہون۔ آپکی ولادت ۱۸ تاریخ شہر رجب سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین واقع ہوئی۔ مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی نشو و نما بہی یہان کی آب ہوا مین ہوئی۔ مدرسہ دار العلوم مین پانچ چہہ سال تک تعلیم پائی۔ کتب درسیہ متداولہ فارسی عربی سے فراغت حاصل کی۔ امتحان دیگر مدرسہ سے لیا فقط نامہ و سند کامل ہمدست کی۔ علاوہ فارسی عربی بقدر ضرورت انگریزی بہی پڑہ لی۔ آپکی طبیعت فطرتاً شعلہ جوالہ کی طرح ترقی کے اوج پر عروج کر رہی تہی۔ تحریر و تقریر کے دریا مین موجزن ہو رہی تہی۔ ایسی حالت مین موروثی شعر و شاعری کے طرف مائل ہوئی۔ ذاتی استعداد

ولیاقت خداداد سے کلام موزون کرنے لگے۔ اور والد یا جد سے اصلاح لینے لگے۔ والد کی
اصلاح سے روز بروز کلام کی خوبی بڑہنے لگی۔ چندہی ایام کی مشق و اصلاح مین کلام
سنجیدہ و پسندیدہ ہوگیا۔ پس آپ شعرا کے مشاعرے مین جانے لگے۔ معاصرین کے
ہمطرح و ہمسنگ ہوئے۔ آپکا کلام فصاحت و بلاغت سے مملو ہوتا ہے۔ اور صنایع و بدایع
لفظی و معنوی مین ڈوبا ہوا۔ فارسی و اردو دونون زبان مین کلام موزون فرماتے ہین
ہر ایک زبان کے محاورات و اصطلاحات سے ماہر و کامل تہے۔ کلام سے اہل زبان کی شان
دکہلائی دیتی ہے۔ آپ باوجود ملازمت سرکاری طلبہ کو درس و تدریس سے بہی مستفید
فرماتے تہے۔ اکثر طلبہ و نوآموز شعرا آپکی خدمت مین استفادہ کرتے تہے۔ آپ اساتذہ
جہابذہ مین شمار کئے جاتے تہے۔ آپ عدالتی امور مین بہی نہایت ہی لائق و فایق
تہے۔ متعدد محکمون مین حکام بالادست کی زیردستی مین کام کرتے رہے۔ حکام نے
وقتاً فوقتاً آپکے انتظام و خوبی کام کی بابت خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مولوی نصر اللہ خان
خورجوی ناظم عدالت فوجداری نے اپنے مولفہ تاریخ دکن مین آپکی کارگزاری و تجربہ کاری
و ہوشیاری کی بہت تعریف لکہی ہے۔ مدۃ العمر آپ سرکاری خدمات کو امانت
و دیانت کے ساتہہ ادا کرتے رہے۔ نیک محضر و خدا ترس تہے۔ وضعداری و ملنساری
کے پابند تہے۔ طلبہ کے ساتہہ ہمدردی سبقاً و طبقاً فرماتے تہے۔ فقیر مولف کو آپ سے
شناسائی تہی۔ بعض محافل مین کبہی کبہی باہم ملاقات ہو جاتی تہی۔ آخر آپ نے
بتاریخ ۲۰ ماہ جمادی الاخری ۱۳۰۸ھ ہجری مین اس دار فانی سے بعالم جاودانی
رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے باقیات صالحات سے دو خلف
الصدق ہین ایک حکیم سید نوازش علی صاحب متخلص بہ لمعہ دوسرے حکیم سید نادر علی صاحب

المتخلص بہ رعد ہیں۔ ماشاء اللہ دونون ہی مصداق الولد سر لابیہ لائق و فائق ناظم و ناثر ہیں اللہم سلمہما اللہ بالخیر و العافیہ۔ اب مین شعلہ صاحب ممدوح کے چند اشعار فارسی و ہندی بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔

من اشعاره الفارسی

در گلشن عشق است چو بلبل وطن ما — خرم چو بہشت است بہار چمن ما
خون در دل یاقوت بود از لب لعلش — زانست کہ رنگین شدہ شیرین سخن ما
بہار آمد بیا ساقی در میخانہ را بکشا — بزن مستانہ پیمانہ و مہر شیشہ را بکشا
نہان تا کے بماند شمع اندر پردۂ فانوس — نقاب از چہرہ ات ای شعلہ رو بہر خدا بکشا
آنکہ بخشید بتو حسن خود آرائی را — او عطا کرد بمن صبر و شکیبائی را
اسم حق ورد کن ایدل کہ ہمہ ذکر کنند — صبحگاہان بنگر طائر صحرائی را
سید ہاشمی و منبع جود و کرمی — نبی مکی و امی و شفیع الامی
نظر لطف شہا بر من مسکین فرمائے — کہ منم ذرۂ بیتاب تو مہر کرمی
حبذا شان برافت کہ ز چرخ گذشت — مرحبا شاہسوار عربی و عجمی
سائلے از حرم پاک تو محروم نگشت — بارک اللہ چہ کریمی و چہ عالی ہممی
زان سبب آمدہ در شان تو لولاک لما — کہ تو بر جملہ رسل اکرمی و محترمی
ہست از پرتو انوار تو عالم روشن — آفتاب رسل و معنی لوح و قلمی
حبذا شان رفعت کہ رسیدی تا عرش — شب معراج ز اعجاز زیادہ تو کمی
سر و دار در دوے دارم و بس بخورم — دارو ئے درد عطا کن کہ تو باب حکمی
کن عطا خدمت جاروبی آن روضۂ پاک — یا حبیب الصمدی انت لی النعمی

گر وصل بہی ہو جاتا اکبار تو کیا ہوتا
دامن کش قاتل گر خون شہید ہوتا

وہ شوق شہادت ہے سو بار اگر مرتا
کیون رشتہ محبت کا توڑا ہی عبث ظالم

پائی نہ شہادت جب دعوی ہے دیت کا کب
اے ابر کرم گر تو رحمت سے برس جاتا

گر قلقل مینا کو مجھکو نہ سنایا تہا
اس شکل بدلنے پہ عشق کے آ جاتی

سننے کہ سنتے وہ کہنا تہا ہمین لازم
اُس شعلہ بہبوکہ کی شکوہ جو کہلین یقین

دامن مجھے قاتل کا دامان قضا ہوتا
یون قتل پہ آمادہ ظالم ہوا ہوتا

قاتل ہی کے جانب کو لاشہ بہی پہرا ہوتا
یون قتل کیا ہوتا کچھہ تسمہ لگا ہوتا

گر خون بہا ہوتا تب خون بہا ہوتا
بہشت غبار اپنا ہر گز نہ اُڑا ہوتا

تربت پہ مری ظالم اک قفل تو پڑا ہوتا
تصویر مین بہی رخ سے گر رنگ اُڑا ہوتا

آنے کہ نہ آنے وہ شکوہ تو کیا ہوتا
سورہ کو دخان کی دم ابشعلہ کیا ہوتا

شہیدی - مرزا شہید قمی

شہیدی تخلص - مرزا شہید نام - آپکا وطن اصلی شہر قم ہے - جامع علوم و فنون تہا - فن شاعری مین استاد کامل - میدان سخن سنجی مین اقران و امثال پر سبقت کرتا تہا - اپنے مقابلہ مین کسی شاعر کو ہم سنگ و ہم پلہ نہین سمجہتا تہا - اپنی شاعری و شگفتگی سے کلام پر نازان رہتا تہا - سلطان یعقوب والی تبریز کا مقرب مصاحب تہا - سلطان اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تہا - بادشاہ کی قدردانی سے ملک الشعرا خطاب سے مخاطب تہا - معاصرین اُسکے جاہ و جلال و حشمت و اقبال کو دیکہہ کے رشک و حسد کرتے تہے - لیکن بادشاہ کی عنایت و توجہ کے سبب اُسکو کچھہ ضرر

نہین پہنچا سکتے تہے ۔ ہمیشہ قابو جو رہتے تہے ۔ بادشاہ کے فوت ہوتے ہی حاسدین کے وجہ سے وہان قیام دشوار ہوگیا بامر لاچاری ہند کا سفر اختیار کیا ۔ تبریز سے اولا گجرات مین آیا ۔ چند روز وہان قیام کرکے اسمعیل عادل شاہ کے عہد مین شہر بیجاپور مین پہنچا عادل شاہ نے اسکی نہایت خاطر و مدارات کی اور مقربین کے زمرہ مین شریک فرمایا ۔ تا بہ زندگی بیجاپور مین عیش و آرام کے ساتھہ بسر کرتا رہا ۔ تقریبا صد سالہ عمر ہوکے فوت ہوا ۔ فرشتہ و گل عرائب کے مولف تمنا کے قول سے سنہ ۹۳۶ ہجری مین فوت ہوئے بیجاپور کی زمین مین مدفون ہوا ۔ محمد عارف بقائی نے لکھا کہ اسکی وفات سنہ ۹۳۵ ہجری مین واقع ہوئی ۔ اور ملا قاطعی نے اپنے تذکرہ مین لکھا کہ اسکا مدفن سرکہیج گجرات ہے ۔ فقیر مولف کے نزدیک فرشتہ و گل عرائب کا قول و سنہ وفات و مدفن کی بابت صحیح ہے ۔ اس لئے کہ دونون مولف دکنی الاصل تہے ۔ انکا لکہنا گویا مشاہدہ ہے اور بقائی و قاطعی کا مدار سماعت پر ہے ۔ والعلم عند اللہ بحقیقة الحال ۔ شہیدی صاحب دیوان تہا ۔ اسکا دیوان ضخیم ہے کئی ہزار ابیات پر شامل ہے فقیر مولف کے مطالعہ مین گذرا ہے ۔ کلام پختہ و برجستہ ہے ۔ نزاکت و لطافت سے بہرا ہوا ہے ۔ ہر ایک شعر سنجیدہ و پسندیدہ ہے ۔ اب مین صاحب ترجمہ کے دیوان سے چند اشعار گذارش کرتا ہون ۔

من اشعارہ الفارسی

بطوف میکدہ ہا روز بے نوائی ما ۔۔۔ سفال چرخ بود کاسۂ گدائی ما
چو تاج بر سر ما کو سبوی بادہ ببین ۔۔۔ کسی کہ طعنہ زند بر برہنہ پائی ما
نہاد سر خم زدست بادہ فروش ما ۔۔۔ شکست شیشۂ تقوی و پارسائی ما
بیک قدح کہ کشیدیم صبح مخموری ۔۔۔ ہم از درون و برون شست صفائی ما

با آب تلخ چو ما آشنا مباد کسی | که رو بفقر و فنا دارد آشنائی ما
نهفته بزم غم ما ز چشم تیره دلان | توان مشاهده کردن بروشنائی ما
شهیدی از نظر فروش دور مرو | که او ز قید خودی میدهد رهائی ما

وله

ز اشک لاله گون تا چند در خون افکنم خود را | نمیدانم که چون زین ورطه بیرون افکنم خود را
خیال چشم جادویش چنانم ساخت دیوانه | که خواهم از سر کوی بهامون افکنم خود را
اگر بر تربت مجنون مرا روزی گذار افتد | درم پیراهن و بر خاک مجنون افکنم خود را

وله

خوش آن سوار که زو شد بلند پستی ما | بتازیانه افشاند گرد هستی ما
ز دست چرخ ربایم بساغر خورشید | بود بدولت عشق این درازدستی ما
تهی نگشت دمی کاسه سر از می عشق | ز سر چگونه رود مستی الستی ما
چنان ز شوق تو سرمست و بیخبر حالم | که مصحف بغلط می فتد ز مستی ما
یکی مشاهده کن ای شهیدی آن بت را | بشوی صفحه انکار بت پرستی ما

وله

بهیچ سر لایق نباشد بند فتراک ترا | چون کسی آلوده سازد دامن پاک ترا
باغبانا غم مخور وز خشکسال آزاد باش | می پرستان پرورند از چشم تر تاک را
یار اگر ناید شهیدی بر سر خاکت قدم | گو منه شمع و چراغی بیکس خاک را

وله

بیا ای عشق و آتش زن دل افسرده ما را | بنور خویش روشن کن چراغ مرده ما را
ملولیم از کدورتهای مخموری بیا ساقی | بجامی تازه گردان چهره پژمرده ما را

وله

رفتیم نگشت باغ ازان نازنین جدا | افتاد گل بخنده جدا یاسمین جدا
بی لعل یار تیره شد چشم روشنم | مانند خاتمی که بود از نگین جدا
تیغ فراق بند ز بندم جدا کند | از یار خود مباد کسی اینچنین جدا

پامال رخش کن سرم از خاک بر مدار
می ترسم ای سوار که گردی ز زین جدا

ننشین جدا ز یار شهیدی چو عاشقی
صد پاره شو به تیغ و مشو از نگین جدا

وله

داغ بتان چو لاله بود در سرشت ما
تا بت پرست درد سیهی سرنوشت ما

ترسم که زیب تربت ارباب دین کنند
خشت منقشی که فتد از کنشت ما

تخم نشاط از دل ما سبز کی شود
زینسان که پایمال غمت گشت کشت ما

عالم گرفت شور شهیدی و کو کسی
چون نیست بی غم نمکینان سرشت ما

وله

رسیدم اینک آن جاییکه روزی دیده ام او را
درین منزل بسی برگرد سر گردیده ام او را

مرا باور نشود مردم بهانه ای گرچه گویندم
که اکنون رفت ازین ره به کجا پرسیده ام او را

وله

بر لب آمد جان من ز هجری من بیار را
خون چکان رخساره بنما تشنه دیدار را

صورتی چون روی تو در کارگاه حسن نیست
ای پری چند اینکه می بینیم روی کار را

وله

از تو من رو بر دل از تیغ غمت چاک آنجا
بی تو من خون خورم اینجا دل غمناک را

جای پاکان بود آن کوی از آن می دارم
چشم پاک و دل چاک و نظر پاک آنجا

وله

ناگه نگاه روز یاری رسد یاری ما
خلق محشر همه حیران سیه کاری ما

گرچه از جرم گناهیم گرانبار آنجا
کوه بر باد رود چیست گرانباری ما

نا امید از کرمم دست شهیدی نشوی
بشکفاند گل امید جگرخواری ما

وله

عکس رخش در جام می دیدم کشیدم جام را
خوردم به یکدست می از می گرفتم کام را

صد عیب اگر می را بود بس باشد این یک هنر
کو میدهد رنگ از رخساره گلفام را

وله

هرچند خواهی چو گل پوشی رخ گلرنگ را
کشا بروی هر کسی آن چشم شوخ شنگ را

از غمزه میزنی و زخنده لب را میگزی
در یک زمان کس چون تو کند هم صلح را هم جنگ را

وله

دامن پاکت ز می گشته نمناک از کجا — در گریبان تو افتاده است این چاک از کجا

خاک بر سر کرده هر جا او خواهی بنگرم — میرم از غیرت که بر سر کرده این خاک از کجا

وله

در چمن آن دست نازک سوی شاخ گل مبر — ترسم آزاری رسد تا که ز گل چیدن ترا

ریختی خون شهیدی چند مردم میکشی — عاقبت خواهد ز خونی پای لغزیدن ترا

وله

عزت عشق چون بود خواری خویشتن بهم — برده سلطنت نگر بندگی ایاز را

نازنینی بجان خریدی پری همه کس چه افکنی — سربلند شاه من برهمه صید باز را

وله

نهادم سر براه عشق و کردم قطع منزلها — ز سر بگذشتم آسان ساختم بر خویش مشکلها

سر دگر خوشه خوشه شعلهٔ آتش برون آید — بخاک کوی خوبان بس که شد دانه دلها

وله

چشمت به تیر غمزه دل و جان من نواخت — خوش با دو وقت مردم مسکین نواز را

خوشخو شو که بیشتر از خوی نیک بود — چندین قبول خاطر محمود ایاز را

برهمن که سجدهٔ صنمی میکنم مخند — آگه نهٔ حقیقت عشق مجاز را

در باخت هر چه داشت شهیدی ره عشق — سرها به درد و داغ تو بس پاکباز را

وله

بشام عید کنم ساغر شراب طلب — طلب کنند همه من آفتاب طلب

هلال عید کنم کنج نامه که آن — کنند کنج می از عالم خراب طلب

وله

کمتر از پروانه نتوان بود در جان باختن — گر بهوای آتشین نظاره خود پاک سوخت

فارغست از دوزخ و گرمای روز رستخیز — بهر ماهی هر که در تبخانهٔ افلاک سوخت

صحرا خوش است و باغ خوش است و چمن خوش است — جامی سیه ز چاه خورده ام وقت من خوش است

بس ناخوشی که عاشق بیچاره خوش کند — دشنام ناخوش است ولی از تو من خوش است

وله

ز خواب ناز چو آن سرو نازنین برخاست — علم کشید بلا فتنه از زمین برخاست

ز بزم لاله رخان چند عرق خون خیزم
نشست هر که باین قوم اینچنین برخاست

وله

پی برده ام که منزل جانان من کجاست
آرامگاه سرو خرامان من کجاست

تا خوانده در رود همه جا همچو آفتاب
خود رای و سرکش است بفرمان من کجاست

وله

جواب طعنهٔ نااهل چیست خاموشی
فرمان بیهوده کردن دراز کاری نیست

میان خلق شهیدی چه میکنی خانه
ترا مقام به از گوشهٔ مزاری نیست

وله

ای محتسب مکن بمن درد خوار بحث
غوغا میار بر سر ما و گذار بحث

پروای بخت دینی و عقبی نباشدم
آنجا که حیرت است نباید بکار بحث

وله

گر بوسه خواستم ز تو شیرین دهن مرنج
بند و ردار عاشق و مستم ز من مرنج

رنجه ز بار پیرهن است تازه گل مشو
پوشند غیر چون تنت از پیرهن مرنج

وله

کلید میکده را یافتم بوقت صباح
برآمد از دل من بیخبر که یا فتاح

قدم نهادم و میخانه را گشادم در
درآمدند پی من هزار اهل صلاح

وله

من دوزخی ز سوز جگر تو بهشتی
مشکل نهم بروی تو مالم پیاده رخ

از خون دیده روی شهیدی منقش است
تا دور مانده از رخت ای نرگس ساده رخ

وله

خرم کسی که در چمن لاله میرود
می دیگری گرفت ز دنباله میرود

از مدرسه بمیکده یکشب که میروم
در کار می وظیفه یکساله میرود

وله

فغان که میگذرد رسوائی ما نمی بیند
کسی که چشم همه بکوا ز حیا نمی بیند

بسر خبری بیگانگان نظر دارد
سیاه روی یک آشنا نمی بیند

وله

ندارم کس که پیش یار حال زار من گوید
غم تنهائی و درد دل افگار من گوید

بتلخی جان شیرین میکنم شیرین زبانی کو
که بی رنجاندن خاطر بشیرین کار من گوید

وله

میروی ای شاه خوبان جانب شهر زبیر … میکنی خوارزم را بی جرم زندان بر فقیر

نیست بازیچه سر در عشق بازی باختن … کار سربازان میدان بلا آسان مگیر

وله

زغم گداخت تنم جان زغم نرسته هنوز … خدنگ آه کشم بی جسته جسته هنوز

بر آستان تو عمرم بنامرادی رفت … دری مراد بروی نگشت بسته هنوز

وله

خوش آن زمان که مرا همنشین تو باشی و بس … رقیب فتنه بکاری همین تو باشی و بس

چنانکه هست بر افلاک آفتاب یکی … بر اوج حسن بروی زمین تو باشی و بس

وله

سجاده ریا که بود بار اهل هوش … دلال معصیت بیم انداختم ز دوش

پیمانه که ماند شب از وجه خرقه ام … بهر خمار صبح سپردم همی فروش

وله

ببال مرغ بستم نامه سر دادم سوی یارش … گران بارست می ترسم که نگشاید بمنقارش

بیفتد گر شود بوسم کف پای گل ناری … بعالم دیده تر سازم ز مژه در پا رود خارش

وله

کی از سفال سگانت بما دهند آبی … عوام را نبود بهره ز فیض خواص

بغزل سرائی خاصم قبول خاصانست … خوشست نظم شهیدی که نیست خاص الخاص

وله

خوش آنکه من بسفال سگ تو بزم خون … همین شراب بستی برون ز خانه عوض

برفت مرغ دل ما زپس نمی آید … درین خرابه از و ماند آشیانه عوض

وله

قطعه

تا شنیدند از عشقش ورد زبان ایشان … خرقی از من سر زد چون حلقه نا خورده

شد شهیدی سربلند از دولت نظم بلند … پست کی گردد اگر گوید کسی نظم وسط

وله

سفر گزیدم و کردم بهر که بود وداع … شدم مقید طوق رکاب شاه شجاع

هوای خدمت او گر بدارم از سر شوق … چو گرد باد چرا راه میروم بسماع

وله

جور در بالش بلا و طعنه دشمن بلا … میرسد بر من بلا بی اختیار از هر طرف

بی بلا هرگز نیم گر از بلاهای نیکوان — در کشم دامن رساند روزگار از هر طرف

وله

گفتی که بهتر است ترا مرگ یا فراق — کارم اگر بمرگ فتد به که با فراق

شد روشنم که داغ جدائی چه بوده است — تا جان من بسوخت جدا دل جدا فراق

وله

عاشق روی شاهدی چو زردم ساغر بسنگ — چهرهٔ زرد از عشق نیکوتر که از می لاله رنگ

این غزل مطرب بهر مجلس که مستانه خواند — شد شهیدی سرخ روی دل سیه آید بجنگ

وله

عجب دارم ز استغنای این ترک — که می آید چنین بیخواست در دل

ز غیرت خون آن ساغر خورم من — که عکس آن ز خشش پیداست در دل

وله

بی تو هر شب خون دل از چشم خونبار آورم — گر بیاد تو سر نهم گرد و بدیوار آورم

گر بکویم ور نه خود با کوه سنگین سنگدل — کوه را از درد دل با خود ز شب تار آورم

وله

چو ابر من بهوای تو از جهان رفتم — بگل نچیدم و گریان ز گلستان رفتم

منم شهیدی و باشم علم بروز جزا — ز چشم خلق چه نقصان اگر نهان رفتم

وله

آزرده ز طعنهٔ مردم برای من — خوبی تو بالای تو هم شد چه جای من

دامن بکش ز صحبت بیگانگان عشق — تا آشنا کجا تو کجا آشنای من

وله

وحشی غزال من بکسی آشنا مشو — ترسم که صید کس شوی از من جدا مشو

مگسل ز ما بغیر مشو رام شرم دار — یکبارگی باهل وفا بی وفا مشو

آراسته ز خانه بیا زار در میا — بالا بلند من همه کس را بلا مشو

تا چند بر شهیدی مسکین جفا کنی — یکباره ترک رسم همه جور و جفا مشو

وله

غرق عرق شده رخ چون آفتاب تو — طوفان حسن همه عالم خراب تو

پاکان کشند بادهٔ حسن از جام تو — آلوده را خبر نبود از شراب تو

پرسی ز من که بیدل و شیدا چرا شدی　　اغیار حاضرند چه گویم جواب تو
گر در دل تو عشق شهیدی اثر کرد　　وقت نظاره چیست همه اضطراب تو

وله

تنی داریم در بارے شکسته　　دلی در زیر دیوارے شکسته
ز بار دل شهیدی او فتاده　　رسن بگسسته و داری شکسته

وله

تا کی باشم بداغ انتظاری سوخته　　مانده چون خاک تری بر ریگزار سوخته
ما ناموس از کجا و بهره عشق از کجا　　عشق هر جا خرمن بی اعتباری سوخته

وله

مرا بغیر دیار حبیب ماوا نه　　غریب جائی و آنجا غریب را خانه
براه کعبه وصلت نقطع یک منزل　　ز پا فتادم و منزل هنوز پیدا نه

وله

منم رسوائے شهرے گشته دست از آبرو شسته　　یکی ز خرقه رنگ توبه و تقوی فرو شسته
گرفته کشتی و دست غرق دریا کسے گشته　　بپائے خم فتاده دست از جام و سبو شسته

وله

نگوئی از غرور حسن با من یک سخن روزے　　بروز دیگر فتادم بپرس احوال من روزے
چو افتد در غریبی نامرادی از دیار من　　بگو شناسم او را چون بمیرم در وطن روزے
بکام دل همه جا باده بے حجاب خوری　　چه وقت است که با هر کسے شراب خوری
خمار شرب مبادا که درد سر و بدت　　ازین شراب که در عالم شباب خوری
گذر بیاری من آمده خبر میداشتی　　جانب افتاده گاہے گذر میداشتی
خوش آن ساعت که میرم بر سر بالین من باشی　　زبانم رفته از کار و تو با من در سخن باشی
نگیری پائے تابوت مرا خود در پشیمانی　　که من باشم گران از درد تو نازک بدن باشی
مرا در بزم خود ره دادی و باز بدر کردی　　بهر یک جام می صد کاسه خونم در جگر کردی
براهم هر قدم صد خار غم از گل خوشی نهادی　　چرا از ره مرا بردی و با خود هم سفر کردی

من رباعیاته

ای با تو ببست عهد و پیمان دلم
وز غم طلب وصل تو درمان دلم
رباعی
آسوده چگونه پا بدامن پیچم
آلوده بلای چشم و دامان دلم

عشاق دل از دو کون آزاده کنند
تا آینهٔ رخ یکی ساده کنند
آلوده و مستم از آن سحر و بیم
در ساغر آلوده کجا باده کنند

رباعی
محبت چو کرد سنگپاره زمن
یک ذره گذشت بلاک سکنند
درست سوی آزاد بر دو گرفت
چیزی از سنگپاره محکم تر

رباعی
مردانه چو خاک راه افتادن
پا بر سر پایهای خود بنهادن
ملک دو جهان بهیچ نگرفتن
خود را دادن آنچه باید دادن

من مراثیه

صافی دلان که جام محبت کشیده‌اند
زهر فنا چشیده و تلخی ندیده‌اند
چیدند ز باغ میوه که بخت پسندیده‌اند
وا مانده‌اند از خامی و آسان رسیده‌اند
بنما بجای ما ته تا بنگر بیمشان
پنهان ز دیده باش چو آن نور دیده‌اند
دشوار نیست مردن ارباب انقطاع
آسان ز جان برآمده و از تن بریده‌اند
گشته بباغ صورت و بیرون شده ز باغ
برگ هوس ز هیچ نهالی نچیده‌اند
جا ساخته ز راه تصرف بهر سرا
خود گفته‌اند از دل و خود شنیده‌اند
بر اوج عرش بال زند مرغ روح شان
تن مانده بر زمین و خود آرمیده‌اند

دریای علم حضرت جامی جهان عشق
تن را گذاشت رفت سوی آشیان عشق

شایان محمد اسلم خان

شایان تخلص ۔ محمد اسلم خان نام ۔ آپ ملّی احمد خان ناعط کے فرزند ہین آپ کی
ولادت بلدۂ محمد پور عرف ارکاٹ مین ہوئی ۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے زمانہ مین
کتب درسیۂ فارسیہ اپنے والد ماجد و محمد رضا سے تمام کین ۔ فارغ التحصیل ہو کے مدراس مین آیا
وارد ہوئے ۔ مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان فخری مولوی محمد باقر آگاہ کی خدمت
مین کتب عربیہ ابتدا سے انتہا تک ختم کین عربی مین بہی کامل ہوئے ۔ نواب امیر الامرا
بہادر کے میر منشی ہوئے ۔ فارسی مین عبارت چست و درست با محاورہ مثل اہل زبان
لکہتے تہے ۔ تحریر مین ظہوری طغرا کا طرز اختیار فرماتے تہے ۔ آپکا ہر ایک فقرہ
برجستہ و شائستہ اور ہر ایک جملہ شگفتہ و بائستہ ہوتا تہا ۔ امیر الامرا آپکی عبارت
شیرین کو دیکہکے بہت محظوظ ہوتے تہے ۔ اور آپکی لیاقت کی تعریف فرماتے تہے
آپ نوابصاحب کی زندگی تک میر منشی گری کی خدمت پر مامور رہے ۔ نواب کی
رحلت کے بعد مختلف خدمات مثلاً باغات کی داروغگی اور دار الضرب کی امینی
و جاگیرات نیاز حرمین شریفین کی تحصیلداری پر مامور ہوتے رہے ۔ ہر ایک خدمت
مفوضہ کو امانت و دیانت کے ساتہ انجام دیتے رہے ۔ حکام بالا دست آپکے
کام سے بہت خوش ہوتے تہے ۔ آپ حکام کی تابعداری سے سرمو فرق نہین کرتے تہے
آپ موزون الطبع تہے ۔ شعر و شاعری کے میدان مین جولانی کرتے تہے ۔ جو کچہ موزون
فرماتے تہے خوب مرغوب ہوتا تہا ۔ صاحب التالیف و التصنیف بہی تہے ۔ متعدد رسائل
لکہے ہین ۔ مسائل التعلیم شرح منہج التقویم و شرح فارسی منہاج و مثنوی گدا ز دل

و مثنوی ظفرنامہ و وقایع حیدری و معین المصادر و گلدستہ مناقب وغیرہا۔ اور آپکا دیوان غزلیات و قصاید پر شامل ہے۔ آخر آپ سنہ ۱۲۳۲ ہجری مین واصل حق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ

آفتابیست کہ از شام قیامت پیداست		یعنی آن عارض تابان بخم گیسو ہا
نوبہار گلشن عشق تو تا افروخت شمع	ولہ	سوخت یکجا بلبل و یکسو پروانہا
خط موج ست انگشت تحیر بر لب ساغر	ولہ	نمیدانم گردش چشم کہ حیران میکند دل را
چشم او از بسکہ داد مستی می دادہ است		جام محو بیخودی و سجدہ مینا کردہ است
خندہ برق جنون ریدن پنہان کسے		فتنہ دام پری سایہ مژگان کسے
اشک دریا دل شایان سر طوفان دارد		کم شد چشم ترش منت دامان کسے

شائق۔ غلام محی الدین

شائق تخلص۔ غلام محی الدین نام۔ شائق علیخان خطاب ہے۔ آپ شاہ احمد ابو تراب قادری کے فرزند ہین۔ آپکے نسب کا سلسلہ تین واسطہ سے جناب ابو محمد حسین شہید المعروف بامام صاحب سے منتہی ہوتا ہے۔ آپکے خاندان مین اکثر بزرگان روشن ضمیر گذرے ہین۔ آپکا اصلی وطن بیدر ہے۔ آپکے جد و پدر کا مولد قصبۂ گبرہ ہے آپکا بھی مسقط الراس قصبہ مذکور ہے۔ آپکی ولادت سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین واقع ہوئی ایام طفلگی مین والد ماجد کے ہمراہ کالستری مین آئے اور وہان سکونت اختیار کرکے مدراس مین پہنچے۔ علماے عصر کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ ختم کرکے فضیلت کی سند

حاصل کی۔ اور کتب فارسیہ مولوی محمد باقر آگاہ و مولوی سید خیر الدین فائق سے ختم کین۔ اور شعر و شاعری مین مرزا علی بخت اظفری و میر شاہ حسین حقیقت سے مشق کرتے تھے۔ آپکا کلام سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا ہے۔ معاصرین پر بڑھ گئے۔ اور آپ انشا پردازی مین ظہوری و طغرا کے ہم سنگ تھے بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تھے۔ ایکدو ساعت مین قصائد موزون کر دیتے تھے۔ چنانچہ حسب الحکم نواب والا جاہ تیرہ روز مین (۳۷) غزل نعت مین موزون کر دئے۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے۔ آپکے کلام کی داد دی بیحد تعریف و تحسین کی۔ آپکو اپنے ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت تھی طریقت مین ثابت قدم و راسخ دم تھے سنہ ۱۲۳۳ ہجری مین بتقریب شادی اڈگیر گئے شادی سے فارغ ہو کے مدراس مین واپس آئے۔ اسوقت نواب کا آخر عہد تھا تا زندگی نواب کے ملازمین مین رہے۔ انعام و خطاب مذکورہ سے سرفراز ہوئے۔ حسب الحکم نواب مدرسہ فارسی سرکاری مین ملازم ہوئے۔ شعر و شاعری مین مستغرق رہتے تھے آپکی تصنیف سے ایک دیوان مسمی مرج البحرین و روضۂ قدسیان و مثنوی رشک بہشت وغیرہ ہین۔ فارسی و اردو زبان مین کلام موزون فرماتے تھے۔ کلام درست و صاف ہوتا ہے حشو و زائد سے پاک۔ آخر آپکی رحلت سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکے بھائی وفا نے رحلت کی تاریخ کہی ھو ھذہ

بیدل عصر حضرت شائق	قدس اللہ السرہ السامی
کام دل جست چون بقرب الہ	کہ جہانست جائے ناکامی

ہاتفم سال رحلتش فرمود
رفتہ ہیہات ہمدم جامی
۱۲۴۹ھ

سن کلامہ

بوسۂ قند لب یار بسیر دہناب — سید ذوق دگر چون شکر و شیر مرا

وله

صفائے جوہر ذاتم ز چشم تر شود پیدا — درین دعوی دلیل روشن از گوہر شود پیدا

وله

عشق عاشق را در دل معشوق آخر جا کند — گل گریبان چاک گردد از نوائے عندلیب

وله

جا لعلم برگشتہ از سودائے زلف پر بست — سطرہا کے راست آید چون کجی در مسطر است

وله

شاید گرفت ملک عدم ہم بخود ز شوق — ہر نو نہال می نگرد خاک بر سر است

وله

گر ز خاک نشان سواری جوید — وگرنہ چیست میں بندن فرس بدود

وله

ز سودا چون بہار ارشد ل پر داغ خود برہم — نگہ تا کس بنگیرد متاع داغ ما را اینجا

در حجاب زلف کن انظار روے یار را — صبح امید ز سودائے این شب پیدا است

نمیدانم کدامی شعلہ و در سینہ جا دارد — کہ می جوشد شرر از چشم گریانی کہ من دارم

شمع انجمن کے مولف نے لکھا کہ آپکا حسبی تعلق حضرت سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز سے منتہی ہوتا ہے۔ گلزار اعظم کے مولف نے صرف نسبی سلسلہ لکھا۔ اور حسبی سلسلہ سے سکوت کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شوقی مولوی غلام غوث

شوقی تخلص غلام غوث نام۔ وطنا گوپاموی۔ آپکا حسبی سلسلہ قاضی مبارک شارح سلم العلوم سے منتہی ہوتا ہے۔ کتب متداولہ فارسیہ عربیہ میں مہارت کامل رکھتا تھا ادیب فاضل تھا۔ انشاپردازی سخن سازی میں خوشنویس کا شاگرد تھا۔ ہندوستان سے سیاحت کرتا ہوا مدراس میں وارد ہوا ضلع کنشور میں افتا کی خدمت پر مقرر ہوا۔

مدت تک افتا کی خدمت کو عمدہ طرح سے انجام دیتا رہا۔ خوش اخلاق و ذی مروت تھا۔ سخن سنج و سخن پرداز تھا۔ رسائی طبیعت سے کلام پسندیدہ موزون کرتا تھا۔ شعرائے عصر آپکے کلام کو پسند فرماتے تھے۔ انصافانہ داد دیتے تھے۔ قدرت اللہ خان حسب قضا نتائج الافکار کے دوستون سے تھا۔ خانم صفوتؔ نے آپکی رحلت کے بعد ایک مرثیہ آپکے رنج مین لکھا ہے تذکرہ مین مذکور ہے۔ آخر عمر مین آپکو عارضہ لاحق ہوا۔ مرض روز بڑھتا گیا ہرچند کہ معالجہ کرتے تھے۔ لیکن مفید نہین ہوتا تھا۔ معالجہ کے لئے حیدرآباد دکن روانہ ہوئے۔ حیدرآباد کے قریب پہنچکے ۳۲ سنہ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپکو تجہیز و تکفین کرکے شہر مین لائے پہبود علی شاہ عرف بودلے شاہ کے تکیہ مین دفن کئے۔ **ہو هذہ**

سر در بر من آر کہ نازمی ہا از ین ہست	گوئیم سخن بوسہ کہ رازے بازین ہست
کارم آخر شدہ از درد و نگشتی آگہ	شیشہ بشکست و بگوشت نو صدائے نرسید

شفیع میر محمد شفیع

شفیع تخلص۔ میر محمد شفیع نام۔ آپ میر عسکری باقری سبزآبادی کے فرزند ہین گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپکے اجداد سلف سے میر حسن باقری سبزآبادی سلطان عبداللہ قطب شاہ والی تلنگانہ کے عہد مین وارد دکن ہوئے قطب شاہ کے دربار مین بارباب ہوئے۔ قطب شاہ نے بلحاظ سیادت و نجابت تعظیم و تکریم کی۔ اول ہی ملاقات مین انعام و جاگیر و منصب سے سرفراز فرمایا۔ اور جاگیر مری گنٹہ علاقہ حیدرآباد مین بطور التمغا مرحمت کیا۔ مولف مذکور لکھتا ہے کہ ابتک جاگیران کی اولاد پر جاری ہے

بھی کلام ہے۔ شفیع صاحب ترجمہ کے والد ابتدا میں تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ اور ان کا
مستقر تجارت مچھلی بندر تھا۔ چند مدت کے بعد ضلع نیلور کے محکمہ میں منشی گری کی
خدمت پر مامور ہوئے۔ شفیع کی ولادت سنہ ۱۲۳۸ ہجری میں ضلع مذکور میں واقع ہوئی
سن شعور کے بعد والد ماجد کی خدمت میں کتب متداولہ فارسی عربی ختم کیں۔ اور شعر و
شاعری میں آپ کو تلمذ میر محمد حسن غریب تخلص سے تھا۔ جب آپ مدراس میں آئے
میرزا عبد الباقی وفا کے بھی شاگرد ہوئے۔ مدت تک وفا کی خدمت میں تحقیق محاورات
و اصطلاحات فارسی و اصلاح سخن میں مصروف رہے۔ پھر چند روز سیر و سیاحت میں گزارے
آخر والد ماجد کے انتقال کے بعد دیوانی محکمہ میں خدمت سررشتہ داری پر مقرر ہو
تا بزندگی خدمت مفوضہ پر مامور رہے۔ آپکا سنہ وفات دستیاب نہیں ہوا۔ آپ علاوہ
زبان فارسی عربی تلنگی و ہندی میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے۔ شعر گوئی و سخن سنجی میں
مستعد تھے۔ آپ کا کلام فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ صاحب التالیف و التصنیف تھے۔
سوائے دیوان فارسی کوئی رسالہ یا نسخہ مولفات سے نہیں دیکھا گیا۔ کسی صاحب تذکرہ
نے لکھا شاید گوشہ گمنامی میں ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب من اشعارہ

خال بر عین چشم بس بہ نظر انداز ست	،،	الف کردست گرچہ با الف قامت را
ثنائیہ۔ خال رخش سا سر بلندم	،،	اعانت ما حضر تنہا شد نباشد
مرو کست سست تہی شد ز در لعل شکر	،،	لعل خندان نشدے گوہر دندان بدری
نرگس و غنچہ و گل چشم و دہان و رخ تست	،،	حاش شد روم جانب بستان کسے
جہانی شدہ است	،،	تا نیز آمدہ ہم خبر دار اندکے